ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف امریکی سازشیں

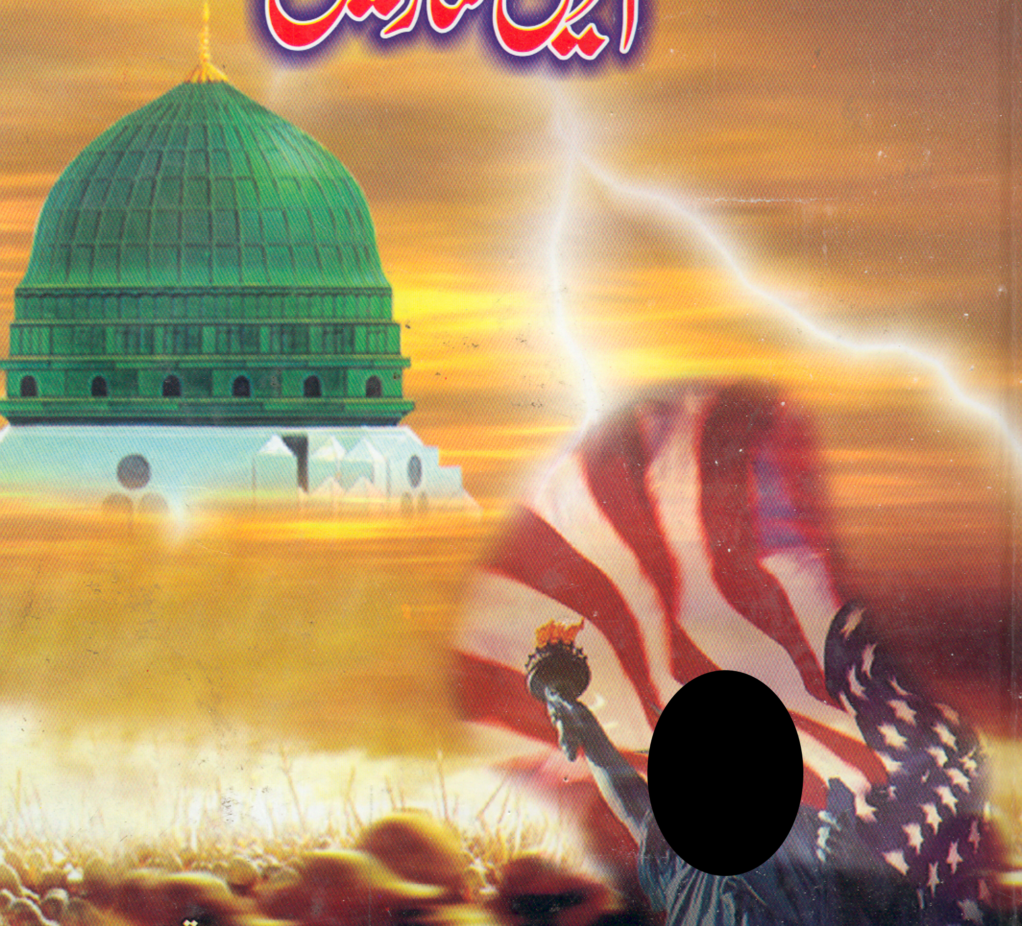

ترتیب و تحقیق

محمد متین خالد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ناموسِ رسالت ﷺ کے خلاف امریکی سازشیں

''اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قانون توہین رسالتؐ امریکہ کے کلیجے میں نیزے کی انی کی طرح عمیق پرتوں میں اترتا جارہا ہے۔ امریکی صدر سے لے کر پاکستان میں امریکی سفیر تک ہر ایک بزرجمہر کی یہی کوشش ہے کہ یہ قانون ختم کر دیا جائے اور یوں دشمنانِ اسلام کو شانِ رسالت مآب ﷺ میں توہین کا اوپن لائسنس مل جائے۔ پارلیمنٹ اور سپریم کورٹ سے متفقہ طور پر منظور شدہ اس قانون کے خلاف امریکی ہدایت' براہ راست مداخلت فی الدین ہے۔ بے نظیر بھٹو سے لے کر صدر جنرل پرویز مشرف تک ہر حکمران نے امریکی بارگاہ میں نیاز حاصل کرنے کے لیے اس قانون کو بالواسطہ یا بلاواسطہ ختم کرنے کی درپردہ ہر ممکن کوشش کی۔ مگر اسلامیانِ پاکستان کے زبردست غیظ و غضب کے سامنے انہیں عبرتناک ذلت و رسوائی اٹھانا پڑی۔ کلیدی عہدوں پر فائز سیکولر' بے دین اور امریکی تنخواہ یافتہ بیوروکریٹ اب بھی اس تاک میں بیٹھے ہیں کہ کب مسلمان بے حسی' بے حمیتی اور غفلت کی چادر اوڑھ کر سو جائیں اور وہ اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب ہوں۔ مگر یہ ان کی خام خیالی ہے۔ وہ احمقوں کی دوزخ میں رہتے ہیں......''

ناموسِ رسالت ﷺ کے خلاف
امریکی سازشیں

ترتیب و تحقیق

محمد متین خالد

انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف تحفظ ختم نبوت، لاہور

انتساب!

- برادرِ محترم **محمد امین جاوید**
- برادرِ گرامی **محمد شاہین پرواز**
- برادرِ عزیز **محمد تنویر شہزاد**
- برادرِ عزیز **محمد قدیر شہزاد**

کے نام

جن کی وجہ سے زندگی کی بے شمار صعوبتیں، خوشگوار راحتوں میں بدل گئیں۔

؎ اِک نظر تم مرے محبوب نظر تو دیکھو!

فہرست

✿	انتساب		5
✿	احمقوں کی دوزخ میں رہنے والے!	محمد متین خالد	15
✿	اعتراف عظمت	صاحبزادہ طارق محمود	17
□	ناموس رسالتؐ کے خلاف ناپاک سازشوں کا تسلسل	محمد نوید شاہین ایڈووکیٹ	23
o	قانون توہین رسالتؐ ختم کرنے کا امریکی حکم		23
o	جرمن پارلیمنٹ کی ہدایت		24
o	بی بی سی کی شرانگیزی		24
o	قانون توہین رسالتؐ میں تبدیلی اور نواز شریف		24
o	توہین رسالتؐ کے مقدمات وفاقی شرعی عدالت منتقل کرنے کا فیصلہ		25
o	قانون توہین رسالتؐ اور اسلامی نظریاتی کونسل		25
o	اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش		26
o	نواز شریف حکومت کا فیصلہ		27
o	راجہ ظفر الحق		27

- خالد انور 28
- نثار میمن 28
- قانون توہین رسالتؐ میں تبدیلی 29
- احتجاجی تحریک' مظاہرے اور بیانات 29
- یوم احتجاج 34
- جلوس پر پولیس کا لاٹھی چارج 41
- پسپائی 42
- مایوسی 43
- ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا! 43
- امریکہ کے یار۔ نبیؐ کے غدار 43
- بے نظیر بھٹو 44
- شاہدہ جمیل 44
- بھٹو گروپ 44
- جسٹس (ر) جاوید اقبال 45
- عمران خان 45
- مونا طاہر القادری 45
- جمیل قادری 46
- وغیرہ وغیرہ 47
- فرنٹیئر پوسٹ میں اشتعال انگیز خط کی اشاعت 47
- ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا پریس نوٹ 48

o احتجاج' مظاہرے	48
o احتجاج کا دوسرا دن	49
o تحقیقاتی کمیشن کا قیام اور اے پی این ایس کی اپیل	50
o تحقیقاتی ٹربیونل کی رپورٹ	51
o رحمت آفریدی کو سزائے موت	51
o انور کینتھ کو سزائے موت	52
o گستاخ رسول وجیہ الحسن	53
o شاتم رسولؐ کا عبرتناک انجام	54
o کلمہ طیبہ میں تحریف کرنے والے کو سزائے موت	61
o مرزا قادیانی کا دوسرا جنم	61
o یوسف کذاب کا قتل	64
o یوسف کذاب کے حالات	66
o خواہش	69
o یوسف کذاب کی میت قادیانی قبرستان میں	69
o شاتم رسولؐ یونس شیخ	69
o گستاخ رسولؐ کا قتل	70
o پاکستان میں توہین رسالتؐ کے قانون کی ضرورت نہیں؟	70
o قانون توہین رسالتؐ کے خلاف پرتشدد مظاہرہ	71
o چرچ میں دھماکہ عیسائیوں نے خود کیا	71

o حکومت پنجاب جھوٹے مذہب کے بانیوں کو سزائے موت دے۔ سرحد اسمبلی کی قرارداد 72
o جمائما اور سلمان رشدی 73
o 295 سی کی آڑ میں 74
o ہندوؤں کی شانِ رسالتؐ میں توہین 75
o ''پیپسی'' کی طرح نائیک بھی اسلام دشمن نکلی 75
o ملٹی نیشنل کمپنی کی طرف سے قومی پرچم کی توہین 76
o قہرِ الٰہی کو دعوت نہ دیجئے 77
o جاپان میں قرآنی آیات کے حامل کپڑوں کی فروخت 77
o مکہ و مدینہ کو تباہ کرنے کی اسرائیلی فوجی مشیر کی دھمکی 78
o نشریاتی اداروں کی شرمناک حرکتیں 79
o فرشی پلاسٹک میٹ پر اسلام کی توہین 80
o سگریٹوں پر اسم محمد چھاپنے کی ناپاک جسارت 81
o کلمہ طیبہ کی بے حرمتی 81
o ایک پروفیسر کی ہرزہ سرائی 81
o لیبر پارٹی کے سیمینار میں مقررین کی زہر افشانی 82
o امریکی ناپاک سازش 83
o قرآنی آیات والی پتلونیں 83
o توہین رسالتؐ پر مبنی کارٹون فلموں کی کھلے عام فروخت 83
o تحریف شدہ قرآن 86

○ فرانس میں توہین مذہب کا مقدمہ		86
○ نیا سلمان رشدی		87
○ امریکی پادریوں کی شرانگیزیاں		87
○ توہین رسالت کے خلاف مظاہرہ کرنے پر 33 طلبہ کو سکول سے خارج کرنے کا فیصلہ		90
☐ ام الحقوق	محمد عطاء اللہ صدیقی	91
☐ قانون تحفظ ناموس رسالتؐ	ڈاکٹر اسرار احمد	108
☐ توہین رسالتؐ، ایک سنگین جرم	سید نظر زیدی	113
☐ قانون توہین رسالتؐ میں تبدیلی محرکات و مضمرات	محمد عطاء اللہ صدیقی	116
☐ قانون توہین رسالتؐ اور ڈپٹی کمشنر کا کردار	محمد عطاء اللہ صدیقی	159
☐ قانون توہین رسالتؐ کی مجوزہ ترمیم کا علمی جائزہ	محمد اسماعیل قریشی (ایڈووکیٹ)	168
☐ سیکولر ایجنڈے کی پسپائی	عطاالرحمن	172
☐ تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون میں تبدیلی	انجینئر محمد سلیم اللہ خان	175
☐ آؤ ہمیں آزمالو!!!	حامد میر	177
☐ غازی علم دینوں سے مقابلہ	حامد میر	180
☐ ناموس رسالتؐ	عرفان صدیقی	182
☐ توہین رسالتؐ کے قانون میں تبدیلی	انوار حسین ہاشمی	185
☐ قانون ناموس رسالتؐ کے خلاف مہم جوئی	عبدالحفیظ عابد	189
☐ توہین رسالتؐ کے قانون میں تبدیلی	محمد شریف ہزاروی	195
☐ ناموس رسالتؐ کے مسئلے پر مجلس مذاکرہ	تجمل گرمانی	198

❑ تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون میں تبدیلی کے نقصانات کیا ہوتے؟	صاحبزادہ طارق محمود	208
❑ 19 مئی...... یوم تشکر	حافظ شفیق الرحمن	216
❑ توہین رسالتؐ آرڈیننس میں ترمیم	اداریہ ہفت روزہ "ضرب مومن"	219
❑ یہودی عیسائی اور قادیانی سازش	حشمت علی حبیب (ایڈووکیٹ)	222
❑ توہین رسالتؐ کے قانون اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کو ختم کرنے کا مطالبہ	اداریہ ہفت روزہ "ختم نبوت"	225
❑ قادیانیوں کی جانب سے توہین رسالتؐ پرمبنی لٹریچر کی تقسیم	اداریہ ہفت روزہ "ختم نبوت"	229
❑ توہین رسالتؐ کا قانون اپنوں اور پرائیوں کے رویے	زیرک حیدر	233
❑ رسول اللہؐ کو سیکولر کہنے کی جسارت	محمد عطاء اللہ صدیقی	237
❑ صرف فرنٹیئر پوسٹ مجرم نہیں	حامد میر	241
❑ توہین رسالتؐ کے واقعات کا تسلسل	ابوبکر قدوسی	243
❑ اشتراکی ظلمت کدے کے بےنور دماغ	محمد عطاءاللہ صدیقی	246
❑ فرنٹیئر پوسٹ کی بحالی	محمد عطاء اللہ صدیقی	249
❑ یورپ کی اسلام دشمنی	ابوسلمان	254
❑ امریکہ میں گستاخانہ فلم اور مسجد اقصیٰ کے سامنے یہودیوں کا ناچ	عبدالرشید انصاری	263
❑ اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی	ایم ایم احسن	266
❑ عالم اسلام کے خلاف مغربی میڈیا کا گھناؤنا کردار بےنقاب	حامد سلطان	269
❑ امریکہ اور توہین رسالتؐ ایکٹ	حافظ شفیق الرحمن	272

امریکہ میں توہین رسالتؐ کے واقعات میں تسلسل	عزیز الرحمٰن ثانی	275
اسلام غیر مسلموں کا اصل نشانہ	عزیز الرحمٰن ثانی	282
اسلام کے خلاف مغربی ہتھکنڈے	ابراہیم ابو خالد	285
ایک اور فلم مگر کس لیے.........؟	عبداللہ	295
محسن انسانیت کی شان اقدس میں گستاخی کی ناپاک جسارت	اداریہ روزنامہ ''اسلام''	297
محسن انسانیت کی کردار کشی کی مذموم مہم	عزیز الرحمٰن ثانی	300
نبی کریمؐ کی شان میں گستاخی	سلیم یزدانی	302
جیری فال ویل کا مکروہ بیان	جاوید محمود	306
جیری فال ویل کی ہرزہ سرائی	پروفیسر شمیم اختر	308
بے شرمی' بے حمیتی اور ڈھٹائی	سیف اللہ خالد	311
توہین رسالتؐ	عثمان ولی اللہ	313
منافقت' امریکیوں کے لئے آزار بن جائے گی	عتیق صدیقی	317
عیسائی تعلیمی اداروں کا مکروہ کردار	عبداللہ	319
عیسائی پادری کی توہین آمیز جسارت	محمد عطاء اللہ صدیقی	320
''مقابلہ حسن'' اور توہین رسالت کا ارتکاب	اداریہ ہفت روزہ ختم نبوت	326
مسلمان ناموس رسالتؐ پر جان کیوں دیتے ہیں؟	قاضی کاشف نیاز	330
امریکہ کے بنیاد پرست صیہونی عیسائی	بریگیڈیئر (ر) شمس الحق قاضی	347
اسلام کے خلاف یہود و ہنود اور صلیبیوں کا گٹھ جوڑ	حافظ عبدالمتین مسلم	354
اسلام دشمن کو نوبل انعام	مقبول احمد دہلوی	363
سنت نبوی کی پیروی' ایک روشن مثال	محمد عبدالمنتقم	365

□ پاکستان پر امریکہ کی الزام تراشیاں	سید محمد قاسم	368
□ دجال کے سفیر	تنویر شرافت	374
□ امت مسلمہ کا خاموش مجرم	ابو اسامہ عابد	386
□ تعلیمی نصاب......قرآنی آیات کا اخراج	محمد عطاء اللہ صدیقی	397
□ امریکی غلامی کا ایک اور شرمناک مظاہرہ	متین فکری	401
□ اسلام کو فرسودہ مذہب قرار دینے والی کتابوں کی بھرمار	سید قاسم شاہ	404
□ انگلش میڈیم سکولوں کا اسلام دشمن نصاب	پیر بنیامین رضوی	408
□ قرآنی آیات اور سورتوں میں تحریف	انوار حسین حقی	411
□ افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی	ثروت جمال اصمعی	414

□ تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ اور قانون

توہینِ رسالت ﷺ پر اہم کتب کی فہرست	پروفیسر خواجہ حامد بن جمیل	425

احمقوں کی دوزخ میں رہنے والے!

حضور نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس پوری کائنات کا سرمایہ حیات ہے۔ اس قیمتی متاع کا تحفظ ہر مسلمان اپنی جان کے تحفظ سے بھی زیادہ ضروری سمجھتا ہے۔ دنیا بھر کے تمام مسلمان رنگ' نسل اور زبان کے اختلاف کے باوجود اس معاملہ میں بنیان مرصوص کی طرح ایک ہیں اور یہی ان کے ایمان کی بنیاد ہے۔

یورپ بالخصوص امریکہ کی آنکھوں میں مسلمانوں کا یہ لازوال اور بے مثال جذبہ کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ وہ گاہے ماہے مسلمانوں کے اس ناقابل تسخیر جذبہ کو نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کرتے۔ یورپی اور امریکی اخبارات و رسائل میں ایسی دل آزار تصاویر اور مضامین شائع کیے جاتے ہیں جن میں اسلام اور اس کی مقدس تعلیمات و شخصیات کی تضحیک واضح اور نمایاں ہوتی ہے۔ جس مضمون میں قرآن اور بائبل کا ذکر ہو' وہاں بائبل کو سیدھا اور قرآن مجید کو جان بوجھ کر الٹا کر کے دکھایا جاتا ہے۔ مسلمانوں اور ان کی عبادات پر براہ راست طنز کی جاتی اور طعن توڑا جاتا ہے۔ مدارس کو دہشت گردی کے اڈے اور مساجد کو ان کی تربیت گاہ کہا جاتا ہے۔ ان سب حربوں اور ہتھکنڈوں کا مقصد مسلمانوں کو ہمہ جہتی دباؤ کا ہدف بنا کر بے حمیت بنانا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قانون توہین رسالتؐ امریکہ کے کلیجے میں نیزے کی انی کی طرح عمیق پرتوں میں اترتا جا رہا ہے۔ امریکی صدر سے لے کر پاکستان میں امریکی سفیر تک ہر ایک بزرجمہر کی یہی کوشش ہے کہ یہ قانون ختم کر دیا جائے تاکہ دشمنانِ اسلام کو شانِ رسالت مآب ﷺ میں توہین کا اوپن لائسنس مل جائے۔ آئی ایم ایف' ورلڈ بینک اور دیگر عالمی مالیاتی ادارے بھی اپنی امداد اس قانون کو ختم کرنے سے مشروط کرتے ہیں۔

اس قانون کو غیر مؤثر بنانے کے لیے کبھی کہا جاتا ہے کہ قانون توہین رسالت کا مقدمہ مجسٹریٹ یا ڈپٹی کمشنر کی منظوری سے درج ہوگا۔ کبھی شوشہ چھوڑا جاتا ہے کہ قانون توہین رسالتﷺ کا مقدمہ اگر سچ ثابت نہ ہوا تو مدعی کے خلاف 295C کے تحت مقدمہ درج ہوگا۔ کبھی یہ رائے سامنے آتی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش سے مقدمہ درج ہو' کبھی مشورہ دیا جاتا ہے کہ اس کی سماعت صرف وفاقی شرعی عدالت ہی کرے۔ ہماری حکومت قانون توہین رسالتﷺ میں ترمیم کرکے امریکہ اور اس کے حواریوں کو خوش کرنے کے چکر میں ہے۔ حالانکہ قانون توہین رسالتﷺ میں مجوزہ ترمیم سے بھی امریکہ اور اس کی پروردہ لابیاں مطمئن نہیں ہوں گی بلکہ اسے حکومت کی کمزوری سمجھ کر اس کے خلاف اپنے دوسرے دین مخالف مطالبات منوانے کے لیے دباؤ میں اضافہ کریں گی کیونکہ مغربی دنیا کا نصب العین پاکستان کو اس کی اسلامی شناخت سے محروم کرنا ہے۔

پارلیمنٹ اور سپریم کورٹ سے متفقہ طور پر منظور شدہ قانون کے خلاف امریکی ہدایت' براہ راست مداخلت فی الدین ہے۔ بے نظیر بھٹو سے لے کر صدر جنرل پرویز مشرف تک ہر حکمران نے امریکی بارگاہ میں نیاز حاصل کرنے کے لیے اس قانون کو بالواسطہ یا بلاواسطہ ختم کرنے کی درپردہ ہر ممکن کوشش کی۔ مگر اسلامیانِ پاکستان کے زبردست غیظ و غضب کے سامنے انہیں عبرتناک ذلت و رسوائی اور ہزیمت و پسپائی اٹھانا پڑی۔ کلیدی عہدوں پر فائز سیکولر' بے دین اور امریکی تنخواہ یافتہ بیوروکریٹ اب بھی اس تاک میں بیٹھے ہیں کہ کب مسلمان بے حسی' بے حمیتی اور غفلت کی چادر اوڑھ کر سو جائیں اور وہ اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب ہوں۔ مگر یہ ان کی خام خیالی ہے۔ وہ احمقوں کی دوزخ میں رہتے ہیں...... کوئی ہے جو ان کو یقین دلا سکے کہ تم اور تمہارے آقا الٹے بھی لٹک جائیں تو اس قانون میں معمولی سی بھی تبدیلی نہیں کر سکتے...... یہ اٹل حقیقت ہے!

ہم آ گئے تو گرمیٔ بازار دیکھنا

محمد متین خالد

اعترافِ عظمت

مفکر احرار چوہدری افضل حقؒ نے "محبوب خدا" (ﷺ) کے ابتدائیہ میں اپنا ایک خوبصورت قول لکھا ہے کہ "اعترافِ عظمت کے لیے باعظمت انسان ہونا ضروری ہے۔" اسی جذبہ کے حصول کی تسکین کی خاطر راقم ہمیشہ اعترافِ عظمت کا قائل ہے۔ عزیزم متین خالد کی قلمی عمر کچھ زیادہ نہیں۔ وہ قلم اور کتاب کی دنیا میں ہوا کے جھونکے کی طرح آئے اور آندھی کی طرح چھا گئے۔ اِن کی کتابوں کا یکے بعد دیگرے منظرِ عام پر آنا بلاشبہ ان کی ذہنی' دماغی صلاحیتوں کا زندہ ثبوت ہے۔ راقم ذاتی طور پر جانتا ہے کہ متین خالد کی معرکۃ الآرا کتاب "ثبوت حاضر ہیں" پانچ برس کی مسلسل محنت' لگن اور اخلاص کی مرہون منت ہے جسے پذیرائی اور مقبولیت عام حاصل ہے۔ احتسابِ قادیانیت کے حوالے سے اس کتاب کو تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ متین خالد کا فطینی اور مشینی دماغ سال میں ہزاروں صفحات کی الٹ پلٹ' سینکڑوں کتابوں کی چھان پھٹک اور بیسیوں نسخوں کی ورق گردانی کے بعد ایک ایسی اہم اور مفید دستاویز تیار کرتا ہے جو نہ صرف وقت کے جدید تقاضوں کی ضرورت پوری کرتی ہے بلکہ نئی نسل کو ماضی کی عظمت رفتہ کی یاد اور ان کے تابناک مستقبل کا احساس بھی دلاتی ہے۔ متین خالد دماغ سے سوچتے ہیں اور دینی جذبہ کی بنیاد پر ضمیر کی آواز سے لکھتے ہیں۔ ان کا یہی جذبہ انھیں لائبریریوں کے دامن' کتابوں کے جھرمٹ' اہل علم کی صحبت اور صاحبانِ درد سے رابطوں میں سرگرداں رکھتا ہے۔ متین خالد موجودہ نسل کے خیالات، جذبات اور احساسات کے ترجمان ہیں اور نئی نسل سے روابط کی تڑپ کے امین ہیں۔ ان کی فکر ونظر اور سوچ وقت کے دھاروں اور مستقبل کے تقاضوں کے

تحت کام کرتی ہے۔

کچھ نہ کچھ لکھتے رہو تم وقت کے صفحات پر
نسلِ نو سے اک یہی تو واسطے رہ جائیں گے

''پادریوں کے کرتوت'' کے فوری بعد متین خالد کی حالیہ تالیف ''ناموس رسالتؐ کے خلاف امریکی سازشیں'' اس لحاظ سے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے کہ وہ ان مخصوص حالات میں منظر عام پر آئی ہے جب امریکہ عالمی بالادستی کے خواب کی عملی تعبیر چاہنے کے علاوہ عالم اسلام کو صلیبی شکنجہ میں رکھ کر ان کے قدرتی وسائل کو سمیٹنے کے جنون میں بھی مبتلا ہے۔ امریکہ مسلمانوں کو مستقل دباؤ میں رکھنے کی خاطر بعض اسلامی ممالک میں عیسائی ریاستوں کے قیام کا خواہش مند ہے۔ ہسپانیہ ماضی میں اسلامی علوم و فنون کا مرکز اور اسلامی تہذیب و ثقافت کا گہوارہ تھا۔ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ہسپانیہ میں مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کو مٹا کر اسے عیسائی ریاست کے قالب میں ڈھال دیا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں کے بڑے بڑے شہروں کی مساجد کو گرجا گھروں میں تبدیل کر دیا گیا۔ حال ہی میں اسلامی دنیا کے اوّلین اُفق پر واقع اہم اسلامی ملک انڈونیشیا میں عیسائی ریاست قائم کر کے امریکہ نے عملاً یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ سورج کے ساتھ ساتھ دیگر اسلامی ممالک میں عیسائی ریاستوں کی لٹکتی تلوار سے مسلمانوں کو مرعوب رکھ کر اپنے مخصوص عزائم کی تکمیل چاہتا ہے۔
پاکستان میں عیسائی ریاست کے قیام کے حوالے سے ایک مدت سے این۔ جی اوز سرگرم عمل ہیں۔ ''خانیوال تا گجرات'' عیسائی ریاست کے قیام کا منصوبہ سیاسی حلقوں میں زبانِ زدعام ہے۔ ملک بھر میں عیسائی مشنریوں کے پھیلے جال' وسیع پیمانے پر لٹریچر کی تقسیم' ریڈیو اسٹیشن کا قیام' مختلف رفاہی' فلاحی سماجی کاموں کی آڑ میں عیسائیت کی تبلیغ' جمہوری و پارلیمانی اداروں کے علاوہ کابینہ کی سطح پر اقلیتوں کی نمائندگی، اہم سرکاری کلیدی عہدوں پر اقلیتی افسران کی تعیناتی' اور حکومتی سرپرستی...... یہ سبھی کچھ عیسائی ریاست کے قیام کے سلسلہ کی کڑیاں نہیں تو اور کیا ہے؟

امریکی مداخلت...... ہمارے قومی معاملات کے علاوہ ہواؤں اور فضاؤں تک پہنچ چکی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارا معاشی' اقتصادی' مالیاتی اور سیاسی ڈھانچہ ہی امریکہ کے آہنی ہاتھوں میں ہے۔ امریکی امداد ہمارے بعض اہم اندرونی قومی معاملات سے

مشروط رہی ہے۔ جن میں ایک بڑی شرط یہ ہے کہ قادیانیوں کی سابقہ حیثیت کو بحال کیا جائے۔ ہمارے دینی' مذہبی معاملات میں امریکی مداخلت تشویشناک حد تک بڑھ چکی ہے۔ تمام تر تفصیلات سے قطع نظر اس کا اندازہ ایک معمولی واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ سابق وزیراعظم میاں نوازشریف کے دور میں ایک مرتبہ تبلیغی جماعت کے رہنما مولانا طارق جمیل کا کابینہ کے سامنے بیان ہوا۔ جو محض تبلیغی اور اصلاحی نکتہ نظر سے تھا۔ اگلے ہی روز پاکستان میں متعین امریکی سفیر نے اس بات کا نوٹس لیا۔

امریکہ کو مسلمانوں سے خطرہ نہیں۔ وہ انہیں دبانے' جھکانے اور تڑپانے میں کامیاب ہے۔ امریکہ کو اصل خطرہ مسلمانوں کے ایمان کی راکھ میں چھپی ایک ایسی چنگاری سے ہے جو کسی وقت بھی شعلہ جوالہ بن سکتی ہے۔ اس چنگاری کا نام ناموس رسالت (ﷺ) ہے۔ جناب رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ اقدس سے مسلمانوں کا والہانہ عشق امت مسلمہ کے باہمی اتحاد' یگانگت' اخوت اور جذبہ جہاد کا ذریعہ ہے۔ اس میں ان کی روحانی قوت کا راز پوشیدہ ہے۔ اور اسی میں ان کے نام کی بقا ہے۔

در دلِ مسلم مقام مصطفیٰؐ است
آبروئے ماز نامِ مصطفیٰؐ است

ناموس رسالت کا قانون ہمارے فوجداری نظام کا حصہ ہے۔ مذہبی ہم آہنگی اور معاشرتی توازن کے لیے اس کی اشد ضرورت ہے اسلام دشمن' باطل قوتیں خوب جانتی ہیں کہ ناموس رسالتؐ کے حوالہ سے مسلمان کسی قانون کا محتاج نہیں۔ ماضی اس کا گواہ ہے۔ یہ قانون اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ یہ بات بطور چیلنج کہی جاسکتی ہے کہ اب تک ''ناموس رسالتؐ ایکٹ'' کے تحت جو مقدمات درج ہوئے ہیں، ایک غیر جانبدارانہ ٹریبونل کے ذریعہ اُن مقدمات کی صحت کا تعین کیا جاسکتا ہے کہ کتنے مقدمات کا اندراج غلط ہے؟

خالد متین نے ''ناموس رسالت ﷺ کے خلاف امریکی سازشیں'' مرتب کرکے قوم' ملت اسلامیہ کے علاوہ بیرونی دنیا کو حقیقت کا ایک صاف اور شفاف آئینہ دکھایا ہے۔ ناموسِ رسالت ﷺ کے حوالے سے اخبارات' جرائد میں اکثر و بیشتر شائع ہونے والے سیر حاصل مضامین اور مجالس مذاکرہ کو یکجا کیا گیا ہے۔ حقائق' شواہد' دلائل اور براہین کی روشنی میں متین خالد کی مرتب کردہ ''دستاویز'' کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ کسی بھی کتاب کے

ابتدائیہ یا دیباچہ کو عمارت کی بنیاد کی سی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ راقم نے ناسازی طبع کے باعث متین خالد کے لیے بطور "اعتراف عظمت" اپنے جذبات و احساسات کو مختصر پیرائے میں رقم کیا ہے۔ متین خالد کی گراں قدر قلمی خدمات پر حق ادا نہیں کر سکا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کاوش کو قبول اور مقبولِ عام بنائے۔ آمین

طالب دعا

صاحبزادہ طارق محمود

ایڈیٹر ماہنامہ "لولاک" ملتان

حال مقیم فیصل آباد

ناموسِ رسالت ﷺ کے خلاف
امریکی سازشیں

محمد نوید شاہین ایڈووکیٹ

ناموس رسالت ﷺ کے خلاف ناپاک سازشوں کا تسلسل

قانون توہین رسالت ﷺ ختم کرنے کا امریکی حکم

امریکہ نے پاکستان پر زور دیا کہ توہینِ رسالت کا قانون ختم کر دیا جائے۔ وزارت خارجہ کی ایک رپورٹ میں دنیا کے مختلف علاقوں میں جہاں عیسائی اقلیت میں ہیں' کی حالت بیان کی گئی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان میں غیر مسلموں کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کی اجازت ہے لیکن مسلمانوں کے لیے کوئی دوسرا مذہب اختیار کرنا غیر قانونی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ کئی بار دیکھنے میں آیا کہ غیر مسلموں سے کوئی زیادتی ہوئی تو پولیس ذمہ داروں کو سزا دینے میں ناکام رہی اور ضروری حفاظتی اقدامات نہیں کیے گئے۔ اس سے غیر مسلموں میں سخت مایوسی پھیلی ہے اور عدم تحفظ کا احساس ہوا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ 1986ء میں 295 سی قانون متعارف کرایا گیا جس کے تحت توہین رسالت کی سزا موت مقرر کی گئی۔ رپورٹ میں فروری 96ء میں سانحہ شانتی نگر کے بعد وزیر اعظم نواز شریف کے اقدامات اور اقلیتوں کے حقوق کے حق میں اعلانیہ آواز کی تعریف کی گئی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکہ نے بار بار پاکستانی حکومت سے توہین رسالت قانون منسوخ کرنے کے لیے کہا ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں پاکستانی حکام کے ساتھ یہ معاملہ کئی بار اٹھایا جا چکا ہے۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور 24 جولائی 1997ء)

- امریکی عہدیداروں نے بار بار اسلام آباد سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ توہین رسالت کے مذکورہ قانون کو منسوخ کرے۔ انہوں نے کہا کہ اس قانون سے عدم رواداری کی فضا میں گھٹن اور بھی بڑھ گئی ہے۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور 9 مئی 1998ء)

- امریکہ کے کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی نے اپنی سالانہ رپورٹ میں کہا ہے کہ

پاکستان مذہبی آزادی کے لیے مزید اقدامات کرنے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ توہین رسالتؐ قانون کے غلط استعمال اور قادیانیوں کے خلاف قوانین کو ختم کیا جائے۔

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور 8 مئی 2002ء)

جرمن پارلیمنٹ کی ہدایت

□ جرمنی کے ارکان پارلیمنٹ نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ توہین رسالت قانون میں ترمیم کی جائے اور اس کے مرتکب افراد کے خلاف سزا کم کی جائے۔ جرمن پارلیمنٹ میں ہیومن رائٹس کمیٹی کے ارکان کرسٹانکلو انجلیکا گروف' ڈاٹر اروگار ڈیچور اور دیگر ارکان نے اسلام آباد میں مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے توہین رسالت قانون سے متعلق وفاقی وزیر قانون سے ملاقات کی اور اس میں ترمیم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وفاقی وزیر نے اس میں ترمیم کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ (روزنامہ ''آواز'' لاہور 7 فروری 2002ء)

بی بی سی کی شرانگیزی

بی بی سی نے پاکستان میں رائج ناموس رسالتؐ کے قانون کے حوالہ سے شرمناک اور قابل اعتراض شرانگیزی شروع کر دی ہے۔ گزشتہ روز کی نشریات میں بی بی سی نے کہا کہ یہ قانون سروں پر لٹکنے والی ایسی ننگی تلوار ہے جس سے کسی بھی وقت کسی کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ بی بی سی نے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اب تک تمام مقدمات ذاتی دشمنی کا شاخسانہ تھے۔ رپورٹ میں پاکستانی عیسائیوں کو مشتعل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس قانون کو ان کی زندگی کے لیے خطرہ قرار دیا گیا ہے اور مسلمانوں کے لیے لفظ مسلمان کی بجائے محمدی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ رپورٹ ایک توہین آمیز پیرایہ میں نشر کی گئی۔ الفاظ کی نشست و برخاست اور جملوں کی ساخت میں توہین اور شرانگیزیوں کا پہلو نمایاں تھا۔ بی بی سی نے براہ راست شرانگیزی کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایسا قانون ہے جس کے تحت محمدی (مسلمان) قانونی طور پر عیسائیوں کا قتل کر سکتے ہیں۔ بی بی سی نے اس رپورٹ میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ قانون صرف غیر مسلموں کے لیے ہے۔ حالانکہ قانون میں واضح طور پر درج ہے کہ کسی بھی نبی یا رسول کی توہین پر سزا دی جائے گی۔ دوسری طرف شریعت محمدی کے تحت بھی تمام انبیاء قابل احترام اور ان کی توہین جرم ہے۔

(روزنامہ ''انصاف'' لاہور 23 جولائی 2001ء)

قانون توہین رسالت ﷺ میں تبدیلی اور نواز شریف

وزیراعظم محمد نواز شریف نے وفاقی کابینہ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک کے تمام شہریوں کو آئینی اور مذہبی طور پر مکمل آزادی ہے اور وہ اپنے عقائد و نظریات کے مطابق زندگی

گزارنے کا حق رکھتے ہیں۔ حکومت شہریوں کے اس حق کو مکمل تحفظ دے گی۔ کابینہ نے وزارت خارجہ کی جانب سے پیش کی گئی انسانی حقوق کے بارے میں ایک رپورٹ پر بھی غور کیا۔ کابینہ کے اجلاس میں غیرت کے نام پر قتل کے واقعات کی بنیاد پر ملکی انسانی حقوق کی تنظیموں کی جانب سے کیے جانے والے مظاہروں کی روک تھام کے لیے بھی بعض فیصلے کیے گئے ہیں۔ مذہبی اور اقلیتی امور کے وزیر راجہ محمد ظفرالحق نے کابینہ کو بتایا کہ حکومت انسانی حقوق کے بارے میں اسلام سے رہنمائی لے رہی ہے۔ ملک میں اقلیتوں کے حقوق کی نگہبانی کی جا رہی ہے۔ اجلاس میں اقلیتوں کے لیے قابلِ اعتراض ٹھہرنے والے قانون توہین رسالتؐ کے بارے میں بھی مذہبی اور اقلیتی امور کے وزیر راجہ ظفرالحق نے وضاحت کی۔ کابینہ کو بتایا گیا ہے کہ اب اس طرح کے کیس مقدمات درج کرنے سے قبل امن کمیٹیوں میں بھیجے جا سکیں گے اور تمام تر تحقیقات غیر جانبدارانہ انداز میں کی جائے گی۔

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور 21 اگست 1999ء)

توہین رسالتؐ کے مقدمات' وفاقی شرعی عدالت منتقل کرنے کا فیصلہ

حکومت نے توہین رسالت کے تمام مقدمات عام عدالتوں سے وفاقی شرعی عدالت میں منتقل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے ذرائع کے مطابق تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کو توہین رسالت کے قانون کے غلط استعمال کی روک تھام سے متعلق مطمئن کیا جائے گا۔ حکومت توہین رسالت کے قانون میں کچھ تبدیلیاں لانے کے بارے میں بھی غور کر رہی ہے اور اس سلسلہ میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ناموس رسالت کی خلاف ورزی پر درج کرائی جانے والی ایف آئی آر کو اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش پر درج کیا جائے گا۔ اسلامی نظریاتی کونسل پہلے اپنے طور پر توہین رسالت کی شکایت کی چھان بین کرے گی اور ان شکایات کی مکمل تصدیق کے بعد ایف آئی آر درج کروائی جائے گی۔

(روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 21 نومبر 2000ء)

قانون توہین رسالتؐ اور اسلامی نظریاتی کونسل

☐ وزیر داخلہ کی سربراہی میں وزارت داخلہ میں ہونے والے اعلیٰ سطح کے ایک اجلاس میں فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے اہم فیصلوں کے علاوہ توہین رسالت کے تمام مقدمات کی سماعت عام عدالتوں کے بجائے وفاقی شرعی عدالت سے کروانے کی تجویز پیش کر دی گئی ہے۔ اجلاس میں فرقہ واریت کے خاتمے اور دیگر امور پر وزیر داخلہ کو بریفنگ دی گئی۔ ذمہ دار ذرائع کے مطابق اجلاس میں یہ بات بھی زیر غور آئی کہ توہین رسالت کے کسی بھی واقعہ پر ایف آئی آر کا اختیار ڈپٹی کمشنر یا ایس ایچ او کو دینے کے بجائے اسلامی نظریاتی کونسل کو دیا جائے جو اس قسم کے واقعہ پر پہلے انکوائری کرے اور پھر ایف آئی آر درج کرنے کا فیصلہ کیا جائے تاکہ قانون کا غلط استعمال نہ ہو سکے۔

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور 22 دسمبر 2000ء)

□ اسلامی نظریاتی کونسل نے فرقہ وارانہ دہشت گردی میں ملوث تنظیموں اور گروپوں پر پابندی کو جائز قرار دے دیا ہے جبکہ کونسل نے توہین رسالتؐ سے متعلق تمام مقدمات کی سماعت بھی وفاقی شرعی عدالت سے کرانے کی سفارش کی۔ ذرائع نے آن لائن کو بتایا کہ چند ماہ قبل وزارت داخلہ نے فرقہ وارانہ تنظیموں کی سرگرمیوں' ان کے رہنماؤں کی طرف سے فساد پھیلانے والی تقاریر کرنے اور دہشت گردی پھیلانے کے حوالے سے اسلامی نظریاتی کونسل کا نقطہ نظر معلوم کرنے کے لیے خطوط لکھے تھے جبکہ حکومت نے توہین رسالتؐ کے قانون کے حوالے سے بھی اسلامی نظریاتی کونسل سے تجاویز طلب کی تھیں' جس پر اسلامی نظریاتی کونسل نے وزارت داخلہ کے معاملات کے حوالے سے تمام استفسار کا جواب بذریعہ خصوصی مراسلہ دے دیا ہے اور کہا ہے کہ ایسی تنظیمیں اور گروہ جو کہ ملک میں فرقہ وارانہ دہشت گردی میں ملوث ہیں' ان پر پابندی جائز ہے۔ کونسل نے کہا کہ مساجد اور امام بارگاہوں میں نماز ادا کرنے والوں کے خلاف دہشت گردی اور تشدد بدترین جرم ہے' جس کے خاتمے کے لیے حکومت کو تمام وسائل اور ذرائع بروئے کار لانے چاہئیں۔ توہین رسالتؐ قانون سے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل نے تسلیم کیا کہ اس قانون کے کافی زیادہ غلط استعمال ہونے کا احتمال ہے' اس لیے ضروری ہے کہ توہین رسالت کے ہر مقدمے کی ابتدائی سماعت بھی وفاقی شرعی عدالت کرے نہ کہ ایڈیشنل یا ڈسٹرکٹ سیشن جج کو ایسے مقدمات کی سماعت کا اختیار دیا جائے۔ کونسل نے کہا کہ توہین رسالتؐ کے مقدمے کی مکمل سماعت وفاقی شرعی عدالت کو ہی کرنے دی جائے۔ کونسل نے مزید کہا کہ اگر کوئی شخص کسی پر توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگاتا ہے تو اس کی سزا بھی وہی ہو جو کہ توہین رسالتؐ کے مرتکب فرد کو دی جائے۔

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور 3 جولائی 2001ء)

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش

□ اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارش کی ہے کہ توہین رسالت سے متعلق مقدمات وفاقی شرعی عدالت کے سپرد کر دیئے جائیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل سے توہین رسالت کے حوالے سے دریافت کیا گیا تھا کہ علامہ طاہر القادری' یوسف کذاب اور اس طرح کے دیگر کئی لوگوں کی تحریروں' تقاریر اور رویئے کے حوالے سے توہین رسالت کا پہلو نکلتا ہے۔ اس بارے میں تحقیقات کے لیے رہنمائی کی جائے جس پر کونسل نے کہا اس طرح کے مقدمات کو وفاقی شرعی عدالت کے سپرد کر دیا جائے۔ نیز دیگر عدالتوں میں بھی جو مقدمات پہلے سے موجود ہیں' ان کی بھی وفاقی شرعی عدالت کے سپرد کرنے کی سفارش کی جاتی ہے۔

(روزنامہ ''پاکستان'' لاہور 17 فروری 2001ء)

□ اسلامی نظریاتی کونسل نے اہل کتاب کی مذہبی کتابوں میں موجود توہین آمیز عبارات پر گرفت کرنے اور ان پر پابندی لگانے سے معذوری ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کے نہ صرف نتائج

خطرناک ہو سکتے ہیں بلکہ غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے لیے سنگین مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں اور ویسے بھی ہمارے آئین کے آرٹیکل نمبر 20 کی رو سے ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہے۔

(روزنامہ ''انصاف'' لاہور 4 اگست 2001ء)

نواز شریف حکومت کا فیصلہ

پاکستان کے پارلیمانی سیکرٹری اطلاعات و نشریات میاں انوار الحق رامے نے کہا ہے کہ پاکستان میں توہین رسالت کے سلسلہ میں آئندہ جو بھی شکایت آئے گی تو کیس رجسٹر کرنے سے قبل ایک کمیٹی موقع پر جا کر حقائق کا جائزہ لے گی اور اگر شکایت درست ثابت ہوئی تو کیس رجسٹر کیا جائے گا۔ اس کمیٹی میں ڈپٹی کمشنر' عدلیہ کا نمائندہ' مسلم کرسچن اتحاد کے نمائندے' بعض مقامی معززین شامل ہوں گے۔ کمیٹی کے قیام کا مقصد توہین رسالت کے قانون کے غلط استعمال اور دشمنی یا عداوت کی بنیاد پر کیسوں کے غلط اندراج کو روکنا ہے۔ یہاں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وزارت مذہبی امور کے وزیر راجہ ظفر الحق نے اس سلسلہ میں ایک سمری وزیر اعظم کو بھیج دی ہے جس کی منظوری کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اس سے پاکستان کے خلاف بیرون ملک یہ پروپیگنڈہ ختم ہو جائے گا کہ وہاں توہین رسالت کے قانون کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔ اقلیتوں کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے لیکن حکومت خاموش ہے۔ البتہ انہوں نے کہا کہ توہین رسالت کے قانون کی دفعہ 295 سی میں تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ انوار الحق رامے امریکہ کا دورہ ختم کرنے کے بعد گزشتہ روز لندن پہنچے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ عیسائی رہنما بشپ جاوید البرٹ نے ان کے قیام امریکہ کے دوران اس خوشگوار تبدیلی کا معاملہ وہاں کے چرچ رہنماؤں کے سامنے پیش کیا تھا جبکہ کانگریس کے رہنماؤں کے ساتھ اس معاملہ کے ساتھ ساتھ کشمیر کا مسئلہ بھی اٹھایا۔ انہوں نے بتایا کہ حکومت اقلیتوں کو دوہرے ووٹ کے ساتھ ساتھ سینٹ میں نمائندگی دینے پر بھی غور کر رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے سیاسی جماعتوں کو یا تو انہیں نمائندگی دینا ہوگی یا آئین میں تبدیلی کرنا پڑے گی۔

(روزنامہ ''جنگ'' لندن 10 جون 1999ء)

راجہ ظفر الحق

وفاقی وزیر مذہبی امور و سینیٹر راجہ ظفر الحق نے توہین رسالتؐ کے مبینہ واقعات میں ایف آئی آر کے اندراج کے قانون میں تبدیلی کا اعلان کیا ہے۔ وہ اقلیتی رکن قومی اسمبلی بشپ ڈاکٹر روفن جولیس کی جانب سے ''جشن یوم تکبیر'' کے حوالہ سے جلیل ٹاؤن میں جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ قانون میں تبدیلی کے سلسلہ میں وزیر اعظم سے حتمی منظوری کے بعد صوبائی حکومتوں کو سمری بھجوائی جائے گی تاکہ ڈویژن و اضلاع کی سطح پر ایسی کمیٹیاں تشکیل دی جا سکیں جن میں مسلم' غیر مسلم

سرکردہ شخصیات' ڈپٹی کمشنر اور ایس ایس پی عہدے کے افسران بھی شامل ہوں' اور کمیٹیاں اپنے اپنے اضلاع میں توہین رسالتؐ کے الزام کی تحقیقات کریں گی۔ قصوروار ہونے پر مقدمہ درج ہوگا۔ اس موقع پر وزیراعظم کے معاون خصوصی رانا نذیر احمد خان' ارکان قومی اسمبلی غلام دستگیر خان' ڈاکٹر روفن جولیس' صوبائی وزیر آبپاشی چوہدری محمد اقبال' میئر کارپوریشن غلام قادر خان' چیئرمین ضلع کونسل احسن جمیل و دیگر نے خطاب کیا۔

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور 27 مئی 1999ء)

خالد انور

حکومت نے توہین رسالت قانون اور حدود آرڈیننس کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے اس پر نظرثانی کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کے تحت ملک بھر کے تمام تھانوں کے ایس ایچ او کو توہین رسالت میں مقدمہ درج کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ توہین رسالت پر کسی بھی شکایت کا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جائزہ لے کر ایف آئی آر درج کرے گا۔ توہین رسالت اور حدود آرڈیننس پر نظرثانی کے لیے وزیراعظم نواز شریف نے وزیر قانون خالد انور کی سربراہی میں کمیٹی بنائی ہے۔ ذرائع کے مطابق جمعہ کو وفاقی کابینہ کے اجلاس میں وزیر خارجہ نے ملک میں انسانی حقوق کے حوالے سے آٹھ نکات پر مشتمل سفارشات پیش کیں۔ جس میں قومی کوآرڈی نیشن کمیٹی برائے انسانی حقوق اور قومی کمیشن برائے انسانی حقوق بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔

(روزنامہ ''دن'' لاہور 23 اگست 1999ء)

راجہ ظفرالحق

مذہبی و اقلیتی امور کے وزیر راجہ ظفرالحق نے کہا ہے کہ توہین رسالتؐ قانون کسی خاص مذہب کے افراد کو نشانہ بنانے کے لیے تشکیل نہیں دیا گیا ہے بلکہ قانون میں واضح طور پر درج ہے کہ کوئی بھی اگر کسی مذہب کے بانی یا اس کی معتبر ہستیوں کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے یا کسی اور طریقے سے ان کی توہین کرتا ہے تو وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ انہوں نے بی بی سی کو ایک خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ یہ تاثر بالکل غلط ہے کہ مسلم لیگ کی حکومت توہین رسالتؐ قانون میں ترمیم پر غور کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ قانون میں ترمیم کے بجائے اس کے طریقہ کار میں تبدیلی پر غور کیا جا رہا ہے تاکہ اس قانون کو غلط طریقے سے استعمال نہ کیا جا سکے۔ اس مقصد کے لیے حکومت نے یہ طریقہ کار وضع کیا ہے کہ اس قسم کے کیس کی سماعت عام عدالت کے بجائے سپیشل کورٹس میں کی جائے۔ اس کے علاوہ ایسا کیس پہلے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس جائے اور وہ اس بات کا فیصلہ کرے کہ آیا کیس عدالت میں چلنا بھی چاہیے یا نہیں۔

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور 9 مئی 1998ء)

نثار میمن

وفاقی وزیر اطلاعات نثار میمن نے کہا ہے کہ حکومت کو توہین رسالت کا قانون اور حدود آرڈیننس ورثے میں ملے ہیں' تاہم میں یقین دلاتا ہوں کہ صدر پرویز مشرف کو ان کے بارے میں تشویش ہے اور اس حوالے سے مستقبل قریب میں حکومت نے اس بارے میں اقدامات کیے تو آپ کو حیران نہیں ہونا چاہیے۔ گزشتہ روز یہاں شہلا رحمان کی پینٹنگز کی نمائش کے افتتاح کے موقع پر گفتگو کرتے ہوئے وزیر اطلاعات نے کہا کہ حکومت بہت جلد حدود آرڈیننس اور توہین رسالت کے قوانین میں مذہبی قانونی اور تاریخی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے تبدیلیاں لائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام معاف کرنے والا مذہب ہے۔ لہذا اس کو انتہا پسند نہیں بنانا چاہیے۔ توہین رسالت کے قانون اور حدود آرڈیننس میں تبدیلیاں لانا ایک مشکل فیصلہ ہے' لیکن حکومت یہ تبدیلیاں جلد کرے گی۔ وزیر اطلاعات نے کہا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ صدر مشرف جیسا کہ آپ جانتے ہیں اور پوری دنیا جانتی ہے کہ انتہائی جرأت مندانہ فیصلے کر رہے ہیں۔ نثار میمن نے کہا کہ حکومت مذہبی' قانونی اور تاریخی حوالوں سے ان امور کا جائزہ لے رہی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ حکومت ان معاملات کا جائزہ لے رہی ہے اور بہت جلد اس بارے میں حقیقت پسندانہ فیصلہ کریں گے۔

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور 8 مئی 2002ء)

قانون توہین رسالتؐ میں تبدیلی

21 اپریل 2000ء کو چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے انسانی حقوق کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا' توہین رسالت کے قانون کے تحت کسی شخص کے خلاف اس وقت تک مقدمہ درج نہیں کیا جائے گا جب تک اس کے خلاف الزامات کی تصدیق متعلقہ ضلع کا ڈپٹی کمشنر نہ کر دے اور مقدمہ کے اندراج کی اجازت نہ دے دے۔ وہ جمعہ کی صبح نیشنل لائبریری اسلام آباد میں انسانی حقوق کنونشن میں انسانی حقوق پیکج کا اعلان کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ڈپٹی کمشنر کی مکمل چھان بین کے بعد ہی توہین رسالتؐ کی ایف آئی آر درج ہوگی۔ چیف ایگزیکٹو نے کہا کہ اقوام متحدہ کے فیصلے کے مطابق سال 2000ء کو ''انسانی حقوق کا سال'' کے طور پر منایا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو ایک روشن خیال' مہذب اور باوقار اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے گا۔ میری حکومت انسانی حقوق کو سب سے زیادہ ترجیح دے گی اور غیرت کے نام پر قتل کی ہرگز اجازت نہ دی جائے گی۔

احتجاجی تحریک' مظاہرے اور بیانات

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کے توہین رسالت ایکٹ میں تبدیلی کے خلاف ملک بھر میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ ملک بھر کی دینی جماعتوں نے توہین رسالتؐ ایکٹ میں تبدیلی کی شدید مذمت

کرتے ہوئے کہا کہ اس تبدیلی کا مقصد عملاً قانون کو غیر مؤثر کرنا ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور آل پارٹیز مجلس عمل کے صدر مولانا خواجہ خان محمد نے کہا کہ حکمران امریکی ایجنڈے کی تکمیل میں ملک وملت کے مفادات کو داؤ پر نہ لگائیں۔ ناموس رسالت ﷺ کا مسئلہ ہمیں اپنی جان سمیت تمام کائنات سے زیادہ پیارا ہے۔ اس سلسلے میں قانون میں کسی قسم کی ترمیم، تنسیخ یا غیر مؤثر کرنے کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہونے دی جائے گی۔ خواجہ خان محمد نے کہا فوجی حکمرانوں کو طے شدہ مسائل کو چھیڑ کر پنڈورا بکس نہیں کھولنا چاہیے۔ مخلوط طرز انتخاب سے صرف اقلیتیں اور ان کے بیرونی آقا خوش ہوں گے اور دو قومی نظریہ کے خاتمہ کی طرف پیش قدمی ہوگی۔

جماعت اہلسنت نے توہین رسالت ایکٹ میں تبدیلی کے خلاف ملک بھر میں تحریک کا آغاز کر دیا۔ جماعت اہلسنت نے پانچ سو سے زائد علماء اور مشائخ کے دستخطوں سے ایک خصوصی خط جنرل پرویز مشرف کو ارسال کیا جس میں کہا گیا ہے کہ انہوں نے قانون ناموس رسالت کو غیر مؤثر بنا کر ملک بھر کے کروڑوں عاشقان رسول کو اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس لیے وہ اس فیصلے کو واپس لیں کیونکہ ایسا نہ کیا گیا تو غیرت مند فرزندان اسلام کا غیض وغضب پرویز مشرف کی حکومت کا دھڑن تختہ کر دے گا۔ احتجاجی تحریک کا تفصیلی لائحہ عمل تیار کرنے کے لیے 7 مئی کو مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کر لیا گیا ہے اور اعلان کیا ہے کہ 28 اپریل کو ملک بھر میں یوم احتجاج منایا جائے گا۔ آج 24 اپریل سے دستخطی مہم شروع کی جائے گی۔ مجلس احرار اسلام کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ قانون توہین رسالتؐ کو غیر مؤثر کرکے حکمرانوں نے امریکی آقاؤں کو خوش کیا ہے۔ یہ عمل عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اس قانون کو غیر مؤثر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ قانون کو ہاتھ میں لیں اور جرائم کا دروازہ کھل جائے۔ جمعیت علماء پاکستان کے رہنما انجینئر سلیم اللہ صاحبزادہ فیض القادری، عبدالرحمٰن نوری اور دیگر رہنماؤں نے ایف آئی آر کو ڈپٹی کمشنر کی منظوری سے مشروط کرنے کے فیصلہ کو مسترد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح عدالتی فیصلہ پر انتظامیہ کی مرضی کو حاوی کر دیا گیا ہے جس سے مجرم کو گرفتاری سے قبل ملک سے فرار کا راستہ ہموار ہوگا۔ جامعہ منظور الاسلامیہ کے پیر سیف اللہ خالد نے کہا کہ توہین رسالت کا جرم اسلام کے ہر دور میں مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت رہا ہے۔ جنرل پرویز مشرف اس سلسلہ میں مسلمانوں کے جذبات ملی کا خیال رکھیں۔ غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کا یہ سودا انہیں انتہائی گھاٹے میں پڑے گا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے گکھڑ منڈی میں جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث مولانا سرفراز خاں صفدر سے ملاقات کی اور حکومت کی طرف سے گستاخ رسول کے قانون میں تبدیلی کے بیانات کے مضمرات پر غور کیا گیا۔ دونوں بزرگوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اگر حکومت نے ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے قانون کو ڈی سی کی منظوری کے ساتھ مشروط کیا تو یہ قانون غیر مؤثر ہو جائے گا اور حکومت کو اس تبدیلی کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ ان علماء کرام نے

حکومت کو متنبہ کیا کہ وہ ہوش کے ناخن لے اور ملک کو سیکولر بنانے کے بجائے اس کی اسلامی حیثیت بحال کرے اور قادیانیوں سے متعلق ترامیم کو عبوری آئین کا حصہ بنایا جائے۔

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا عبدالستار خان نیازی نے کہا ہے کہ توہین رسالت کے قانون میں تبدیلی قطعی برداشت نہیں کی جائے گی۔ ہم حکومت کو الٹی میٹم دیتے ہیں کہ اگر چند دنوں تک اس نے قانون میں ترمیم واپس نہ لی تو تحریک چلانے کے لیے تاریخ کا اعلان کر دیا جائے گا۔ تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ میں شامل 35 دینی جماعتوں کے اجلاس میں اعلان کیا گیا کہ اگر تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قانون میں کوئی ترمیم کی گئی تو ملک گیر تحریک شروع کر دی جائے گی۔ شرکاء اجلاس نے ایک انتظامی افسر کی جانب سے ہوم سیکرٹری پنجاب سے ملاقات کی پیشکش مسترد کر دی اور کہا کہ یہ معاملہ پرویز مشرف سے متعلقہ ہے۔

جماعت اسلامی کے رہنما سابق ممبر قومی اسمبلی مولانا گوہر رحمان نے کہا ہے کہ دینی مراکز دہشت گرد تیار کرنے کے مراکز نہیں بلکہ یہ علماء کرام تیار کرتے ہیں جبکہ سب سے زیادہ دہشت گرد امریکہ کی سرپرستی میں تیار ہوتے ہیں جن کے دنیا بھر میں مراکز قائم ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت امریکہ کے اشارے پر مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ دینی مدارس کے خلاف کام کر رہی ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے' کم ہے۔ متحدہ شریعت محاذ کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ گیلانی نے کہا کہ برطانوی پارلیمنٹ کے رکن انتھونی کول کی چیف ایگزیکٹو اور گورنر پنجاب سے ملاقات کے بعد پرائیویٹ گاڑی میں چناب نگر میں قادیانیوں کے اعلیٰ سطحی وفد سے خفیہ ملاقات لمحۂ فکریہ اور کسی بڑی سازش کا پیش خیمہ ہے کیونکہ قادیانیت برطانوی سامراج کا پیدا کردہ فتنہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ آئین کی معطلی کے بعد قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں' حکمرانوں کا قادیانیوں کے بارے میں نرم رویہ اور اب قادیانیوں' حکام اور برطانوی پارلیمنٹ کی خفیہ ملاقاتوں نے قوم میں شدید اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ انجمن طلبہ اسلام کے مرکزی صدر قاضی عتیق الرحمٰن نے کہا کہ حکمران یہود و ہنود کی سازش کا شکار ہو کر سیکولرازم کو فروغ دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ توہین رسالت قانون میں تخفیف کر کے پوری امت مسلمہ کی غیرت کو للکارا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اے ٹی آئی کے طلبہ حکومتی ایوانوں کا گھیراؤ کریں گے۔

ممتاز عالم دین علامہ سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی نے کہا ہے کہ توہین رسالت قانون میں ترمیم امت مسلمہ برداشت نہیں کرے گی۔ حق چھینا گیا تو سچے غلامان رسول کسی بھی گستاخ کے خلاف غازی علم دین شہید بن جائیں گے۔ اسلام دشمن قوتیں عظمت رسالت کو مٹانے کے درپے ہیں۔ کوئی بھی مسلمان اپنے نبیؐ کے بارے میں زبان درازی برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ ان خیالات کا اظہار چوک بیگم کوٹ شاہدرہ میں منعقد ہونے والی دو روزہ سنی کانفرنس کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر علامہ سید فدا حسین شاہ' مولانا منور عثمانی' علامہ مفتی عبدالشکور ہزاروی' علامہ محمد اسلم فاروقی' مولانا فیض بخش رضوی' مولانا عبدالکریم نے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت امام حسینؓ نے اسلام کی سربلندی

کے لیے لازوال قربانیاں دیں۔ واقعہ کربلا ہمیں باطل کے خلاف ڈٹ جانے کا درس دیتا ہے۔ مقررین نے کہا کہ اگر کوئی بدبخت توہین رسالت کا مرتکب ہوا تو ہم ڈپٹی کمشنر کے پاس نہیں جائیں گے بلکہ اس بدبخت کو خود ہی اس کے انجام تک پہنچا دیں گے۔

انسانی حقوق کی خلاف ورزی سب سے زیادہ امریکہ میں ہوتی ہے۔ ناموس رسالتﷺ کو نقصان پہنچانے والوں کو جہنم واصل کیا جائے گا۔ حکمران جان لیں کہ یہ مصر یا ترکی نہیں ہے۔ یہ پاکستان ہے۔ اس مملکت کے مسلمان زندہ ہیں اور ایمان کا جذبہ رکھتے ہیں۔ این جی اوز کے نام پر ملک میں بدامنی، فحاشی اور عریانی پھیلائی جا رہی ہے جس کے خلاف حکومت فوری اقدامات کرے۔ ان خیالات کا اظہار جمعیت العلماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے مدرسہ اشاعت الاسلام غازی کوٹ میں ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ فوجی حکومت میں اجتماعات پر پابندی ہے۔ دوسری طرف عالم کفر اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور اسلام کے بارے میں یہ تاثر دے رہے ہیں کہ اسلام کا انسانی حقوق سے کوئی تعلق نہیں اور اسلام میں تنگ نظری اور تشدد پایا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں جمعیت کا فرض بنتا ہے کہ وہ یورپ اور امریکہ کے غلط پروپیگنڈہ کا جواب دیں اور انسانی حقوق کے حوالے سے اسلامی اصول کے تحت بات کریں۔ انہوں نے کہا کہ یہ اسلام کی رواداری ہے کہ کسی پر زبردستی نہیں کی جاتی اور یہ مسلمانوں کی تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی حقوق کا سب سے بڑا علمبردار اسلام ہے اور اسلام ہمیں انسانی حقوق کا درس دیتا ہے۔ جنگ عظیم اول اور دوم میں برطانیہ، فرانس اور جرمنی کے کردار کو دیکھیں۔ چھ کروڑ انسانوں کو تہس نہس کر کے در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کیا۔ انسانیت کے خلاف امریکہ نے ایٹم بم استعمال کر کے لاکھوں انسانوں کو چند لمحوں میں فنا کیا۔ آج ہمیں وہ امریکہ انسانی حقوق کا درس دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ میں 75 ہزار عورتیں جیلوں میں بند ہیں اور لاکھوں بچے بھی جیلوں میں بند ہیں۔ اس کے باوجود امریکہ انسانی حقوق کی کس طرح آواز اٹھاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت اپنا قبلہ درست کر لے۔ ناموس رسالتﷺ کی اگر کسی نے توہین کی تو اسے جہنم واصل کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں این جی اوز کی 15 ہزار تنظیمیں ہیں جن میں بعض جو یورپ اور ورلڈ بینک کے لیے کام کر رہے ہیں، ملک میں تخریب کاری، خورد برد، فحاشی اور عریانی پھیلا رہے ہیں۔

مذہبی جماعتوں کی اپیل پر گزشتہ روز توہین رسالتؐ قانون میں ممکنہ ترمیم کے خلاف یوم احتجاج منایا گیا اور مساجد میں متفقہ مذہبی قراردادیں منظور کی گئیں۔ علماء و خطباء نے کہا کہ اگر حکومت نے ایسا اقدام کیا تو ملک گیر تحریک کا آغاز کر دیا جائے گا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ توہین رسالتؐ قانون میں ممکنہ ترمیم کو رکوانے کے لیے لائحہ عمل تیار کرنے کے لیے دینی جماعتوں کا اجلاس 8 مئی کو ہوگا۔ صوبائی دارالحکومت میں تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام مسجد شہداء کے باہر احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے مرزا یعقوب بیگ نے کہا کہ اگر کوئی ایسا اقدام کیا گیا تو ایسا صرف ہماری

لاشوں پر کرنا ہی ممکن ہوگا۔ پروفیسر ساجد میر نے سیالکوٹ میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم شاتم رسول کو واجب القتل سمجھتے ہیں۔ ملک میں مصر اور الجزائر والی صورت حال کبھی نہیں بننے دیں گے۔ جمعیت علمائے اسلام کے مولانا اجمل خان نے کہا کہ اسلام کے خلاف ہر سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ عمر اصغر جاوید جبار' عطیہ عنایت اللہ اور دیگر این جی اوز کے نمائندے جنرل مشرف کو غلط مشورے دے رہے ہیں۔ عالمی تنظیم اہلسنت کے مرکزی کنوینر صاحبزادہ پیر محمد افضل قادری نے کہا کہ اگر حکومت نے ایسا کوئی قدم اٹھایا تو 11 مئی کو داتا دربار سے مسجد شہداء تک مظاہرہ کریں گے اور پھر جی ایچ کیو کے سامنے احتجاج کا بھی اعلان کیا جائے گا۔ صفہ اکیڈمی کے ڈائریکٹر عمر حیات قادری اور جنرل سیکرٹری ریاض قدیر نے مشترکہ بیان میں کہا کہ توہین رسالت' قانون کو غیر مؤثر کرنے کا مقصد غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنا ہے لیکن ہم ہر سطح پر حکمرانوں کا گھیراؤ کریں گے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی مبلغ مولانا اللہ وسایا نے کہا کہ جنرل پرویز مشرف مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ مول لے رہے ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ دونوں معاملات کا تعلق ہمارے ایمان سے ہے۔ ہم اپنی جانوں پر کھیل کر بھی ان کا تحفظ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ این جی اوز ایک عرصہ سے اس کام کی منصوبہ بندی کر رہی تھیں۔ جو پی سی او لاگو ہے اس میں امتناع قادیانیت آرڈیننس اور اسلامی دفعات کو شامل کیا جائے تاکہ ہمارے ملک کا اسلامی تشخص قائم رہے۔ انہوں نے کہا کہ عمر اصغر' جاوید جبار اور دیگر این جی اوز کے نمائندے پرویز مشرف کو بدنام کر رہے ہیں۔ گو پرویز مشرف خود سیکولر ہیں لیکن اب جن راہوں پر لگایا گیا ہے یہ سب این جی اوز کی کرم فرمائی ہے۔ انقلاب کے بعد قادیانی فائدہ اٹھانے کے لیے بھرپور ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ مولانا سمیع الحق کی اپیل پر بھی گزشتہ روز سرحد میں یوم احتجاج منایا گیا' جس میں خطاب کرتے ہوئے علماء نے کہا کہ اس مسئلہ میں ہم کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے' قانون توہین رسالت' میں ترمیم کی گئی تو امت مسلمہ کفن باندھ کر میدان عمل میں نکل آئے گی اور حکمرانوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی۔

جامعہ نعیمیہ کے مہتمم اور ممتاز سرفراز احمد نعیمی نے کہا کہ 12 اکتوبر کا انقلاب فوجی نہیں سیکولر انقلاب ہے۔ جنرل پرویز مشرف نہ صرف خود سیکولر ذہن کے مالک ہیں بلکہ انہوں نے جن افراد کا انتخاب کیا ہے ان میں بھی قادیانی اور لادین عناصر شامل ہیں جو این جی اوز کے نمائندوں کے ساتھ مل کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے مصروف کار ہیں اور آہستہ آہستہ اسلام کے عملی نفاذ میں رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے ''انصاف'' کے ساتھ ایک خصوصی انٹرویو میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ جنرل پرویز مشرف کے اقتدار میں آنے میں خود نواز شریف کا بھی قصور ہے جنہوں نے سنیارٹی کے اصول کو پامال کیا۔ نواز شریف نے بھی اپنے دور اقتدار میں اسلام کے نفاذ کے سلسلے میں ٹھوس اقدامات نہیں کیے۔ انہوں نے کہا کہ مخلوط طرز انتخاب کا شوشہ بھی حکومت نے قادیانی اور غیر مسلم افراد کو

فائدہ پہنچانے کے لیے چھوڑا ہے کیونکہ اس کا براہ راست فائدہ مسلمانوں کے بجائے قادیانی اور دوسری غیر مسلم اقلیتوں کو ہی ہوگا۔

امیر جماعت اسلامی پاکستان قاضی حسین احمد نے کہا کہ فوجی حکمران بھی اسی روش پر چل رہے ہیں جس پر نواز لیگ اور پیپلز پارٹی کی حکومتیں گامزن تھیں۔ سابقہ پالیسیوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وفاقی شرعی عدالت کے سود کے خلاف فیصلے کے باوجود سودی نظام کو جاری رکھ کر خدا کے غضب کو دعوت دی جا رہی ہے انہوں نے یہ بات جامع مسجد منصورہ میں جمعہ کے بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ قاضی حسین احمد نے کہا کہ بنیادی انسانی حقوق کے نام پر اور اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کی خاطر تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قانون میں ترمیم اور مخلوط طریق انتخاب کی باتیں کی جا رہی ہیں اور معاشرے کو سیکولر بنانے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ ملک کو این جی اوز کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ عطیہ عنایت اللہ اور عمر اصغر خان این جی اوز کے نمائندے ہیں۔ طے شدہ معاملے کو نہ چھیڑا جائے۔ قاضی حسین احمد نے کہا کہ چائلڈ لیبر کا واویلا مچا کر ملک کی صنعت کو تباہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بچوں کو آوارہ کرنے کے لیے چائلڈ لیبر کا قانون بنایا جا رہا ہے اور یہ بھی این جی اوز کی طرف سے واویلا ہے۔ یہ لوگ باہر سے پیسہ لے کر بچوں کے نام نہاد جلوس نکالتے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ اس طرح بے روزگاری پھیلے' معیشت تباہ ہو جائے اور بچے آوارہ گردی کرتے رہیں۔ انہوں نے کہا کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں کو ہنر سکھانا' ان کی تعلیم و تربیت ہی کا ذریعہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ باہر کی کمپنیوں سے پیسے لے کر یہاں ایسے ادارے قائم کیے گئے ہیں جو افراتفری پھیلانے کا سبب بن رہے ہیں۔ سیالکوٹ میں ضلعی مشاورتی کونسل سے خطاب کرتے ہوئے جماعت اسلامی پاکستان کے نائب امیر لیاقت بلوچ نے کہا ہے کہ ملکی معیشت اس وقت مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہے۔ ملک 35 سے 40 ارب ڈالرز کا مقروض ہے اور دو تین سالوں میں یہ قرض 50 ارب سے بھی تجاوز کر جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ فوجی حکومت نے معیشت کی اصلاح کے لیے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ تباہی کا راستہ ہے۔ ری شیڈولنگ سے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ لیاقت بلوچ نے کہا کہ نیب کا ادارہ عملاً ناکام ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ موجودہ حکمران اسلامی جمہوریہ پاکستان کو سیکولر بنانے کے لیے اسلامی دفعات میں ترامیم کرنا چاہتے ہیں مگر یہ ان کی خام خیالی ہے۔ حکمرانوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ سرگودھا سے این این آئی کے مطابق پنجاب کے امیر حافظ محمد ادریس نے کہا ہے کہ توہین رسالت ایکٹ سمیت کسی قانون میں تبدیلی کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔

یوم احتجاج

جمعیت علمائے اسلام' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور دیگر مذہبی جماعتوں کی اپیل پر ملک بھر میں توہین رسالت کے قانون میں ممکنہ ترمیم کے خلاف "یوم احتجاج" منایا گیا۔ مساجد میں علماء اور خطباء نے

منظور کی گئی قراردادوں میں کہا کہ توہین رسالتؐ کے قانون میں کسی قسم کی ترمیم قبول نہیں کی جائے گی۔ حکومت نے قانون میں ترمیم کی تو ملک گیر تحریک چلے گی۔ کفن سروں پر باندھ کر باہر نکل آئیں گے اور حکمرانوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔ لاہور میں جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی سرپرست اعلیٰ مولانا محمد اجمل خان نے کہا کہ حکومت امریکہ اور یورپ کی وکالت کرنے کی بجائے مغربی پروپیگنڈے کا مؤثر جواب دے۔ قانون تحفظ ناموس رسالتﷺ کے تحت حضرت آدمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ حضرت ابراہیمؑ اور دیگر انبیائے کرام خصوصاً حضور نبی اکرمﷺ کی شان میں گستاخی کی سزا موت ہے۔ مغربی پروپیگنڈے کے خلاف ''حکومت اور علما'' کو ایک آواز ہو جانا چاہیے۔ صوبائی دارالحکومت کی مختلف مساجد میں مولانا محمد امجد خان' مولانا محب النبی' قاری عبدالحمید قادری' مولانا سیف الدین سیف' حافظ رشید احمد' مولانا میاں عبدالرحمٰن' قاری مشتاق احمد' قاری عبدالغفار' قاری نذیر احمد اور دیگر مقررین نے کہا کہ وفاقی کابینہ میں عمر اصغر خان' جاوید جبار' بیگم عطیہ عنایت اللہ اور دیگر این جی اوز کے نمائندے جنرل مشرف کو ''مس گائیڈ'' کر رہے ہیں۔ جنرل مشرف علمائے حق سے رہنمائی حاصل کریں۔ عالمی تحفظ ختم نبوت تحریک کے جنرل سیکرٹری مولانا منظور احمد چنیوٹی نے خطاب کرتے ہوئے کہا توہین رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کا فیصلہ ملک کو آگ میں جھونکنے کے مترادف ہوگا اور ایسا اقدام اٹھانے والا اپنے بھیانک انجام کو پہنچے گا۔ مذہبی جماعتوں کی ایک ہی کال پر کروڑوں عاشقان رسولؐ سڑکوں پر نکل آئیں گے۔ ملک لوٹنے والے لٹیروں سے پائی پائی وصول کی جائے مگر دینی جماعتوں اور جہادی تنظیموں کو دبانے کی کوششیں حکومت کی تباہی کا باعث بنیں گی۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت امریکہ کے اشاروں پر چل رہی ہے۔ سابقہ حکومتوں کا حشر سامنے رکھے۔ عیسائیوں اور قادیانیوں کو تعلیمی اداروں کی واپسی کا فیصلہ فوراً واپس لیا جائے ورنہ خانہ جنگی ہوگی۔ غیرت مند مسلمان ان اداروں کو ارتدادی سنٹر نہیں بننے دیں گے۔ 8 مئی کو لاہور میں منعقد ہونے والی تمام مذہبی جماعتوں کے اجتماع میں اہم فیصلے کیے جائیں گے۔ جنرل پرویز مشرف دینی مسئلوں میں مت الجھیں۔ توہین رسالت کے مقدمہ کا اندراج ڈپٹی کمشنر کی اجازت سے کرنے کا فیصلہ حکومت کا ہے' ختم نبوت کے پروانوں کا نہیں۔ بہتر ہے کہ جس طرح پولیس دیگر مقدمات کا اندراج کرتی ہے' یہ مقدمہ بھی پولیس ہی درج کرے۔ بصورت دیگر مسلمان ازخود فیصلے کرنے پر مجبور ہوں گے۔ موجودہ حکومت امریکہ کے اشارے پر چل رہی ہے اور دینی جماعتوں اور جہادی تنظیموں کو دبا رہی ہے۔ اسے ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور سابقہ حکومتوں کا حشر دیکھے جو اپنی موت آپ مر گئیں۔ جیلوں میں پڑے یہ لوگ عذاب قدرت میں مبتلا ہیں۔ جنرل مشرف کو اگر چند روز حکومت کرنے کی خواہش ہے تو وہ اسلامی قوتوں کو نہ چھیڑیں۔ جب سے حالیہ حکومت کی تبدیلی رونما ہوئی قادیانیوں کی لگامیں کھل چکی ہیں اور وہ برسرعام امتناع قادیانیت کی کھلم کھلا خلاف ورزیاں کر رہے ہیں۔ مگر قانون حرکت میں نہیں آ رہا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے اپنے فیصلوں پر فوری نظرثانی نہ کی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ہماری چلائی ہوئی تحریک کو نہیں دبا سکے گی ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے

74ء کی طرح بھرپور تحریک کا آغاز کر دیا جائے گا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا غلام مصطفیٰ نے جامع مسجد ختم نبوت چناب نگر میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کفر کے خلاف یلغار کرنے کا وقت آیا اور مذہبی جماعتوں نے کال دی تو لوگ جوش و جذبے سے سڑکوں پر نکل آئے۔ قادیانیوں نے اپنے آپ کو بیرون ملک مظلوم ظاہر کر کے مفادات حاصل کرنے شروع کر رکھے ہیں حالانکہ اس گروہ نے امتناع قادیانیت آرڈیننس کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ مولانا مغیرہ نے کہا کہ قادیانی کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ رہیں۔ اگر حکومت سردمہری کا مظاہرہ کرتی رہی تو مسلمان خاموش نہیں رہیں گے۔ مولانا محمد اعظم طارق نے جامع مسجد حق نواز شہید جھنگ میں اپنی نظر بندی کے خاتمہ پر جمعہ کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا حق و صداقت کی آواز بلند کرنے اور کفر و نفاق کو للکارنے' وطن دشمنوں اور اسلام کے غداروں کی سازشوں کو ناکام بنانے کے جرم میں ہتھکڑی پہننا' جیل کاٹنا' اور تختہ دار پر جھولنا انبیائے کرامؑ اور صحابہ کرامؓ کی سنت ہے۔ ہم ناموس رسالت مآب ﷺ اور تقدیس ازواج مطہراتؓ اور عظمت صحابہ کے تحفظ کی خاطر جان قربان کرنا عبادت سمجھتے ہیں اور اس راہ میں مر جانا شہادت تعین کرتے ہیں۔ حکومت کے بعض نادان مشیر اسے دینی و مذہبی جماعتوں سے لڑانے اور تاجروں سے دست و گریباں کرانے میں مصروف ہیں۔ حکومت کو ہوش کے ناخن لیتے ہوئے ناموس رسالتؐ کے قانون میں ہر طرح کی ترمیم سے باز رہنا چاہیے۔ جمعیت کے صوبائی امیر مولانا قاضی عبداللطیف نے اپنے گاؤں کلاچی میں نماز جمعہ سے قبل اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ توہین رسالت ایکٹ میں ترمیم قطعاً برداشت نہیں کریں گے۔ اگر حکمرانوں نے ترمیم کی کوئی جسارت کی تو ہم بھرپور مزاحمت کریں گے۔ جمعیت کے صوبائی جنرل سیکرٹری مولانا سید محمد یوسف شاہ نے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں اپنے خطاب میں کہا کہ اس مسئلہ میں ہم کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ توہین رسالتؐ میں ترمیم کی تو امت مسلمہ کفن باندھ کر میدان عمل میں نکل آئے گی اور حکمرانوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔ علمائے کرام نے کہا کہ جنرل مشرف اپنی کابینہ سے امریکہ کے تنخواہ دار این جی اوز کے ایجنٹ وزیروں اور مشیروں کو فی الفور نکال دیں۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے سربراہ علامہ ساجد میر کی ہدایت پر جمعیت کے کارکنوں نے جمعۃ المبارک کو پورے ملک میں احتجاج کیا۔ بازوؤں پر سیاہ پٹیاں بھی باندھیں۔ علمائے کرام نے جمعۃ المبارک کے اجتماعات میں حکومتی اقدامات کی زبردست مذمت کی اور کہا کہ حکومت دینی معاملات میں مداخلت سے باز رہے۔ جامعہ ابراہیمی سیالکوٹ میں جمعۃ المبارک کے بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جب عام آدمی قتل ہو جائے تو قاتل پر فوراً 302 لگ جاتی ہے لیکن اگر کوئی نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو جب تک ڈپٹی کمشنر اس کی تصدیق نہ کرے گا' اس پر مقدمہ درج نہیں ہوگا۔ ہم شاتم رسول کو واجب القتل سمجھتے ہیں۔ حکمران اور قادیانی ٹولہ سن لے جو بھی شاتم رسول بنے گا' محمد ﷺ کے پیروکار غازی علم دین بن کر ان راج پالوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی امیر مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے کہا ہے کہ توہین رسالت کے

قانون میں تبدیلی کو قطعی برداشت نہیں کیا جائے گا۔ میانوالی میں اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم فوجی قیادت کو الٹی میٹم دیتے ہیں کہ اگر انہوں نے توہین رسالت کے قانون میں تبدیلی کی تو حکومت کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ انہوں نے بتایا کہ تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ میں شامل 35 دینی جماعتوں نے اعلان کیا ہے کہ اگر تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قانون میں کسی قسم کی بھی تبدیلی کی گئی تو ملک گیر تحریک شروع کر دی جائے گی۔ تنظیم اسلامی لاہور کے امیر مرزا ایوب بیگ نے مسجد شہداء کے باہر قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی حمایت میں ہونے والے مظاہرہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پولیس سٹیشن میں اندراج مقدمہ کی بجائے اسے ڈپٹی کمشنر کی منظوری سے مشروط کرنے سے یہ قانون عملاً ختم ہو کر رہ جائے گا۔ حکومت نے قانون میں ترمیم کا فیصلہ واپس نہ لیا تو مقام ناموس رسالت کا تحفظ کرنے والے مسلمان توہین رسالتؐ کے جرم کے مرتکب شخص کو خود غازی علم دین کی طرح کیفر کردار تک پہنچا دیں گے۔ جمعیت علمائے پاکستان کے صدر صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم نے کہا ہے کہ تحفظ ناموس رسالت کا مسئلہ سیاسی نہیں بلکہ ہمارے ایمان کا مسئلہ ہے اور کسی مصلحت سے بالاتر ہو کر ہم قانون توہین ناموس رسالتؐ کو غیر موثر نہیں ہونے دیں گے۔ جامع رضویہ لاہور میں احتجاجی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جے یو پی کی مجلس شوریٰ کا اجلاس آئندہ ہفتہ کے دن لاہور میں ہوگا جس میں اس حوالے سے تنظیم کا لائحہ عمل مرتب کیا جائے گا۔ جماعت اہلسنت نے بھی ملک بھر میں ''یوم احتجاج'' منایا۔ اس سلسلہ میں چاروں صوبوں کے تمام چھوٹے بڑے شہروں کی ہزاروں مساجد میں جمعۃ المبارک کے اجتماعات میں علمائے کرام نے توہین رسالتؐ کے مقدمات کی ایف آئی آر کے اندراج کو ڈی سی کی منظوری سے مشروط کرنے کے حکومتی اقدام کے خلاف تقریریں کیں اور احتجاجی قراردادیں منظور کی گئیں۔ جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ نے احتجاجی جلسہ سے خطاب کرتے ہئے کہا کہ رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی کے حوالے سے مسلمانان پاکستان کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے خون سے قانون ناموس رسالتؐ کی حفاظت کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ کیا نواز شریف کے خلاف طیارہ کیس کی ایف آئی آر درج کرانے سے پہلے ڈی سی سے منظوری لی تھی؟ ایک ہزار سے زائد عاشقان مصطفیٰ نے قانون ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے لیے جان قربان کرنے کا حلف دیا۔ جامعہ عالیہ قادریہ سے متصل عیدگاہ میں عالمی تنظیم اہلسنت کے مرکزی کنوینر پیر محمد افضل قادری نے حلف دینے والے غلامان رسولؐ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں بھی قسم اٹھاتا ہوں کہ اپنے ہزاروں مریدین اور عالمی تنظیم اہلسنت کے لاکھوں کارکنوں کے ساتھ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک گستاخان رسولؐ کی منفی کارروائیاں جاری ہیں۔ 24 مئی تک حکمرانوں نے قانون ناموس رسالت کو غیر موثر بنانے اور ایف آئی آر کے اندراج سے قبل ڈی سی سے انکوائری کرانے کا فیصلہ واپس نہ لیا تو پھر گھیراؤ کریں گے اور پھر گلی گلی قریہ قریہ دم مست قلندر ہوگا۔ جمعیت علمائے پاکستان پنجاب کے دفتر میں موصولہ اطلاعات کے مطابق پورے پنجاب میں قانون

ناموس رسالتؐ میں تبدیلی کے خلاف خطبا نے کہا کہ حکومت کو توہین رسالتؐ قانون میں کسی بھی قسم کی تبدیلی سے باز رہنا چاہیے۔ ان خیالات کا اظہار لاہور میں علامہ مفتی عبدالغفور نقشبندی' علامہ منظور احمد جماعتی' مفتی غلام نبی جانباز' مولانا اشرف علی سعیدی' پیر علی اشرف نقشبندی' قاری محمد شوکت' مولانا عبدالرحمٰن نورانی' مولانا ظہور اللہ چشتی' مولانا قاری محمد منیر قادری نے کیا۔ دوسرے شہروں میں بھی اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا گیا۔ لالہ موسیٰ میں خطاب کرتے ہوئے جماعت اسلامی صوبہ پنجاب کے امیر حافظ محمد ادریس نے کہا کہ توہین رسالتؐ قانون کے متعلق اگر حکومت کا موقف نہ بدلا تو اسے بھرپور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

عالمی تنظیم اہلسنت اور تحفظ ناموس رسالتﷺ محاذ نے بھی توہین رسالت کے قانون میں مجوزہ ترمیم کو مسترد کرتے ہوئے اس کے خلاف مظاہروں اور احتجاج کا اعلان کر دیا ہے۔ اہلسنت کی تمام جماعتیں 11 مئی کو داتا دربار سے مسجد شہدا تک احتجاجی جلوس نکالیں گی۔ عالمی تنظیم اہلسنت کے مرحلے کا اعلان کیا جائے گا جس کے تحت ملک بھر میں جلسے جلوس اور ریلیاں نکالی جائیں گی۔ علاوہ ازیں جی ایچ کیو کا گھیراؤ بھی کیا جائے گا۔ 24 مئی کو جی ایچ کیو کے گھیراؤ کی تاریخ کا بھی اعلان کیا جائے گا۔ دریں اثناء جماعت اہلسنت نے ملک بھر میں قانون ناموس رسالت کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے تحریک تحفظ ناموس رسالتﷺ شروع کر دی ہے۔ اس سلسلہ میں چاروں صوبوں کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں ایک ہزار تحفظ ناموس رسالتﷺ کانفرنسوں کا شیڈول طے کر لیا گیا ہے۔ جماعت اہلسنت نے توہین رسالت کے مقدمات کے اندراج کے طریقہ کار میں تبدیلی کے اقدام کو روکنے کے لیے چیف ایگزیکٹو کے علاوہ تمام کور کمانڈرز کو الگ الگ خطوط بھی لکھے ہیں۔ جماعت اہلسنت نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر حکومت نے قانون ناموس رسالت میں تبدیلی کا فیصلہ واپس نہ لیا تو پہیہ جام ہڑتال کی کال دی جائے گی۔ جماعت اہلسنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے کہا ہے کہ ہم اپنے نبیؐ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے کے لیے تیار ہیں۔

جمعیت علماء پاکستان اور ملی یکجہتی کونسل کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ وزیر داخلہ امریکہ اور برطانیہ کی بولی بول رہے ہیں۔ بلکہ ہز ماسٹرز وائس کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ لیکن پاکستان نظریاتی مملکت ہے۔ کوئی بھی اس کی نظریاتی بنیادوں کو ہلانے کی کوشش نہیں کر سکتا۔ مولانا نورانی نے کہا کہ فوجی حکومت سے صرف قادیانیوں کو ریلیف ملا ہے اور دیگر تمام شعبوں میں پستی آئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان کی دعوت پر منعقد ہونے والا دینی جماعتوں کا اجتماع فیصلہ کن کردار۔

جماعت اہلسنت پاکستان کے امیر سید مظہر سعید کاظمی نے کہا ہے کہ پاکستان میں ناموس رسالت آرڈیننس میں کسی بھی قسم کی ترمیم برداشت نہیں کی جائے گی اور نہ ہی پاکستان کو سیکولرازم کی طرف دھکیلنے کی سازش کو کامیاب ہونے دیا جائے گا۔ جنرل مشرف اپنی سرگرمیاں اپنے ایجنڈا تک محدود رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ نظام مصطفیٰ کے نفاذ تک ہماری جدوجہد جاری رہے گی کیونکہ ملک اسی مقصد کے لیے

حاصل کیا گیا تھا۔

علامہ خان محمد قادری نے کہا کہ تحفظ ناموس رسالتؐ محاذ کی طرف سے تحریک کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ 11 مئی کو داتا دربار سے احتجاجی جلوس نکالا جائے گا۔ مولانا عبدالتواب نے کہا کہ سابق جج عارف اقبال بھٹی کے قتل کے بعد اب کسی جج کو گستاخ رسول کو رہا کرنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ پیر افضل قادری نے کہا کہ فوج اور عوام کو ایک گہری سازش کے تحت لڑوانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کنونشن سے صاحبزادہ حامد سعید کاظمی' صاحبزادہ فضل کریم' محمد صفدر گیلانی' ڈاکٹر سرفراز نعیمی' مولانا ریاض الحسن' مولانا قاسم علوی' مولانا طفیل اظہر' علامہ احمد علی قصوری' قاری زوار بہادر' انجینئر سلیم اللہ خان' صاحبزادہ غلام صدیق احمد نقشبندی' مولانا قاری نصیر احمد نورانی مفتی عابد حسین سیفی' مولانا ذوالفقار حیدر سیالوی' مولانا فضل احمد چشتی' پیر عابد حسین شاہ گردیزی اور دیگر نے خطاب کیا۔

جمعیت العلمائے اسلام (س) کے قائد مولانا سمیع الحق نے کہا ہے کہ دینی قوتیں توہین رسالتؐ کے قانون میں ترمیم اور نہ ہی دینی مدارس میں مداخلت کی اجازت دیں گی۔ جنگ سے خصوصی بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جو لوگ تھانیدار تک نہیں پہنچ سکتے وہ ڈپٹی کمشنر کے پاس کیسے مقدمہ درج کروا سکیں گے۔ اس لیے گستاخ رسول کو سزا دینے کے لیے پھر ہزاروں علم الدین شہید پیدا ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ ایک سازش کے تحت حکومت اور دینی قوتوں کو آپس میں لڑایا جا رہا ہے۔

جمعیت علماء اسلام (ف) کے جنرل سیکرٹری مولانا عبدالغفور حیدری نے کہا ہے کہ جے یو آئی توہین رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کو مسترد کرتی ہے اور اب ہم ایسے ڈپٹی کمشنر کا بھی گھیراؤ کریں گے جو توہین رسالتؐ کے مقدمہ کی انکوائری کرے گا اور اس میں مداخلت کرے گا۔ جنگ سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت آئینی حکومت نہیں اس لیے اسے کسی قسم کی ترمیم کا کوئی حق نہیں ہے۔

جمعیت علمائے پاکستان کی دعوت پر مولانا شاہ احمد نورانی کی صدارت میں گزشتہ روز ایک مقامی ہوٹل میں ملک کی تمام بڑی دینی جماعتوں کی کانفرنس ہوئی جس میں اتفاق رائے سے یہ اعلان کیا گیا کہ 19 مئی بروز جمعہ تحفظ ختم نبوتؐ کی حمایت اور توہین رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کے خلاف آزاد کشمیر سمیت پورے ملک میں ہڑتال کی جائے گی۔ اس موقع پر مارکیٹیں' صنعتی ادارے اور تجارتی مراکز بند رہیں گے۔ یہ اعلان قومی کانفرنس کے اختتام پر مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں کیا۔ اس موقع پر قاضی حسین احمد' مولانا فضل الرحمٰن' مولانا سمیع الحق' مولانا معین الدین لکھوی' مولانا عبدالستار خاں نیازی' پروفیسر شاہ فرید الحق' پروفیسر ساجد میر' مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' صاحبزادہ حاجی فضل کریم' مفتی محمد خاں قادری' خواجہ محمد اظہر خاں' صاحبزادہ پیر محمد عتیق الرحمٰن' مولانا عبدالغفور حیدری' سید نوبہار شاہ' مولانا عبدالمالک' سید عطاالمہیمن' لیاقت بلوچ' قاری زوار بہادر' پیر اعجاز ہاشمی موجود تھے۔ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ملک اندرونی و بیرونی خطرات کا شکار

ہے۔ حالات انتہائی ابتری کا شکار ہو رہے ہیں۔ فوجی حکومت سے عوامی توقعات مایوسی میں تبدیل ہو رہی ہیں۔ حکومت حواریوں کو خوش کرنے کے لیے آئین میں طے شدہ مسائل کو اچھال کر دینی قوتوں کے ساتھ محاذ آرائی کی فضا بنانا چاہتی ہے۔ توہین رسالتؐ ایکٹ میں ترمیم مخلوط طرز انتخاب رائج کرنے کی تجویز' دیہات کی سطح پر مخلوط معاشرہ مسلط کرنے کے لیے 50 فیصد خواتین کا کوٹہ کا طریقہ کار ملک کی نظریاتی اساس کے خلاف گہری سازش ہے اور اس سے آئین کی بحالی تک پی سی او میں اسلامی دفعات اور امتناع قادیانیت ایکٹ کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ مشترکہ اعلامیہ پیش کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق نے کہا کہ امریکہ کی بڑھتی ہوئی مداخلت اور فوجی حکومت کا کمزور رویہ پاکستان کے لیے تشویش کا باعث ہے اور حکومت دوٹوک قومی چارٹر کا اعلان کرے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت ملک سے سودی نظام ختم کرے اور تاجروں کے جائز مطالبات تسلیم کرے۔ صوبہ سرحد کے کالجوں' سکولوں میں تحریف قرآن پوری قوم کے لیے المیہ ہے اور ایسی نصابی کتب ضبط کی جائیں اور ذمہ دار عناصر کے خلاف کارروائی کی جائے۔ انہوں نے کہا امریکہ اور مغربی اقوام جہاد سے پریشانی کی بنا پر دہشت گردی و انتہا پسندی کا لیبل لگا کر ہمیں بدنام کرنا چاہتی ہیں۔ جہاد کشمیر کے خلاف کوئی کارروائی پوری قوم کے لیے ناقابل برداشت ہوگی۔ اسی طرح حکومت بڑھتی ہوئی فحاشی کو روکے' تخریب کاری اور دہشت گردی کو روکا جائے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ جمعہ کی چھٹی بحال کی جائے۔

انہوں نے کہا کہ 19 مئی کو آزاد کشمیر سمیت ملک بھر میں یوم مطالبات کے طور پر منایا جائے گا اور اس روز ملک بھر میں تمام مارکیٹیں' تجارتی مراکز اور صنعتی ادارے بند رکھنے کی عوام سے اپیل کی جائے گی۔ مشترکہ اعلامیہ میں ایران' افغانستان' اور چین سے مثالی تعلقات استوار کرنے' احتساب و نظام انتخاب کی اصلاح کے ایجنڈے کی تکمیل اور مخلوط طریق انتخاب کو مسترد کرنے' تحفظ ناموس رسالتؐ ایکٹ 295 سی کے عمل درآمد پروسیجر کو تبدیل نہ کرنے' 1973ء کے آئین کی تمام اسلامی دفعات بشمول عقیدہ ختم نبوت تحفظ ناموسؐ رسالت سے متعلق دفعات کو عبوری آئین کا حصہ بنانے کا مطالبہ کیا۔ پریس کانفرنس میں مختلف سوالوں کا جواب دیتے ہوئے شاہ احمد نورانی اور قاضی حسین احمد نے کہا کہ ملک میں مغربی امداد سے چلنے والی تمام این جی اوز پر پابندی عائد کی جائے۔ کانفرنس میں جن دینی رہنماؤں نے شرکت کی' ان میں مولانا شاہ احمد نورانی' پروفیسر ساجد میر' قاضی حسین احمد' علامہ ساجد علی نقوی' مولانا سمیع الحق' مولانا فضل الرحمٰن' مولانا معین الدین لکھوی' مولانا ضیاء القاسمی' خواجہ خان محمد' صاحبزادہ مظہر قیوم' مولانا عبدالستار خاں نیازی' پروفیسر شاہ فرید الحق' مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' صاحبزادہ فضل کریم' سید عطاء المہیمن' مفتی محمد خان قادری' صوفی محمد ایاز خاں نیازی' خواجہ محمد اظہر خاں' پیر محمد عتیق الرحمٰن' قاری غلام رسول' پروفیسر احمد شاہ ہاشمی' محمد علی چیمہ' لیاقت بلوچ' پیر اعجاز احمد ہاشمی' حافظ محمد ادریس' مولانا عبدالغفور حیدری' صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ گیلانی' سید عطا المومن شاہ عطاء الرحمٰن' علامہ سید ضیاء اللہ شاہ بخاری' صاحبزادہ سعید الرحمٰن' حاجی محمد فضل کریم' سید محمد محفوظ مشہدی' سید نوبہار شاہ' مولانا محمد قیم بادشاہ'

صاحبزادہ ابوبکر فاروقی' سید محمد یونس' شاہ محمد ریاض درانی' انجینئر محمد سلیم اللہ خان' میاں محمد عارف ایڈووکیٹ اور غلام محمد سیالوی شامل تھے۔

جلوس پر پولیس کا لاٹھی چارج

تحفظ ناموس رسالتؐ کے سلسلے میں داتا دربار سے نکالے گئے تنظیم اہلسنت کے جلوس پر پولیس کے زبردست لاٹھی چارج سے درجنوں مظاہرین کے سر پھٹ گئے۔ مظاہرین کی طرف سے کیے گئے پتھراؤ سے ایک ڈی ایس پی' دو ایس ایچ اوز سمیت متعدد پولیس اہلکار بھی زخمی ہوگئے۔ تنظیم اہلسنت کا جلوس داتا دربار سے شروع ہو کر جب ناصر باغ کے قریب پہنچا تو پولیس نے اس پر ہلہ بول دیا۔ مظاہرین نے جوابی پتھراؤ کر کے پولیس اہلکاروں کو بلدیہ عظمیٰ کے دفاتر میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔

پولیس گاڑیاں اندر لے جا کر عمارتوں کے عقب میں کھڑی کر دی گئیں۔ جناح ہال کے دروازے کو تالہ لگانے کا حکم دیا گیا مگر تالہ ہی نہیں ملا جس پر ڈی ایس پی بلدیہ اصغر پال ماتڈو پولیس اہلکاروں پر برستے رہے۔ مظاہرین نے بلدیہ کے دفتر پر پتھراؤ کیا مگر اندر داخل ہونے کے بجائے شاہراہ قائداعظم پر آگے بڑھ گئے جس پر بلدیہ کے دفتر میں پناہ حاصل کرنے والے اے ایس پی اور پولیس اہلکاروں نے سکون کا سانس لیا۔ بعد ازاں جلوس کے پیچھے آنے والا پولیس کا دستہ جلوس کے تعاقب میں استنبول چوک پہنچا تو انہوں نے بلدیہ کے دفتر میں پناہ گزین پولیس اہلکاروں کو آوازیں دے کر باہر بلایا اور پھر اکٹھے جلوس کے تعاقب میں روانہ ہوگئے۔ یاد رہے کہ شہباز شریف کے دور حکومت میں ضلع کچہری کو نذر آتش کرنے والے جلوس نے بلدیہ کے دفتر پر حملہ کیا تھا مگر اس وقت کے ایڈمنسٹریٹر خالد سلطان کے حکم پر بلدیہ میں تعینات پولیس اہلکاروں نے ہوائی فائرنگ کر کے جلوس کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ البتہ بلدیہ کے ایک افسر محمد طالوت ٹانگ میں گولی لگنے سے زخمی ہوئے تھے۔ پولیس نے تنظیم اہلسنت کے مرکزی رہنماؤں اور علماء سمیت 175 مظاہرین کو گرفتار کر لیا ہے۔ گرفتار ہونے والے مظاہرین نے تپتی سڑک پر پنجاب یونیورسٹی اولڈ کیمپس کے سامنے نماز عصر ادا کی۔ پولیس نے مظاہرین کو پکڑنے کے بعد انہیں پولیس ٹرک میں بٹھانے کی کوشش کی تو مظاہرین نے کہا کہ نماز عصر کا وقت ہوگیا ہے۔ وہ پہلے نماز عصر ادا کریں گے جس کے بعد مظاہرین نے بس سٹاپ کے سامنے گرم سڑک پر پولیس کے گھیرے میں نماز ادا کی۔ نماز کے بعد پولیس نے مظاہرین کو ٹرک میں بٹھانا شروع کر دیا اور مزاحمت کرنے والے افراد پر ڈنڈے بھی برسائے۔ دریں اثناء تنظیم اہلسنت کے مرکزی رہنماؤں ڈاکٹر سرفراز نعیمی' پیر افضل قادری' سید عرفان شاہ مشہدی اور علامہ طفیل اظہر سمیت دیگر رہنماؤں نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ چوک داتا دربار سے تنظیم اہلسنت کی طرف سے نکالے گئے پرامن جلوس پر لاہور پولیس نے لوئر مال تھانہ کے باہر اور ناصر باغ کے قریب ہلہ بول دیا اور ڈنڈوں و آنسو گیس کا بے تحاشا استعمال کر کے مظاہرین اور سینکڑوں راہ گیروں کو نڈھال کر دیا اور کئی مظاہرین اور راہ گیر آنسو گیس

کے استعمال سے بے ہوش ہو گئے جنہیں مقامی ہسپتال میں پہنچا دیا گیا۔ آخری اطلاع کے مطابق عالمی تنظیم اہلسنت کے تقریباً 175 کے قریب کارکنوں جن میں طلباء بھی شامل تھے کو صوبائی دارالحکومت کے مختلف تھانوں میں بند کر دیا گیا ہے اور ان کے رہنماؤں میں پیر افضل قادری' سید عرفان شاہ مشہدی' اور علامہ طفیل سمیت کئی دیگر مرکزی رہنماؤں کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے۔ عالمی تنظیم اہلسنت کی طرف سے تحفظ ناموس رسالتؐ کے سلسلے میں نکالے گئے جلوس کی قیادت صاحبزادہ سید محمد عرفان مشہدی' ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی' علامہ محمد قاسم علوی' پیر افضل قادری' قاری زوار بہادر' محمد نواز کھرل' عابد حسین گردیزی' حسنات احمد مرتضیٰ' میاں محمد حنفی' محمد طفیل اظہر' ذوالفقار حیدر سیالوی' مفتی اقبال چشتی' سلطان ریاض الحسن قادری سمیت دیگر رہنماؤں نے کی جبکہ جلوس میں شرکت کرنے والی تنظیموں میں جماعت اہلسنت پاکستان' جمعیت علماء پاکستان' انجمن طلباء اسلام' تنظیم المدارس اہلسنت' سنی جہاد کونسل' عالمی تنظیم اہلسنت' سنی تحریک' عالمی دعوت اسلامیہ اور انجمن اساتذہ پاکستان نے بھی شرکت کی۔ پولیس اور مظاہرین میں تصادم کے بعد جماعت اہلسنت کا ایک ہنگامی اجلاس ہوا جس سے اہلسنت کے مرکزی رہنماؤں سید مشاہد حسین گردیزی' مولانا اقبال احمد فاروقی' عبدالستار' مولانا راشد نقشبندی' محمد اصغر علی چشتی اور دیگر علماء نے داتا دربار سے نکلنے والے علماء کرام کے پرامن جلوس پر پولیس کے زبردست لاٹھی چارج اور آنسو گیس کے بے جا استعمال کی مذمت کرتے ہوئے اسے بزدلانہ حرکت قرار دیا ہے۔ حکومت پاکستان اور فوجی افسران سے کہا ہے کہ ناموس رسولؐ کے پرامن جلوس پر تشدد کرنے والوں کو عبرتناک نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم حکومت کو پھر متنبہ کرتے ہیں کہ وہ ناموس مصطفیٰؐ کے خلاف فیصلے کو فوراً واپس لے ورنہ اس سے بھی زیادہ حالات سنگین ہو سکتے ہیں۔

پسپائی

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے اعلان کیا کہ عوام' علمائے کرام اور مشائخ عظام کی متفقہ خواہش پر توہین رسالتؐ کے ارتکاب پر مقدمہ درج کرنے کے لیے ڈپٹی کمشنر کی اجازت کی تجویز ترک کر دی گئی ہے۔ پرانے نظام کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جس کے تحت تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی (تحفظ ناموس رسالتﷺ) کے قانون کا مقدمہ ایس ایچ او ہی درج کرے گا۔

پیر کی شب ترکمانستان کے دورے سے واپسی پر چکلالہ ایئربیس پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ بنیادی نکتہ ناموس رسالت اور تحفظ ناموس رسولﷺ کا قانون جو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی سے عبارت ہے' سے تعلق رکھتا ہے۔ اس بارے میں نہ تو کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے نہ ہی کوئی مسلمان اس میں تبدیلی لانے کے بارے میں سوچ گا اور نہ ہی کوئی مسلمان اس میں تبدیلی لاسکتا ہے۔ جنرل پرویز مشرف نے کہا کہ معمولی طریق کار کی تبدیلی کا معاملہ تھا جس میں تجویز کیا گیا تھا کہ معاملہ پہلے ڈی سی کے پاس آئے گا۔ میں ترکمانستان جانے سے پہلے یہ کہہ کر گیا تھا کہ جتنے بھی علماء

اور مشائخ کرام ہیں میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں۔ ان کے خیالات معلوم کیے جائیں تاکہ ہم یہ فیصلہ کر سکیں کہ اس بارے میں کیا فیصلہ کیا جائے۔ جنرل پرویز نے واضح کیا کہ طریقہ کار میں تبدیلی کی تجویز محض ایک تجویز تھی جس کے حوالے سے نہ تو قانون میں کوئی ترمیم کی گئی نہ اسے نافذ کیا گیا۔ یہ تجویز بھی ان کی انتظامیہ کو ورثے میں ملی تھی جس کے محرک ماضی کے حکمران تھے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ تمام علمائے کرام اور مشائخ کرام اتفاق رائے سے چاہتے ہیں کہ ایف آئی آر براہ راست ایس ایچ او کے پاس درج کروائی جائے۔

مایوسی

عیسائی تنظیم جسٹس اینڈ پیس کمیشن کے ایگزیکٹو سیکرٹری آفتاب الیگزینڈر نے کہا کہ توہین رسالت کا مقدمہ درج کرنے کے سلسلے میں حکومت کے تازہ فیصلے سے ہمیں مایوسی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مطالبہ تو یہ ہے کہ اس قانون ہی کو منسوخ کر دیا جائے مگر حکومت نے دینی جماعتوں کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں اور اقلیتوں کے حق میں جس طریق کار کا اعلان کیا گیا تھا' اسے واپس لے لیا گیا ہے۔ ادھر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی سیکرٹری جنرل حنا جیلانی نے کہا ہے کہ مذہبی جماعتوں کے دباؤ میں آ کر حکومت کے پیچھے ہٹنے سے اقلیتوں کے لیے خطرات میں اضافہ ہو گیا ہے۔

ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا!

معزول وزیراعظم محمد نواز شریف کی صاحبزادی مریم صفدر نے کہا کہ توہین رسالت کے قانون کو چھیڑنے سے قوم یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی ہے کہ 12 اکتوبر کو فوجی انقلاب آیا تھا یا قادیانی انقلاب۔ اتوار کو ''آن لائن'' سے گفتگو کرتے ہوئے مریم صفدر نے کہا کہ توہین رسالت کے قانون کو چھیڑنے کے لیے اقلیتوں کا صرف نام استعمال کیا گیا ہے۔ دراصل قادیانیت کو تحفظ دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا پہلے آئین کو معطل کیا گیا پھر پی سی او کے تحت حلف کی عبارت میں دستوری نام اسلامی جمہوریہ پاکستان کے الفاظ ختم نبوت کے عقیدے پر ایمان لانے والی آئینی و قانونی عبارت کو مکمل طور پر حذف کر دینا آخر کس چیز کو تحفظ دینے کے لیے ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے یہ حیرت ہے کہ توہین رسالت کے قانون کو چھیڑنے پر دینی جماعتیں اور دیانتدار لوگ کیوں خاموش ہیں۔ وہ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کی خاطر کیوں نہیں اٹھ کھڑے ہوتے۔

(روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور یکم مئی 2000ء)

امریکہ کے یار --- نبیؐ کے غدار

پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن بے نظیر بھٹو نے کہا کہ توہین رسالت کا قانون مذہبی ٹھیکیداروں نے کمزور اقلیتوں کے خلاف استعمال کیا۔ چیف ایگزیکٹو جنرل مشرف نے اس قانون میں ترمیم کا اعلان کیا

تھا مگر پھر بیک آؤٹ کر گئے۔ اعلیٰ عدالت نے اس قانون کے تحت اب تک کسی بھی مقدمے میں موت کی سزا کی توثیق نہیں کی مگر انتہا پسند اس قانون کو اقلیتوں کے خلاف استعمال کرتے آئے ہیں۔ عدالتوں میں الزام جھوٹا بھی ثابت ہوا تو جھوٹا الزام لگانے والوں کو کوئی سزا نہیں دی گئی۔ بے نظیر بھٹو نے مطالبہ کیا کہ حکومت اس قانون کا غلط استعمال روکنے کے لیے اقدامات کرے۔

(روزنامہ ''جنگ'' لاہور 12 جنوری 2001ء)

شاہدہ جمیل

وفاقی وزیر قانون و پارلیمانی امور انصاف انسانی حقوق بیرسٹر شاہدہ جمیل نے کہا کہ توہین رسالت کے قانون میں کمزوریاں ہیں جن کی بنا پر اس کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ باہمی اتفاق رائے سے اس میں ترمیم کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ این جی اوز پاکستان کو بین الاقوامی فورم میں بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں اور پاکستان کی انسانی حقوق کی علمبردار ایک تنظیم نے جنیوا میں انسانی حقوق کے سیشن میں پاکستان کے خلاف پمفلٹ تقسیم کر دیے جس کا پرنٹر و پبلشرز دہلی بھارت کا تھا۔

(روزنامہ ''دن'' لاہور 2 مئی 2001ء)

بھٹو گروپ

قانون توہین رسالتؐ کے خاتمے کے لیے پیپلز پارٹی' ملت پارٹی' پیپلز پارٹی شہید بھٹو گروپ اور اسلامک ڈیموکریٹک فرنٹ سمیت بائیں بازو کی 9 جماعتوں کا اجلاس ہوا جس میں توہین رسالتؐ کے قانون کے خاتمے کے لیے ملت پارٹی اور اسلامک ڈیموکریٹک فرنٹ نے حمایت سے انکار کر دیا جبکہ اجلاس میں شامل باقی تمام جماعتوں نے 19 مئی کی مجوزہ ہڑتال کو مسترد کر دیا اور قانون توہین رسالتؐ کے خاتمے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ اس قانون پر حکومت اور مذہبی جماعتوں نے آپس میں نورا کشتی شروع کر رکھی ہے۔ اجلاس میں پیپلز پارٹی کی طرف سے الطاف قریشی' ملت پارٹی کی طرف سے قیوم نظامی' افضل ملک' لیبر پارٹی کے فاروق طاہر شعیب بھٹی' کمیونسٹ مزدور پارٹی کے سید عظیم اور تیمور رحمان' پیپلز پارٹی (ش ب) کے فرخ سہیل گوئندی' جاوید عظیم' جائنٹ ایکشن کمیٹی کی شاہ تاج قزلباش' حق پرست پارٹی کے پطرس غنی' ڈومنیکن چرچ کے صدر رحمت راجہ' پاکستان ورکرز کنفیڈریشن کے یوسف بلوچ' متحدہ لیبر فیڈریشن کے معین نواز' آل پاکستان پیرا میڈیکل سٹاف یونین کے ظفر اعوان اور دیگر رہنماؤں نے شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت اسلامک ڈیموکریٹک فرنٹ کے چیئرمین منیر گیلانی نے کی۔ پیپلز پارٹی' ملت پارٹی اور شہید بھٹو گروپ نے پہلی مرتبہ کسی اجلاس میں اکٹھے شرکت کی۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے 295 سی کے خاتمے کا مطالبہ اور 19 مئی کی مجوزہ ہڑتال کو مسترد کر دیا گیا۔ ملت پارٹی اور اسلامک ڈیموکریٹک فرنٹ نے توہین رسالت قانون پر منظور کی گئی قرارداد مسترد کر دی۔ پیپلز

پارٹی کے الطاف قریشی نے اجلاس کو بتایا کہ بے نظیر بھٹو نے پارٹی رہنماؤں کو ہدایت کی ہے کہ وہ 295 سی کے خاتمہ کے لیے مہم چلائیں اور عوام کو تیار کریں۔ اجلاس میں فرخ سہیل گوئندی نے بتایا کہ غنویٰ بھٹو 295 سی کے خلاف عدالت سے رجوع کرنا چاہتی ہیں لیکن انہوں نے اس سلسلے میں پہلے رابطہ عوام مہم چلانے کا فیصلہ کیا ہے۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور 15 مئی 2000ء)

جسٹس جاوید اقبال

جسٹس (ر) جاوید اقبال نے کہا ہے کہ توہین رسالتؐ قانون بے معنی ہے۔ یہ مسلمانوں کے دور حکومت میں لاگو تھا جو صرف مسلمانوں پر لاگو ہوتا تھا۔ غیر مسلموں پر اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ کبھی بھی ہمارے نبی کی ویسے عزت نہیں کر سکتے جیسے مسلمان کرتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے گزشتہ روز تحریک کارکنان پاکستان ٹرسٹ میں نظریہ پاکستان کی گیارہویں نشست کے دوران صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا توہین رسالت کا قانون ذوالفقار بھٹو نے سیاسی مصلحت کے تحت مولویوں کی آشیرباد حاصل کرنے کے لیے بنایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ بھٹو نے اسلام کو اپنے ذاتی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے استعمال کیا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا' شراب بند کرنا' ریس کورس کو بند کرنا اور جمعہ کی چھٹی کے اعلان کو ہی مکمل اسلام سمجھا گیا اور لوگوں کو اسلام کے حقیقی تصور سے دور کیا گیا۔

(روزنامہ "انصاف" لاہور 30 اپریل 2000ء)

عمران خان

تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے کہا ہے کہ توہین رسالت ایکٹ میں ترامیم کے سلسلہ میں دینی جماعتوں کا احتجاج ہماری سوچ سے بالاتر ہے۔ تاہم دینی جماعتوں کا اس سلسلہ میں نقطہ نظر معلوم کرنے کے لیے ان سے رابطہ کریں گے۔ گزشتہ رات تحریک انصاف فیصل آباد کے سٹی صدر احمد رضا خان کی رہائش گاہ پر اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حکومت نے توہین رسالت ایکٹ میں ترامیم کا فیصلہ کر کے کوئی غلط کام نہیں کیا۔

(زنامہ "انصاف" لاہور 14 مئی 2000ء)

مونا طاہر القادری

O پاکستان عوامی تحریک کے چیئرمین مولانا طاہر القادری نے ملتان میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے توہین رسالتؐ قانون میں ترمیم کے بارے میں اپنا موقف واضح کرتے ہوئے کہا کہ توہین رسالت کا مقدمہ درج کرنے کے لیے ڈپٹی کمشنر کی مصروفیات کے باعث یہ اختیار مجسٹریٹ کو

دیا جائے اور توہین رسالت کے ملزم کے تحفظ کے لیے لاء آف سیلف کسٹڈی بنایا جائے۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 3 مئی 2000ء)

O اسلام آباد میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا طاہر القادری نے کہا کہ یہ درست نہیں کہ ہمارا اتحاد کسی خفیہ اشارے پر بنایا گیا ہے۔ انتخابی فہرستوں سے ختم نبوت کی شق نکالے جانے کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ جب انتخابات مخلوط ہیں تو یہ شق تو ختم ہونا ہی تھی۔ کیونکہ انتخابات جداگانہ ہوتے تھے۔ اس لیے انتخابی فہرستوں میں ختم نبوت پر ایمان لانے کی شرط مسلمانوں کے لیے ہوتی تھی۔ اب چونکہ انتخابات مخلوط ہو رہے ہیں اس لیے اس میں مسلم و غیر مسلم کے بجائے پاکستانی ووٹ ڈالیں گے۔ اس لیے یہ شق غیر مسلموں کے لیے نکالی گئی ہے۔

بعد ازاں طاہر القادری نے "خبریں" سے ٹیلیفون پر خصوصی بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ حمایت کے حوالے سے جو تاثر دیا جا رہا ہے، صورت حال اس کے برعکس ہے کیونکہ حکومت ہماری حمایت نہیں کر رہی بلکہ ہم حکومت کی مدد اور حمایت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے ریفرنڈم سے پہلے صدر مشرف کی حکومت کی حمایت کی اور پھر ریفرنڈم میں بھی بھرپور حمایت کی ہے۔ ہم نے حکومت سے کیا حاصل کر لیا ہے۔ دراصل یہ تو اصولی سیاست ہے۔

(روزنامہ "خبریں" لاہور 8 مئی 2002ء)

13 مئی 2000ء کو انہوں نے شیخوپورہ میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ناموس رسالت آرڈیننس میں کوئی ترمیم نہیں ہوئی لہذا 19 مئی کی ہڑتال کا کوئی جواز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں دینی جماعتوں کے ہڑتال کے پروگرام کا کوئی علم نہیں۔ نہ ہی ہم احتجاجی تحریک میں شامل ہو رہے ہیں۔

جمل قادری

جے یو آئی (ق) کے امیر مولانا جمل قادری نے کہا ہے کہ توہین رسالت قانون میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ وہ گزشتہ روز پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ بعض عناصر توہین رسالت قانون کے حساس معاملہ کو اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ توہین رسالت قانون کے تحت الزامات کی تحقیقات کرنا ضروری ہے تاکہ کوئی شخص ذاتی یا سیاسی اختلافات کے لیے ایک دوسرے کو نشانہ نہ بنا سکے۔

انہوں نے کہا کہ جن عناصر کو عوام نے مسترد کر دیا ہے وہ ملک کی سیاست میں خود کو زندہ رکھنے کے لیے توہین رسالت قانون کو استعمال کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مخلص اور محب وطن عناصر کو شرپسند عناصر کے خلاف متحد ہونا چاہیے۔ جے یو آئی نے دسمبر میں حکومت کو تجویز پیش کی تھی کہ توہین رسالت کے حوالے سے متعلقہ ڈپٹی کمشنر کو تحقیقات کرنی چاہیے۔

وغیرہ وغیرہ

مفتی غلام سرور قادری نے بھی جنرل پرویز مشرف کے اس فیصلہ کی تائید کی ہے۔ سپاہ محمد کے سربراہ علامہ غلام رضا نقوی نے کہا ہے کہ جنرل مشرف کی طرف سے انسانی حقوق کا پیکج قابل تحسین ہے۔ علامہ نقوی نے کہا کہ نواز شریف دور میں انسانی حقوق کچل دیئے گئے تھے۔

حیدر فاروق مودی نے 19 مئی کی ہڑتال کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا تو یہ دیرینہ مطالبہ تھا کہ توہین رسالت کیس کی پہلے ڈپٹی کمشنر سے انکوائری کرانی چاہیے۔ 19 مئی کی ہڑتال کی کال بے معنی ہے۔ عوام فساد برپا کرنے والوں کا اس روز ساتھ نہ دیں۔ اسلامی یکجہتی کونسل کے سربراہ قاضی عبدالقدیر خاموش نے کہا اگر دینی جماعتوں نے ہڑتال کی کال واپس نہ لی تو ہم اس کی شدید مزاحمت کریں گے۔ سپاہ محمد پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل شاکر حسین نقوی' مرکزی رابطہ سیکرٹری سید اکمل نقوی نے سپاہ محمد پنجاب کی صوبائی کونسل کے ہنگامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ۔ تحفظ ناموس رسالتؐ کے مسئلہ پر تحریک چلانے کا اعلان کرنے والی دینی جماعتوں کا دامن صاف نہیں۔

(روزنامہ ''جنگ'' لاہور 10 مئی 2000ء)

''فرنٹیئر پوسٹ'' میں اشتعال انگیز خط کی اشاعت

رسولؐ اللہ کی شان میں توہین آمیز مواد پر مبنی ایک یہودی کے ای میل پر بھیجے گئے خط کی اشاعت پر روزنامہ ''فرنٹیئر پوسٹ'' کا دفتر اور پرنٹنگ پریس سیل کر دیا گیا۔ مجسٹریٹ جاوید خان نے پولیس کی نفری کے ہمراہ اخبار کے دفاتر اور پریس کو سیل کیا اور اردگرد پولیس کی بھاری نفری تعینات کر دی۔ چھاپے کے دوران دفتر میں موجود پانچ اخباری کارکنوں امتیاز احمد' منور' سرور اور وجیہہ کو حراست میں لے کر نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا۔ آن لائن کے مطابق روزنامہ کے ایڈیٹر اور چیف رپورٹر سمیت سات افراد کے خلاف غربی پولیس سٹیشن میں توہین رسالت ایکٹ کے تحت ایف آئی آر درج کرائی گئی۔ جن لوگوں کے خلاف مقدمہ درج ہوا ان میں اخبار کے ایڈیٹر محمود آفریدی' چیف رپورٹر آفتاب احمد' امتیاز حسین' قاضی سرور' منور حسین' کمپیوٹر سیکشن کے انچارج وجیہہ الحسن جعفری اور ایک دوسرا کارکن شامل ہے۔ ''فرنٹیئر پوسٹ'' کے محمود آفریدی نے خبر رساں ایجنسی این این آئی کو بتایا کہ ان کے خلاف یہودی لابی نے سازش کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس ناپاک غلطی کے ارتکاب پر ذمہ دار افراد ایڈیٹر کرنل (ر) اے کے چشتی اور سب ایڈیٹر منور کے خلاف پرچہ درج کرا رہا ہوں۔ دریں اثنا خط کی اشاعت کا پتا چلنے پر اسلامی جمعیت طلباء نے جمرود روڈ بند کر دی۔ مظاہرین نے نعرے لگائے اور اخبار کی انتظامیہ کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا۔ دینی و سیاسی رہنماؤں نے بھی ایسے خط کی اشاعت پر شدید ردعمل کا مظاہرہ کیا ہے۔

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور 30 جنوری 2001ء)

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا پریس نوٹ

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے فرنٹیئر پوسٹ کی بندش کے بارے میں درج ذیل پریس نوٹ جاری کیا۔ جس میں کہا گیا کہ 29 جنوری کو انگریزی روزنامہ فرنٹیئر پوسٹ کے صفحہ نمبر 7 پر ''یور ویوز'' نامی کالم میں ایک یہودی بین زک کی طرف سے خط شائع ہوا ہے۔ خط کے مندرجات قرآن اور اسلامی تعلیمات کے شدید خلاف ہیں۔ یہ پتہ چلا ہے کہ خط ایک یہودی نے لکھا ہے۔ انتہائی قابل اعتراض اور شرپسندی پرمبنی مواد کی اخبار کی طرف سے اشاعت سے مسلمانوں کے جذبات شدید مجروح ہوئے ہیں اور ان میں شدید بے چینی پھیل گئی ہے۔ چونکہ اخبار کی یہ غیر ذمہ داری ملکی قانون کی دفعہ 295 اے بی سی اور دیگر دفعات کے زمرے میں آتی ہے۔ اس لیے فرنٹیئر پوسٹ کی انتظامیہ کے خلاف ایک کیس رجسٹرڈ کیا گیا ہے اور ذمہ دار افراد کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ جبکہ اخبار کا پریس سیل کر دیا گیا ہے۔

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور 30 جنوری 2001ء)

احتجاج' مظاہرے

حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ مراسلہ چھاپنے پر انگریزی روزنامہ ''فرنٹیئر پوسٹ'' کے خلاف پشاور اور کوہاٹ میں مذہبی جماعتوں کے زیر اہتمام زبردست مظاہرے کیے گئے اور مشتعل ہجوم نے اخبار کا پریس نذر آتش کر دیا۔ پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔ آنسو گیس داغی اور فائرنگ کی جس سے مظاہرین زخمی ہو گئے جبکہ 34 طلباء کو گرفتار کر لیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق جماعت اسلامی کے صوبائی نائب امیر حکیم عبدالوحید' ضلعی امیر ڈاکٹر اقبال' شباب ملی کے صوبائی امیر فضل اللہ کی قیادت میں منگل کو پشاور صدر میں ایک بڑا احتجاجی جلوس نکالا گیا جو بعد میں ایک جلسے کی شکل اختیار کر گیا۔ اس موقع پر خطاب میں مقررین نے کہا کہ حضور پاکؐ کی شان میں گستاخانہ مراسلہ دراصل فلسطینیوں پر ڈھائے جانے والے اسرائیلی مظالم پر پردہ ڈالنے کی ناپاک سازش ہے۔ یہ جرأت تو کسی غیر مسلم ریاست میں بھی نہیں کی جاسکتی۔ لہذا حکومت اپنی غفلت اور لاپروائی کا اعتراف کرتے ہوئے مستعفی ہونے کا اعلان کرے۔ مقررین نے اس واقعہ کے مرتکب افراد کے خلاف توہین رسالت ایکٹ کے تحت مقدمہ چلائے جانے اور سزائے موت دینے کا مطالبہ کیا۔ بعد میں ہجوم میں مشتعل مظاہرین نے فرنٹیئر پوسٹ کے پریس کو نذر آتش کر دیا اور گیٹ کو توڑ دیا۔ آتشزدگی سے پریس کو شدید نقصان پہنچا اور وہاں موجود کاپیاں اور دیگر سٹیشنری جل گئی۔ جماعت اسلامی کے قائدین اور کارکن تقاریر کے بعد وہاں سے چلے گئے۔ جبکہ عام لوگ پریس کے جلنے کے بعد وہاں سے چلے گئے۔ لوگوں نے فائر بریگیڈ کو قریب نہیں جانے دیا جبکہ پولیس خاموش تماشائی بنی رہی۔ دریں اثناء جمعیت اتحاد العلماء نے مولانا عبدالاکبر چترالی کی قیادت میں ایک بڑا جلوس نکالا جو گورنر ہاؤس جا کر اختتام پذیر ہوا۔ اس موقع پر اخباری انتظامیہ کے خلاف نعرے لگائے گئے۔ مظاہرین نے گورنر ہاؤس میں ایک یادداشت پیش کی جس میں ذمہ دار افراد کو قرار واقعی سزا

دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ منگل کو صبح پشاور یونیورسٹی کے 2 ہزار طلباء جس کی قیادت اسلامی جمعیت طلباء کے رہنما کر رہے تھے نے توہین آمیز مواد چھاپنے کے خلاف جمرود روڈ کو ٹریفک کے لیے بند کیا اور اخبار کی انتظامیہ کے خلاف نعرے لگائے۔ مظاہرین ساڑھے نو بجے سڑکوں پر نکل آئے اور ڈیڑھ بجے تک روڈ کو ہر قسم کی ٹریفک کے لیے بند کر دیا اور پتھراؤ کیا۔ پولیس نے مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے ہوائی فائرنگ کی اور آنسو گیس کے گولے داغے۔ لاٹھی چارج سے بعض طلباء زخمی ہوگئے۔ بعد میں مشتعل طلباء نے امریکی قونصلیٹ کا رخ کیا مگر پولیس کے بھاری دستوں نے جلوس موڑ دیا۔ طلباء احتجاجی مراسلہ پیش کرنے کے لیے پشاور پریس کلب آئے اور بعد میں پرامن طور پر منتشر ہوگئے۔ دریں اثناء گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج کوہاٹ کے سینکڑوں طلبہ نے مراسلے کی اشاعت کے خلاف بہت بڑا احتجاجی جلوس نکالا۔ جلوس کی قیادت ڈویژنل ناظم اسلامی جمعیت طلبہ محمد اجمل آفریدی کر رہے تھے۔ جلوس کالج سے روانہ ہوا تو احتجاج کرتا ہوا مین بازار سے ہوتا ہوا پشاور چوک پہنچا جہاں جلسہ کی شکل اختیار کر لی۔ اس موقع پر مقررین نے توہین آمیز خط شائع کرنے' یہودی سازش میں ملوث افراد کو سخت ترین سزا دینے کا مطالبہ کیا۔ اس موقع پر پرامن طلبہ اور پولیس کے مابین حالات اس وقت کشیدہ ہوگئے جب پولیس نے دوران جلسہ سرکاری گاڑیوں کو گزرنے کی اجازت دی جس پر طلبہ مشتعل ہوگئے۔ پولیس نے طلبہ کو منتشر کرنے کے لیے اندھا دھند لاٹھی چارج کیا جس کے نتیجے میں کئی طلبہ زخمی ہوگئے۔ پولیس نے اسلامی جمعیت طلبہ کے ضلعی ناظم ایاز آفریدی سمیت مجموعی طور پر 34 طلبہ کو حراست میں لے لیا اور پولیس تھانہ چھاؤنی اور سٹی کی حوالات میں بند کر دیا۔ جمعیت علماء اسلام (ف) کے امیر مولانا فضل الرحمٰن نے انگریزی اخبار میں حضور پاکؐ کے خلاف دل آزار خط کی اشاعت پر شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ماضی میں اسلامیات کے نصاب میں کی جانے والی تحریفات کے ملزمان کو قرار واقعی سزا ہوتی تو ایسی کوئی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اسلام آباد کے ایک انگلش میگزین پیامی میں چند ماہ قبل بنگلہ دیش کی تسلیمہ نسرین کا ایک شرانگیز مضمون شائع ہوا ہے جس پر حکومت نے مکمل خاموشی اختیار کی۔

(روزنامہ ''انصاف'' لاہور 31 جنوری 2001ء)

اجتماع کا دوسرا دن

''فرنٹیئر پوسٹ'' میں گستاخانہ مراسلہ کی اشاعت کے خلاف دوسرے روز بھی مظاہرے اور ہنگامے جاری رہے اور مشتعل مظاہرین نے ایک سینما کو نذر آتش کیا۔ پولیس اور مذہبی تنظیموں کے کارکنوں کے درمیان دن بھر آنکھ مچولی جاری رہی اور بیسیوں مظاہرین کو گرفتار کر لیا گیا۔ تاریخی مسجد مہابت خان میں تمام دینی جماعتوں اور تنظیموں کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں ایک یہودی کی طرف سے دل آزار خط کی اشاعت پر سخت افسوس کا اظہار کیا گیا اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ذمہ دار افسران کو سخت ترین سزا دی جائے۔ اجلاس کے بعد جلوس نکالا گیا اور مظاہرین نے پیچگی روڈ کا رخ کیا

جہاں انہوں نے شمع سینما جو بلور برادران کی ملکیت ہے پر حملہ کیا۔ مظاہرین نے سینما میں داخل ہو کر فرنیچر اور دیگر مشینری کو آگ لگا دی۔ پولیس نے مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس کے گولے پھینکے اور لاٹھی چارج کیا۔ عینی شاہدوں کے مطابق ایک کارکن آنسو گیس کا شیل لگنے سے زخمی ہو گیا۔ مظاہرین نے بعد میں اشرف روڈ اور قصہ خوانی بازار کا رخ کیا اور دکانوں اور عمارتوں پر پتھراؤ کیا۔ پولیس نے مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے دوبارہ آنسو گیس کے گولے پھینکے لاٹھی چارج کیا۔ مختلف کالجوں کے ہزاروں طلبہ نے شاہ طہماس سٹیڈیم میں اسلامی جمعیت طلبہ کے زیر اہتمام تعلیمی کانفرنس کے انعقاد کے بعد ایک احتجاجی جلوس نکالا۔ بعد ازاں طلبہ مسجد مہابت خان گئے جہاں انہوں نے دینی جماعتوں کے مظاہرے میں شرکت کی۔ نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ اجمل خٹک نے ”فرنٹیئر پوسٹ“ میں شائع ہونے والے خط کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس قسم کے مواد کی اشاعت پر کوئی مسلمان بھی غصہ اور ناراضگی کے ردعمل کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے اعلیٰ اور ذمہ دار سطح پر اس واقعہ کی مکمل اور فوری تحقیقات کرنے اور اصل سازشیوں کو قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا جماعت اسلامی پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل فرید احمد پراچہ نے کہا ہے کہ موجودہ حکومت کے بعض سیکولر اقدامات کی وجہ سے ہی سیکولر عناصر کو نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی پر مبنی تحریر شائع کرنے کا حوصلہ ملا ہے۔ انہوں نے کہا کہ شعائر اسلام کے بارے میں ایسا ہی تضحیک آمیز رویہ پاکستان ٹیلی ویژن نے بھی اختیار کر رکھا ہے جس کی وجہ سے اسلامیان پاکستان کے دل غم و غصہ سے بھرے ہوئے ہیں اور کسی وقت بھی یہ لاوا پھٹ سکتا ہے۔ فرید احمد پراچہ نے کہا کہ جو مٹھی بھر سیکولر عناصر موجودہ حکمرانوں کے رویہ سے جرأت پا کر ذرائع ابلاغ میں سرگرم عمل ہیں، وہ یہ بات جان لیں کہ اسلام اور سرکار دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخی ان کے لیے قطعاً ناقابل برداشت ہے۔ جماعت اسلامی لاہور کے امیر میاں مقصود احمد نے گستاخانہ مراسلہ چھاپنے کے خلاف احتجاج کرنے والے طلبہ پر پولیس کے وحشیانہ لاٹھی چارج اور گرفتاریوں پر شدید غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ اسلام، نبی کریم ﷺ اور قرآن مجید کے بارے میں ہرزہ سرائی کرے۔ میاں مقصود احمد نے کہا کہ آئین پاکستان کے تحت توہین رسالتؐ کے جرم میں مرتکب افراد کو سزائے موت دی جائے۔

(روزنامہ ”انصاف“ لاہور یکم فروری 2001ء)

تحقیقاتی کمیشن کا قیام اور اے این پی ایس کی اپیل

گورنر سرحد نے ”فرنٹیئر پوسٹ“ میں توہین آمیز خط کی اشاعت کی تحقیقات کے لیے پشاور ہائیکورٹ کے جج جسٹس محمد قائم جان کی سربراہی میں تحقیقاتی کمیشن تشکیل دے دیا ہے۔ واضح رہے کہ اس حوالے سے ملزموں کے خلاف مقدمہ پہلے ہی درج کیا جا چکا ہے۔ تحقیقاتی کمیشن اس امر کا جائزہ لے گا کہ کیا خط کی اشاعت باقاعدہ سازش تھی یا محض غلطی کی وجہ سے ایسا ہوا۔ مزید برآں وہ کون سے

مقاصد تھے جن کو حاصل کرنے کے لیے خط شائع کیا گیا۔ کمیشن یہ تجاویز بھی دے گا کہ مستقبل میں آزادی صحافت کے نام پر اس قسم کے مواد کو کیسے روکا جاسکتا ہے۔ تحقیقاتی کمیشن 7 روز کے اندر اپنی رپورٹ پیش کرے گا۔ دریں اثناء اے این این کے مطابق پشاور کے انگریزی اخبار کے دفاتر سے پولیس کا پہرہ ہٹا کر ملیشیا فورس کے جوانوں کو تعینات کر دیا گیا۔ مزید برآں آن لائن کے مطابق اے پی این ایس نے علماء، عوام، مذہبی اور سیاسی جماعتوں سے اپیل کی ہے کہ روزنامہ ''فرنٹیئر پوسٹ'' کی جانب سے مانگی گئی معافی قبول کر کے مسئلہ پرامن طور پر حل کریں۔ گزشتہ روز میر شکیل الرحمٰن کی زیر صدارت اجلاس میں ''فرنٹیئر پوسٹ'' کے جلیل آفریدی کی وضاحت سنی گئی۔ اجلاس میں واضح ہوا کہ اخبار کی انتظامیہ ایسے مذموم خط کی اشاعت کی ذمہ دار ہے۔ کیونکہ اخبار کے متعلقہ صفحہ کے انچارج نے خط کا متن دیکھے بغیر انٹرنیٹ سے کاپی کیا۔ ایگزیکٹو کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ کمیٹی کا ایک وفد پشاور جا کر علماء اور گورنر سرحد سے مسئلے کے پرامن حل کی درخواست کرے گا۔

(روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 2 فروری 2001ء)

تحقیقاتی ٹربیونل کی رپورٹ

پشاور سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامہ میں متنازعہ خط کی اشاعت کے ذمہ داروں کے تعین کی خاطر پشاور ہائی کورٹ کے ایک جج پر مشتمل عدالتی ٹربیونل نے اخبار کے مینجنگ ایڈیٹر سمیت چار کارکنوں کو اس واقعہ کا ذمہ دار قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ بدانتظامی، مالیاتی مسائل اور غیر پیشہ ورانہ امور کے باعث یہ واقعہ رونما ہوا۔ اس بات کا اعلان جمعہ کو حکومت کی طرف سے جاری ہینڈ آؤٹ میں کیا گیا جس کے مطابق پشاور ہائی کورٹ کے جسٹس قائم جان خان پر مشتمل عدالتی ٹربیونل نے اپنی تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مذکورہ اخبار نے متنازعہ خط کی اشاعت کی ذمہ داری مینجنگ ایڈیٹر، نیوز ایڈیٹر، سب ایڈیٹرز اور کمپوزر پر عائد ہوتی ہے۔ نور محسن جیسا اخبار کا کارکن جو کہ اخبار کے افغان صفحے پر کام کرتا تھا، بنیادی طور پر گزشتہ دس برس سے منشیات کا عادی ہے۔ وہ سرکاری مینٹل ہسپتال میں بھی زیر علاج رہا ہے اور جس نے کبھی بھی ایڈیٹوریل صفحے پر کام نہیں کیا تھا، اس کام پر مامور کیا گیا۔

(روزنامہ ''انصاف'' لاہور 10 مارچ 2001ء)

رحمت آفریدی کو سزائے موت

سینئر سپیشل جج اینٹی نارکوٹکس سید کاظم رضا شمسی نے منشیات کے دو مقدمات میں جرم ثابت ہونے پر ''فرنٹیئر پوسٹ'' کے مالک رحمت آفریدی کو 2 مرتبہ سزائے موت اور 20 لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی ہے۔ رحمت شاہ آفریدی سزائے موت سننے کے بعد دھاڑیں مار کر روتے ہوئے عدالت سے باہر آئے۔ اس پر عدالت میں موجود لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا۔

(روزنامہ ''انصاف'' 28 جون 2001ء)

انور کینتھ کو سزائے موت

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج صداقت اللہ خان نے توہین رسالتؐ کے مقدمہ میں ملوث گوالمنڈی کے رہائشی عیسائی مجرم انور کینتھ کو اقبال جرم کرنے پر سزائے موت اور 5 لاکھ روپے جرمانہ کی سزا کا حکم سنایا ہے۔ گزشتہ روز مجرم انور کینتھ کو جیل سے پولیس کی حراست میں سخت پہرے میں عدالت لایا گیا۔ عدالت نے 14 صفحات پر مشتمل فیصلہ سنایا۔ عدالت کے باہر ملزم کے عزیز و اقارب بھی موجود تھے۔ ملزم نے عدالت سے استدعا کی کہ فیصلہ سناتے وقت اس کے والد کو بھی عدالت میں بلایا جائے۔ تاہم عدالت نے فیصلہ سنا دیا۔

توہین رسالت میں سزائے موت پانے والے مجرم انور کینتھ نے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج صداقت اللہ خان کے روبرو متعدد بار اقبال جرم کیا اور عدالت کی جانب سے اپنے دفاع کے لیے 4 وکلاء پیش کیے لیکن ملزم ہر بار یہ کہہ کر ان وکلاء کی خدمات حاصل کرنے سے انکار کرتا رہا کہ اس کا وکیل خداوند یسوع مسیح ہے۔ ملزم انور کینتھ نے عدالت میں قلمبند کرائے بیان میں کہا تھا کہ نعوذ باللہ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول نہیں ہیں اور نہ ہی قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ اس نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ جو شخص بھی حضرت محمدؐ پر ایمان لائے گا اور قرآن مجید کو اللہ کی کتاب مانے گا (نعووذ باللہ) یسوع مسیح اس شخص کو جہنم کی آگ میں پھینک دیں گے۔ اس نے مزید اپنے بیان میں کہا کہ میں اپنا جرم قبول کرتا ہوں اور مسلمانوں کو برملا آگاہ کرتا ہوں کہ مجھے میرے جرم کی سزا کے طور پر آگ میں پھینک دیا جائے یا پھانسی دے دی جائے تو میرے خداوند یسوع مسیح مجھے اس میں سے زندہ نکال لائیں گے۔ توہین رسالت کے ملزم انور کینتھ نے اپنے عدالت کے روبرو بیان میں مزید ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہا کہ (نعوذ باللہ) خداوند یسوع مسیح عنقریب خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ کو تباہ و برباد کر دیں گے اور ان مسلمانوں کو قتل کر دیں گے جو مکہ اور مدینہ منورہ میں حج کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

تھانہ گوالمنڈی پولیس نے 25 ستمبر 2001ء کو توہین رسالت کے ملزم انور کینتھ کے خلاف 295/C کے تحت مقدمہ درج کیا بعد ازاں چالان عدالت میں پیش کر دیا۔ پولیس نے انور کینتھ کے خلاف ایف آئی آر اس خط کے مطابق ہی درج کی جو اس نے حاجی محمود ظفر سیکرٹری جنرل عائشہ اسلام شاہدرہ ٹاؤن کو لکھا۔

توہین رسالت کے مجرم انور کینتھ نے اسلام' آخری نبی حضرت محمدؐ اور قرآن مجید کے خلاف شرانگیز مواد پر مشتمل خطوط سیکرٹری جنرل کوفی عنان سمیت 608 اہم شخصیات کو لکھے۔ ان اہم شخصیات میں دنیا کی تمام ریاستوں کے سربراہان شامل تھے انور کینتھ کے اہل خانہ جن میں اس کا والد اور بہن بھائی وغیرہ شامل ہیں' فیصلہ سننے کے بعد عدالت کے باہر اپنے مذہب کا پرچار کرتے رہے اور اونچی آواز میں مذہبی دعائیہ کلمات الاپتے رہے۔ بعد ازاں ان کے ان رشتہ داروں نے برملا اعلان کرنا شروع کر دیا

کہ انور کینتھ کو موت نہیں آ سکتی۔ وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ پھانسی کا پھندہ تو کیا آگ بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

گستاخ رسول انور کینتھ گوالمنڈی کا رہائشی ہے۔ اس کے والد کا نام بن دلیرا بن بوڑھا ہے۔ اس کا آبائی گھر بھکیاں باجا سنگھ نزد باٹا کمپنی مرالہ ہیڈ کوارٹر 17 ملتان روڈ لاہور میں ہے۔ انور کینتھ 10 جنوری 1952ء کو پیدا ہوا اور اس کی 6 بہنیں اور 2 بھائی ہیں۔ بڑا بھائی کینسر کے باعث انتقال کر چکا ہے جبکہ 3 بہنیں بھی فوت ہو چکی ہیں۔ باقی 3 بہنیں شادی شدہ ہیں۔ انور کینتھ کا والد حیات ہے جبکہ والدہ فوت ہو چکی ہے۔ انور کی شادی رشتہ داروں میں ہوئی۔ اس کی اہلیہ شبنم لاہور کے ایک ہسپتال میں بطور نرس کام کر رہی ہے۔ انور کینتھ کا ایک بیٹا شہزاد کمپیوٹر میں آئی سی ایس کر رہا ہے۔ انور کینتھ نے ایف ایس سی مرے کالج سیالکوٹ اور بی ایس سی اسلامیہ کالج سول لائنز سے کی۔ 1977ء میں اٹامک انرجی کے ادارے نیوکلیئر انسٹیٹیوٹ آف ایگریکلچرل اینڈ بیالوجی (نایاب) میں بطور سائنٹیفک اسسٹنٹ کے ملازمت کر لی۔ اس دوران انور کینتھ خود ساختہ مذہب میں ریسرچ کرنے میں مصروف رہا۔ 20 جولائی 1978ء میں اٹامک انرجی سے استعفیٰ دے دیا اور محکمہ ماہی پروری میں اسسٹنٹ کی نوکری کر لی۔ پہلی پوسٹنگ گجرات میں ہوئی اور وہاں 1980ء تک کام کیا پھر اسلام آباد ٹرانسفر ہو گیا۔ اسی سال اس کی شادی ہوئی۔ 1994ء میں لاہور ٹرانسفر ہو گیا اور اسے ڈسٹرکٹ انچارج بنا دیا گیا۔ اس دران 6 ماہ کے تربیتی کورس کے لیے کینیڈا چلا گیا۔ 1997ء میں رانا حیات وزیر بنے تو انہوں نے انور کینتھ کی ٹرانسفر بہاولپور کر دی۔ انور کینتھ نے وہاں جانے سے انکار کر دیا اور صرف ایک دن کی حاضری لگا کر واپس آ گیا۔ 1997ء میں انور کینتھ نے استعفیٰ دے دیا۔ پھر ایک رجسٹرڈ این جی او الفا ڈویلپمنٹ انسٹیٹیوٹ کا ممبر بنا۔ انور کینتھ کے این جی او کے دیگر ممبران سے اختلافات پیدا ہو گئے اور معاملات عدالت تک پہنچ گئے۔ اس دوران انور کینتھ اپنے مذہب کے بارے میں بھی کام کرتا رہا اور چند مسلمان جن میں شاہد رفیع' راؤ خالد وغیرہ شامل ہیں' کو بھی اس این جی او کا ممبر بنا دیا۔ انور کینتھ نے اپنے خود ساختہ مذہب کے پرچار کے لیے اپنی کچھ زمین بیچ دی اور باقی رقم اس این جی او سے حاصل کرتا رہا۔ مالی طور پر مستحکم ہونے کے باوجود انور کینتھ گوالمنڈی میں 3 کمروں کے فلیٹ میں بیوی اور بچوں کے ہمراہ کرائے پر رہتا ہے۔

(روزنامہ ''انصاف'' لاہور 2 اگست 2002ء)

گستاخ رسول وجیہہ الحسن

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج سردار احمد نعیم نے توہین رسالت کے مجرم وجیہہ الحسن کو جرم ثابت ہونے پر سزائے موت' مجموعی طور پر تیرہ سال قید بامشقت اور دو لاکھ ستر ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی ہے۔ مجرم کے خلاف فیصلہ 46 صفحات پر مشتمل تھا۔ توہین رسالت کے مجرم وجیہہ الحسن کو گزشتہ روز پولیس کے سخت پہرے میں سیشن کورٹ لایا گیا۔ پولیس کی بھاری تعداد نے سیشن کورٹ کو گھیرے میں

لیے رکھا اور ہر آنے جانے والے شخص کی تلاشی لی۔ مجرم وجیہہ الحسن کو ساڑھے بارہ بجے عدالت میں پیش کیا گیا۔ وجیہہ الحسن پر الزام تھا کہ اس نے 1999ء میں درجنوں قومی اور بین الاقوامی اخبارات کے علاوہ مختلف مشہور شخصیات کو خطوط لکھے جن میں اسلام آباد میں متعین سعودی سفیر' بی بی سی لندن' مسٹر جسٹس راشد عزیز لاہور ہائی کورٹ' ایس ایس پی سعود عزیز' آئی جی پنجاب جہانزیب برکی' اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ' قونصلیٹ جنرل ایران اور سلطان آف برونائی غیرہ شامل ہیں۔ مجرم وجیہہ الحسن نے لکھے گئے ان خطوط میں نہ صرف توہین رسالت کا ارتکاب کیا بلکہ آخری نبی حضرت محمدؐ اور ان کے جانثار ساتھی صحابہ کرام وخلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت عمر فاروقؓ' حضرت عثمان غنیؓ' اور حضرت علیؓ کے بارے میں بھی ناقابل اشاعت مواد اور انتہائی گھٹیا اور نازیبا الفاظ لکھے۔ مجرم عدالت میں مسلسل صحت جرم سے انکار کرتا رہا۔ توہینِ رسالت کے مجرم وجیہہ الحسن کے خلاف سول جج اور سابق ڈپٹی کمشنر لاہور سمیت گیارہ افراد نے گواہی دی۔ ان میں سعید خورشید چوہان سول جج لاہور' حسن نواز تارڑ سابق ڈپٹی کمشنر لاہور' اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ عتیق الرحمٰن' سب انسپکٹر مختار حسین' اے ایس آئی محمد منشاء' کانسٹیبل محمد بشیر قریشی ہینڈ رائٹنگ ایکسپرٹ' فیکٹری مالک محمد وسیم نوید اور وسیم قریشی شامل ہیں۔ توہین رسالت کا مجرم وجیہہ الحسن 28 سالہ نوجوان اور کوٹ عبدالمالک ضلع شیخوپورہ کا رہائشی ہے۔ گلشن راوی میں واقع ایک فیکٹری شیل آئرن ورکس میں عام ملازم تھا۔ ملازمت کے دوران ہی ملزم کے ذہن میں شیطانی منصوبہ نمودار ہوا۔

(روزنامہ ''انصاف'' لاہور 28 جولائی 2002ء)

شاتم رسول کا عبرتناک انجام

اللہ تعالیٰ نے قرآن اور صاحب قرآن کی صورت میں دنیا کی دو عظیم نعمتیں امت مسلمہ کو عطا فرمائیں اور ان کی نگہبانی وحفاظت کی ذمہ داری بھی خود ہی لے لی مگر چونکہ شیطان نے مالک کائنات کو چیلنج کیا تھا کہ وہ اس کے بندوں کو راہِ راست سے بھٹکائے گا لہٰذا شیطان اور اس کے چیلے یعنی شیاطین جن وانس ازل سے اس کام میں لگے ہیں اور ابد تک لگے رہیں گے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ ترین نفوس قدسیہ کو رسول اور نبی بنا کر دنیا میں مبعوث کرتا رہا ہے اسی طرح شیطان بھی اپنے مقرب اور دنیا کے بدترین نفوس خبیثہ کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے دنیا میں مصروف عمل رکھتا ہے۔ اس کام کے لیے وہ کبھی مسیلمہ کذاب کو منتخب کرتا ہے اور کبھی یوسف کذاب کو مگر آج ہم شیطان مردود کے ایک اور چہیتے جعلی نبی شاتم رسول اور دشمن قرآن کا ذکر کریں گے۔ اس کا نام زاہد کذاب ہے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ فیصل آباد کی سرزمین نے تین شاتمان رسول کو جنم دیا جس کے سبب وہ برسوں بار ندامت سے کبیدہ خاطرہ رہے گی۔ ان دشمنان قرآن اور شاتمان رسول میں سے پہلا گستاخ نعمت احمر مسیح 1990ء میں فیصل آباد کے نواحی چک دسوہہ کے ایک طالب علم محمد فاروق کے ہاتھوں اپنے

انجام کو پہنچا۔ محمد فاروق پانچ سال پابند سلاسل رہنے کے بعد رہا ہوگیا۔ دوسرا بدبخت فیصل آباد شہر کے محلہ سعید آباد کا اسلم عرف کنگری مسیح ہے جو دو سال قبل مسلمان ہوا مگر کچھ عرصہ بعد مرتد ہوگیا اور دوبارہ عیسائیت اختیار کر لی۔ اس کے ایک محلہ دار رانا نثار نے مرتد ہونے کی وجہ پوچھی تو اس نے نہ صرف اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں نازیبا کلمات سے بکواس کی بلکہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رانا نثار احمد کو اغواء کر کے تشدد کا نشانہ بنایا۔ دو سال کی طویل عدالتی کارروائی کے بعد 29 جون کو ایڈیشنل سیشن جج فیصل آباد نے فیصلہ سنانے سے قبل ملزم کو اپنی صفائی میں کچھ کہنے کے لیے کہا تو گستاخ رسول چپ چاپ کھڑا رہا۔ چنانچہ ایڈیشنل سیشن جج چوہدری محمد رفیق نے توہین رسالت کے مرتکب کو سزائے موت اور 50 ہزار روپے جرمانہ کا حکم سنایا۔ امید واثق ہے کہ یہ شاتم رسول بھی جلد ذلت آمیز انجام کو پہنچے گا۔

تیسرا شاتم رسول فیصل آباد کے ملت روڈ پر چک نمبر 103 برنالہ کا زاہد ہے۔ یہ بدبخت 1994ء میں قرآن پاک کے 6 نسخے جلانے کے جرم میں جیل میں رہا۔ بعد ازاں اس کے بھائی چوہدری محمد ندیم نے دماغی امراض کے ایک ڈاکٹر سے تین چار سال پرانی رپورٹیں اور نسخے لکھوا کر اس کے پاگل ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا اور اپیل میں اسے پاگل پن کا فائدہ دیتے ہوئے رہا کر دیا گیا۔ چک برنالہ کے عوام و خواتین کہتے ہیں کہ زاہد کذاب پاگل نہیں تھا بلکہ چوہدری نعیم نے شفقت برادرانہ کی بنا پر جعلی سرٹیفکیٹ عدالت میں پیش کر کے اسے رہائی دلوائی۔ قید سے رہائی کے بعد زاہد کذاب اپنے ناپاک عزائم سے پھر باز نہ آیا اور اس نے توہین قرآن کا مکروہ شغل جاری رکھا۔ جب 1994ء میں اس نے پہلی بار قرآن مجید کے 6 نسخے اپنے گھر میں نذر آتش کیے تو اس کی والدہ اور بیٹا خرم اسے پکڑ کر اس کے چچا چوہدری سردار کے پاس لائے جس نے اس کی زبردست پٹائی کی جس سے وہ بے ہوش ہوگیا۔ بعد ازاں اسے حوالہ پولیس کیا گیا۔ اس پہلے کیس کی مدعیہ اس کی والدہ تھی۔ اس وقت اس کی والدہ نے گاؤں کے معززین اور پولیس کو کہا تھا کہ میرے سامنے اس بدبخت کو گولی ماری جائے مگر چونکہ اسے سنگسار ہو کر ذلت آمیز موت سے ہمکنار ہونا تھا لہذا وہ تین سال جیل میں گزار کر گھر آ گیا۔

زاہد کذاب اس کے تایا چوہدری مختار احمد' چچا چوہدری سردار احمد' اس کی والدہ اور بیوی بچوں نے اسے گھر سے نکال دیا۔ اس نے گاؤں سے باہر پختہ سڑک کے کنارے ایک کمرہ تعمیر کروایا اور پھر ایک پتھر کہیں سے لا کر اس کی دیوار میں نصب کر دیا جسے وہ حجر اسود کہتا تھا۔ ایک موقع پر چند سال پیشتر جب اس کے تایا نے حج پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو زاہد کذاب کہنے لگا کہ تایا جی آپ میرے تعمیر کردہ خانہ کعبہ کا طواف کریں اور حجر اسود کے بوسے لیں۔ آپ کا حج ادھر ہی ہو جائے گا جس پر چوہدری مختار احمد طیش میں آ گیا جس پر زاہد کذاب نے بھاگ کر جان بچائی۔ وقت گزرتا رہا اور یہ بدبخت قرآن کے نسخے جلاتا رہا مگر کسی نے قانون کو ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کی۔ دشمن قرآن نے اب ایک اور پینترا بدلا۔ اب اس نے فیصل آباد سے تاج کمپنی کا مترجم قرآن حاصل کیا۔ اس نے قرآنی آیات کی ورق گردانی کر کے جہاں بھی رسول اکرم کا اسم مبارک نظر آیا اسے بلیڈ سے کھرچ کر صاف کیا اور سیاہ مارکر

سے وہاں اپنا نام لکھ دیا۔ پھر اس نے قرآن کے حاشیے پر تشریحی نوٹ پڑھنے شروع کیے اور جہاں بھی پیغمبر اعظم و آخر کا نام مبارک نظر آیا اسے مٹا کر اپنا نام لکھ دیا۔ پھر اس نے حضورؐ کے ننانوے ناموں کو کھرچ کھرچ کر مٹایا اور اپنا نام لکھا۔

تقریباً ایک سال باہر ڈیرے پر گزار کر وہ پھر گھر آنے لگا۔ گھر میں اس کا ایک چھوٹا بیٹا نوید اور ایک بیٹی جو میٹرک کی طالبہ ہے اس سے بات چیت کر لیتی۔ جبکہ اس کی بیوی صفیہ بیگم جو پابند صوم و صلوٰۃ عورت ہے' اس سے بالکل کلام نہ کرتی۔ اس نے کئی برس سے اس منحوس سے اپنے آپ کو الگ کر رکھا تھا۔ اس کے برتن الگ تھے' چارپائی الگ تھی۔ حتیٰ کہ زاہد کذاب کی کوئی چیز وہ گھر کی دوسری چیزوں کے ساتھ نہ لگنے دیتی۔ زاہد کذاب کا بڑا بیٹا خرم شہزاد آرمی میں ہے جبکہ بڑی بیٹی اٹلی میں ہے۔ اس کی مکروہ حرکات اور باطل نظریات کے سبب پورا خاندان سولی پر لگا ہوا تھا۔ اب جبکہ اس نے توہین قرآن کے ساتھ توہین رسالت کا گھناؤنا کام شروع کر دیا تو اہل خاندان کی برداشت جواب دے گئی۔ اس کا بڑا بیٹا چھٹی پر آیا تو اس نے قرآن مجید کا تحریف شدہ نسخہ امام مسجد کو دکھایا۔ حافظ فقیر محمد جیسا درویش صفت عالم دین مشتعل نہیں ہوا۔ اس نے لاؤڈ سپیکر پر زاہد ملعون کے قتل کا فتویٰ جاری نہیں کیا۔ اس نے لوگوں کو اس کی بوٹیاں نوچنے کی دعوت نہیں دی۔ اس نے زاہد کذاب کو سنگسار کرنے کا حکم دینے کے بجائے گاؤں والوں کو مسجد میں اکٹھا کیا اور مشورے سے ایک 20 رکنی کمیٹی تشکیل دے دی گئی۔ اس کمیٹی کے کئی اجلاس ہوئے اور بالآخر یہ بات طے ہوئی کہ اسے حوالہ پولیس کیا جائے گا اور توہین رسالت ایکٹ کے تحت اس پر مقدمہ بنایا جائے گا۔ معززین علاقہ اس مسئلے کو احسن انداز میں حل کرنے پر متفق تھے مگر اس کام میں چند دن کی تاخیر ہوگئی۔

اس دوران جب نماز کے لیے مسجد سے اذان بلند ہوتی تو زاہد کذاب لوگوں کو کہتا دیکھو اذان میں محمد رسول اللہ کی جگہ زاہد رسول اللہ کے الفاظ کہا کرو کیونکہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ 4 جولائی کو نماز عشاء کے بعد کمیٹی کا اجلاس مقامی مسجد میں منعقد ہوا تا کہ اس کی تازہ دریدہ دہنی کا نوٹس لیا جائے کیونکہ گاؤں کے نوجوانوں میں بالخصوص خاصا اشتعال پایا جاتا ہے۔ کہیں کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہو جائے۔ گاؤں والوں کے صبر و تحمل' امن پسندی اور قانون کی حکمرانی پر یقین رکھنے کی اس سے بڑی دلیل کیا ہے کہ وہ 1994ء سے اسے برداشت کرتے چلے آ رہے تھے مگر اب اس کی ناپاک جسارتیں لوگوں کے لیے ناقابل برداشت تھیں۔ بچے' بوڑھے' جوان سب ہی دل گرفتہ تھے۔ ان کے دل زخمی تھے۔ گاؤں کا کوئی ذمہ دار یا حافظ فقیر محمد ایک اشارہ کرتے تو عشق رسول سے سرشار نوجوان اس کا نام و نشان مٹا دیتے مگر بزرگوں کی طرف سے ہمت' حوصلے اور صبر کی تلقین کی گئی۔

4 جولائی کو 10 بج کر 30 منٹ پر نماز ختم ہوئی تو کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا۔ تقریباً پونے گیارہ بجے چند افراد زاہد کذاب کے گھر گئے اور اسے بلایا تا کہ اسے کمیٹی کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ وہ گھر سے چند گز کے فاصلے پر پہنچا تھا کہ دشمن قرآن زاہد پوچھنے لگا کہ مجھے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ لوگوں نے کہا

کہ کمیٹی کے روبرو پیش کرنا ہے اور آج تمہیں حوالۂ پولیس بھی کرنا ہے تاکہ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہو جائے۔ نبوت کے جھوٹے دعویدار نے پولیس کا نام سنا تو چیخ اٹھا۔ کہنے لگا تم ایک نبی کو پولیس کے حوالے کرو گے؟ اس بات پر نوجوان طیش میں آ گئے۔ اس سے پہلے کہ اس منحوس کے قدم مسجد کی مقدس سرزمین کو چھوتے لوگ اس پر جھپٹ پڑے۔ چونکہ یہ مسئلہ گھر گھر زیر بحث تھا اور اس روز کمیٹی کا اجلاس بھی تھا اور یہ طے تھا کہ اس دن اسے حوالۂ پولیس کرنا ہے لہٰذا پورا گاؤں مسجد کے اردگرد اس کی رخصتی کا منظر دیکھنے کے لیے جمع تھا مگر اس دن چونکہ اس نے برسرعام اعلان نبوت کر دیا تھا لہٰذا نوجوانوں کی دینی غیرت وحمیت نے جوش مارا اور مسجد پہنچنے سے پہلے ہی چوک آرائیاں میں اس پر سنگ باری شروع ہوگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے دشمن قرآن اور شاتم رسول ذلت آمیز زندگی کی قید سے آزاد ہوگیا۔

نمائندہ تکبیر اپنے ساتھیوں یاسر نواب‘ رانا منان اشرف اور فوٹوگرافر بابا ندیم کے ساتھ جب اس چوک پر پہنچا جہاں زاہد کذاب کو سنگسار کیا گیا تھا تو دل میں حسرت ناتمام نے انگڑائی لی کاش میں بھی یہاں موجود ہوتا اور مسیلمہ کذاب کی مصنوعی اولاد اور دشمن قرآن و رسول کو اپنے ہاتھوں سے پتھر مارتا۔ گاؤں کے لوگوں نے بتایا کہ شاتم رسول کو جہنم واصل ہوئے ابھی دس پندرہ منٹ ہوئے تھے کہ اس کی لاش سے ناقابل برداشت سڑاند اور بدبو پھیل گئی جس پر لوگ وہاں سے جلد ہی گھروں کو رخصت ہونا شروع ہوگئے۔ گاؤں کے نمبردار چوہدری محمد خلیق نے پولیس کو اس واقعہ کی اطلاع کی۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد پولیس برنالہ پہنچ گئی۔ ایس ایچ او نے جب مردود کی لاش اٹھانے کے لیے ٹریکٹر ٹرالی مانگی تو لوگوں نے جواب دے دیا۔ گدھا گاڑی طلب کی تو اس نے بھی جواب دے دیا۔ اس کی لاش اٹھانے کے لیے پورے گاؤں حتیٰ کہ اس کے اپنے گھر والوں نے بھی چارپائی تک دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر پولیس والے اسے اپنی گاڑی میں ڈال کر لے گئے۔

ایف آئی آر میں زاہد کذاب کے بھائی محمد نعیم اختر کا بیان ہے کہ جب مجھے اپنے بھائی زاہد محمود کے قتل کی اطلاع ملی تو میں موقع پر پہنچا۔ دیکھا کہ ایک ہزار سے زائد لوگ چوک میں موجود ہیں جبکہ میرے بھائی کی لاش خون میں لت پت ہے۔ میرے پوچھنے پر لوگوں نے بتایا کہ زاہد محمود نے قرآن کی توہین کی ہے۔ قرآن پاک سے حضورؐ کا نام مبارک کاٹ کر اپنا نام لکھتا ہے۔ مزید یہ کہ لوگوں سے کہتا ہے کہ اذان میں محمد رسول اللہ کے بجائے زاہد رسول اللہ کے الفاظ ادا کرو۔ خود کو نبی کہتا تھا جس پر لوگوں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ چونکہ زاہد محمود کے بارے میں ٹھوس شہادتیں میسر آ گئی ہیں لوگ سامنے ہیں۔ یہ یقیناً درست کہتے ہیں۔ لہٰذا میں کسی کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا متمنی نہیں۔ اسے معاملہ تقدیر سمجھ کر قبول کرتا ہوں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مقتول زاہد کذاب کی بیوہ نے مقدمہ کی مدعیہ بننے سے انکار کر دیا تھا۔ پولیس نے بھی اس مسئلہ پر اچھے طرز عمل کا مظاہرہ کیا جسے مقامی لوگوں نے بھی تسلیم کیا مگر چونکہ ذرائع ابلاغ میں اسے صحیح طور پر پیش نہیں کیا گیا اور پھر ایک انگریزی اخبار کے مقامی نمائندے جو

بی بی سی کے لیے بھی کام کرتے ہیں' کی بی بی سی پر چلنے والی رپورٹ کے بعد گورنر پنجاب اور صدر مملکت نے سخت نوٹس لینے کا حکم دیا۔ گویا کوئی فرقہ وارانہ قتل ہوا ہے۔ حالانکہ اس معاملے میں کسی فرقہ یا تنظیم کا کوئی دخل نہیں ہے' بلکہ لوگوں نے بی بی سی کی رپورٹنگ کی بطور خاص مذمت کی جس نے اس واقعہ کو مذہبی جنون کے پس منظر میں بیان کیا۔ حالانکہ یہ مسئلہ سالہا سال سے چل رہا تھا اور لوگوں نے حتی الامکان قانون کو ہاتھ میں لینے سے گریز کیا۔ آخر کسی فرد کو لوگوں کے مذہبی جذبات سے کھیلنے کی اجازت کون سا قانون اور مذہب یا معاشرہ دیتا ہے؟

زاہد پاگل نہیں تھا

نمائندہ تکبیر کے اس سوال کے جواب میں کہ آیا زاہد محمود پاگل تھا؟ گاؤں کے معززین' کونسلروں' نمبرداروں' دکانداروں' راہ چلتے لوگوں اور ان دکانداروں نے جن کے پاس بیٹھ کر وہ اخبار پڑھتا تھا' ان لوگوں جن کے ساتھ وہ تاش کھیلتا تھا' کسی ایک فرد نے بھی اسے پاگل تسلیم نہیں کیا۔ سب لوگوں کی رائے تھی کہ وہ ایک نارمل شخص تھا۔ اس کی حرکات وسکنات سے اسے پاگل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مقتول زاہد محمود کذاب کے سگے چچا چوہدری سردار محمد سے جب میں نے سوال کیا کہ وہ نارمل زندگی گزارتا تھا یا ابنارمل؟ تو اس نے کہا کہ وہ پاگل بالکل نہیں تھا۔ وہ سیاست سمیت ہر موضوع پر بات کرتا تھا۔ زراعت کا کام کرتا تھا' دکانوں کا کرایہ وصول کرتا تھا۔ چوہدری سردار محمد کے بقول وہ جان بوجھ کر توہین قرآن اور توہین رسالت کا مرتکب ہوا ہے۔ اس کا یہی انجام ہونا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کے مرنے کا ہرگز کوئی دکھ نہیں بلکہ ہم خوش ہیں کہ اس بلا سے ہمارے خاندان کا پیچھا چھوٹا۔ ان کے بقول اس کے عقائد ونظریات اور سنگساری کی موت سے ہمارے خاندان کی عزت پر دھبہ لگ گیا ہے۔ چوہدری سردار نے بی بی سی کی رپورٹنگ کی مذمت کی اور کہا کہ بی بی سی نے وہ بیان نشر نہیں کیا جس میں' میں نے سنگسار کی سزا کو درست قرر دیا تھا۔

زاہد کذاب کی بیوہ گھر میں موجود نہ تھی۔ چنانچہ چوہدری سردار محمد اور دیگر معززین نے یہ بات بتائی کہ اس کی بیوی نے بھی اس کی موت پر اطمینان کا سانس لیا ہے اور اس کے بقول اس کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا۔ چوہدری سردار محمد نے مزید بتایا کہ اب اس مردود کی موت کے بعد ہم پورے گھر کی سفیدی کروا رہے ہیں بلکہ بقول سردار محمد اس کی بیوی نے اس کے برتن باہر کہیں پھینک دیئے ہیں۔ اس کا بستر اور چارپائی جلا دی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی کوئی نشانی گھر میں نہیں رہنے دی۔ اب پورے گھر کو سفیدی کروا کے قرآن خوانی کروائیں گے تاکہ اس گھر سے نحوست کے سائے ختم ہوسکیں اور ہمارا گھر پاک صاف ہو جائے۔

چک برنالہ کے بے شمار لوگوں حتیٰ کہ اس کے قریبی عزیزوں نے بھی بتایا کہ نبوت کا جھوٹا دعویدار

مردار اور حرام جانوروں کا گوشت کھاتا تھا۔ وہ مینڈک' سانپ اور گیدڑ وغیرہ کھاتا تھا بلکہ حرام و حلال کی اس کے نزدیک کوئی تمیز نہ تھی۔

ایک دواخانے کے مالک نے جس کے پاس وہ اخبار وغیرہ پڑھنے کے لیے اکثر آتا تھا نمائندہ تکبیر کے استفسار پر بتایا کہ مقتول زاہد ہرگز پاگل نہیں تھا۔ اس نے کہا جب ایک شخص کو پتا ہے کہ سانپ کا زہر کس جگہ ہے اور وہ زہر نکال کر اسے فرائی کرتا ہے تو اس سے اس کی عقلمندی کا پتہ چلتا ہے کہ پاگل پن کا۔ اس نے کہا کہ اسے کبھی ادویات خریدتے یا کھاتے کسی نے نہیں دیکھا۔ اس سوال کے جواب میں کہ آخر وہ توہین قرآن بالخصوص قرآن جلانے جیسی قبیح حرکت کیوں کرتا تھا؟ حکیم نے کہا کہ چونکہ وہ کالے علم کے ذریعے جو کچھ حاصل کرنا چاہتا تھا وہ اسے حاصل نہ ہوا۔ اس کے بقول کالے علم والے قرآن کی سورتوں کو الٹا پڑھتے ہیں اور کئی دیگر حرکات بھی کرتے ہیں جو توہین قرآن کے ضمن میں آتی ہیں۔ حکیم کے بقول اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ قرآن پڑھتے ہیں۔ اس پر عمل بھی کرتے ہیں اور ایسے بدبختوں سے بچنے کے لیے بھی قرآن ہی پڑھتے ہیں۔ لہذا وہ قرآن سے چڑ کھاتا تھا۔

نمائندہ تکبیر نے لوگوں سے پوچھا کہ فرائض اسلام کے بارے میں اس کا طرز عمل کیسا تھا تو لوگوں نے بتایا کہ ہم نے آج تک اسے نماز پڑھتے' روزہ رکھتے حتیٰ کہ نماز جنازہ وغیرہ پڑھتے بھی نہیں دیکھا۔

لوگوں کی اس سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ جب اسے سنگسار کیا گیا تقریباً ڈیڑھ ہزار لوگ جمع تھے۔ ان میں سے اکثر نے سنگ زنی میں حصہ لیا اور کسی نے اس کی لاش کو چھوا تک نہیں۔ یہاں تک کہ گاؤں والوں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کا بھائی محمد نعیم اختر اسے دفنانے کے لیے فیصل آباد لے گیا۔ شنید ہے کہ اسے مدینہ ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیا گیا مگر پورے علاقے سے اس کا کوئی عزیز رشتہ دار یا عوام میں سے ایک فرد بھی اس کے جنازے میں شریک نہیں ہوا بلکہ پورے گاؤں میں لوگ بڑے پرسکون اور مطمئن ہیں۔ گویا ایک بلا اور وبال سے ان کی جان چھوٹ گئی۔ لوگوں کے جوش کا یہ عالم ہے کہ جب پولیس نے گرفتاری ڈالنے کے لیے پانچ چھ افراد مانگے تو دو بسیں بھر کر لوگ تھانے چک جھمرہ پہنچ گئے۔ سب ہی لوگ گرفتاری دینے کے لیے تیار تھے۔ مگر پولیس والوں کے پاس اتنی جگہ نہیں تھی کہ سب کو حوالات میں بند کر سکتے۔ چنانچہ 30 افراد نے جن میں سے اکثر کی عمریں 15 تا 25 سال ہیں چالان کے لیے اپنے آپ کو رضا کارانہ پیش کر دیا۔ ان گرفتار شدگان اور بلائے جانے والوں کے نام یہ ہیں۔ مشتاق احمد' حاجی محمد صادق' شاہ نواز' محمد اکرام' عامر مقصود' عبدالخالق' عامر شہزاد' عاطف جاوید' کاشف علی' محمد اقبال' سہیل مقصود' جمیل احمد' امجد علی' فلک شیر' شہباز باجوہ' محمد حبیب' غلام عباس' عامر باجوہ' محمد عبداللہ' امتیاز احمد' ثناء اللہ' راشد اقبال' فیصل ندیم' نصیر الدین' غلام غوث' ندیم قیصر' اخلاق احمد۔

بعض لوگوں نے کہا کہ اس واقعہ کی ذمہ دار ہماری حکومت اور عدالتیں ہیں کہ جب 1994ء

میں وہ گرفتار ہوا اور تین سال بعد اس کے پاگل ہونے کا سرٹیفکیٹ بنوا کر اسے رہائی دلوائی تو اگر وہ واقعی پاگل تھا تو اسے گھر آنے کے بجائے سیدھا پاگل خانے جانا چاہیے تھا۔ بہرحال لوگ عدالتوں کے کردار پر بھی انگلیاں اٹھا رہے تھے جو قرآن کے نسخوں کو جلانے والوں کو بھی رہا کر دیتی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر ہمارے تمام حکومتی ادارے بالخصوص پولیس اور عدلیہ اپنے فرائض درست طریقے سے انجام دیں تو معاشرے سے بہت سا گند صاف ہوسکتا ہے اور عوام کو قانون کو ہاتھ میں لینے کا موقع بھی میسر نہیں آتا۔

30 افراد کے خلاف مقدمہ

زاہد محمود کذاب کے قتل کا مقدمہ 30 افراد کے خلاف دفعہ 322' 149' 148 کے تحت درج کیا گیا ہے۔ گرفتار شدگان کو جوڈیشل ریمانڈ پر جیل بھیج دیا گیا ہے۔ گرفتار شدگان کے لواحقین نے ملزمان کی ضمانت پر رہائی کے لیے جوڈیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں درخواست دائر کی تھی۔ ملزمان کی طرف سے سابق جج طالب حسین چٹھہ اور میاں فاروق اسرار ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔ مجسٹریٹ نے سرکاری وکیل کو بھی سنا اور ڈیڑھ بجے فیصلے کا وقت دیا۔ ڈیڑھ بجے گئے تو اڑھائی بجے کا وقت دے دیا اور جب لوگ اڑھائی بجے فیصلہ سننے کے لیے عدالت میں داخل ہوئے تو 3.45 تک پھر فیصلہ مؤخر کر دیا۔ گرفتار شدگان کے لواحقین پونے چار بجے بادل نخواستہ پھر احاطہ عدالت سے باہر آ گئے۔ جب 3.45 پر عدالت پہنچے تو جوڈیشل مجسٹریٹ نے کہا کہ میں اس کیس کو سننے کا مجاز نہیں آپ سیشن کورٹ سے رجوع کریں۔ سوال یہ ہے کہ اگر جوڈیشل مجسٹریٹ سماعت کا مجاز نہیں تو درخواست وصول کیوں کی گئی۔ اگر وصول کر لی گئی تھی تو دلائل سننے کے بعد تین بار مؤخر کیوں کیا۔ بہرحال ان سوالات کا صحیح اور بہتر جواب تو مجسٹریٹ ہی دے سکتے ہیں۔

یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ شاید تاریخ میں زاہد محمود کذاب جو دس سال تک اپنے آپ کو منوانے اور تسلیم کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر اس کے گاؤں' اس کے خاندان اور اس سے ملنے ملانے والوں میں سے کسی نے اس کے نظریات کو قبول نہیں کیا اور وہ دنیا سے بے نام و نشان رخصت ہوگیا۔ نمائندہ تکبیر نے تحریف شدہ قرآن ملاحظہ کرنے اور متعلقہ صفحات کی فوٹو کاپی حاصل کرنے کے لیے تھانہ چک جھمرہ کے ایس ایچ او سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ قرآن مجید کا تحریف شدہ نسخہ ایس ایس پی فیصل آباد کے پاس ہے۔

کیا زاہد محمود کذاب پاگل تھا؟

اس سوال کا جواب جاننے کے لیے نمائندہ تکبیر نے اس کے قریبی عزیزوں' جاننے والوں' دکانداروں' حکیموں' میڈیکل سٹوروں' اس کے ساتھ کاشتکاری کرنے والوں' اس کی دکانوں کے کرایہ داروں حتیٰ کہ ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والوں سے رابطہ کیا مگر پورے گاؤں سے ایک فرد نے بھی اس کے

پاگل ہونے کی شہادت نہیں دی۔

زاہد محمود کذاب لوگوں سے کہتا کہ مجھ پر پانچویں کتاب زنجیل نازل ہوئی ہے مگر اس نے آج تک زنجیل تحریری صورت میں نہ دکھائی اور جب وہ لوگوں میں بیٹھتا تھا تو خودکلامی شروع کرتا تو لوگوں کے پوچھنے پر کہتا کہ مجھ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔

(ہفت روزہ ''تکبیر'' 24 جولائی 2002ء)

کلمہ طیبہ میں تحریف کرنے والے کو سزائے موت

کلمہ طیبہ میں تحریف کرنے والے نام نہاد اور جعلی پیر ظہور کے توہین رسالتؐ کیس کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ جعلی پیر کو جرم ثابت ہونے پر سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ تفصیلات کے مطابق ضلع جہلم کی تحصیل سوہاوہ کا رہائشی نام نہاد پیر ظہور عرصہ دراز تک جھوٹ کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو گمراہ کرتا رہا۔ اسی دوران جعلی پیر نے کلمہ طیبہ میں تحریف (نعوذ باللہ) کر کے ایک پمفلٹ شائع کیا جو پہلے صرف اس کے مریدین تک محدود تھا۔ بعد ازاں یہ پمفلٹ عام لوگوں میں بھی تقسیم کر دیا گیا جس پر سوہاوہ کے ہزاروں افراد سراپا احتجاج بن گئے اور جعلی پیر کے خلاف قانونی کارروائی کا مطالبہ کیا۔ عوام کے شدید احتجاج اور گواہی پر تھانہ سوہاوہ نے مجرم ظہور کے خلاف توہین رسالتؐ کی دفعہ 295 سی کے تحت مقدمہ درج کر کے مجرم کو گرفتار کر لیا۔ مجرم کا کیس خصوصی عدالت کے بعد ایڈیشنل سیشن جج جہلم کی عدالت میں زیر سماعت رہا۔

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور 13 مارچ 2001ء)

مرزا قادیانی کا دوسرا جنم

چند روز قبل توہین قرآن وسنت کے جرم میں انسداد دہشت گردی کے میرپور کے خصوصی جج عبدالغفور نے گوہر شاہی کو تین بار عمر قید اور جرمانے کی سزا سنائی ہے۔ گوہر شاہی مفرور ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت سندھ کے کنوینر علامہ احمد میاں حمادی نے 2 مئی 1999ء کو ٹنڈو آدم پولیس سٹیشن میں اس کے خلاف توہین رسالت وتوہین قرآن کا مقدمہ درج کروایا تھا۔ جو اب عدالت میں بھی ثابت ہو چکا ہے۔ مگر یہ اس سلسلے کا ایک ظاہری نقشہ ہے۔ لیکن فی الواقعہ یہ ایک تہہ در تہہ سازش ہے۔

فرزندان اسلام اس وقت سازشوں کی زد میں ہیں، گرہ در گرہ اور پیچ در پیچ سازشیں۔ دین فطرت کے خلاف سازشوں کا سلسلہ صدیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کے کئی روپ اور بہروپ ہیں۔ بالخصوص گزشتہ اڑھائی سو سال کے دوران تاج برطانیہ نے اپنی بساط سیاست پر ہمہ رنگ کئی مہرے سجائے۔ ان میں فتنۂ انکار ختم نبوت اور فتویٰ تنسیخ جہاد قابل ذکر ہیں۔ ایران میں بہائی اور ہندوستان میں قادیانی تحریک اسی کتاب کا ایک باب ہے۔ انگریزی اقتدار کے زیر سایہ ہر اسلامی ملک میں کسی نہ کسی سیاسی ضرورت کے تحت کوئی نہ کوئی جال پھیلایا اور بچھایا گیا۔ ان میں کئی خوش رنگ اور بظاہر نیک نام

تحریکیں بھی شامل ہیں۔ یہ فہرست خاصی طویل ہے اور ناقابل بیان بھی۔ تصوف دشمنی اور تصوف دوستی کے پردے میں روا رکھی جانے والی سازشوں کی ایک علیحدہ کہانی ہے۔ جہالت پیشہ متصرفین' وقتاً فوقتاً دعوئ مہدویت کی طرف بھی راجع ہوتے رہے ہیں۔ اس لیے کہ وہ سادہ لوح اور کم علم عقیدت مندوں کی وفاؤں کا مرکز ومحور ٹھہرنا نیز دین کی چادر میں دنیا چھپانا چاہتے ہیں۔

باطل قوتوں نے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف باقاعدہ منصوبہ بندی کر رکھی ہے۔ تاریخی' جغرافیائی' نسلی' سیاسی' معاشی' تہذیبی اور معاشرتی طور پر تباہ کرنے کے علاوہ فکری ونظری لحاظ سے بھی بانجھ رکھنے کی منصوبہ بندی۔ آخر الذکر منصوبے کی ایک تازہ کڑی' ریاض احمد گوہر شاہی ہے۔ پرانے انداز میں بالکل نیا فتنہ! صوفیانہ لباس میں جہالت کا برملا فروغ۔ ابتداء میں مسیلمۂ پنجاب' مرزا غلام قادیانی کا انداز بھی ہو بہو یہی تھا۔ گویا کہ گوہر شاہی اپنے پیش منظر کی نسبت سے شعوری و لاشعوری طور پر اس کا ہی جانشین ہے۔

وقفہ وقفہ سے اس کے گمراہ کن اور سنسنی خیز بیانات شائع ہوتے رہتے ہیں جس کے باعث سنجیدہ دینی حلقوں میں تشویش کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ گزشتہ دنوں این این آئی کی رپورٹ کے مطابق گوہر شاہی نے صحافیوں کو بتایا کہ میری حضور ﷺ سے اکثر بالمشافہ ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں۔ بے شمار ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو پڑھاتے ہیں' میں وہی کہتا ہوں۔ الف سے اللہ لام سے لا الہ۔ گوہر شاہی نے رنگین سٹکرز کے بارے میں کہا کہ یہ مجھے ہندوؤں نے ہدیہ بھیجا ہے' کیونکہ وہ ہمیں اوتار سمجھتے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ کلمہ طیبہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والے مونو کی جگہ اگر کسی نے سٹکر میں گوہر شاہی لکھ دیا ہے تو کوئی گناہ نہیں کیا۔ یہ بھی کہا کہ میں نہیں کہتا' لیکن میرے ماننے والے مجھے امام مہدی کہتے ہیں۔

گوہر شاہی کا یہ انٹرویو محض ایک نمونہ ہے' وگرنہ اس کا لٹریچر گمراہی و بدعقیدگی کا ایک قابلِ نفرت مجموعہ ہے۔ گوہر شاہی صاحب نے ''انجمن سرفروشان اسلام'' کے نام سے ایک تنظیم بھی بنا رکھی ہے اور خود ہی اس کے سرپرست اعلیٰ ہوتے ہیں۔ ان کے زیر سرپرستی حیدرآباد' سندھ سے پندرہ روزہ ''صدائے سرفروش'' بھی شائع ہوتا ہے۔ اس پرچہ کا متن اور سرخیاں کسی گہری سازش کا پتہ دیتی ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ اب تو اس کے مکروہ خیالات' باطل نظریات اور پاجیانہ و احمقانہ بیانات کو انٹرنیٹ اور الیکٹرانک میڈیا' اسے بڑے منظم اور خطرناک طریقے سے آہستہ آہستہ آگے بڑھانے پر ادھار کھائے بیٹھا ہے۔

''صدائے سرفروش'' میں ریاض احمد گوہر شاہی کے بارے میں سیدی و مرشدی امام زمانہ' مسیحائے عالم اور مردہ دلوں کے مسیحا کے الفاظ تو جابجا لکھے ہوئے ہیں۔ ایک اشتہار کی عبارت میں ہے کہ ہم ان کو مبارک باد پیش کرتے ہیں کہ جن کی شبیہ مبارک چاند' سورج کے بعد اب حجر اسود کی زینت بن چکی ہے۔ مونوگرام کے ساتھ دوسری جگہ اسی انداز میں لکھا گیا ہے کہ عالم انسانیت کو امام مہدی علیہ

السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی آمد مبارک ہو۔ مزید برآں یہ کہ ایک اور جگہ سے ''امت مسلمہ کا آخری قائد'' تک کہہ دیا گیا ہے۔ گوہر شاہی حلقے کی طرف سے باقاعدہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان کی شباہت چاند پر دکھائی دے رہی ہے اور یہ کہ ان کا عکس خانہ کعبہ کے کونے میں حجر اسود پر واضح دکھائی دیتا ہے۔ قبل ازیں موصوف نے یہ انکشاف بھی فرمایا تھا کہ ان کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے باضابطہ ملاقات ہو چکی ہے۔ اس بارے میں اُن کا مندرجہ ذیل بیان مشتہر ہوا: ''اس سال امریکہ کے دورے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہم سے ظاہر میں ملاقات فرمائی ہے۔ اس ملاقات میں راز و نیاز کی باتیں ہوئیں' انہیں ابھی بتانے کا حکم نہیں ہے۔ یہ ملاقات 19 مئی 1997ء کو میکسیکو کے شہر طاؤس کے ایک مقامی ہوٹل میں رات کے وقت ہوئی۔

مرحلہ اول میں یہ صاحب مرزا قادیانی کی طرح کھل کر کوئی بات نہیں کہتے تھے۔ جب بھی پوچھا گیا تو گول مول انداز میں انکار ہی کیا' مگر اب معاملہ مکمل طور پر صاف ہوگیا ہے کہ حضرت نے واضح الفاظ میں امام مہدی ہونے کا دعویٰ داغ دیا۔ مذکور کے عقیدت مندوں کی جماعت نے جو لندن میں ''ریاض احمد گوہر شاہی انٹرنیشنل تنظیم'' کے نام سے کام کر رہی ہے' کچھ عرصہ قبل یہ اعلان کیا تھا کہ امام صاحب کی ہدایت پر ان کے پیروکار اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں کہ انہوں نے گوہر شاہی کی پشت پر مہدیت کی مہر کا خود مشاہدہ کیا ہے اور وہ امام مہدی ہیں۔ بناء بریں ان کی تنظیم نے ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہوئے یہ مضحکہ خیز دعویٰ بھی داغ دیا کہ حجر اسود پر ریاض احمد گوہر شاہی کی شبیہہ نظر آتی تھی' جس پر سعودی حکومت نے رنگ پھیر دیا ہے۔ اس لیے گزشتہ سال جس نے بھی حج کیا وہ حجر اسود کو بلا واسطہ بوسہ نہیں دے سکا اور اس وجہ سے گزشتہ سال کسی کا بھی حج قبول نہیں ہوا۔

گوہر شاہی کے بارے میں یہ بات کئی لحاظ سے لائق توجہ ہے کہ حکومت برطانیہ نے لندن میں اس کے دورہ کے موقع پر حضرت کو باقاعدہ سیکیورٹی مہیا کی اور اسے دنیا کی ایک اہم اور تاریخ ساز شخصیت تسلیم کیا۔ نیز میڈیا میں خوب خوب کوریج دی گئی۔ خفیہ گوشے بے نقاب ہوتے اور اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کی ایک اور بین الاقوامی سازش کا پتہ دیتے ہیں۔

گوہر شاہی ایک مدت سے اپنے ''کھیل'' کے لیے ماحول سازگار بنانے کے چکر میں لگے ہوئے تھے۔ ابتداءً دعویٰ کیا گیا ''اب مہدی علیہ السلام آئیں گے اور پھر عیسیٰ علیہ السلام ان سے بیعت ہوں گے اور ان کو اللہ کا ذکر مل جائے گا''۔ اس کے ساتھ ہی ایک عجیب و غریب دعویٰ مشتہر کیا گیا۔ ''چونکہ چاند پر سحر (جادو) نہیں چل سکتا' اس لیے امام مہدی کی شبیہہ چاند اور سورج پر دیکھی جائے گی۔ اس سے اگلے سال مزید کہا گیا کہ لوگ اگر ہمیں امام مہدی کہتے ہیں تو یہ ان کا اپنا عقیدہ ہے۔ اصل میں جس کو جتنا فیض ملتا ہے' وہ ہمیں اتنا ہی سمجھتا ہے۔ کچھ لوگ تو ہمیں اور بھی بہت کچھ کہتے ہیں۔ ہم انہیں اس لیے کچھ نہیں کہتے کہ ان کا عقیدہ جتنا ہماری طرف زیادہ ہوگا۔ ان کے لیے بہتر ہوگا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ان کے جوہر مزید کھلے اور یہ مضمون نئے ڈھنگ میں باندھا ''حضرت امام مہدی علیہ السلام

تشریف لا چکے ہیں اور پاکستان کی ایک دینی تنظیم کے سربراہ ہیں"۔

ریاض احمد گوہر شاہی انٹرنیشنل کی ایک ویب سائٹ صوفی انسٹی ٹیوٹ امریکہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس پر گوہر شاہی کے باطل افکار و مذموم نظریات کا بڑی شدت کے ساتھ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ وہ اسے "محبت کا پیغمبر" قرار دیتے ہیں۔ مذکورہ ویب سائٹ پر گوہر شاہی کے لیے خدمات سرانجام دینے والے بھرپور انداز میں یہ تاثر دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے پاس آنے والے ہر شخص کے دل کا حال جانتا ہے۔ بے سکونی کی کیفیت سے دو چار اور زندگی سے بیزار نسل نو کے لیے فکری سطح پر یہ ایک انتہائی خطرناک ہتھیار ہے جو مکمل طور سے دشمنان اسلام کے ہاتھ میں ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ گوہر شاہی کی انجمن کا مزاج ملت مرزائیہ کی مناسبت سے متشکل ہوتا ہے۔ قادیان کے خانہ ساز نبی کے بھی ابتداء میں یہی اطوار ہوا کرتے تھے۔ فتنہ گوہر شاہیہ قادیانیوں کی ہی ایک جدید شاخ ہے۔ حضرت ایک جگہ بقلم خود تحریر کر چکے ہیں کہ ایک وقت میں ان پر مرزائیت کا اثر اور غلبہ ہو گیا تھا۔

گوہر شاہی کی تحریر و تقریر کا لفظ لفظ مبنی بر جہالت' سطر سطر اذیت ناک اور ایک ایک صفحہ زہر میں بجھا ہوا ہے۔ گویا کہ یہ توہین رسول اور توہین قرآن کا ایک ناپاک دفتر ہے۔ بدبخت مذکور نے ایک جگہ بڑی ڈھٹائی اور بے حیائی سے کہا کہ قرآن کے تیس پارے نہیں بلکہ دس پارے اور بھی ہیں۔ بقول اس کے "تم (تیس پاروں پر ایمان رکھنے والے) شریعت محمدی سے واقف ہو اور دس پارے شریعت احمدی سکھاتے ہیں۔" اہل اسلام پر فرض ہے کہ بروقت اس فتنہ کے تدارک کی تدابیر اختیار کریں۔ علماء کرام پر دہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مگر صد حیف کہ اس فسانے میں دو چار ایسے پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہیں ۔ جو بزعم خود علامۃ الدہر اور خطیب العصر ہیں۔ شاید چند کوڑیوں کے عوض انہوں نے اپنے جبہ و دستار کی حرمت کو بھی بیچ کھایا ہے۔

یوسف کذاب کا قتل

نبوت کے جھوٹے دعوے پر قید بامشقت اور سزائے موت کی سزا پانے والے یوسف کذاب کو گزشتہ روز سنٹرل جیل (کوٹ لکھپت) لاہور میں کالعدم مذہبی جماعت سپاہ صحابہؓ کے سزائے موت کے قیدی محمد طارق ولد محمد یاسین نے ریوالور سے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ تفصیل کے مطابق چند روز قبل انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات پنجاب کے حکم پر یوسف کذاب کو اس کے موجودہ سزائے موت کے سیل سے سزائے موت کے بلاک نمبر 2 کے سیل میں منتقل کرنے کا پروگرام بنایا گیا تھا اور حفاظتی اقدامات کے تحت اس کے لیے بلاک نمبر 2 پر خصوصی گیٹ لگوایا گیا اور اردگرد بلند چار دیواری کروائی گئی تھی۔

گزشتہ دوپہر آئی جی جیل خانہ جات پنجاب کے حکم پر اسے بلاک نمبر 2 میں شفٹ کرنے کے لیے نکالا گیا لیکن غفلت یا جان بوجھ کر سازش کے تحت انچارج سزائے موت واسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ بشیر

بٹ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ شیخ ندیم نے اسے بلاک نمبر 1 میں شفٹ کر کے دو بج کر 45 منٹ پر سپرنٹنڈنٹ جیل فاروق نذیر کو رپورٹ دی کہ اسے بلاک نمبر 1 میں شفٹ کر دیا گیا ہے جس پر اس نے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ بشیر بٹ کو ڈانٹا اور کہا کہ آئی جی کے حکم پر اسے بلاک نمبر 2 میں شفٹ کیا جانا تھا۔ تم نے اسے بلاک نمبر 1 میں کیسے شفٹ کیا ہے؟ جس پر بشیر بٹ فوری واپس گیا اور اسے بلاک نمبر 1 سے 2 میں شفٹ کرنے کے لیے نکالا ہی تھا کہ سزائے موت ہی کے قیدی محمد طارق نے اسے ریوالور سے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہی ڈی آئی جی ہیڈ کوارٹر کیپٹن (ر) سرفراز مفتی مذکورہ جیل میں انکوائری کے لیے پہنچ گئے اور ان کے علاوہ علاقہ مجسٹریٹ جاوید اقبال اور ایس ایس پی سمیت پولیس کی بھاری نفری بھی پہنچ گئی۔ ملزم طارق سزائے موت کا قیدی ہے اور چھ ماہ سے کوٹ لکھپت جیل میں قید ہے۔ قتل کے فوراً بعد ایمرجنسی نافذ کر دی گئی اور تمام قیدیوں کو وقت سے پہلے بارکوں میں بند کر دیا گیا اور کوئی ملاقات نہ کرائی گئی۔ ملزم طارق کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کر کے اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ذرائع نے بتایا کہ طارق نے کذاب یوسف کو دیکھتے ہی نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت کا نعرہ لگایا اور فائرنگ کر دی۔ یوسف کذاب کی موت کی تصدیق کی خبر ملتے ہی محمد طارق سجدے میں گر گیا اور جیل حکام سے نوافل پڑھنے کی اجازت مانگی۔

(روزنامہ ''جنگ'' لاہور 12 جون 2002ء)

کذاب یوسف کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس نے مختلف مقامات پر زندگی گزاری۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے اسلامیات کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اس نے پاک فوج میں ملازمت کی۔ بعد ازاں وہ کیپٹن کے عہدے پر پہنچ کر ریٹائر ہوگیا۔ پاکستان سے باہر جا کر اس نے سعودی عرب اور قبرص میں بھی کچھ عرصہ گزارا۔ قبرص میں وہ ''مسلم یوتھ یونٹی'' کے ڈائریکٹر جنرل کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ بعد ازاں جنرل ضیاء الحق کے دور میں وہ پاکستان واپس آ گیا۔ یوسف کذاب نے ایک مقامی روزنامے پاکستان میں ''تعمیر ملت'' کے نام سے کالم بھی لکھے۔ 28 فروری 1997 کو لاہور کی ایک مسجد بیت الرضا یتیم خانہ میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے خود کو پہلے انسان کامل پھر امام وقت اور بعد میں نعوذ باللہ حضورؐ کا تسلسل اور اپنے اہل خانہ کو اہل بیت اور معتقدین کو اصحاب رسولؐ سے تشبیہ دی۔ 29 مارچ 1997ء کو لاہور میں مجلس ختم نبوت کے سیکرٹری جنرل مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے مقدمہ درج کرایا جس میں اس پر توہین رسالتؐ کا الزام لگایا گیا۔ اس کے علاوہ شادی شدہ عورتوں اور کنواری لڑکیوں کو ورغلا کر ان سے زیادتی کی کوشش کا الزام بھی لگایا گیا۔ کذاب یوسف پر یہ الزام بھی لگایا گیا کہ وہ اپنے معتقدین سے نذرانہ کے طور پر لاکھوں روپے وصول کر چکا ہے۔ بعض لوگوں کی جائیدادیں اپنی بیوی کے نام منتقل کروائیں۔ اس سلسلے میں بہت سے واقعات بھی سامنے آئے۔ سب سے پہلے ہفت روزہ تکبیر نے کذاب یوسف کے کرتوتوں کا پردہ چاک کیا۔ ''خبریں'' اور ''امت'' میں بھی اس کے کرتوتوں کی خبریں شائع ہوتی رہیں۔ 25 مارچ 1997ء کو تھانہ ڈیفنس کی پولیس نے کذاب کو سولہ ایم پی او کے تحت گرفتار

کیا مگر اگلے روز ہی اسے رہا کر دیا گیا۔ کذاب یوسف کی وہ تقریر جس میں اس نے توہین رسالت کی تھی' اس کی ویڈیو اور آڈیو کیسٹ تھانہ ملت پارک کو فراہم کی گئی جس پر کذاب یوسف کے خلاف 295 سی کے علاوہ 11 دفعات کے تحت 29 مارچ کو مقدمہ درج کر لیا گیا اور اسے گرفتار کر کے تفتیش کی گئی۔ ریمانڈ مکمل ہونے کے بعد کذاب یوسف کو ساہیوال جیل بھجوایا گیا۔ اس کا مقدمہ سپیشل کورٹ کو بھیجا گیا۔ تاہم کذاب یوسف کے ساتھیوں نے مقدمہ نہ چلنے دیا اور فرد جرم عائد نہ ہوسکی۔ سوا دو سال تک کذاب یوسف کی ضمانت کی 13 درخواستیں لوئر کورٹ اور سیشن کورٹ کے علاوہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں دائر کی گئیں' جنہیں وقفے وقفے سے واپس لے کر تاخیری حربے استعمال کیے گئے۔ بالآخر جسٹس راشد عزیز خان نے ہائی کورٹ سے کذاب یوسف کو اس بنا پر ضمانت پر رہا کر دیا کہ سوا دو سال تک مقدمے کی سماعت شروع نہیں ہوسکی۔ کذاب یوسف ایک سال تک ضمانت پر رہا ہو کر زندگی بسر کرتا رہا۔ بعد ازاں مقدمہ درج ہونے کے سوا تین سال بعد مقدمے کا فیصلہ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج میاں جہانگیر پرویز نے سنایا۔ فاضل جج نے کذاب یوسف کا فیصلہ لکھوانے کے لیے رات عدالت میں گزاری۔ انہوں نے کذاب یوسف کو مجموعی طور پر 35 سال قید بامشقت کے بعد پھانسی کی سزا کا حکم سنایا جبکہ بارہ لاکھ روپے جرمانے کی ادائیگی کا حکم بھی دیا گیا۔ جرمانہ ادا نہ کرنے کی صورت میں اسے مزید 22 ماہ قید کا حکم بھی دیا گیا۔ جب سزا کا حکم سنایا گیا تو اس کے ایک چیلے زید زمان نے دھمکیاں دیں کہ تم نے یوسف کو سزا دے کر اچھا نہیں کیا' تم سب لوگ تباہ ہو جاؤ گے۔ کذاب یوسف کے مقدمے کی پیروی سلیم عبدالرحمٰن اور رخسانہ لون نے کی جبکہ یہ تاریخی مقدمہ سینئر ایڈووکیٹ محمد اسماعیل قریشی اور ان کے معاونین غلام مصطفیٰ چوہدری' ایم اقبال چیمہ اور سردار احمد خان ایڈووکیٹ نے لڑا اور کذاب یوسف کو مجرم ثابت کیا۔ کذاب یوسف کو مجرم قرار دیئے جانے پر جشن منایا گیا۔ 11 جون 2002ء کو سنٹرل جیل کوٹ لکھپت لاہور میں کذاب یوسف کو ایک قیدی نے گولی مار کر واصل جہنم کر دیا۔ اس طرح کذاب یوسف کی زندگی کا مکروہ باب ختم ہوگیا۔

یوسف کذاب کے حالات

یوسف کذاب 53 سال قبل فیصل آباد کی تحصیل جڑانوالہ کے ایک شخص وزیر علی کے گھر پیدا ہوا۔ اس کے دو بھائی اور پانچ بہنیں ہیں۔ یہ سب سے بڑا تھا۔ اس کے ایک بھائی ناصر نصراللہ وحید نے آج سے دس بارہ سال قبل سعودی عرب میں زہر ملی چیز کھا کر خودکشی کر لی تھی۔ ناصر کا سب سے قابل اعتماد اور عزیز دوست محمود جو ملتان روڈ پر آج کل ایک کارخانہ چلا رہا ہے مگر ان دنوں سعودی عرب میں ناصر نصراللہ وحید کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا تھا۔ اس نے خودکشی کی وجہ بیان کرتے ہوئے روزنامہ ''خبریں'' کو بتایا ہے کہ وہ چھٹی پر پاکستان آیا ہوا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ ناصر نے غلطی سے کوئی زہر ملی چیز کھا لی ہے اور وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے۔ محمود نے بتایا کہ وہ اپنی چھٹی مختصر کر کے واپس

سعودیہ پہنچا اور ہسپتال میں ناصر سے ملاقات کی تو ناصر نصراللہ وحید نے بتایا کہ ایک روز اس کی طبیعت خراب ہوگئی تو وہ چھٹی لے کر گھر چلا گیا۔ وہاں دروازوں کو مقفل کرنے کا رواج کم ہی ہوتا ہے۔ ناصر جب گھر میں داخل ہوا تو اس نے اپنے بڑے بھائی محمد یوسف علی کو جو ہمارے ساتھ ہی رہتا تھا اپنی بیوی کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھ لیا۔ اس نے آہنی راڈ لے کر بیوی کو مارنے کی کوشش کی تو بیوی نے کھل کر یوسف علی کا ساتھ دیا۔ پھر دونوں نے مل کر اسے زد و کوب کیا اور اس کی بیوی کوثر نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ میرا یوسف سے تعلق ہے' جس پر ناصر نصراللہ وحید نے زہر کھا لیا۔ ڈاکٹر نے اسے لاعلاج قرار دے دیا اور وہ پاکستان آ کر دوران علاج انتقال کر گیا۔ یوسف علی فوج کا کمیشنڈ آفیسر تھا اور کپتان کے عہدہ پر ہی اس نے فوج سے ریٹائرمنٹ لے لی تھی پھر وہ سعودی عرب چلا گیا مگر سعودی عرب جانے سے قبل اس نے ایم اے اسلامیات کیا اور پاکستان کے مختلف دینی اداروں سے مستفید ہونے کے بعد وہ ایران بھی گیا اور دینی تعلیم حاصل کی۔ یوسف علی کی شادی طیبہ نامی ایک خاتون سے ہوئی جو گلبرگ گرلز کالج لاہور میں لیکچرار ہے۔ اس کی بیٹی فاطمہ ڈاکٹر ہے جبکہ ایک بیٹا حسنین انجینئر جبکہ حسن بی اے کا طالب علم ہے۔ کئی سال تک یوسف علی جدہ میں مقیم رہا۔ اس کی بظاہر کوئی ڈیوٹی نہ تھی۔ وہ ترکی کے کسی ادارے کا ملازم تھا مگر سعودی عرب میں ہی مقیم تھا۔ کوئی کام نہ کرتا مگر اسے ہر ماہ تنخواہ مل جاتی تھی۔ سعودی عرب میں وہ ڈاکٹر غلام مرتضٰی ملک کے گھر میں مہمانوں کے خدمت گزار کی حیثیت سے مقیم رہا مگر اس دوران اس نے ڈاکٹر غلام مرتضٰی ملک کے دنیا بھر کے آنے والے مہمانوں سے ورلڈ اسمبلی کے نام پر پیسے بٹورنے کا کام شروع کر دیا' اور خود کو ورلڈ اسمبلی کے ڈائریکٹر جنرل کی حیثیت سے متعارف کراتا رہا۔ ڈاکٹر غلام مرتضٰی ملک کو جب یوسف علی کی اس لوٹ مار کا علم ہوا تو انہوں نے اسے گھر سے نکال دیا۔ پھر وہ مدینہ شریف میں ہی کسی اور جگہ کرائے پر رہنے لگا۔ 1988ء میں ایک دن رات کے وقت روزہ رسولؐ پر وہ ڈاکٹر غلام مرتضٰی ملک سے ملا اور انہیں کہنے لگا کہ ابھی ابھی نبی کریمؐ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ یوسف علی پاکستان چلے جاؤ۔ اچھے لوگوں کو جمع کرو۔ 1992ء میں پاکستان میں مکمل اسلامی انقلاب آئے گا اور حضورؐ خود اس انقلاب کی نگرانی کریں گے۔ ڈاکٹر غلام مرتضٰی ملک یوسف علی کی کذب بیانی سے سیخ پا ہوگئے اور انہوں نے مسجد نبویؐ سے باہر جانے کا حکم دیا۔ 1988ء کے آخری ایام میں یوسف علی پاکستان آ گیا اور جی او آر گلبرگ کے ایک سرکاری گھر میں جس کا نمبر 15 سی تھا اس نے قرآن مجید کو سمجھانے کے لیے مجلسوں کا اہتمام شروع کیا اور بعض اخبارات و رسائل کو مختلف دینی موضوعات پر مضمون لکھ کر بھیجنا شروع کر دیئے۔ پہلے یوسف علی کے نام سے لکھتا رہا' پھر اس نے اپنا تخلص ابوالحسنین رکھ لیا۔ 1992ء میں اس نے روزنامہ پاکستان میں "تعمیر ملت" کے نام سے دینی کالم لکھنا شروع کیا۔ اس کالم میں اکثر اوقات یہ نبی کریمؐ کی شان مختلف طریقوں سے بیان کرتا اور کچھ اس انداز میں تحریر کرتا کہ پڑھنے والے کو تشنگی رہ جاتی اور وہ مزید وضاحت مانگتا۔ اسی وضاحت کے چکر میں بعض لوگ یوسف علی سے رابطہ کرتے تو وہ انہیں اپنے گھر واقع جی او آر

میں دعوت دیتا کہ وہاں آئیں اور دین سیکھیں۔ اپنی محافل میں وہ واشگاف الفاظ میں پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام پر کڑی تنقید کرتا اور ان کی شان میں گستاخی کرتا۔ انہیں جاہل' کم علم اور دین کے دشمن قرار دیتا۔ واضح طور پر کہتا کہ پاکستان میں اس وقت کوئی ایسا شخص موجود نہیں جو قرآن مجید کو سمجھ سکا ہو اور رسول کریمؐ کی تعلیمات کو جان چکا ہو۔ پھر یوسف علی نے شادمان کی مسجد میں خطبہ جمعہ شروع کر دیا مگر وہاں بھی بعض اوقات ذومعنی اور قابل اعتراض جملے اپنی تقریر کے دوران ادا کر دیتا جس پر اسے شادمان کی مسجد سے ہٹا دیا گیا۔ اس نے ملتان روڈ پر مسجد بیت الرضا کا انتخاب کیا اور ڈیفنس میں کوٹھی خرید کر شفٹ ہوگیا۔ اس مسجد سے ملحقہ دربار کے گدی نشین سید محمد یوسف رضا اس کو جمعہ کی نماز کے لیے بلاتے اور 500 روپے فی نمازِ جمعہ کے حساب سے معاوضہ دیتے۔ نماز جمعہ کے بعد اس نے یہیں پر محفل لگانا شروع کر دی جس میں بڑے بڑے آفیسر ریٹائرڈ جرنیل اور مشہور تاجر اپنی بیویوں اور بیٹیوں کے ساتھ شریک ہونے لگے۔ شان رسولؐ بیان کرتے کرتے یہ لوگوں کو بشارت دینے لگا کہ آپ اس وقت تک انتقال نہیں کریں گے جب تک آپ رسول کریمؐ سے باقاعدہ ملاقات نہیں کر لیں گے۔ لوگ یہ سن کر اور بھی خوش ہوتے اور اس پر نچھاور ہوتے۔ پھر یہ مختلف لوگوں سے ان کی حیثیت کے مطابق مختلف قسم کے مطالبات کرتا۔ پھر حاضر میں سے جو دیدار رسولؐ کا سب سے زیادہ جذباتی ہو کر اظہار کرتا اسے پہلے پہل درود شریف پڑھنے پر لگا دیا جاتا اور پھر پیغام دیا جاتا کہ فلاں تاریخ کو اتنے بجے تمہاری حضور اکرمؐ سے ملاقات کا وقت طے ہوگیا ہے۔ ادب سے رہنا۔ درود شریف پڑھنا' کوئی گستاخانہ بات زبان پہ مت لانا۔ ذہن سے ہر قسم کے وسوسے نکال دینا۔ ملاقات کے بعد حب رسولؐ کے تقاضوں کو پورا کرنا۔ ملاقات کے لیے یہ تین شرائط رکھتا اور کہتا کہ صرف تین قسم کے لوگ حضورؐ کا دیدار کر سکتے ہیں۔

1- شیر خوار بچے کی طرح پاک شخص

2- مجذوب جسے دنیا و مافیہا کی خبر نہ ہو۔

3- جو حضورؐ کے نام پر تن من دھن قربان کر دے۔

تمام لوگ تیسری شرط پر ہی پورے اترتے کیونکہ پہلی دو شرطوں پر پورا اترنا ناممکن ہے۔ پھر یہ لوگوں سے مختلف قسم کے مطالبات کرتا اور کہتا کہ یہ آپ کا ٹیسٹ ہے۔ کسی سے گاڑی مانگ لیتا اور کسی سے اس کے گھر کی رجسٹری۔ کسی سے اس کا سارا کاروبار مانگ لیتا تو کسی کے سامنے یہ شرط رکھی جاتی کہ تمہیں اپنی بیوی کو طلاق دینا ہوگی۔ پھر اس شخص کا ردعمل دیکھ کر قدرے توقف کے بعد کہتا مگر طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں۔ مصطفویؐ خاندان میں شامل ہونے کے بعد آپ اپنی اہلیہ کو بھی شامل کر لیں اور دوبارہ نکاح پڑھ لیں۔ حب رسولؐ سے سرشار پروانے حضورؐ کے دیدار کے لالچ میں اس بے غیرت کے سامنے اپنا سب کچھ قربان کرتے رہے۔ جب یہ لعنتی دیکھ لیتا کہ لوہا گرم ہے تو اچانک اسے علیحدگی میں کمرے میں لے جا کر کہتا کہ ''انا محمد'' آنکھیں کھولو میں ہی (نعوذ باللہ) محمد ہوں۔ سننے والا ہکا بکا رہ جاتا' کوئی خاموشی سے واپس چلا آتا' کوئی کتابوں سے رجوع کرتا اور کوئی علماء کرام سے فتویٰ لینا شروع

کر دیتا کہ کیا رسولؐ کی دوبارہ آمد ہو سکتی ہے؟ اس طرح دیدار کرنے والے آہستہ آہستہ ٹوٹتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی لوگوں کی عزتوں سے کھیلنے والے بدکردار شخص کو گستاخی رسولؐ کے جرم میں اتنی رسوائی دے دی کہ خیبر سے کراچی تک کذاب یوسف کا نام نفرت کی علامت بن چکا ہے۔

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور 12 جون 2002ء)

خواہش

سزائے موت پانے والے یوسف کذاب کو قتل کرنے والے کالعدم مذہبی تنظیم سپاہ صحابہؓ کے محمد طارق ولد محمد یٰسین نے گزشتہ روز جوڈیشل انکوائری کے دوران علاقہ مجسٹریٹ کے سامنے بیان دیا کہ میری زندگی کی سب سے بڑی اور آخری خواہش یہ تھی کہ میں اس کذاب کو اپنے ہاتھ سے جہنم واصل کروں۔ اس نے بتایا کہ سزائے موت ہی کے قیدی ندیم جس کی اپنی خواہش بھی یہی تھی' نے اسے یہ ریوالور فراہم کیا جس کے بعد میں اس تاک میں تھا اور گزشتہ روز اللہ نے مجھے موقع عطا کیا اور میں نے اس کذاب کو جہنم واصل کر دیا۔

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور 12 جون 2002ء)

یوسف کذاب کی میت عیسائیوں اور قادیانیوں کے قبرستان میں

اسلام آباد (پی پی اے) یوسف کذاب کی لاش راتوں رات مسلم قبرستان ایچ 8 سے نکال کر قادیانیوں اور عیسائیوں کے مشترکہ قبرستان میں دفن کر دی گئی ہے۔

(روزنامہ ''انصاف'' لاہور 23 جون 2002ء)

شاتم رسول یونس شیخ

پروفیسر ڈاکٹر یونس شیخ بنیادی طور پر افسانہ نویس اور انشائیہ پرداز ہے۔ وہ حلقہ ارباب ذوق اسلام آباد اور راولپنڈی کے اجلاسوں میں شرکت کرتا رہا ہے جہاں وہ عجیب و غریب خیالات کا اظہار کرتا رہا۔ اس کے نظریات اسلام مخالف تھے۔ وہ باقاعدہ طور پر اسلام سے الرجک رہتا' جس سے حلقہ کے لوگ بھی برگشتہ تھے۔ پروفیسر ڈاکٹر یونس کیمونٹی سینٹر سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں ہفتہ وار لیکچر دیتا رہا۔ پہلے پہل وہ اپنے آپ کو ترقی پسند کے طور پر پیش کرتا رہا۔ پھر Humanist کہلوانے لگا۔ اس نے Humanist Movement کے نام سے ایک تنظیم بھی قائم کی۔

پروفیسر ڈاکٹر یونس شیخ کیپٹل ہومیو پیتھک میڈیکل کالج اسلام آباد سے بھی بطور لیکچرار وابستہ رہا۔ اسی کالج میں اس نے 2 اکتوبر 2000ء کو دوران لیکچر محسن انسانیت' فخر موجودات' رحمت عالم حضور نبی کریمؐ کی شان میں گستاخی کی اور توہین رسالت کا مرتکب ٹھہرا۔ ملزم کے خلاف اکتوبر 2000ء میں ہی تحریک تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے امیر مولانا عبدالرؤف نے تھانہ مارگلہ اسلام آباد میں ایف آئی آر درج کروائی اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔

توہین رسالت کا یہ مشہور مقدمہ اڈیالہ جیل راولپنڈی میں قائم کیمپ کورٹ میں تقریباً 10 ماہ جاری رہا جس میں ملزم یونس شیخ کو سزائے موت دی گئی۔ ایڈیشنل سیشن جج صفدر حسین ملک کی عدالت میں کیس کی سماعت کے دوران استغاثہ کی جانب سے ملزم کے خلاف 7 گواہان پیش ہوئے۔ ملزم کو اپیل کے لیے 7 روز کا وقت دیا گیا۔ یونس شیخ کو سزائے موت کے علاوہ ایک لاکھ روپے جرمانے کی سزا بھی سنائی گئی جس کی عدم ادائیگی پر وہ مزید 6 ماہ قید سخت بھگتے گا۔ دریں اثناء یہ بات بھی علم میں آئی ہے کہ ڈاکٹر یونس نے اڈیالہ جیل میں قید کے دوران شروع شروع میں اخبارات کو خطوط لکھے۔ ان خطوط میں دعویٰ کیا کہ میں بے قصور ہوں۔ میرا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے ہے۔ آٹھ ماہ ہی گزرے تھے کہ ڈاکٹر یونس نے جیل میں ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ ڈاکٹر یونس اپنے ہیومنزم پرچار کے دوران معاشرے کے مختلف افراد خصوصاً ادیبوں کے گھروں میں خط بھجواتا رہتا اور مختلف معاشرتی معاملات پر اپنی رائے کا اظہار کرتا رہا۔ اس کے خیالات اپنی نوعیت میں عجیب و غریب ہونے کے باعث نظر انداز کر دیئے جاتے۔ بہرحال کچھ ادیبوں نے اس کی ''مخصوص سرگرمیوں'' کا نوٹس ضرور لیا تھا۔

(روزنامہ ''اوصاف'' اسلام آباد 24 اگست 2001ء)

گستاخ رسول کا قتل

سعدی پارک مزنگ میں 2 مسلح نوجوانوں نے مبینہ گستاخ رسول کو اندھا دھند فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ معلوم ہوا ہے کہ کرول گھاٹی باغبانپورہ کا رہائشی مقتول 50 سالہ پروفیسر مشتاق احمد ظفر ایک ٹیوشن اکیڈمی چلاتا تھا۔ چند ماہ قبل اس نے ایک متنازعہ کتاب ''لوح لاکھ'' لکھی تھی۔ جو انگریزی میں تحریر تھی' جس پر اس کے خلاف تھانہ قلعہ گجر سنگھ میں مقدمہ درج کر لیا گیا تھا جس پر اس نے عدالت عالیہ سے اپنی ضمانت قبل از گرفتاری کروالی تھی۔ گزشتہ روز وہ عدالت عالیہ میں اپنی ضمانت کنفرم کروانے کے لیے گیا۔ وہ دوپہر کے بعد وہاں سے باہر نکلا اور ایک رکشے میں بیٹھ کر سعدی پارک مزنگ کی طرف آ رہا تھا۔ اچانک پیچھے سے آنے والے ایک اور رکشہ میں سوار 2 نامعلوم مسلح نوجوانوں نے رکشہ روک کر اس کے سر اور منہ پر گولیاں مار کر اسے موقع پر موت کے گھاٹ اتار دیا اور فرار ہو گئے۔ پولیس نے اطلاع ملنے پر موقع پر پہنچ کر ضروری کارروائی کے بعد لاش پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوا کر مقتول کے بیٹے رضا کی درخواست پر مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 7 فروری 2003ء)

پاکستان میں توہین رسالت کے قانون کی ضرورت نہیں' بشپ آف ملتان

''پاکستان میں 295 سی کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہاں کی عوام غریب ہے اسے فرصت ہی نہیں کہ وہ کسی مذہب پر انگلی اٹھائے۔ حضرت مریم کے بعد مدر ٹریسا وہ واحد خاتون ہیں جنہیں پوری دنیا ماں کہتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سب ایک ہیں' آج ہر طرف مظالم کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ ان

حالات میں ہمیں باہمی اخوت و رواداری اور برداشت کو فروغ دینا ہے۔'' اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد اجمل قادری نے کہا کہ امریکہ و عراق کے مابین لڑائی بالادست کی مجبور کے خلاف جنگ ہے۔ یہ مذاہب یا تہذیبوں کی جنگ نہیں انہوں نے کہا کہ دنیا بھر کے مذاہب صیہونیت کے مخالف جبکہ آپس میں متحد ہیں۔ ان حالات میں ضرورت ہے کہ ہم اہالیان پاکستان اتحاد اور بھائی چارے کو فروغ دیں۔ (روزنامہ اسلام 9 فروری 2003ء)

قانون توہین رسالتؐ کے خلاف پرتشدد مظاہرہ

قانون توہین رسالتؐ کے مبینہ غلط استعمال کے خلاف پانچ اقلیتی مذہبی تنظیموں پر مشتمل نئی تنظیم آل فیتھ سپریچول موومنٹ انٹرنیشنل نے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ پولیس نے مظاہرے کو روکنے کی کوشش کی تو مظاہرین نے پولیس پر پتھراؤ شروع کر دیا جس سے ڈی ایس پی سمیت درجنوں پولیس اہلکار زخمی ہوگئے جبکہ پولیس نے شیلنگ اور لاٹھی چارج کے بعد درجنوں مظاہرین گرفتار کر لیے۔ تفصیلات کے مطابق دفعہ 295 اے بی سی (قانون توہین رسالتؐ) کے خلاف نئی تنظیم آل فیتھ سپریچول موومنٹ انٹرنیشنل نے بدھ کو ایمپریس مارکیٹ صدر میں احتجاجی مظاہرہ کیا۔ دفعہ 144 کی پابندی کے باعث ایس ڈی ایم پریڈی نے مظاہرہ کرنے سے منع کیا تو ڈنڈا بردار مظاہرین نے پولیس پر دھاوا بول دیا اور پتھراؤ شروع کر دیا۔ بوتلوں کا آزادانہ استعمال بھی کیا گیا جس کے بعد پولیس کو مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس کا اندھا دھند استعمال کرنا پڑا۔ ایک گھنٹے کی کشمکش کے بعد پولیس نے راہ گیروں سمیت درجنوں مظاہرین کو گرفتار کر لیا۔

(بروزنامہ ''آواز'' لاہور 11 جنوری 2001ء)

ڈسکہ چرچ میں دھماکہ عیسائیوں نے خود کیا

جماعت اسلامی گوجرانوالہ نے چند روز قبل ہونے والی یو پی چرچ چیانوالی کے بم دھماکہ کیس پر سنسنی خیز حقائق نامہ جاری کیا ہے۔ جماعت اسلامی کے مطابق چیانوالی ڈسکہ سے ستراہ جانے والی سڑک پر واقع چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں لوگ کھیتی باڑی سے گزر اوقات کر رہے ہیں۔ جو معلومات وہاں سے حاصل ہوئی ہے ان کے مطابق بم دھماکہ کیس میں شبہ پر گرفتار کیے جانے والے قاری محمد افضل کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ جامعہ عبیدیہ تبلیغ الاسلام چیانوالی کے امام ہیں اور ان کی عمر لگ بھگ 80 برس کے قریب ہے اور وہ گزشتہ 20 برسوں سے بچوں اور بچیوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کر رہے ہیں۔ ان کی مسلمان اور عیسائی دونوں یکساں طور پر قدر کرتے ہیں اور مسلمان یا عیسائی انہیں بے قصور بھی کہتے ہیں جبکہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ قاری افضل کے بھائی فاضل نے کہا ہے کہ ان کے بے قصور بھائی کو ناکردہ گناہ کی پاداش میں گرفتار کیا ہے۔ ڈسکہ سے تعلق رکھنے والے عالم دین مولانا فیروز خان نے کہا کہ چیانوالی کا عیسائی بوٹا مسیح بچوں کو از خود گھروں سے بلوا کر عبادت کے لیے گرجا گھر لے

جاتا رہا لیکن ایک روز قبل اس نے اپنے بچے رشتے داروں کے ہاں بھیج دیئے تھے۔ مولانا محمد ایوب نے بھی اس واقعہ کو سوچا سمجھا منصوبہ قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ گھچا مسیح سترہ‘ رحمت مسیح بلواتی ویرووالا اور بوٹا مسیح چیانوالی کے رہائشی ہیں‘ جنہوں نے باہمی سازش تیار کر کے اس واقعہ کو وقوع پذیر کیا ہے لیکن اصل حقائق چھپائے جا رہے ہیں۔ دیگر عینی شاہدین کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ گھچا مسیح واقعہ سے چند منٹ کے بعد طویل فاصلہ سے جس طرح چیانولی پہنچا وہ معنی خیز ہے۔ وقوعہ میں تسکا گاؤں کی دو لڑکیاں ماری گئیں۔ ان میں ایک لڑکی بیماری کی وجہ سے طبعی موت مری لیکن گھچا مسیح اور بوٹا مسیح نے اسے بھی واقعہ سے منسوب کیا ہے۔ جبکہ پولیس رپورٹ میں درج کرایا کہ وہ بھی حیرت انگیز ہے۔ مہر محمد یوسف جو کہ زیر حراست مشتبہ ملزم قاری محمد افضل کا رشتہ دار ہے اس کے بیٹے کو بھی ملزم قرار دیا جا رہا ہے لیکن لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ بھی بے قصور ہے۔ محمد یوسف کی بیٹیوں کے بارے میں انکشاف کیا گیا ہے کہ انہیں پولیس نے زیر حراست رکھا ہوا ہے۔ متحدہ مجلس عمل ڈسکہ کے رہنماؤں مولانا محمد فیروز خان‘ ایوب خان‘ بشیر بٹ‘ مولانا محمد حیات محمدی‘ سید مشتاق حسین کاظمی نے اپنے مشترکہ بیان میں حکام بالا سے مطالبہ کیا ہے کہ بچیوں کے ساتھ ناروا سلوک بند کیا جائے اور اصل حقائق سامنے لائے جائیں۔ انہوں نے بوٹا مسیح کو اصل ملزم قرار دیتے ہوئے الزام عائد کیا کہ انہوں نے امریکن ایمبیسی تک رسائی اور ویزوں کے حصول کے سلسلہ میں یہ ساری چارہ جوئی کی ہے۔

(روزنامہ ”اسلام“ 7 جنوری 2003ء)

حکومت پنجاب جھوٹے مذہب کے بانیوں کو سزائے موت دے سرحد اسمبلی کی متفقہ قرارداد

پنجاب میں نئے مذہب کے بانیوں کی جانب سے خدائی اور نبوت کے دعوے کے خلاف سرحد اسمبلی کے ارکان نے شدید احتجاج کرتے ہوئے مرکزی حکومت کے توسط سے پنجاب حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی اور توہین رسالت کرنے والے افراد کے خلاف سخت کارروائی کرتے ہوئے ان کے خلاف 295 سی کے تحت فوری طور پر کارروائی عمل میں لائی جائے اور انہیں سزائے موت دی جائے۔ سرحد اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر اکرام اللہ شاہد کی جانب سے پیش کردہ قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ اس سے قبل اکرام اللہ شاہد نے نکتہ اعتراض پر بات کرتے ہوئے کہا کہ پنجاب میں ایک نئے مذہب کا اجراء کیا گیا ہے اور اس کے بانیوں کی جانب سے خدائی اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے سادہ لوح عوام کو گمراہ کیا جا رہا ہے جبکہ اس مذہب کی دعوت کا کام بھی جاری ہے۔ خود مجھے اس جماعت کے دعوتی خطوط ملے ہیں۔ اس لیے یہ ایوان ایک قرارداد کے ذریعے پنجاب حکومت سے مطالبہ کرے کہ وہ مذکورہ عناصر کے خلاف سخت کارروائی کرے۔ عوامی نیشنل پارٹی کے پارلیمانی لیڈر بشیر احمد بلور‘ پاکستان مسلم لیگ (ن) کے انور کمال مروت‘ پیپلز پارٹی کے

عبدالاکبر خان، شیر پاؤ گروپ کے پارلیمانی لیڈر سید مرید کاظم، صوبائی وزیر تعلیم مولانا فضل علی اور اقلیتی ممبر سرن لال نے اکرام اللہ شاہد کی حمایت کی جس پر ڈپٹی سپیکر اکرام اللہ شاہد نے ایوان میں قرارداد پیش کی جسے اتفاق رائے سے پاس کر کے وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ پنجاب حکومت کو ہدایت کی جائے کہ نئے مذہب کے بانیوں کے خلاف مقدمات درج کر کے ان کو سزائے موت دی جائے تاکہ کوئی مرتد آئندہ اس قسم کے اقدام کی جرات نہ کر سکے۔

(روزنامہ ''اسلام'' یکم جنوری 2003ء)

جمائمہ اور سلمان رشدی

شیطانی آیات کا مصنف بدنام زمانہ سلمان رشدی تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان کی اہلیہ جمائمہ کا فیورٹ نکلا اور جمائمہ خان نے برطانیہ سے اپنی تعلیمی ڈگری حاصل کرنے کے لیے جنوبی ایشیا سے متعلق جو تحقیقی مقالہ لکھا اس میں بھی سلمان رشدی کی گائیڈ لائن حاصل کی۔ تفصیلات کے مطابق جمائمہ خان جنہیں عمران خان کے ساتھ شادی کے باعث اپنی برطانیہ میں تعلیم ادھوری چھوڑنا پڑی تھی، نے شادی کے تقریباً پانچ برس بعد دوبارہ اس ادھوری تعلیم کو مکمل کیا۔ انہوں نے تحقیقی مقالہ مارچ میں یونیورسٹی میں جمع کرایا۔ جمائمہ نے اپنے اس تحقیقی مقالے کے حوالے سے خلیج ٹائمز کو انٹرویو میں کہا کہ تحقیق کے سلسلے میں جن لوگوں سے رہنمائی حاصل کی ان میں سلمان رشدی اور کمیلا شمسی بھی شامل ہیں۔ ان لوگوں سے راہنمائی حاصل کر کے بہت خوشی ہوئی۔ آن لائن نے جب اس بارے میں پاکستان تحریک انصاف کے پریس سیکرٹری سے رابطہ کر کے ان سے اس کی تصدیق چاہی تو انہوں نے جمائمہ خان یا عمران خان کے براہ راست ردعمل کو بتانے سے مکمل گریز کرتے ہوئے کہا کہ یہ جمائمہ کا اپنا فیصلہ ہے۔

ملک کی بڑی دینی جماعتوں نے تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان کی اہلیہ جمائمہ خان کی جانب سے شیطانی آیات کے مصنف سلمان رشدی کو اپنی آئیڈیل شخصیت قرار دینے پر شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ جمائما خان کے اس بیان سے واضح ہوگیا ہے کہ ان پر یہودی ہونے کے الزامات درست ہیں۔ عالمی تنظیم اہل سنت کے ناظم اعلیٰ سید شاہد گردیزی نے کہا کہ یہود و نصاریٰ زیادہ دیر اپنے آپ کو چھپا کر نہیں رکھ سکتے۔ اسی طرح جمائما بھی کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ تحریک ختم نبوت کے ترجمان مولانا انصار السلام نے کہا کہ جمائما کا یہودی خون بالآخر بول اٹھا ہے۔ وہ اپنے اس بیان کی وضاحت کریں۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر جمائما خان کی شہریت ختم کرے کیونکہ کوئی یہودی اس پاک سرزمین کا شہری نہیں ہوسکتا۔ جمعیت علماء اسلام (ف) کے رہنماء اور متحدہ مجلس عمل پنجاب کے جنرل سیکرٹری اطلاعات مولانا امجد خان اور جمعیت اہل حدیث پنجاب کے جنرل سیکرٹری شکیل الرحمٰن ناصر نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں جمائما خان کے بیان کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ جمائما کا یہ سچ قوم کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔ پاکستان اسلامی تحریک کے سیکرٹری جنرل علامہ سبطین

کاظمی نے کہا کہ یہودی مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے ہر حربہ آزماتے ہیں اور ان کا ردعمل جاننے کے لیے وہ حضور اکرمؐ اور قرآن مجید کے تقدس پر حملے کرتے ہیں۔ دریں اثناء تنظیم اسلامی کی مرکزی شوریٰ کے ممبر دفاع افغانستان و پاکستان کونسل کے سیکرٹری اطلاعات اور انجمن خدام القرآن کے جنرل سیکرٹری شمس الحق اعوان نے کہا ہے کہ جمائما کے نظریات کی ہم مذمت کرتے ہیں۔ سلمان رشدی واجب القتل ہے اور اس کے شاگرد بھی اسی سزا کے مستحق ہیں۔ بیگم مہناز رفیع نے کہا کہ تحریک انصاف کے انتخابی جلسوں میں تقریریں کرنے والی جمائما کی ذاتی شخصیت کو پارٹی سے الگ تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ناموس رسالت پر مٹنے والوں کو تحریک انصاف کے ترجمان کا یہ بیان مطمئن نہیں کرسکتا کہ یہ جمائما کا اپنا فیصلہ ہے۔ شعبہ خواتین پنجاب کی صدر بیگم نسیم لودھی نے کہا کہ تحریک انصاف کی سپانسر جمائما کی ذاتی سوچ سامنے آنے سے اس پارٹی کے قیام کے خفیہ مقاصد بے نقاب ہوگئے ہیں۔ مسلم لیگ (کیو اے) پنجاب کی نائب صدر قدسیہ لودھی نے کہا کہ بلی تھیلے سے باہر آ گئی ہے۔ سلمان رشدی کی شاگردی پر فخر کا اظہار کر کے تحریک انصاف کی ''گارڈ مادر'' نے عاشقان رسول کو تڑپا دیا ہے۔ یہ شمع رسالت کے پروانوں کے لیے چیلنج ہے۔ ناموس رسالت کا تحفظ مسلمانوں کے دین و ایمان کا حصہ ہے اس لیے کوئی مسلمان شاتم رسول کی پیروکار کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

295 سی کی آڑ میں

عیسائی برادری سے تعلق رکھنے والے بیسیوں افراد نے 295 سی کے تحت جھوٹے مقدمات کی آڑ میں امریکہ، اٹلی اور یورپی ممالک میں پناہ حاصل کر لی۔ ذرائع کے مطابق بعض نام نہاد فرضی عیسائی تنظیموں کی طرف سے جاری ہونے والی دستاویزات اور جھوٹے مقدمات کو بنیاد بنا کر یہ افراد بیرونی ممالک میں پاکستان کے لیے بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ گزشتہ دو برسوں کے دوران بیرون ملک جانے والوں میں مریم آباد شیخوپورہ کے رفائیل چمن سلیم، رفائیلی ظفر، لاہور کے فادر آسٹن، فاضلیہ کالونی کے محبوب بھٹی، رنگ ریلدوڈ شیر مسیح، جارج مسیح، جاوید شیرا، بہار کالونی کے جاوید آسٹن سمیت متعدد افراد اس آڑ میں بیرون ملک گئے اور کئی مسلمان افراد کو عیسائی ظاہر کر کے بھی بیرون ملک بھجوایا گیا ہے۔ ذرائع کے مطابق یہ افراد عیسائیوں کے حقوق کے لیے لاہور میں سرگرم ایک بڑی تنظیم اور عیسائی لیڈروں کی سفارشات پر ویزے حاصل کر کے بیرون ملک گئے تھے اور وہاں ان افراد نے پاکستان ہی سے فراہم کی گئی جعلی دستاویزات کو بنیاد بنا کر سیاسی پناہ طلب کر لی۔ ان دستاویزات میں 295 سی اور اقلیتوں پر مظالم کی جھوٹی رپورٹس شامل ہیں۔ ایک عیسائی تنظیم کے رہنما جنہوں نے گزشتہ دنوں لاہور میں امریکی انسانی حقوق کے سرکاری نمائندے کو اپنے گھر بلا کر پاکستان میں اقلیتوں پر مظالم کی خودساختہ تصویر کشی کی تھی۔ ان کی بیٹی اور ایک بیٹا بھی اس چکر میں برطانیہ میں پناہ لے چکے ہیں۔ ذرائع کے مطابق بیرونی دنیا میں پناہ لینے والے ان تمام افراد پر ملک کے کسی بھی شہر میں کسی قسم کے جرم میں ملوث ہونے کا کوئی

مقدمہ بھی موجود نہیں۔ ذرائع کے مطابق بیرون ملک جا کر پاکستان کے لیے بدنامی کا باعث بننے والے بیشتر افراد عیسائی فلاحی تنظیم کاریتاس میں ملازمت کرتے رہتے ہیں یا ان کا تعلق ان کے ساتھ رہا ہے۔ ذرائع کے مطابق انٹرنیشنل یوتھ ڈے کی تقریب میں پاکستان کی نمائندگی کے لیے جانے والا محبوب بھٹی پرائمری پاس اور ڈرائیور تھا جبکہ اس کے دوسرے چار ساتھی بھی معمولی عہدوں پر ملازم تھے۔ بیرون ملک سیاسی پناہ کے خواہش مند افراد جعلی حوالات اور جعلی پولیس اہلکاروں کی مدد سے تصاویر اور جعلی جلوس والی تصاویر بنا کر انہیں بیرون ملک بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ اس کی مدد سے سیاسی پناہ حاصل کر سکیں۔ ذرائع کے مطابق سیاسی پناہ دینے والے ممالک وہاں قائم پاکستانی سفارت خانوں یا دستاویزات کی تصدیق کی زحمت گوارا نہیں کرتے بلکہ ایسی عیسائی تنظیموں کے سفارشی خطوط اور رپورٹس پر ہی یقین کر لیا جاتا ہے۔

(روزنامہ ''انصاف'' لاہور 28 جنوری 2001ء)

ہندوؤں کی شان رسالت میں توہین

ہندو حضرت محمدؐ کے نام والی اینٹ پر نہاتے رہے۔ توہین رسالت کرنے والے ملزمان گرفتار کر لیے گئے۔ مشتعل ہجوم نے ملزمان کے گھروں پر دھاوا بول دیا۔ تفصیل کے مطابق چک نمبر 45 ڈی این بی سے ملحقہ اقلیتی کالونی میں رہائش پذیر رام چند اور کھوتیا رام نے گھر کے سامنے گلی میں نہانے کے لیے نلکا لگا رکھا ہے، جس کے فرش میں نصب اینٹوں میں سے ایک اینٹ پر رنگ سے اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا تھا جس پر بیٹھ کر ملزمان نہاتے رہے۔ گزشتہ شام صفدر علی آرائیں نے اسم محمدؐ والی اینٹ نلکے کے فرش میں نصب دیکھی اور فوراً اس کی اطلاع دیہہ ہذا کے نمبردار محمد اکرم کو دی۔ نمبردار نے اسے اینٹ اٹھا لانے کا حکم دیا۔ جس پر صفدر علی نے مولوی خدا بخش، صوفی نذیر احمد اور مظہر حسین کی موجودگی میں وہ اینٹ لا کر نمبردار کے حوالے کر دی۔ توہین رسالت کے مذموم واقعے کی اطلاع آناً فاناً گاؤں کے قریبی چکوک اور ہیڈ راجکاں میں پھیل گئی جس پر مشتعل ہجوم نے ملزمان کے گھروں کا گھیراؤ کرتے ہوئے ان کے خلاف سخت کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا۔ پولیس تھانہ ڈیراور نے مقدمات درج کر کے توہین رسالت کے مرتکب ملزمان رام چند اور کھوتیا رام کو گرفتار کر لیا ہے۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق ہیڈ راجکاں، کھتری بنگلہ میں مکمل ہڑتال کی گئی۔ کاروباری مراکز تمام دن بند رہے۔

(روزنامہ ''انصاف'' لاہور 12 جون 2001ء)

''پیپسی'' کی طرح ''نائیک'' بھی اسلام دشمن کمپنی نکلی

"NIKE" نام نہیں پیغام ہے جس کا مطلب نو اسلامک کنگ ڈم آن ارتھ

ہے، کمپنی اپنی مصنوعات کے ذریعے مسلم ممالک سے کروڑوں ڈالر کماتی ہے

یہودی کمپنی نائیک کی شرانگیزی کے خلاف مسلمان متحد ہو جائیں۔ ''نائیک'' کوئی نام نہیں

ایک پیغام ہے۔ تفصیلات کے مطابق امریکی یہودی فرم نائیک دنیا بھر اور خصوصاً مسلم ممالک میں اپنے تیار کردہ کھیلوں کے ملبوسات فروخت کر کے سالانہ کروڑوں روپے کماتی ہے۔ پیپسی کی طرح نائیک بھی کوئی نام نہیں بلکہ اسلامی ریاستوں کے خاتمہ کا ایک پیغام ہے۔ جس طرح پیپسی Pay Each Penny To Save Israil کا مخفف ہے۔ اسی طرح نائیک ایک نعرہ ہے جس کا پورا جملہ No Islamic Kingdom On Earth بنتا ہے۔ یعنی سپورٹس ملبوسات اور جوتے بنا کر مسلمانوں سے کروڑوں ڈالر حاصل کرنے والی یہودی فرم دنیا کی تمام اسلام دشمن قوتوں کو ابھار رہی ہے کہ روئے زمین پر کوئی اسلامی حکومت نہ چھوڑی جائے۔

(روزنامہ نوائے وقت 12 دسمبر 2002ء)

ملٹی نیشنل کمپنی کی طرف سے قومی پرچم کے ریپرز میں صابن کی فروخت پر عوام میں شدید اشتعال

ملٹی نیشنل کمپنی نے پاکستانی پرچم والے ریپرز میں صابن کی فروخت شروع کر دی ہے۔ جس سے شہریوں میں شدید اشتعال پھیل گیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق ایک معروف ملٹی نیشنل کمپنی نے 23 مارچ کے حوالے سے ایک پروموشن سکیم کے تحت پاکستانی پرچم والے ریپرز میں صابن کی فروخت شروع کر دی ہے اس پروموشن سکیم کا مقصد ملتان میں ایک سکول کی تعمیر کے لیے عطیات جمع کرنا ہے۔ لیکن کمپنی نے پروموشن سکیم کے تحت صابن کے نئے ریپرز جن پر دو پاکستانی پرچم بنے ہوئے ہیں کو واپس لینے کا اعلان نہیں کیا' جس کے باعث پاکستانی پرچم والے ریپرز کچرے کے ڈبوں میں پھینکے جا رہے ہیں۔ جبکہ کچرا گلیوں' گندے نالوں' ندیوں اور سڑکوں پر بھی یہ ریپرز پڑے ہوئے نظر آ رہے ہیں' جس کی وجہ سے پاکستانی پرچم کی بے حرمتی اور تقدس پامال ہو رہا ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنی کی جانب سے پاکستانی پرچم والے ریپرز میں صابن کی فروخت اور پاکستانی پرچم کی بے حرمتی پر عوام میں شدید اشتعال اور اضطراب پھیل گیا ہے۔ عوام نے نیوز ایجنسیوں کے دفاتر میں بھی فون کر کے کمپنی کے اس اقدام پر شدید احتجاج کیا ہے اور کہا ہے کہ ملٹی نیشنل کمپنی کو چاہیے کہ وہ فوری طور پر پاکستانی پرچم والے ریپرز میں صابن کی فروخت اور پاکستانی پرچم والے ریپرز کی تیاری بند کرے۔ یا پھر پروموشن سکیم کے تحت استعمال شدہ ریپرز کو واپس لینے کا اعلان کرے اور اس سلسلے میں انتظامات بھی کرے' تاکہ پاکستانی پرچم کو بے حرمتی سے بچایا جا سکے۔ عوام نے کہا ہے کہ اگرچہ کمپنی نے یہ پروموشن سکیم ایک نیک مقصد کے لیے کی ہے لیکن ملٹی نیشنل کمپنیوں کو چاہیے کہ وہ پاکستانی اقدار اور تہذیب کا بھی خیال رکھیں اور پاکستانی پرچم جیسی مقدس چیزوں کو صابن کے ریپرز سمیت دیگر مصنوعات پر شائع کرنے سے پرہیز کریں۔

(روزنامہ اسلام کراچی 3 مارچ 2003ء)

قہر الٰہی کو دعوت نہ دیجیے

دنیا بھر میں اس وقت اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے' نیچا دکھانے اور ان سے نفرت کے اظہار کے لیے اوچھے ہتھکنڈے اختیار کیے جا رہے ہیں اور اس مقصد کے لیے نت نئے طریقے وضع کیے جا رہے ہیں۔ اس طرز عمل کا ایک طریقہ اظہار اللہ کے نام' اس کے کلام قرآن مجید اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کے مقدس ناموں کی توہین اور بے حرمتی بھی ہے۔ خاصے عرصے سے مغربی ممالک میں قرآن مجید کی آیات اور مقدس اسماء پر مشتمل کپڑوں کے استعمال کی خبریں اور ان لباسوں کی تصاویر اخبارات میں شائع ہو رہی ہیں۔ گزشتہ دنوں اس کی کچھ مزید تفصیل سامنے آئی جو درج ذیل ہے:

جاپان میں قرآنی آیات کے حامل کپڑوں کی فروخت

جاپان کے شہر ٹوکیو اور اوکیوو کے تجارتی مراکز میں ایسے ملبوسات سر عام فروخت کیے جا رہے ہیں' جن میں قرآنی آیات' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے نام واضح طور پر پرنٹ ہیں۔ جاپان سے حال ہی میں وطن واپس آنے والے چمن میں مقیم پاکستانی تاجر سید صلاح الدین نے بتایا ہے کہ ٹوکیو اور اوکیوو میں عام فروخت کی جانے والی قمیصوں پر قرآنی آیات سمیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کے نام پرنٹ ہیں جو مسلمانوں کی دل آزاری کا سبب ہیں۔ ایسی ہی ایک قمیص نمونے کے طور سید صلاح الدین خرید کر لائے ہیں جسے نمائندہ امت کو دکھاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایسی دل آزار قمیصوں کی فروخت پر پاکستان سمیت عالم اسلام کی خاموشی معنی خیز ہے۔ جبکہ جاپان میں نوجوان مرد اور عورتیں ایسی قمیصیں پہن کر نائٹ کلب میں رقص و سرود کی محفل میں معروف رہتے ہیں۔ سید صلاح الدین نے بتایا کہ گزشتہ دنوں چمن میں آنے والے ایک جاپانی وفد سے سابق رکن اسمبلی مولانا عبدالغنی نے پاکستانی عوام کی جانب سے احتجاج ریکارڈ کرایا تھا مگر پاکستانی حکومت نے اس ضمن میں ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی ہے"

(روزنامہ "امت" کراچی 14 دسمبر 2002ء)

قرآن مجید اور مقدس ناموں کی توہین' ان کی کپڑوں پر چھپائی اور ان کے استعمال کے واقعات بلاشبہ قرآن مجید اور اسمائے مقدسہ کی توہین ہیں۔ سب سے زیادہ دردناک بات یہ ہے کہ یہ کپڑے پاکستان میں بھی تیار کر کے بیرونی ممالک میں سپلائی کیے جاتے رہے' جن میں ملبوسات کے علاوہ بیڈ شیٹ' یعنی بستروں پر بچھانے کی چادریں بھی شامل تھیں۔ متعدد مرتبہ ان کپڑوں کی تیاری کے

واقعات منظر عام پر آئے بلکہ بعض مرتبہ ایسی کپڑا ملوں کے مالکان کے خلاف بعض دردمند مسلمانوں نے قانونی کارروائی بھی کوشش کی۔ جسے مختلف طریقوں سے دبانے کی کوشش کی گئی۔ یہ کپڑے مرد و زن استعمال کرتے ہیں اور انہیں پہن کر غلیظ ترین مقامات پر بھی لے جاتے ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا خبر سے بھی واضح ہے۔ جبکہ بیت الخلا میں بھی ظاہر ہے کہ پہننے والا اس کے سمیت ہی جائے گا۔ اس کے علاوہ یہ کپڑے بدن کے ہر حصے سے مس ہوتے ہیں جن میں پوشیدہ حصے بھی شامل ہیں۔ نیز ان کپڑوں کو استعمال کرنے والے پاکی اور پلیدی کا بھی شعور نہیں رکھتے۔ بعض صورتوں میں بیڈ شیٹ نجاست سے ملوث ہو جاتی ہے اور پھر سب سے افسوس ناک بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ دنیا میں کھلے عام ہو رہا ہے اور مسلمانوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اس پر صرف یہی تبصرہ کیا جاسکتا ہے کہ ان حرکات سے توبہ کیجئے اور قہر الٰہی کو دعوت نہ دیجئے۔ ورنہ ایسا عذاب نازل ہوگا کہ دنیا دیکھے گی اور پناہ مانگے گی مگر اس وقت کسی کو پناہ نہیں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کے پاک نام پر عالم کا قیام وابستہ بتایا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ جب تک دنیا میں اللہ تعالیٰ کا پاک نام لیا جاتا رہے گا' اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔ لیکن یہ انسانیت کی بدبختی ہے کہ وہ اس پاک نام کی بے حرمتی میں کھلم کھلا ملوث ہو رہی ہے اور یہ واقعات خاص طور پر ان ممالک میں پیش آرہے ہیں جو دنیا میں انسانیت اور انسانی حقوق کے علمبردار یا ان کے ہمنوا ہیں۔ ہم اس رائے کا اظہار کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس وقت انسانی حقوق کے نام لیواؤں نے درحقیقت تمام انسانی قدروں کو پامال کر دیا ہے۔ اپنے خالق و مالک اور محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مندرجہ بالا طریقوں سے توہین کرنے والے کس منہ سے انسانی حقوق کا نام لیتے ہیں؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت روئے زمین پر آنے والی آفات و بلیات کی ایک بڑی وجہ اللہ اور اللہ کے رسول کی ذات' ان کے پاک ناموں اور قرآن مجید کی بے حرمتی اور توہین ہے۔ جب تک یہ سلسلہ نہیں رکتا' زمین پر شر و فساد کا دروازہ کھلا رہے گا اور جیسے ہی یہ سلسلہ رکا' روئے زمین پر بہتری کے آثار نمودار ہونے لگیں گے۔ اس سلسلے میں مسلم ممالک پر بہت اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دنیا بھر میں ایسے واقعات کے سدباب کے لیے ٹھوس بنیادوں پر کام کریں۔ یہ نہ صرف خود ان ممالک کے تحفظ اور شر و فساد سے ان کی حفاظت کا ذریعہ ہوگا' بلکہ پوری دنیا کو اصلاح و ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کا بھی ذریعہ ثابت ہوگا۔

مکہ و مدینہ کو تباہ کرنے کی اسرائیلی فوجی مشیر کی دھمکی

گزشتہ دنوں اسرائیل کی فوجی اکیڈمی کے ایک مشیر نے ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل پر حملہ ہوا تو مکہ اور مدینہ کو تباہ کر دیں گے۔ اس حوالے سے جو خبر اخبارات میں شائع ہوئی' وہ درج ذیل ہے:

400 ایٹم بم مسلم ممالک کو سبق سکھانے کے لیے تیار ہیں: اسرائیلی فوجی مشیر کی دھمکی

مسلمانوں کو یہودیوں کی حربی صلاحیتوں کا اندازہ نہیں۔ اسرائیل پر حملہ کی حماقت

کی گئی تو مقدس مقامات کو تباہ کر دیں گے۔ عبرانی اخبار کو انٹرویو۔
تل ابیب (انٹرنیٹ نیوز) اسرائیل پر حملہ ہوا تو مکہ اور مدینہ کو تباہ کر دیں گے۔ 400 بم اسلامی ممالک کو سبق سکھانے کے لیے تیار کیے تھے۔ مسلمانوں کو صہیونیوں کی حربی صلاحیتوں کا اندازہ نہیں ہے۔ صہیونی فوجی اکیڈمی کے مشیر نے اسرائیلی اخبار ہارٹس کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ اگر اسرائیل پر کسی نے حملہ کرنے کی حماقت کی تو اسرائیل مکہ اور مدینہ کو تباہ و برباد کر دے گا۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل نے 400 ایٹم بم اسلامی ممالک کو تباہ کرنے کے لیے تیار کیے ہیں۔ ہماری فوج اور جدید ہتھیار پوری دنیا کو فتح کر سکتی ہے۔ اسرائیل کے پاس ایٹمی ہتھیار استعمال کرنے کے لیے موبائل اور مستقل لانچنگ پیڈ موجود ہیں۔ حتیٰ کہ اسرائیل ایٹمی ہتھیاروں کو سب میرین سے بھی فائر کر سکتا ہے۔ مسلمانوں کو صہیونیوں کی حربی صلاحیتوں کا اندازہ نہیں ہے' اس لیے اسرائیل پر حملے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل گاجر نہیں ہے جس کو کھا لیا جائے۔ یہ لوہے کے چنے ہیں۔ جس نے بھی چبانے کی کوشش کی وہ اپنے دانت تڑوا بیٹھے گا"۔

(روزنامہ "اسلام" 14 دسمبر 2002ء)

اس سے قبل ایک امریکی صحافی نے بھی اپنے آقاؤں کو خانہ کعبہ کو تباہ کرنے پر اکسایا تھا۔ ہذیان گوئی یہودیوں کا وطیرہ ہے۔ یہودی اسلام کے بدترین دشمن اور اسلام دشمنی میں قادیانیوں کے ہم نوالہ و ہم پیالہ ہیں۔ یہودی چاہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا وجود کرۂ ارض سے مٹا دیں۔ اس کے لیے وہ عیسائیوں کو آلہ کار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور عیسائی بڑی خوشی سے ان کے آلہ کار کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور مسلمانوں کو دہشت گردی کی آڑ میں کچلنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ یہودیوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کو چار سو تو کیا چار ہزار بلکہ چار لاکھ ایٹم بموں سے بھی مکمل طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمانوں کو اس کرۂ ارض سے مکمل طور پر فنا کرنے کا سوچنے والے احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ اسرائیلی فوجی مشیر اپنی حدود کے اندر رہے تو اسی میں اس کی بہتری ہے ورنہ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن اس زمین پر ایک بوجھ کی صورت میں رہے ضرور ہیں لیکن دست قدرت وقتاً فوقتاً ایسے بوجھ سے اس زمین کو پاک کرتی رہی ہے۔ مسلم ممالک کو اس خبر پر سخت ایکشن لینا چاہیے۔

نشریاتی اداروں کی شرمناک حرکتیں

تحریک قیام پاکستان کے دوران شدت کے ساتھ یہ پروپیگنڈا کیا جاتا تھا کہ مسلمانوں کی

تہذیب و ثقافت ہندو سکھ وغیرہ غیر مسلموں سے قطعاً مختلف ہے۔ جس کے تحفظ کے لیے پاکستان کا وجود بے حد ضروری ہے۔ نیز اس سلسلے میں مسلم قومیت کے تشخص کی حفاظت کا بھی حوالہ دیا جاتا تھا کہ تقسیم ہند کے بعد مسلم مملکت الگ قائم ہوگی تو اسلام اور مسلم تشخص کا تحفظ ممکن ہوگا لیکن قیام پاکستان کے بعد اسلام، مسلم قومیت اور مسلم ثقافت کے بچاؤ کے سلسلے میں ہمارے ان اسلام اور مسلم ثقافت کے ٹھیکیداروں نے جو مساعی حسنہ انجام دی ہیں اور جو گل کھلائے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

آج پاکستان ٹیلی ویژن کے ذریعہ قوم کو جو کچھ دکھایا جا رہا ہے، اس کی بابت صرف دینی اخبارات و رسائل ہی نہیں بلکہ ملک کے تمام صحافتی ادارے زبردست احتجاج کر رہے ہیں کہ پی ٹی وی اور بھارتی ٹیلی ویژن میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہا۔ وہی ہندوانہ ناچ گانے، انہی کے انداز میں غل غپاڑہ ایک ایسے ملک کے ٹی وی پر دکھایا جا رہا ہے جس کے نام کے ساتھ اسلامی جمہوریہ کا لاحقہ بھی چسپاں ہے۔

اس سلسلے کی شرمناک مثال کی نشاندہی ہمارے ایک قاری نے کرتے ہوئے بتایا ہے کہ 16 جنوری کی شام کو ایک آئل کی مصنوعات بنانے والے ادارے کے تعاون سے پی ٹی وی پر ایک ایسا گانا نشر کیا گیا جس کا گویا سیاہ پگڑی باندھے سکھ کے روپ میں تھا اور انہی سکھوں کے لڈی ناچ اور غل غپاڑے کے انداز میں ''روز فاطمہ کہندی آ'' کے بول اس کی زبان پر تھے۔

حضرت فاطمہؓ کی اس سے بڑی توہین اور کیا ہوسکتی ہے؟ اس کے لیے کسی اور خاتون کا نام کیوں نہیں لیا گیا؟ جبکہ اپوا کی ماڈرن خواتین میں سے کسی کا نام بھی اس ''سکھ ناچے'' کی زبان سے کہلوایا جاسکتا تھا۔ پھر پی ٹی وی اور دیگر نشریاتی ادارے نہایت لچر اور اخلاق سوز ڈرامے وغیرہ ان دنوں نشر کر رہے ہیں، جبکہ امریکہ عراق اور دوسرے مسلم ممالک پر ہلاک خیز حملے کے لیے اپنے لاکھوں فوجی اور قیامت خیز اسلحے سے لدے ہوئے بحری جہاز اور بمبار طیارے خلیج روانہ کر چکا ہے اور عراق ایران کے بعد پاکستان پر بھی جنگ اور تباہی و بربادی کے کالے بادل منڈلا رہے ہیں۔ جس امریکہ نے ایک ایسے اسلامی ملک افغانستان کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا ہے اور وہاں کے فرزندان اسلام کا قتل عام کر کے پورا علاقہ نشان عبرت بنا دیا گیا ہے جس کے باشندے صدیوں سے گھریلو اسلحہ سازی میں خودکفیل تھے۔ اس کے بالمقابل پاکستان کے باشندے تو نہتے بھی ہیں اور ان پٹھانوں کی بہ نسبت جسمانی طور پر کمزور بھی۔ ایک ایسی قوم کو بہرصورت طاقتور بنانے، ان میں اسلامی تعلیم کے مطابق جذبۂ جہاد اور شوق شہادت اجاگر کرنے کے بجائے انہیں ہندو سکھ تہذیب اور ناچ گانوں کا گرویدہ بنانا قوم پر ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ وہ شرمناک حرکتیں ہیں جن کا ارتکاب پی ٹی وی کے ارباب اختیار کر رہے ہیں۔ پاکستانی سرکاری ذرائع ابلاغ کے ذمہ داران کو اپنے موجودہ طرز عمل پر نظر ثانی کر کے مسلم ثقافت کو فروغ دینے کے اقدامات کرنے چاہئیں۔ (اخبار و افکار روزنامہ اسلام 18 جنوری 2003ء)

فرشی پلاسٹک میٹ پر الحمدللہ، اسم محمدؐ اور قرآنی الفاظ کی توہین

فرشی پلاسٹک میٹ پر بنائے گئے ڈیزائن میں الحمدللہ، اسم محمد اور عالم اسلام کے مرکز شہر مکہ اور

دیگر قرآنی الفاظ مختلف مگر واضح انداز میں درج ہیں۔ ایک مخصوص کاروباری لابی کے ذریعے ایسے فرشی میٹ فروخت کیے جا رہے ہیں۔ اسلام دشمن لوگوں کی ناپاک جسارت کی وجہ سے گوجرانوالہ شہر کے مذہبی حلقوں میں شدید اضطراب کی لہر دوڑ گئی ہے۔ گوجرانوالہ کے مذہبی حلقوں نے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے گھروں، بنگلوں، کوٹھیوں اور دفاتر میں پڑے ہوئے فرشی میٹوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کریں اور ایسے فرشی میٹ جن پر ایسے مقدس نام تحریر ہوں فوراً وہاں سے اٹھا کر محفوظ کر لیں کیونکہ ان متبرک الفاظ کی حفاظت اور ان سے عقیدت ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔

(روزنامہ ''انصاف'' لاہور 27 جون 2002ء)

سگریٹوں پر اسم محمدؐ چھاپنے کی ناپاک جسارت

مارون گولڈ اور ریڈ اینڈ وائٹ سگریٹوں کے علاوہ غیر ملکی کمپنیوں نے نیل کٹر پر اسم محمدؐ چھاپنے کی ناپاک جسارت شروع کر دی۔ ملک بھر میں ان سگریٹوں کی فروخت جاری ہے جن کے فلٹروں پر واضح طور پر اسم محمدؐ چھپا ہوا نظر آتا ہے۔ مارکیٹ میں وسیع پیمانے پر ایسے سگریٹوں کی فروخت پر لوگوں میں شدید اشتعال پایا جاتا ہے۔ اسی طرح نیل کٹر پر ''گاڈ لوز پیپل'' کے الفاظ کندہ ہیں۔

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور 17 فروری 2001ء)

کلمۂ طیبہ کی بے حرمتی

آج بلدیہ حیدرآباد کے ہال میں ہنگامہ آرائی کرنے والوں کے ہاتھوں قومی پرچم کے ساتھ ساتھ کلمۂ طیبہ کی بھی بے حرمتی کی گئی۔ چند نوجوان جو ایم کیو ایم کا پرچم قومی پرچم سے بلند لگانا چاہتے تھے، اس بورڈ پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہو گئے جس پر کلمۂ طیبہ لکھا ہوا تھا اور ایم کیو ایم کا پرچم نصب کر دیا۔

(روزنامہ ''جسارت'' کراچی 6 مارچ 1987ء)

ایک پروفیسر کی ہرزہ سرائی

گورنمنٹ کالج لاہور جو ماضی میں علم و ادب کا گہوارہ تھا اور جہاں تعلیم حاصل کرنا ایک اعزاز تھا مگر خود مختاری کے بعد یہ ادارہ اپنا تشخص آہستہ آہستہ کھو رہا ہے۔ سیکولر ماحول کی وجہ سے اسلام پسند طلبہ اور اساتذہ کالج چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ کالج میں طلبہ کے لیے یونیفارم ہے مگر طالبات اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مذہبی پروگراموں پر بین ہے جبکہ موسیقی اور ناچ گانے کی مکمل آزادی ہے۔ کالج انتظامیہ نے خود مختاری کے بعد سلیبس تبدیل کر دیا ہے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں بعض اساتذہ کی طرف سے سیکولرازم کا پرچار معمول بنتا جا رہا ہے۔ گزشتہ دنوں بھی کالج کے شعبہ انگلش کے لیکچرر سجاد علی کے سیکولرازم پر مبنی لیکچر کے خلاف طلبہ نے بھرپور احتجاج کیا۔ طلبہ نے الزام عائد کیا ہے کہ مذکورہ لیکچرر کا کہنا ہے کہ قیام

پاکستان محض ایک ڈرامہ تھا۔ کسی انسان کو اچھائی کا ٹھیکیدار نہیں بننا چاہیے۔ شادی کا بندھن نہیں ہونا چاہیے۔ اسلام کیسا مذہب ہے کہ اس کے مطابق آپ دوسری عورت کا چہرہ نہیں دیکھ سکتے۔ ہلکی ہلکی شراب نوشی سے ذہنی استعداد بڑھ جاتی ہے۔ موجودہ سائنسی دور میں قرآن کی تعلیمات (نعوذ باللہ) پرانی ہو چکی ہیں۔ علامہ اقبال نے ملٹن کی نقل کی۔ اسلام سے اس قدر بھی متاثر نہیں ہونا چاہیے کہ آپ کی ساری عمر جہاد میں گزر جائے۔ طلبہ کا کہنا ہے کہ مذکورہ نظریات کی تعلیم سے معصوم طلبہ کے ذہن خراب کیے جا رہے ہیں اور اسلامی ملک میں اس طرح کی تعلیم دینا کہاں کا انصاف ہے اور اسلامی مملکت میں اسلام دشمن نظریات کا پرچار کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ ''انصاف'' نے مذکورہ لیکچرر کا موقف معلوم کرنے کے لیے گورنمنٹ کالج کے شعبہ انگلش رابطہ کیا تو پروفیسر سجاد علی نے خبر پر اپنا موقف دینے سے انکار کر دیا اور کہا ''سوری میں کچھ نہیں کہہ سکتا''۔

(روزنامہ ''انصاف'' لاہور 9 جون 2001ء)

لیبر پارٹی کے سیمینار میں مقررین کی زہر افشانی

لیبر پارٹی کے زیر اہتمام گزشتہ روز لاہور پریس کلب میں ''جنگ نہیں امن'' کے موضوع پر سیمینار میں مقررین نے اصل موضوع کے بجائے دینی و مذہبی تنظیموں کو دہشت گرد قرار دے کر کڑی تنقید کی۔ توہین رسالتؐ کے قانون 295 سی کو غیر منصفانہ اور ''کالا قانون'' قرار دیا اور اسلامی نظریاتی کونسل کو متعصب قرار دے کر اس کے خاتمہ کا مطالبہ کیا۔ سیمینار میں قیام پاکستان کو برصغیر کو تقسیم کرنے کی کوشش اور امن تباہ کرنے کی سازش قرار دے کر دو قومی نظریے کی توہین اور ملکی آئین کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی گئی۔ سیمینار میں مخلوط انتخابات کے انعقاد اور تمام دینی مدارس کو قومی تحویل میں لینے کا بھی مطالبہ کیا گیا۔ لیبر پارٹی کے مرکزی سیکرٹری جنرل فاروق طارق نے کہا کہ صدر جنرل پرویز مشرف نے اپنی پالیسیوں میں یوٹرن قومی مفاد میں نہیں بلکہ اپنی حکومت بچانے کے لیے کیا۔ 11 ستمبر کے بعد تقریر میں انہوں نے مقبوضہ کشمیر میں جدوجہد کو آزادی کی تحریک اور اب کی تقریر میں اسے دہشت گردی قرار دیا مگر دہشت گردی کا مقابلہ دہشت گردی سے نہیں کیا جاسکتا۔ تمام مذہبی تنظیمیں دہشت گرد ہیں۔ مذہبی جماعتوں کی مقبوضہ کشمیر میں قتل و غارت کا طریقہ کشمیر کی آزادی کے لیے موثر ثابت نہیں ہوا۔ ایک مقرر نے کہا کہ 65' 71 اور کارگل کی جنگ نے بھارت اور پاکستان کو سوائے بھوک' غربت اور دکھوں کے کچھ نہیں دیا۔ ان جنگوں میں دونوں جانب فتح کے شادیانے بجا کر عوام کو بے وقوف بنایا گیا۔ لیبر پارٹی لاہور کے چیئرمین معین نواز پنوں نے کہا کہ برصغیر کو تقسیم کر کے اس خطے میں امن کو تباہ کرنے کی بنیاد 47ء میں ہی ڈال دی گئی تھی۔ جس وقت برصغیر کو تقسیم کیا جا رہا تھا لوگوں کو آپس میں لڑوا دیا گیا۔ قیام پاکستان کی بنیاد ہی امن کو تباہ کر کے پڑی جس کا نتیجہ اب تک ہم بھگت رہے ہیں۔ عذرا شاد نے کہا کہ 10 ارب ڈالر مذہبی تنظیموں کو دے کر پہلے انہیں مضبوط کیا گیا۔ سیف الرحمٰن' مقبول کھرل' ساجد بلوچ' حشمت علی

ایڈووکیٹ اور محمود بٹ نے کہا کہ 54 سالہ دور میں یہاں۔ آئی ایس آئی اور سی آئی اے نے ملاؤں کو پروموٹ کیا۔ سیمینار سے دوست محمد ضیا' یوسف بلوچ' عابدہ بشیر بٹ' رومانہ شبنم' انور بھٹی' محمد انور ناز' قمر ڈوگر' رانا جاوید اقبال اور مقبول کھرل نے بھی خطاب کیا۔ (روزنامہ ''خبریں'' لاہور 16 جنوری 2002ء)

امریکی ناپاک سازش

امریکہ نے ایک کتاب بنام ویسٹرن سویلائزیشن کے مختلف ایڈیشن پاکستان کی یونیورسٹیوں میں بطور تحفہ پہنچا دیئے ہیں جن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرضی تصاویر ہیں۔ (نعوذ باللہ) مغربی تہذیب نامی کتاب کے صفحہ نمبر 283 پر حضرت محمد ﷺ کی تصویر ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھے اپنا جانشین مقرر کرتے دکھایا گیا ہے۔ ساتھ حضرت فاطمہؓ بھی ہیں۔ کتاب میں نبی ﷺ کی تاریخ پیدائش میں ابہام پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایشیا بک فاؤنڈیشن نے یہ کتابیں ایڈن برگ لائبریری سے حاصل کر کے پاکستان کی یونیورسٹیوں کو تحفتاً دی ہیں جو کہ لائبریریوں میں موجود ہیں۔ کتاب کے صفحہ 72 اور 73 پر حضرت محمد ﷺ کی عیسائی راہب سے ملاقات دکھائی گئی ہے۔ ایک اور تصویر میں نبی ﷺ کو گھوڑے پر دکھایا گیا ہے اور حضرت جبرئیل کو بھی دکھایا گیا ہے۔ تیسری تصویر میں کفار آپ ﷺ کے سامنے ہتھیار ڈالے کھڑے ہیں اور ایک تصویر میں حضرت محمد ﷺ کو حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق ان کتب کے تین ایڈیشن پاکستان آ چکے ہیں اور ان کی قیمت بہت کم رکھی گئی ہے۔ جبکہ یونیورسٹیوں' کالجوں اور سکولوں کو تحفتاً مفت فراہم کی گئی ہے۔

(روزنامہ ''انصاف'' لاہور 9 ستمبر 2001ء)

قرآنی آیات والی پتلونیں

امریکہ میں قرآنی آیات والی پتلونوں کی فروخت پر مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا ہے۔ یہ پتلونیں لزکلیبورن ان کارپوریٹڈ نامی مشہور کمپنی نے تیار کرائی ہیں جن کے عقبی حصے پر قرآنی آیات چھاپی گئی ہیں۔ ڈونا کیرنز مارکہ نامی مشہور پتلونیں جینز سے تیار کی جاتی ہیں اور پوری دنیا میں ان کی بیحد مانگ ہے۔ لیکن ان کے تازہ ترین غیر ذمہ دارانہ اور توہین آمیز متعصبانہ اقدام کے باعث ان کی فروخت شدید متاثر ہوئی ہے۔ لزکلیبورن کمپنی نے گزشتہ ماہ امریکی مارکیٹ میں ایسی 8 ہزار پتلونیں فروخت کے لیے پیش کی تھیں۔ کمپنی کا کہنا ہے کہ انہوں نے یہ آیات عام قسم کے بے ضرر ڈیزائن سمجھ کر پتلون پر پرنٹ کرائی تھیں۔ تاہم ڈیزائن تیار کرنے والی کمپنی نے انہیں بتایا تھا کہ مذکورہ نمونہ بیت المقدس کے گنبد سے لیا گیا تھا جس کو ڈونا کیرنز کی پتلونوں کی عقبی جیب پر چھاپا گیا۔

(روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 10 جنوری 2001ء)

توہین رسالت پر مبنی کارٹون فلموں کی کھلے عام فروخت

بعض اخباری اطلاعات کے مطابق اس وقت پاکستان میں کمپیوٹر کی سی ڈی پر انبیائے کرام

علیہم السلام کے بارے میں گستاخی اور توہین رسالت پر مبنی کارٹون فلمیں کھلے عام فروخت ہو رہی ہیں' جن میں انبیائے کرام علیہم السلام کی کردار کشی کرتے ہوئے انہیں انتہائی نازیبا حالت میں دکھایا گیا ہے۔
اس واقعہ کی تفصیلات جاننے کے لیے درج ذیل خبر ملاحظہ فرمائیے:

''خلاف اسلام فلموں پر پابندی کے باوجود پیغمبروں کے بارے میں قابل اعتراض کارٹون فلموں کی کھلے عام فروخت' یہودی فلم کمپنی نے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کارٹون فلموں کی سی ڈی ریلیز کر دی' دونوں پیغمبران کو ناچتے ہوئے اور بوس و کنار کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے' حکومت پاکستان نے انبیاء کرام کی تصاویر اور فرضی مضمون کی اشاعت پر مبنی مواد پر پابندی لگا رکھی ہے دل آزار کارٹون فلمیں یہودی سازش کا حصہ ہیں۔

یہودی اور مغربی حلقے کارٹون فلموں کے ذریعے مسلمانوں کی نئی نسل کو انبیاء علیہم السلام کے بارے میں قرآنی تعلیمات کے منافی داستانیں سنا کر گمراہ کرنے کی سرگرمیوں میں کھل کر مصروف ہیں۔ دنیائے اسلام' مسلمان ملکوں کے خلاف امریکی جارحیت ہی کی طرح اس تہذیبی جارحیت پر بھی مکمل بے حسی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ ان فلموں میں پیغمبروں کو رقص کرتے اور بوس و کنار کرتے ہوئے دکھانے کی جسارت سے بھی اجتناب نہیں کیا گیا۔ ''ڈریم راکس'' نامی ایک فلم ساز ادارے کی ''پرنس آف اجپٹ'' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ''جوزف کنگ آف ڈریمز'' حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں دو کارٹون فلمیں پاکستان میں کھلے عام دستیاب ہیں۔ ان فلموں کی سی ڈی THX نامی کمپنی نے جاری کی ہے۔ بچے چونکہ کارٹون فلموں کے کہیں زیادہ شوقین اور مداح ہوتے ہیں اور کارٹون فلموں کے ذریعے پہنچائی جانے والی معلومات اور حرکات کو تیزی سے قبول کرتے ہیں' اس لیے مغرب نے مسلمانوں کے ساتھ تہذیبی تصادم کو آگے بڑھانے کے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں کی نئی نسل کو انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں اسلامی و قرآنی تعلیمات کے منافی واقعات کے ذریعے بچوں کے ذہنوں کو اسلام اور قرآن سے بدظن کرنے کی کوششیں تیز کر دی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں مغرب کی طرف سے جاری کردہ دونوں کارٹون فلموں میں نہ صرف انبیائے کرام کی توہین کی گئی ہے بلکہ انہیں رقص اور بوس و کنار جیسی حرکتوں کا مرتکب دکھا کر انبیاء کی حرمت کو مجروح کرنے کی بھی سازش کی گئی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ''جوزف کنگ آف ڈریمز'' یوسف خوابوں کا شہزادہ نامی فلم میں حضرت یوسف علیہ السلام کی پیدائش ہی نہیں بلکہ ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اور والدہ کو بھی دکھایا گیا ہے۔ عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے جنسی ترغیب کے حوالے سے جیل سے رہائی کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی اس خاتون سے شادی دکھائی گئی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اس خاتون سے نہ صرف بوس و کنار کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے بلکہ اس خاتون کو حضرت یوسف علیہ السلام کے بچے کی ماں دکھایا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ''پرنس آف اجپٹ'' مصر کا شہزادہ کے نام سے بنائی جانے والی کارٹون فلم میں حضرت موسیٰ علیہ

السلام کی طرف سے فرعون کو باپ کہہ کر مخاطب ہوتے دکھایا گیا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن انہیں بتاتی ہیں کہ وہ فرعون کے بیٹے نہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پر تشدد کرتے دکھائے گئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کے بیٹے رامسس کے ساتھ غیر معمولی دوستی دکھائی گئی ہے' دونوں اکٹھے کھیلتے کودتے ہیں اور جب قیدیوں پر ظلم کرنے والے شخص کی اپنے ہاتھوں ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے فرار ہو رہے ہوتے ہیں تو رامسس فرعون انہیں بار بار روکتا ہے اور انہیں باپ سے معافی دلوانے کا وعدہ کرتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی بہن سے شادی اور کوہ طور پر اللہ سے کلام کا شرف حاصل کرنے کے بعد بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام رامسس کے محل پہنچتے ہیں۔ درباری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قاتل ہونے کا حوالہ دیتے ہیں لیکن رامسس انہیں مکمل معاف کر دیتا ہے۔ قبل ازیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے شادی کے موقع پر حضرت شعیب اور ان کی تمام بیٹیاں رقص کرتی اور گاتی ہیں اور کوہ طور پر جب اللہ انہیں اپنا نبی بنانے کا اعلان کرتا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنے بجائے رامسس فرعون کو نبی بنائے جانے کی بات کرتے ہیں۔ فلم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف سے فرعون رامسس کے بارے میں کہلوایا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خدا کے دعووں کے باوجود رامسس کے پاس بھی یکساں صلاحیت اور طاقت موجود ہے۔ ان فلموں کا مقصد مسلمان بچوں کی انبیاء کے بارے میں قرآنی تعلیمات' کردار اور احترام کے بارے میں برین واشنگ کر کے انہیں یہ باور کرانا ہے کہ کوئی غیر معمولی شخص کردار والا شخص نہیں ہوتا بلکہ عام سا انسان ہوتا ہے جو ناچتا گاتا' شاہی کروفر سے مرعوب ہوتا ہے' شاہوں کی صحبت کا طلبگار ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے حقیقی رشتوں پر ظاہری رشتوں کو ترجیح دینے والا اور بوس و کنار کرنے والا ایک عام سا شخص ہوتا ہے۔ انبیائے کرام کی تصویریں اور تشبیہیں بنانا مغرب کا عمومی رویہ رہا ہے۔ وہ فلموں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے کردار دکھاتے رہتے ہیں۔ حکومت پاکستان نے انبیائے کرام کی تصاویر اور ان کے بارے میں فرضی مضمون کی اشاعت پر مبنی مواد اور لٹریچر کی پاکستان میں آمد پر پابندی لگا رکھی ہے لیکن یہودیوں نے انبیائے کرام کے بارے میں توہین آمیز کارٹون فلموں کے اجراء اور اسلامی اور قرآنی تعلیمات کے خلاف مغرب کی اسلام دشمنی کو فروغ دینے کے لیے سی ڈیز کا راستہ اپنایا ہے۔ ایک طرف تو امریکہ مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے کر مسلمان ملکوں کے خلاف عسکری جارحیت جاری رکھے ہوئے ہے اور دوسری طرف پیغمبروں کے بارے میں کارٹون فلموں کے ذریعے پیغمبروں کو مذاق بنا کر پیش کیا جا رہا ہے' تاکہ کارٹون فلموں کے ذریعے مسلمان بچوں کو گمراہ کیا جاسکے اور اسلامی و قرآنی واقعات پر ان کا یقین و اعتماد ختم ہوسکے۔ یہ فلمیں اسلام کے خلاف مغربی دنیا کی مذہبی و نظریاتی اور تہذیبی یلغار کے سلسلے کی کڑیاں ہیں۔''

(روزنامہ ''خبریں'' کراچی 26 فروری 2003ء)

اس قسم کے واقعات پاکستان میں اسلام کے خلاف ہونے والی بھیانک سازش کی نشاندہی

کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کارٹون فلموں کی ملک میں درآمد کے ذمہ دار کسی قیمت پر مسلمان نہیں ہو سکتے بلکہ یہ وہی لوگ ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان سے اسلام کو نعوذ باللہ مٹا دیا جائے اور یہاں پر کوئی اللہ کا نام لینے والا باقی نہ رہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں کھلے عام یہ قبیح ترین فعل ہو رہا ہے اور بچے اور بڑے ان کارٹون فلموں کو دیکھ کر عقائد و اعمال کی بربادی اور اخلاق کی تباہی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور حکومت کو اس کی کوئی خبر نہیں۔ حکومتی کار پردازوں کو دیگر واقعات تو فوراً نظر آ جاتے ہیں لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کی گستاخی پر مبنی توہین رسالت کے واقعات کے خلاف جب تک عوام آواز نہ اٹھائیں' ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ یہ مجرمانہ غفلت ہے۔ جس ملک میں انبیائے کرام علیہم السلام کا مذاق اڑایا جائے (نعوذ باللہ)' ان کی توہین پر مبنی کارٹون فلمیں کھلے عام فروخت ہوں اور بچے اور بڑے انہیں دیکھتے ہوں' وہاں اللہ کا عذاب نہیں آئے گا تو اور کیا آئے گا؟ حکومت فوری ایکشن لے کر ان کارٹون فلموں کی درآمد اور انہیں رکھنے اور دیکھنے پر مکمل پابندی عائد کرے اور اس کے لیے فی الفور قانون سازی کرے' نیز ایسی فلموں کے دیکھنے کو قابل تعزیر جرم قرار دے۔ متحدہ مجلس عمل کے قائدین اور ارکانِ اسمبلی پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کے واقعات کے سدباب کے لیے اسمبلی میں اور اسمبلی کے باہر اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

تحریف شدہ قرآن

امریکہ میں انگریزی زبان میں ترجمہ وتفسیر کے ساتھ طبع ہونے والے قرآن مجید میں آیات حذف کر دیں اور حذف شدہ قرآن مجید کے نسخے پاکستان سمیت پوری دنیا میں تقسیم کر دیئے گئے۔ ڈاکٹر راشد خلیفہ نامی ایک ملعون شخص نے قرآن کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے اس میں سے سورہ توبہ کی آخری دو آیتیں 127' 128 نکال دیں۔ انگریزی زبان میں شائع ہونے والا قرآن مجید کا ناشر ادارہ ٹکسن (Tucson) اسلامک پروڈکشنز ہے اور اس کا ٹائٹل اس طرح ہے۔ Quran: The Final Testament authorized English Version with the Arabic text / translated from the original by Rashed Khalefa Phd. قرآن مجید میں آیات کی حذف کی سازش کے بارے میں گمان ظاہر کیا گیا ہے کہ اس میں قادیانیوں اور یہودیوں کا ہاتھ ہوسکتا ہے کیونکہ جن دو آیات کو قرآن مجید سے نکالا گیا ہے' وہ خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی رسالت کے اعلان اور اس سے انکار کرنے والوں کے بارے میں ہے۔ اس جسارت کا مقصد قرآن کریم کی حیثیت کو لوگوں کے سامنے مشکوک بنانا اور لوگوں کے ایمان کو صحیفہ آسمانی کے بارے میں متزلزل کرنا ہے اور اس کی آڑ میں سارے صحیفہ قرآن میں حذف کرنا ہے۔ (روزنامہ ''انصاف'' لاہور 15 نومبر 2001ء)

فرانس میں توہین مذہب کا مقدمہ

فرانس میں بھی توہین مذہب کا ایک مقدمہ عدالت میں چلایا گیا ہے اور عدالت میں گرما گرم

جنگ شروع ہوگئی ہے۔ دائیں بازو کے کیتھولک عیسائی گروپ کی طرف سے الزام لگایا گیا ہے کہ ایک فلم پوسٹر کے ذریعے جس میں صلیب اور نازیوں کے سواستیکا کو اکٹھا دکھایا گیا ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی گئی۔ اس اقدام کے بعد عیسائیوں اور آزادی اظہار کے حامیوں کے درمیان زبردست جنگ چھڑ گئی۔ یہ پوسٹر فلم AMEN کا ہے جو یونانی نژاد ڈائریکٹر کونسٹانٹینوس کوسٹا گیوراس نے تیار کی۔ فلم گزشتہ ہفتے برلن فلم فیسٹیول میں دکھائی گئی اور 27 فروری سے فرانس میں اس کی نمائش شروع ہوگی۔ انگریزی زبان میں یہ EYE WITNESS کے نام سے دکھائی جائے گی۔ پوسٹر میں ایک پادری اور ایس ایس افسر دکھایا گیا ہے جو صلیب لہرا رہے ہیں۔ فلم میں کیتھولک چرچ کے 21 ویں صدی کے کردار کا ذکر ہے جب پوپ پائس XII نے یہودیوں کے دفاع یا نازیوں کے ہاتھوں ان کے قتل عام کی مذمت سے انکار کر دیا تھا تاہم عیسائی گروپ نے فلم پر کوئی اعتراض نہیں کیا لیکن پوسٹر کے خلاف شکایت دائر کر دی۔

(روزنامہ ''انصاف'' لاہور 20 فروری 2002ء)

نیا سلمان رشدی

مصر میں علماء نے ایک شامی مصنف حیدر حیدر کو نیا سلمان رشدی قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف سخت احتجاج کیا ہے جن کے مطابق حیدر نے اپنے ناول میں (نعوذ باللہ) خدا اور نبی کریمؐ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ مسلمانوں کی بڑی تنظیم الازہر اور اسلام پسند مصنفین کا گزشتہ روز قاہرہ میں اسلامک سوشلسٹ لیبر پارٹی کے ہیڈ کوارٹر میں ایک اجلاس ہوا جس میں ناول پر سخت غم و غصے کا اظہار کیا گیا۔ پارٹی کے ترجمان اخبار ہفت روزہ ''اشہاب'' نے مصنف اور ناول (Feast Of Sea Algae) کا نیا ایڈیشن شائع کرنے والی مصری وزارت ثقافت کے خلاف مہم کا آغاز کر رکھا ہے۔ جمعہ کے ایڈیشن میں اخبار ''اشہاب'' نے مصر کے صدر حسنی مبارک سے مطالبہ کیا کہ وزیر ثقافت فاروق حسنی کو ناپاک جسارت پر برطرف کیا جائے تاہم دوسری طرف وزیر ثقافت نے غلطی تسلیم کرتے ہوئے ناول کو فوری طور پر دکانوں سے ہٹانے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے واقعہ کی تحقیقات کے لیے ایک کمیٹی بھی تشکیل دی ہے تاکہ ناول شائع کرنے کے ذمہ داروں کو سزا دی جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ ہم مذہب پر حملہ کرنے والوں کو برداشت نہیں کریں گے۔ (روزنامہ ''جنگ'' لاہور 6 مئی 2000ء)

امریکی پادریوں کی شرانگیزیاں

5 اکتوبر 2002ء کو امریکی پادری اور سینئر جیری فال ویل نے امریکی ٹیلی وژن سی بی ایس پروگرام سکسٹی منٹس میں پیغمبر اسلام کو نعوذ باللہ دہشت گرد قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ نے محبت کا درس دیا جبکہ پیغمبر اسلام اس کے برعکس نعوذ باللہ تشدد پسند جنگجو اور دہشت گرد تھے۔ سی بی ایس ٹیلی وژن نے اس انٹرویو کا جو حصہ پریس میں جاری کیا ہے اس میں جیری فال ویل نے امریکی عیسائیوں کی جانب سے اسرائیل کی حمایت کرتے ہوئے پیغمبر اسلام کے بارے میں مذکورہ کمنٹس دیئے

جس نے دنیا بھر کے مسلمانوں میں شدید غم و غصہ کے ملے جلے جذبات پیدا کر دیئے۔ جیری فال ویل نے انٹرویو میں یہ بھی کہا کہ ''عیسیٰ (علیہ السلام) نے محبت کی مثال قائم کی اور موسیٰ (علیہ السلام) نے بھی یہی کیا۔ میرا خیال ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے بالکل الٹ مثال قائم کی''۔ امریکہ کے ایسوسی ایٹڈ پریس (اے پی) کو ٹیلیفون پر انٹرویو دیتے ہوئے جیری فال ویل نے اپنی بدترین بکواسات کا اعادہ کیا اور کہا کہ ان سے سی بی ایس ٹیلی وژن کے نمائندے سائمن نے براہ راست پوچھا تھا کہ کیا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ''دہشت گرد'' تصور کرتے ہیں؟ جس کا انہوں نے انتہائی بدبختی کا جواب دیا۔

گذشتہ دنوں امریکی ریاست ٹیکساس میں ایک بلیو پرنٹ فلم بنائی گئی ہے جسے نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا گیا ہے۔ فلم کا نام (نعوذ باللہ) ''سیکس لائف آف محمد'' رکھا گیا ہے۔ امریکی ہفت روزہ ''ہوسٹن پریس'' نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس کے مطابق ایک امریکی فلم تقسیم کار ادارہ یہ فلم ریلیز کرے گا۔ اس اشتہار کی اشاعت پر ٹیکساس کے مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور تقریباً 100 مسلمانوں نے مذکورہ ادارے کے دفتر پر احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے مذکورہ فلم کو ریلیز نہ کرنے اور فلم ساز سے اس گستاخی پر مسلمانوں سے معافی مانگنے کا مطالبہ کیا۔ مگر مذکورہ فلم ساز ادارے کے ذمہ داروں نے ان مطالبات کو رد کرتے ہوئے مظاہرین کو روکنے کے لیے پولیس سے مدد طلب کر لی۔

امریکہ کے دارالحکومت واشنگٹن سے شائع ہونے والے کثیر الاشاعت روزنامے واشنگٹن پوسٹ نے اپنی 6 اکتوبر کی اشاعت میں امریکی پادری جیری فال ویل کی جانب سے نبی کریمؐ کی شان میں توہین آمیز الفاظ کے استعمال اور انہیں دہشت گرد قرار دینے پر اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے اپنے اداریہ میں امریکی صدر بش پر زور دیا ہے کہ وہ جیری فال ویل سمیت دیگر عیسائی مذہبی رہنماؤں فرینکلن گراہمؔ پیٹ رابرٹس وغیرہ کے اسلام کے بارے میں متنازعہ بیانات کے بارے میں خاموشی اختیار کرنے کی بجائے اپنے موقف کی وضاحت کریں کہ یہ ان کا موقف نہیں ہے۔ یہ افراد صدر بش کے قریب ترین ساتھی شمار ہوتے ہیں۔ صدر بش کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان افراد کی جانب سے اسلام کی غلط عکاسی کرنے پر اپنی خاموشی توڑیں اور برداشت اور رواداری کے اپنے مسلک اور ان افراد کی بدزبانی کے درمیان فاصلہ پیدا کریں۔ فال ویل رابرٹسن اور گراہم وغیرہ کی ان حرکتوں سے صدر بش کا نظریں چرا لینا ان کی غلط تعلیمات کو جائز قرار دے دینا ہے۔

دفتر خارجہ پاکستان کے ترجمان عزیز احمد خان نے پریس بریفنگ سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکہ میں بعض حکومتی اہلکار اور دیگر لوگ اپنے انٹرویوز میں پیغمبر اسلام کے حوالے سے جو باتیں کر رہے ہیں اس پر پاکستان سخت احتجاج کرتا ہے۔ ہم نے او آئی سی کو بھی کہا ہے کہ وہ پیغمبر اسلام کے بارے میں توہین آمیز رویے کا سختی سے نوٹس لے اور متحد ہو کر اس کے خلاف کارروائی کرے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اعتدال پسند اسلامی جمہوری ملک ہے اور وہ حضرت محمد ﷺ کی شان میں کسی کی بھی گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتا۔

ملائیشیا کے وزیراعظم مہاتیر محمد نے بھی جیری فال ملعون کو پاگل قرار دیا ہے۔ جبکہ امریکہ میں کئی مسلم تنظیموں نے سرکردہ امریکی رہنماؤں پر زور دیا ہے کہ وہ اس معاملے پر خاموش نہ رہیں۔ بی بی سی کے مطابق ملعون امریکی پادری کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے خلاف گزشتہ روز امریکہ میں مسلمانوں نے زبردست احتجاجی مظاہرے کیے جن میں امریکہ پر زور دیا گیا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات ادا کرنے والے ملعون امریکی پادری کے خلاف کارروائی کرے۔ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتے۔ علاوہ ازیں اب تک کسی اور قابلِ ذکر مسلمان ملک نے امریکہ کے خلاف کسی بھی قسم کا احتجاج نہیں کیا جو انتہائی قابلِ افسوس ہے۔

دارالحکومت سری نگر میں سینکڑوں نوجوانوں نے احتجاجی مظاہرہ کرتے ہوئے امریکی سینٹر کے خلاف نعرے لگائے اور سیکیورٹی فورسز پر پتھراؤ کیا۔ سری نگر سمیت متعدد چھوٹے بڑے شہروں میں دکانیں اور کاروباری ادارے بند رہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوتؐ کے قائدین اور دیگر ممتاز مسلم مذہبی رہنماؤں مولانا خواجہ خان محمد، مولانا سلیم اللہ خان، ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، مفتی نظام الدین شامزئی نے امریکہ کے عیسائی مذہبی رہنما جیری فال ویل کی جانب سے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کی شدید مذمت کرتے ہوئے امریکی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ مذکورہ عیسائی مذہبی رہنما کے خلاف فوری ایکشن لے ورنہ عالمی امن تہہ و بالا ہو جائے گا اور عیسائیت کے خلاف عالمی سطح پر ایسی تحریکیں اٹھیں گی جن سے دنیا بھر سے عیسائیت کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ پیغمبر اسلام کو دہشت گرد قرار دینے والا شاتم رسولؐ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جیری فال ویل نے دنیا بھر میں بسنے والے ایک ارب بیس کروڑ سے زائد مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو اتنی شدید ٹھیس پہنچائی ہے جس کی تلافی کسی طور پر ممکن نہیں۔ عیسائی مذہبی رہنما مسلمانوں کے صبر و تحمل کا امتحان نہ لیں ورنہ مسلم دنیا شاتم رسول سے نمٹنا جانتی ہے۔

6 نومبر 2002ء کو امریکہ کے دو پادریوں ریورڈ پیٹ رابرٹسن اور فالویل نے ٹی وی اور انٹرنیٹ پر اسلام کے خلاف شدید ہرزہ سرائی کی۔ 13 نومبر 2002 کو ٹیلی وژن پر مذہبی تقریریں کرنے والے ایک معروف امریکی پادری، مبلغ اور مذہبی مبصر بدبخت پیٹ رابرٹسن نے اسلام کے خلاف شرانگیز اور متنازع تقریر کی جس سے عالم اسلام میں شدید رنج و غم کی لہر دوڑ گئی۔

یروشلم کے میئر ایہود اولمرٹ (Ehud Olmert) نے بدنام زمانہ شاتم رسول امریکی عیسائی رہنما اور ٹی وی مبلغ پیٹ رابرٹسن کو اسرائیل کی حامی تنظیم ”نیو یروشلم فنڈ“ کے لیے فنڈ جمع کرنے والی عیسائیوں کی ایک تنظیم کا عہدیدار نامزد کیا ہے۔ پیٹ رابرٹسن نے گزشتہ دنوں فاکس نیوز کے ایک ٹی وی پروگرام میں پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ”مکمل جنونی، رہزن اور قاتل“ قرار دیا تھا جس کے خلاف امریکہ سمیت دنیا بھر میں شدید ردعمل سامنے آیا تھا۔

توہین رسالت کے خلاف مظاہرہ کرنے پر 33 طلبہ کو سکول سے خارج کرنے کا فیصلہ

دنیا بھر میں مسلمانوں پر ظلم اور توہین رسالت کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کرنے والے سینٹ پیٹرکس سکول کراچی کے 33 طلبہ و طالبات کو امریکی دباؤ پر سکول سے خارج کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے جس کی وجہ سے بچوں کا مستقبل تاریک ہونے کا خدشہ ہے۔ تفصیلات کے مطابق چند روز قبل سینٹ پیٹرکس سکول اور دیگر سکولوں کے اے لیول اور او لیول کلاسز سے تعلق رکھنے والے طلبہ و طالبات نے امریکہ اور مغربی ممالک اور بھارت کی جانب سے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم اور امریکی پادری کی جانب سے حضرت محمدؐ کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے کے خلاف کراچی پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا تھا۔ ذرائع کے مطابق امریکی قونصلیٹ کے دباؤ پر سینٹ پیٹرکس سکول سے تعلق رکھنے والے 33 طلبہ و طالبات کو ایک ہفتہ کے لیے معطل کر دیا اور سکول کی انتظامیہ بچوں کو سکول سے خارج کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ سکول میں اے لیول کے انچارج انچوارئر نے بچوں کو دھمکیاں دینا شروع کر دی ہیں کہ انہیں امریکی پادری کے خلاف مظاہرہ کرنے کا سبق سکھایا جائے گا۔ واضح رہے کہ آئندہ چند ہفتوں میں طلبہ و طالبات کے امتحانات ہونے والے ہیں جس سے طلبہ اور والدین میں سخت تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے۔ ذرائع نے بتایا کہ طلبہ و طالبات نے سکول کے فادر پالٹ سے اس مظاہرہ کی باقاعدہ اجازت لی تھی اور مظاہرہ سکول کے اوقات کے بعد کیا گیا۔ طلبا کے والدین نے سزا پر سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے بچوں نے محبت رسولؐ کے جذبہ کے تحت شان رسالتؐ میں گستاخی پر اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ (روزنامہ ''انصاف'' لاہور 11 نومبر 2002ء)

محمد عطا اللہ صدیقی

اُمّ الحقوق

دورِ حاضر کا انسان اپنی آئینی' سیاسی' سماجی اور اخلاقی ذمہ داریوں کو "حقوق" کی زبان میں سمجھنے کی کاوش میں مصروف ہے۔ حقوق و فرائض باہم ناگزیر ہیں' ایک کا تصور دوسرے کے بغیر ممکن نہیں۔ گویا ہر ایک "حق" کے ساتھ ایک "فرض" لازماً ملحق ہے۔ فرائض کے تعین کے بغیر مجرد حقوق کا تصور ایک بے معنی نظریہ یا علمی بحث سے زیادہ نہیں ہے!

گزشتہ پچاس برسوں میں انسانی حقوق کے نظریہ کو جو پذیرائی ملی ہے' ماضی میں اس کا تصور بھی محال تھا۔ فرد اور ریاست کا باہمی تعلق ہو' افراد کے مابین معاملات باہمی کی بات ہو' مرد و زن کے باہمی ارتباط کا معاملہ یا پھر ایک ریاست کے اکثریتی و اقلیتی طبقات کے درمیان عدل و انصاف پر مبنی تعلقات کا مسئلہ ہو' ان سب معاملات کے متعلق حقوق کے مختلف دائرے قائم کیے جا رہے ہیں۔ مثلاً فرد کے آئینی حقوق' انسانی حقوق' عورتوں کے حقوق' بچوں کے حقوق' اقلیتوں کے حقوق وغیرہ۔

اسلام کا حقوق و فرائض کے متعلق ایک واضح اور متوازن نظام موجود ہے جس میں سیکولر حقوق جیسی افراط و تفریط نہیں پائی جاتی۔ اسلام نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے دو وسیع دائروں میں حقوق و فرائض کے پورے نظام کو مقید کر دیا ہے۔ یہ دونوں دائرے الگ وجود بھی رکھتے ہیں اور ناقابل انفکاک حد تک ایک دوسرے میں باہم پیوست بھی ہیں۔ حقوق اللہ کی تفہیم کے بغیر حقوق العباد کا ادراک ممکن نہیں ہے۔

سیکولر اور اسلامی نظریہ میں اس مسئلہ کے متعلق ایک اصولی فرق ہے۔ آج کل کے سیکولر نظریے میں حقوق کے غیر معمولی تذکرہ اور تشہیر کے ذریعہ فرائض کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ گویا ان کے ہاں اصل زور "حقوق" پر ہی ہے۔ فرائض محض ان "حقوق" کی پاسداری کا منطقی نتیجہ ہیں۔ مگر اسلامی نظریہ کی روح کو پیش نظر رکھا جائے تو یہاں فرائض کو اوّلیت کا مقام حاصل ہے۔ گویا فرائض کی انجام دہی درحقیقت "حقوق" کی عادلانہ پاسداری کی صورت میں منتج ہوتی ہے۔ اسلام میں فرائض کا تذکرہ'

یہی وجہ ہے بالعموم حقوق کے تذکرہ سے زیادہ ملتا ہے۔ مختصراً یہ کہ سیکولر نظام میں "حقوق" ایسا معیار ہیں جن پر فرائض کو پرکھا جاتا ہے جبکہ اسلام میں اصلاً فرائض اخلاقی معیار ہیں جن کی بنیاد پر حقوق کا تعین کیا جاتا ہے۔

ریاست کے حقوق ام الحقوق ہیں یا رسالتؐ کے؟

حقوق و فرائض کے دائروں میں اہم ترین دائرہ فرد اور ریاست کے درمیان تعلق کی نوعیت کے حوالہ سے تشکیل پاتا ہے۔ ایک فرد کے جو حقوق ہیں وہ ریاست کے فرائض ہیں۔ مثلاً ایک فرد کا یہ حق ہے کہ اس کے جان و مال کی حفاظت کی جائے اس کو آئین کے تحت میسر آزادیوں کو یقینی بناتے ہوئے ان کا تحفظ کیا جائے اس کی زندگی اور مال کو جہاں جہاں سے خطرات درپیش ہوں ان کا قلع قمع کیا جائے۔ اس کے جائز حقوق کی پامالی کی صورت میں اس کی داد رسی کی جائے اور اسے انصاف مہیا کیا جائے۔ فرد کے یہی حقوق ریاست کے اہم ترین فرائض میں شامل ہیں۔ اس کے برعکس ریاست ایک مجرد سیاسی وجود (ادارہ) ہونے کے باوجود کچھ حقوق رکھتی ہے۔ جن کا تحفظ فرد کی ذمہ داری یا قانونی فریضہ ہے۔ ریاست اپنے فرائض کی انجام دہی احسن طریقے سے نہیں کر سکتی اگر اس کے حقوق کا تحفظ یقینی نہ بنایا جائے۔ ریاست کا اہم ترین حق یہ ہے کہ اس کی سرحدوں کی حفاظت کی جائے اس کے قوانین پر عمل کیا جائے اور اس کی اندرونی حدود میں امن عامہ کا اتباع عمل میں لایا جائے۔ ریاست کے حقوق کا درجہ محض اخلاقی سطح پر نہیں ہے بلکہ قانونی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے حقوق کی خلاف ورزی قانونی طور پر قابل سزا ہے۔ چونکہ ریاست لاکھوں کروڑوں افراد کی اجتماعیت کی نمائندہ ہے اس کے وجود و بقا پر کروڑوں شہریوں کی زندگیوں کا انحصار ہوتا ہے۔ لہذا کسی بھی فرد کی طرف سے ریاست کے وجود کے خلاف معمولی سی کارروائی کے لیے بھی سخت ترین سزا (موت) تجویز کی جاتی ہے۔ ریاست کے خلاف سرگرمی کو عظیم ترین غداری (High Treason) کا نام دیا جاتا ہے۔ اس جرم کی سزا دور جدید کی ریاستوں میں بلا استثناء موت ہی ہے۔ جدید سیکولر ریاست کے آئینی و قانونی اسلوب میں بات کی جائے تو ریاست کے حقوق کو بلاشبہ "ام الحقوق" کا درجہ حاصل ہے۔

اسلامی نظام میں ریاست کی بجائے رسالتؐ کے حقوق کو "ام الحقوق" کا درجہ حاصل ہے کیونکہ ریاست اسلام میں مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ یہ رسالت کی طرف سے انسانیت کی فلاح کے لیے وضع کردہ ضابطوں کو عملی جامہ پہنانے کا ایک ذریعہ ہے۔ چونکہ Ends (نصب العین) کو ہمیشہ Means (ذرائع) پر فوقیت حاصل ہوتی ہے لہذا منطق کا تقاضا یہ ہے کہ ریاست کو رسالت کے مقابلے میں ثانوی یا کمتر حیثیت حاصل ہو۔ اگر ریاست اور رسالت کے تعلق پر غور کیا جائے تو یہ تعلق "کل" اور "جز" کے درمیان کا تعلق ہے۔ رسالت "کل" اور ریاست "جز"۔ رسالت ریاست کے بغیر بھی اپنا وجود قائم رکھ سکتی ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کے مکی دور میں ہوا مگر ایک اسلامی ریاست کا

''رسالت'' کے بغیر تصور ناممکن ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے' جیسا کہ دور جدید کی سیکولر ریاست کا وجود اس کے آئین کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ آئین ہی اس کے مختلف اداروں کے فرائض منصبی کا تعین کرتا ہے۔ ''رسالت'' ہی اسلامی ریاست کے آئین کا اصل سرچشمہ و ماخذ ہے۔ لہذا سرچشمہ کی عدم موجودگی میں ریاست کا قیام ممکن ہی نہیں۔ ریاست ایک ماورا اور برتر تصور ہے جس کے مقاصد کا دائرہ کسی خاص خطۂ ارضی کی بجائے پوری انسانیت یا کائنات تک پھیلا ہوا ہے۔ اسلامی ریاست ایک خاص علاقے میں قائم ہونے کے باوجود پوری انسانیت کی فلاح کا عظیم نصب العین کبھی بھی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتی۔

اسلامی نظریہ کے مطابق رسالت کے حقوق کا حقیقی مظہر محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ لہذا جناب رسالت مآب ؐ کے مسلمانوں پر جو حقوق ہیں وہی درحقیقت ''ام الحقوق'' ہیں۔ یہ ام الحقوق اس بنا پر ہیں کہ باقی تمام ''حقوق'' کا یہ نہ صرف سرچشمہ ہیں بلکہ ان کے تعین کا اصل معیار بھی ہیں۔ اسلامی ریاست چونکہ رسالت کے نصب العین کے تابع ہے لہٰذا اس کے اہم ترین فرائض میں سے ''ام الحقوق'' کا تحفظ بھی ہے۔ اگر ریاست کے وجود کے خلاف کوئی کارروائی High Treason کا درجہ رکھتی ہے' تو رسالت کے خلاف کوئی توہین آمیز اقدام اس سے کہیں بڑھ کر سنگین اور قابل سزا ہے۔ اسلامی ریاست میں ''ام الحقوق'' کا تحفظ محض ریاست کی ذمہ داری ہی نہیں ہے' افراد بھی اس ذمہ داری میں برابر کے شریک ہیں۔ یہی وجہ ہے خود رسالت مآب ؐ کی حیات اقدس کے دوران بعض صحابہ کرامؓ نے ان ''حقوق'' کی بے حرمتی کی مرتکب افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا' اگرچہ بعد میں انہیں تائید رسالتؐ (یا ریاست) بھی میسر آ گئی۔

انسانی حقوق کے حوالے سے مغرب کا فکری جبر

''ام الحقوق'' کے بارے میں معروضی رائے قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کو اسلامی ریاست کے وسیع تر سیاسی تصور اور غرض و غایت کی روشنی میں دیکھا جائے۔ مغربی ذہن میں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ اسلامی ریاست کے ''اداروں/تصورات'' کو مغربی سیکولر ریاست کے معیارات پر جانچنے کا عادی ہے۔ یہ ان کا علمی تکبر اور عقلی رعونت یا کوتاہ فکری ہے کہ وہ مغربی سانچوں سے باہر نظریات کے ادراک و تفہیم سے قاصر و بے بس ہیں۔ انہوں نے فرض کر لیا ہے کہ مغرب کے ریاستی نظریہ کے علاوہ کوئی دوسرا تصور نہ تو قابل قبول ہے اور نہ ہی قابل عمل۔ وہ اپنی اس فکری رعونت کے محل کے باہر جھانکنے کے لیے بھی تیار نہیں ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ نوع انسانی اس کی اس آزاد خیالی کی غلامانہ اطاعت کے سامنے سر تسلیم خم کرے جو ان کی الحاد پرست عقل نے گزشتہ چند صدیوں کے دوران پروان چڑھائی ہے۔ ایک طرف مغرب آزادی افکار' آزادی ضمیر وغیرہ کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے مگر دوسری طرف دوسری اقوام کو اپنی فکر سے اختلاف کا حق دینے کو بھی تیار نہیں ہے۔

اسلام اور مغرب کے سیاسی تصورات کا بنیادی اختلاف یہ ہے کہ اسلام کلیسا اور ریاست کی دوئی یا ثنویت کا قائل نہیں ہے۔ موجودہ سیکولر مغرب تک ہی یہ بات محدود نہیں ہے خود عیسائیت کی بنیادی تعلیم میں دین و سیاست کی تفریق کا تصور موجود ہے۔ انجیل میں واضح طور پر یہ الفاظ ملتے ہیں ''جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو'' یورپ کی موجود سلطنتیں اسی تصور پر قائم ہوئی ہیں۔ یہ تصور چونکہ عیسائیت اور سیکولرازم دونوں میں مشترک ہے لہٰذا مغرب میں اسے جو والہانہ پذیرائی میسر آئی ہے وہ زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ سلطنت اور دین کی تفریق کا یہ نظریہ جدید مغرب کا ''متفقہ مذہب'' ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ مگر یہ تصور اسلام کے اساسی نظریات سے متصادم ہے۔ سید سلیمان ندوی صاحب کے الفاظ میں:

> ''اسلام دین و دنیا اور جنت ارضی اور جنت سماوی اور آسمانی بادشاہی اور زمین کی خلافت دونوں کی دعوت لے کر اول ہی روز سے پیدا ہوا۔ اس کے نزدیک عیسائیوں کی طرح خدا اور قیصر دو نہیں' ایک ہی شہنشاہ علی الاطلاق ہے جس کی حدود حکومت میں نہ کوئی قیصر ہے اور نہ کوئی کسریٰ۔ اسی کا حکم عرش سے فرش تک اور آسمان سے زمین تک جاری ہے' وہی آسمان پر حکمران ہے' وہی زمین پر فرمانروا ہے''۔

(سیرت النبی ﷺ' جلد ہفتم' مقدمہ صفحہ نمبر 45)

ایک اور مقام پر سید سلیمان ندوی اس بات کو بے حد خوبصورت پیرائے میں بیان فرماتے ہیں:

> ''اسلامی سلطنت ایسی سلطنت ہے جو ہمہ تن دین ہے یا ایسا دین ہے جو سرتا پا سلطنت ہے مگر سلطنتِ الٰہی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس سلطنتِ الٰہی میں قیصر کا وجود نہیں۔ اس میں ایک ہی حاکم و اعلیٰ و آمر مانا گیا ہے۔ وہ حاکم علی الاطلاق اور شہنشاہ قادرِ مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ آنحضرتؐ اس دین کے سب سے آخری نبیؐ اور پیغمبرؐ تھے اور وہی اس سلطنت کے سب سے پہلے امیر' حاکم اور فرمانروا تھے۔ آپؐ کے احکام کی بجا آوری عین احکامِ خداوندی کی بجا آوری ہے۔ ''جس نے رسولؐ کی اطاعت کی' اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔ النساء آیت نمبر 8...... (ایضاً' صفحہ 110)

سلطنت الٰہیہ کوئی مافوق الفطرت یا مجرد تصور نہیں ہے جیسا کہ ناقدین اسلام کا خیال ہے۔ انبیاء کرام کے ذریعے اس کا تعلق خالصتاً انسانی معاشرے یا زمین سے جوڑ دیا گیا ہے۔ رسالت بنیادی طور پر اللہ کی نمائندگی ہے۔ مغرب کی جدید جمہوری ریاست بھی فکری اعتبار سے عوام کی حاکمیت ہے۔ اس کا اپنا وجود بذاتِ خود سرچشمہ اقتدار نہیں ہے۔ اگر عوامی نمائندگی پر مبنی ریاست کا تصور مجرد نہیں ہے تو ''خدائی نمائندگی'' پر مبنی تصور ریاست کو مجرد کہنا منطقی طور پر درست نہیں ہے۔

ریاست اور رسالتؐ کے مابین اس بنیادی تعلق کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کا نتیجہ ہی ہے کہ آج کا جدید سیکولر ذہن ریاست سے غداری کے جرم کے لیے سزائے موت کے اطلاق میں کوئی قباحت محسوس کرتا ہے نہ اسے غیر عقلی یا غیر انسانی سمجھتا ہے۔ مگر یہی ذہن توہین رسالتؐ کے جرم کے لیے موت کی سزا کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ سیکولر ذہن کا سب سے بڑا فکری مغالطہ ہی یہ ہے کہ وہ معاذ اللہ رسول (یا نبی) کو بھی عام فرد کی حیثیت سے دیکھتا ہے۔ اسی لیے وہ رسول کے لیے بھی انسانی حقوق کا وہی تصور رکھتا ہے جو کہ ریاست کے ایک عام شہری کو حاصل ہیں۔ مگر ایک اور پہلو سے بھی یہ بات تعجب انگیز ہے کہ یہی مغربی ذہن جو حقوق الانبیاء کی فوقیت تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے۔ وہ ایک ملکہ یا بادشاہ کو ایک مافوق الفطرت ہستی سمجھتے ہوئے ان کے برتر حقوق کی فوقیت کا تہہ دل سے قائل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برطانیہ کے قانون میں نظری طور پر آج بھی ملکہ یا بادشاہ کی توہین کے مرتکب کے لیے سزائے موت موجود ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تاج برطانیہ کے تقدس کے بارے میں تو آگاہی رکھتا ہے مگر اس کے مذہب بیزار عقل ''تاج رسالت'' کی عظمت کا قائل نہیں ہے۔ کیونکہ گزشتہ پانچ صدیوں میں مغرب کے عقلاء و سیاسی دانشوروں نے مذہب سے بیزاری بلکہ تحقیر کے جو جذبات و نظریات پروان چڑھائے ہیں' اس کے اثرات سے باہر نکلنا اس کے لیے بے حد مشکل ہے۔

عقل کی تمام خرافات کو ''منطقی و معروضی'' سمجھنا اور الہامی تعلیمات کی صداقتوں کو توہمات قرار دینا جہاں روشن خیالی اور ترقی پسندی سمجھا جاتا ہو' وہاں حقوق الانبیاء کی معرفت کی توقع رکھنا عبث ہے۔ عالم اسلام کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ فکرِ مغرب کے ان تضادات کا معروضی جائزہ لینے کے بجائے الٹا اسی اسلوب میں اسلامی فکر کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔ درحقیقت وہ مغرب کی فکری محکومی میں اس قدر جکڑا ہوا ہے کہ مغربی معیارات کو مسترد کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ بظاہر جس آزادئ اظہار پر نازاں ہے وہ آزادی مغربی فکر کی غلامی ہی کا دوسرا نام ہے کیونکہ اس کے نزدیک آزادی محض یہی ہے کہ اسلام یا مشرق کے روایتی تصورات پر کھل کر تنقید کی جائے۔ اگر کوئی مغربی تصورات کو تنقید کا نشانہ بنانا چاہے تو یک طرفہ آزادی پر یقین رکھنے والا یہ طبقہ اسے رجعت پسند اور دقیانوسی خیال کرتا ہے۔ عالم اسلام کے معروف دانشور واشنگٹن یونیورسٹی کے پروفیسر سید حسین نصر امت مسلمہ کے اس المیے کی نشاندہی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

> **"One of the worst tragedies today is that there has appeared recently in the Muslim World a new type of person who tries consciously to imitate the obvious maladies of the west. Such people are not, for example, really in a state of depresion but try to put themselves into such in order to look modern."**

(The Western World and its Challenges to Islam. P.3)

''بدترین المیوں میں سے ایک المیہ یہ بھی ہے کہ اسلامی دنیا میں حالیہ برسوں میں ایک ایسا جدید فرد (طبقہ) پیدا ہوگیا ہے جو شعوری طور پر مغرب کی خرابیوں کی نقالی کی کوشش کرتا ہے۔ یہ لوگ حقیقت میں کسی مایوسی کا شکار نہیں ہیں مگر وہ ایسا محض اس لیے کرتے ہیں تاکہ ماڈرن (جدید) نظر آئیں''۔

اسلام میں حقوق کا تصور دو واضح دائروں میں منقسم ہے: حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ حقوق اللہ کا تعلق عبادات سے ہے۔ ایک بندہ ہونے کے حوالے سے خالق کائنات کے سامنے اپنی عاجزی اور بندگی کا اظہار' حقوق اللہ کے دائرے میں شامل ہے۔ خالق کے مخلوق پر جو حقوق ہیں' اسلام ان کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے۔ خدائی احکامات پر عمل درآمد بھی انہی حقوق میں شامل ہے۔ ایک فرد کے دوسرے فرد کے مقابلے میں حقوق کو' حقوق العباد کا نام دیا گیا ہے۔ وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو حقوق العباد کا دائرہ فرد اور فرد' فرد اور خاندان' فرد اور معاشرے اور فرد اور ریاست کے مابین تمام تعلقات و معاملات پر محیط ہے۔ یہی حقوق العباد ہے جو اسلام میں انسانی حقوق کی اصل اساس ہیں۔

ام الحقوق یا حقوق الرسول' حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پر محیط ہیں۔ جس طرح اطاعت اللہ اور اطاعت رسول میں فرق نہیں ہے' حقوق اللہ اور حقوق الرسول بھی ایک حقیقت کے دو نام ہیں۔ قرآن وسنت میں واضح طور پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت اور آپؐ کی نافرمانی کو اللہ کی نافرمانی قرار دیا گیا ہے۔ کعب بن اشرف یہودی کی گستاخیؐ پر آپؐ نے فرمایا:

''کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کرے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی ہے' عربی کے الفاظ ہیں **''فانه أذى الله و رسوله''**

رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانا اللہ کو اذیت پہنچانا اس لیے ہے کہ رسولؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی بات نہیں کہتے بلکہ صرف وہی کچھ کہتے ہیں جس کا انہیں اللہ کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے۔ اللہ کی بات کہنے پر جب انہیں اذیت دی جائے تو اس کا بالواسطہ مطلب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ ایک انسان بلکہ خیر البشر ہیں۔ اس اعتبار سے بھی ان کے حقوق کی پاسداری اور تحفظ ضروری ہے۔

انسانی حقوق کی درجہ بندی

انسانی حقوق کے بھی مختلف درجات ہیں۔ ایک ماں اور بیٹا اپنی نوع کے اعتبار سے دونوں انسان ہی ہیں مگر ماں کے حقوق کی اوّلیت اور فوقیت مسلمہ ہے۔ کوئی بھی مہذب معاشرہ والدین کے حقوق اور اولاد کے حقوق کو مساوی مرتبہ نہیں دے گا۔ اسی طرح استاد اور شاگرد کے حقوق میں واضح فرق

ہے۔ والدین اور اساتذہ کے حقوق کے فائق ہونے کی اصل وجہ ان کی وہ خدمات ہیں جو وہ اپنے بچوں یا شاگردوں کے لیے انجام دیتے ہیں۔ انسانوں یا انسانیت کے لیے خدمات کی بنا پر حقوق کے ادنیٰ یا اعلیٰ ہونے کا تصور وابستہ ہے۔ ایک انسان کی حیثیت سے سب سے مقدم فرض اور سب سے مقدس خدمت کیا ہے؟ سید سلیمان ندوی کے الفاظ میں:

"عالم کائنات کا سب سے بڑا مقدم فرض اور سب سے زیادہ مقدس خدمت یہ ہے کہ نفوسِ انسانی کے اخلاق و تربیت کی اصلاح و تکمیل کی جائے"۔

(سیرت النبی، جلد اول، ص 1)

انسانی معراج و برتری کے اس آفاقی اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو انبیاء اور رُسل کا مقام و مرتبہ بلاشبہ بلند ترین ہے کیونکہ اس پہلو سے ان کی خدمات کا موازنہ عام انسانوں سے نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ان نفوس قدسیہ کا ایک ایک لمحہ نوع انسانی کے اخلاق و تربیت کی اصلاح کے لیے جدوجہد کرتے گزرا ہے۔ جب انہوں نے انسانیت کے لیے مقدس ترین خدمات انجام دیں تو ان پر یہ احسان نہیں بلکہ ان کا استحقاق ہے کہ ان کے حقوق کا درجہ بھی عام انسانوں کے حقوق سے برتر ہو۔ وہ صحیح معنوں میں محسن انسانیت ہیں۔ انسانی معاشرے میں جو خیر، عافیت، نیکی، امن اور دیگر مثبت اوصاف آج نظر آتے ہیں، یہ انہی مقدس ہستیوں کا صدقہ جاریہ ہے۔ انسانی معاشرہ آج بھی الحاد و مادیت کے باوجود انسان دوستی یا انسانی خدمات کو اعلیٰ ترین قدر کے طور پر پہچانتا ہے۔ آج بھی کسی فرد کے کارناموں کو انسانیت کی خدمت کے میزان میں تولا جاتا ہے۔ نوبل انعام دینے کے لیے بنیادی اصول ہی یہی ہے۔ نوبل انعام یافتہ سائنس دانوں یا علم و فن کے ماہرین کو ملنے والا اعزاز ان کی انسانیت کے لیے کی جانے والی خدمات کا ایک اعتراف بھی ہوتا ہے۔

اکیسویں صدی کے "مہذب" انسان کے لیے ایک لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ ان ماہرین کی انسانیت کے لیے خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنا باعثِ فخر سمجھتا ہے، مگر وہ انسانیت کے اصل محسنوں کی خدمات کا ان کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اعتراف کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے۔ آج کا انسان "انسانی حقوق" کو انسانی تہذیب کی معراج کا نام دیتا ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر "انسانی حقوق" کی خلاف ورزی کے الزامات عائد کیے جاتے ہیں۔ جدید مغرب کے وضع کردہ انسانی حقوق کی معمولی سی خلاف ورزی ہی کسی قوم کو وحشی اور غیر مہذب قرار دینے کے لیے کافی قرار پاتی ہے مگر انسانیت کے محسنوں کی تحقیر و توہین کو "انسانی حقوق" کی خلاف ورزی ہی نہیں سمجھا جاتا۔ یہ تضاد آج کے انسان کے ضمیر کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ انسانی خدمت کے جدید معیارات یا کسوٹی کو بھی پیش نظر رکھا جائے تو بلا مبالغہ حضور اکرم ﷺ محسن انسانیت ہیں۔ اس بات کا اعتراف بعض مغربی دانشوروں مثلاً کارلائل، مائیکل ہارٹ، برنارڈ شا وغیرہ نے بھی کھلے دل سے کیا ہے۔

انسانی حقوق کے محض اعلان و اعتراف سے ہی ان کا تحفظ ممکن نہیں ہے جب تک کہ ان کی

خلاف ورزی کی مؤثر روک تھام نہ کی جائے۔ ضرورت پڑے تو انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر سزا بذاتِ خود انسانی حقوق کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ جدید سیاسی فکر میں حق زندگی اہم ترین انسانی حق ہے۔ کسی فرد کو اس کی زندگی سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی اس جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے قرار واقعی سزا دینا معاشرے میں عدل و انصاف اور سکون و آشتی کے قیام کا اولین تقاضا ہے۔ ایک عام آدمی کی بلاجواز توہین و تحقیر انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتی ہے۔ آج کی جدید ریاستیں Defamation اور Libel یا ازالہ حیثیت عرفی کے قوانین کے نفاذ کی سخت پابندی پر یقین رکھتی ہیں۔ انسان تو اپنی جگہ جدید مغرب حیوانات کے حقوق کے متعلق بھی بے حد حساس ہو چکا ہے۔ مورخہ 7 جنوری 2000ء کے ''نوائے وقت'' میں یہ خبر شائع ہوئی کہ انگلینڈ میں ایک شخص کو محض اس جرم کی پاداش میں تین سال سزا سنائی گئی ہے کہ اس نے اپنی ساس کی بلی کو غصہ میں کھڑکی سے باہر پھینک دیا تھا۔ یورپ کے بعض ملکوں میں اپنی منکوحہ سے جماع بالجبر (Marital Rape) کے لیے عمر قید کی سزا تک موجود ہے۔ مگر یہی یورپ انبیاء کی توہین کے لیے کسی قسم کی سزا کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہے۔ حالانکہ جب ایک نبی کو محسن انسانیت تسلیم کیا جاتا ہے تو اس کی توہین کو انسانیت کے خلاف جرم تصور کیا جانا ضروری ہے۔ ''انسانیت کے خلاف جرم'' کے لیے اگر موت کی سزا دی جائے تو یہ عین انصاف کا تقاضا اور جرم کی سنگینی کے عین مطابق ہے۔ اگر ہم رسول اکرم ﷺ کو محسن انسانیت سمجھتے ہیں تو اس کا منطقی نتیجہ صرف یہی ہے کہ آپ کی توہین و تنقیص کو انسانیت کے خلاف جرم تصور کیا جائے۔ ورنہ ہماری عقیدت محض ایک لفاظی اور زبانی جمع خرچ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ ام الحقوق کے تحفظ کے لیے سخت ترین سزا بھی کم ہے۔ انسانیت کا اگر اجتماعی ضمیر زندہ ہے تو ام الحقوق کی خلاف ورزی کے لیے موت کی سزا کو عین انصاف قرار دیا جانا چاہیے۔

انسانی حقوق کا سرچشمہ کیا ہے؟

انسانی حقوق کا سرچشمہ (Source) کیا ہے؟ انسانی حقوق کا ڈھنڈورا پیٹنے والے مغربی دانشوروں کے خیالات کا مطالعہ کریں تو اس اہم سوال پر بھانت بھانت کی بولیاں جواب میں ملتی ہیں۔ انسانی حقوق کے علمبردار قدیم ترین فلاسفرز اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ انسانی حقوق کا سرچشمہ ''انسانیت'' یا انسانی فطرت (Human Nature) ہے۔ ان کے خیال میں جس طرح قانونی حقوق کا سرچشمہ ''قانون'' ہے اور معاہداتی حقوق معاہدوں سے جنم لیتے ہیں، اس طرح انسانی حقوق بھی ''انسانی فطرت'' سے اخذ شدہ ہیں۔ مگر یہ ''انسانی فطرت'' بذاتِ خود کیا ہے؟ اس کی حدود کیا ہیں؟ ان سوالات کا جواب کہیں نہیں ملتا....!

انسانی حقوق کا ایک جدید دانشور جیک ڈنلے Jack Donnelly اسی پریشانی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے ''کلاسیک نظریات اور لٹریچر میں اس مسئلے پر بہت کم روشنی ملتی ہے'' جان لاک جو

لبرل یورپ کے اہم ترین سیاسی فلسفیوں میں سے ایک ہے' وہ انسانی حقوق کے ذرائع کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتا ہے "خدا اپنی لامحدود حکمت اور رحمت کے باوصف ہمیں فطری حقوق عطا کرتا ہے۔ وہ اس مفہوم میں "فطری" ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہمیں عطا کردہ فطرت کا حصہ ہیں"۔ ایک اور معروف مفکر پین Paine کہتا ہے کہ "فطری حقوق کے لیے ثبوت کی ضرورت نہیں۔ وہ اظہر من الشمس Self Evident ہیں"۔ فرانسیسی انقلاب کے نتیجے میں جو اعلامیہ (ڈکلریشن) پیش کیا گیا اس میں یہ مجرد جملے ملتے ہیں۔ "انسان اپنے حقوق کے اعتبار سے آزاد اور برابر پیدا ہوئے ہیں' اور وہ آزاد اور مساوی رہیں گے"۔ ظاہر ہے ان تعلیمات سے انسانی حقوق کے سرچشمہ کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ انٹرنیشنل ہیومن رائٹس کا میثاق (Covenant) دعویٰ کرتا ہے کہ "یہ حقوق عظمتِ انسانی کی پیدائشی حیثیت سے اخذ ہوتے ہیں۔"

حال ہی میں انسانی حقوق کے علمبردار بعض مغربی مفکرین نے اس فکری الجھاؤ کو سلجھانے کے لیے اس بات پر زور دینا شروع کیا ہے کہ "انسانی حقوق کی بنیاد انسانی احتیاجات Needs ہیں"۔ غرضیکہ انسانی حقوق کے سرچشمہ کے بارے میں مغربی لٹریچر سے کوئی متفق علیہ یا شافی جواب تلاش کرنا بے حد مشکل ہے۔ انسانی عقل پر اندھا اعتماد کرنے والا مذہب بیزار مغرب اگر اس اہم مسئلے پر اتفاق رائے نہیں کر سکا تو یہ معاملہ حیرت انگیز نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ "انسانی فطرت کیا ہے؟" اس سوال کا جواب انسانی عقل کے دائرۂ کار سے ہی باہر ہے۔ اس سوال کا صحیح علم تو اس فطرت کے "خالق" ہی کو ہے۔ مغربی "روشن خیال" عقل نے انسانی فطرت کے متعلق جو تازہ ترین فتویٰ جات صادر کیے ہیں' ان پر یقین کیا جائے تو انسانیت اور حیوانیت میں کوئی فرق قائم کرنا مشکل ہو جائے گا۔ کل تک ہم جنس پرستی کو غیر فطری بہیمانہ فعل سمجھنے والا مغرب آج اسے عین "فطری" قرار دے چکا ہے۔ Gay اور Lesbian حقوق کی بنیاد پر ایک مرد کی مرد سے شادی اور ایک عورت کی عورت سے شادی کو برطانیہ' سکنڈے نیویا اور دیگر یورپی ممالک میں باقاعدہ قانونی تحفظ عطا کیا جا چکا ہے۔

اسلام کی نظر میں انسانی حقوق کا سرچشمہ قرآن وسنت ہیں!

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اصل سوال یہ ہے کہ انسانی حقوق کا تعین کیسے کیا جائے؟ مغرب کے برعکس اسلام نے اس اہم سوال کا جواب "انسانی عقل" کے سپرد نہیں کیا۔ اسلام کے نزدیک انسانی حقوق کا اصل سرچشمہ قرآن وسنت ہیں۔ اسلام کے نزدیک "انسانی حقوق" وہ ہیں جن کا تعین اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ سب گمراہی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی حقوق کی محکم اساس اللہ تعالیٰ کی حاکمیت و ربوبیت' شرف و تکریم انسانیت اور اولادِ آدم کی فطری مساوات کے اسلامی تصور پر ہی قائم ہو سکتی ہے۔ اسلام نے انبیاء علیہم السلام کو اولادِ آدم میں فضیلت عطا کی ہے۔ لہٰذا ان کے حقوق بھی افضل ہیں۔ انبیاء میں سے حضرت محمد ﷺ کو "خیر البشر و خیر الانام" کا

مرتبہ عطا کیا گیا ہے۔لہذا یہ بات اسلام کے اساسی عقائد میں سے ہے کہ آپؐ کے حقوق ہی درحقیقت ''ام الحقوق'' یا ''خیر الحقوق'' ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے جو حقوق مسلمانوں پر ہیں ان میں سے اہم ترین حق' اطاعتِ رسول ﷺ ہے۔ اس حوالہ سے حقوق رسولؐ ہی گویا اسلام میں انسانی بنیادی حقوق کا اصل ماخذ و مصدر اور عظیم سرچشمہ ہیں۔

انسانی حقوق کا لہلہاتا چمن ریگزار میں بدل جائے گا' اگر اس کے سرچشمہ سے مسلسل اس کی آبیاری کا عمل جاری نہ رہے۔کوئی بھی نظام اپنی اساس کی بقا و استحکام کے بغیر باقی نہیں رہ سکتا۔مغرب کے نزدیک اگر انسانی حقوق کا سرچشمہ ''انسانی فطرت'' ہے تو حقوق کا یہ تصور باقی نہیں رہے گا' اگر ''انسانی فطرت'' کے مخصوص تصور کو محفوظ نہ کیا جائے۔ بالکل اسی طرح اسلام کی رو سے انسانی حقوق کا سرچشمہ قرآن وسنت ہیں۔ اگر ہم انسانی حقوق کو مستقل انسانی قدروں کا درجہ دینے میں کسی قدر سنجیدہ ہیں تو ہمیں اعتراف کر لینا چاہیے کہ اس نصب العین کو ہم اس وقت حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ ان کے اصل سرچشمہ کو محفوظ و ماموں نہ کر لیں۔

محسنِ انسانیت کی ناموس کے تحفظ کے بغیر انسانی حقوق کا نعرہ کھوکھلا ہے

محسن انسانیت ﷺ کی ناموس کے تحفظ کے بغیر کسی انسانی روح کے حقوق کا تحفظ ناممکنات میں سے ہے۔ پوری انسانیت کی خیر و فلاح اس امر میں مضمر ہے کہ انسانی حقوق کے اس سرچشمہ کو ہر اعتبار سے صاف وشفاف رکھا جائے تاکہ یہ انسانی شعور اور انسانی فکر کی مثبت انداز میں آبیاری کا فریضہ انجام دیتا رہے۔ اس کے تحفظ کے لیے ہر سخت سے سخت اقدام سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے۔ اس مقدس سرچشمہ کے تحفظ اور انسانیت کی مستقل فلاح کو یقینی بنانے کا احساس ہی تھا کہ اسلام نے بارگاہِ رسالتؐ کے خلاف زبان درازی کرنے والے بدبخت افراد کے لیے سزائے موت بیان کی ہے۔توہین رسالتؐ دراصل کسی ایک فرد کی شخصی توہین کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ ایک انسانیت کش فتنہ ہے۔ یہ ایک شیطانی عمل ہے جس کا مقصد انسانیت کو فوز و فلاح اور خیر وصلاح کے عظیم ترین سرچشمہ سے محروم کرنا ہے۔قرآن مجید میں ان فتنہ پردازوں کو حرم کے اندر قتل کرنے کی بھی اجازت دی گئی ہے جنہوں نے فتنہ برپا کر کے مسلمانوں کو مسجد الحرام میں خدا کی عبادت سے محروم کر دیا تھا۔شتم رسول ایک عظیم فتنہ ہے۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ انسانوں کو انبیاء جیسے نفوس مقدسہ سے متنفر کر دیا جائے۔ خالق کائنات کے متعلق نفرت کے جذبات کو فروغ دینے سے بڑھ کر آخر بڑا فتنہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ ایسے عظیم فتنہ کی سرکوبی کے لیے اگر سزائے موت کو جائز قرار دیا گیا ہے تو اس پر یہ ہنگامہ اور احتجاج کیوں برپا ہے؟

مغربی انسانی حقوق کے دانشوروں نے ''تصور حقوق'' کے متعلق فلسفیانہ موشگافیاں کی ہیں۔ انہوں نے کسی چیز کے ''حق ہونے'' Something Being Right اور کسی چیز کے حق رکھنے Something Having a Right کو مختلف امور قرار دیا ہے۔ ان کے خیال میں کسی بات کے

"حق ہونے" کا تعلق اخلاقی اعتبار سے اس کے درست ہونے سے ہے۔ ان کے نزدیک کسی بات کے "حق ہونے" سے کسی کے استحقاق کا جواز نہیں نکلتا۔ وہ زیادہ تر کسی چیز کے "حق رکھنے" کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں' کیونکہ "حق رکھنے" سے خودبخود استحقاق کا پہلو نکلتا ہے اور جہاں استحقاق ہوگا' وہیں قانونی تحفظ بھی حاصل ہوگا۔ لیکن اسلام میں ام الحقوق کے مرتبہ کو دیکھا جائے تو مندرجہ بالا دونوں باتیں صداقت پر مبنی ہیں۔ ام الحقوق اس قدر "حق ہیں" کہ ان سے زیادہ اخلاقی اعتبار سے "حق پر مبنی" کوئی اور بات نہیں ہوسکتی۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ محسن انسانیت ہیں' اس اعتبار سے وہ انسانوں پہ حق رکھتے ہیں کہ ان کے حقوق کا احترام کیا جائے۔ ام الحقوق اخلاقی اور قانونی دونوں اعتبار سے مسلمہ ہیں۔ اخلاقی اعتبار سے ان کی خلاف ورزی دین و دنیا میں رسوائی اور ذلت کا باعث بنے گی اور قانونی اعتبار سے ان کی خلاف ورزی کا مرتکب موت کی سزا کا مستحق ہے۔ لہذا ام الحقوق قابل انصاف Justiceable ہیں۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-C کی رو سے توہین رسالت کی سزا موت ہے۔ یہ سزا جرم کی سنگینی کے لحاظ سے بالکل درست ہے۔

حب رسولؐ ایمان کی اساس ہے!

جیسا کہ مذکورہ بالا سطور میں واضح کیا گیا ہے کہ اسلام میں حقوق الرسول ہی ام الحقوق (حقوق کی ماں) ہیں۔ سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اپنے امتیوں پر سب سے بڑا حق یہ ہے کہ آپؐ کی اطاعت کی جائے۔ اسلام میں اطاعت رسول کی بنیاد حب رسول ہے نہ کہ خوف رسول۔ اطاعت رسول درحقیقت نتیجہ ہے حب رسول کا۔ دیکھا جائے تو اصل مقصود اطاعت رسول ہے' جس کی تکمیل حب رسول کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ متعدد احادیث اس بات پر روشنی ڈالتی ہیں کہ حب رسول اساسیات ایمان سے ہے۔ مثلاً:

1- امام بخاریؒ حضرت عبداللہ بن ہشامؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا "ہم نبی کریمؐ کے ساتھ تھے' آپؐ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ سے عرض کیا:

> "اے اللہ کے رسولؐ! یقیناً آپؐ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں" آپؐ نے فرمایا: نہیں' قسم ہے اس ذات کی' جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت تک ایمان نہیں جب تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں"۔

عمرؓ نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں" نبی کریمؐ نے فرمایا "اے عمرؓ! اب بات بنی ہے!"

2- امام بخاریؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا' جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور بیٹے سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں''۔

3- امام مسلمؒ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا' جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل' مال اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں''۔

قرآن مجید میں ان لوگوں کے لیے اللہ نے وعید فرمائی ہے جو اپنے عزیز و اقارب اور مال و تجارت کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ سورۃ التوبہ میں ارشاد ربانی ہے:

''کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ' تمہارے بیٹے' تمہارے بھائی' تمہاری بیویاں' تمہاری برادری' تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے' تمہاری تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے ڈرتے ہو' تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں پسند ہیں' اللہ تعالیٰ اس کے رسولؐ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔ (آیت:24)

نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامات اور تقاضے کیا ہیں؟ اس بارے میں قاضی عیاض فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کی سنت کی نصرت و تائید کرنا' آپؐ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع کرنا اور آپؐ کی حیات مبارکہ کے وقت آپؐ پر اپنی جان و مال فدا کرنے کی غرض سے موجود ہونے کی تمنا کرنا آپ کی محبت میں سے ہے''۔ (شرح نووی)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

''آپؐ کی محبت آپؐ کی زیارت کے حصول اور اس سے محروم ہونے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس میں آپؐ کی سنت کی حمایت و تائید' آپؐ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع اور اس کے مخالفوں کی سرکوبی شامل ہے''۔ (فتح الباری' ص59)

سعودی عرب کے معروف عالم دین محمد بن صالح عثیمینؒ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کا مسلمانوں پر یہ حق ہے کہ وہ آپؐ کی ذات اقدس کے خلاف کی گئی زبان درازیوں کا موثر دفاع کریں اور خلاف اسلام پراپیگنڈہ کا منہ توڑ جواب دیں''۔

جناب رسالت مآب ﷺ کی ذات اقدس و منزہ پر رذیل دشمنان اسلام کے سب و شتم' اہانت و تنقیص اور گستاخیاں شدید گراں گزرتی تھیں۔ آپؐ کی روح مقدس لطیف ترین اور پاکیزہ ترین تھی جو آپؐ کی ذات پر دشمنوں کی معمولی سی لسانی غلاظتوں کو بھی برداشت نہ کر سکتی تھی۔ آپؐ اس معاملے میں

بے حد حساس واقع ہوئے تھے اور آخر حساس کیوں نہ ہوتے' آپؐ لوگوں کو نیکی طرف بلاتے تھے اور وہ جواباً کمینگی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ شرافت' پاکیزگی اور روحانی لطافت کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نفوسِ قدسیہ بازاری زبان کی متحمل نہیں ہوسکتیں۔ بعض اوقات تو آپؐ ایسی گستاخیوں پر تڑپ اٹھتے تھے:

1- ایک شخص حضورﷺ کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''کون ہے جو میرے دشمن کا بدلہ لے؟'' حضرت خالد بن ولیدؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! میں اس کام کے لیے تیار ہوں۔'' چنانچہ حضورؐ نے انہیں اس کام کے لیے بھیجا۔ انہوں نے اس گستاخ کو قتل کر دیا۔ (الشفاء 2:951)

2- ایک آدمی نے حضورﷺ کو سب وشتم کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''کون ہے جو میرے دشمن سے بدلہ لے؟'' حضرت زبیرؓ کھڑے ہوئے۔ عرض کیا ''یارسول اللہﷺ! میں حاضر ہوں....'' آپؐ نے اس گستاخ سے مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ (ایضاً)

اس طرح کے متعدد واقعات احادیث میں مذکور ہیں' جس میں آپؐ بے حد کرب کی حالت میں پکار اٹھتے تھے ''کون ہے جو میرے دشمن سے بدلہ لے؟'' آپؐ کے صحابہؓ سے آپؐ کی بے چینی دیکھی نہ جاتی تھی اور سچی محبت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ اپنی ذات اور دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز مقدس ہستی کے لیے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر گستاخ رسول کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کر دی جاتی۔ حضورؐ کی پکار صحابہ کرامؓ کے لیے آزمائش بھی تھی کہ وہ حب رسول میں کتنے سچے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے' بارگاہ نبوتؐ کے یہ پروانے ہر آزمائش میں سرخرو و کامیاب نکلے۔ صحابہ کرامؓ کا انگ انگ حب رسول سے سرشار تھا!

صحابہ کرامؓ کی جان نثاری' وارفتگی اور محبت کے مظہر واقعات سے تاریخ اسلام کے اوراق منور ہیں۔ روئے زمین پر کسی نبی' کسی بادشاہ' کسی سپہ سالار کے ساتھیوں نے اپنے محبوب پر اپنی محبتوں کے نذرانے اس طرح پیش نہیں کیے۔ چند ایک واقعات ملاحظہ ہوں:

1- غزوۂ احد برپا ہے۔ وقتی طور پر مسلمان کفار کی یلغار کا مقابلہ نہ کرتے ہوئے پسپا ہو رہے ہیں۔ نبی کریمؐ دشمنوں کے نرغے میں ہیں۔ آپؐ کے ایک محب صحابی حضرت طلحہؓ یہ حالت دیکھ کر آگے بڑھتے ہیں۔ وہ آپؐ کے سینہ مبارک کے سامنے اپنے سینے کو بطور ڈھال آگے کرتے ہیں تاکہ دشمن کے تیر آنے پر وہ نشانہ بنیں اور آنحضرتؐ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔
تیروں کی بارش جاری ہے۔ حشر کا معرکہ برپا ہے۔ سردار انبیاﷺ مشرکوں کا جائزہ لینے کے لیے اپنے سر مبارک کو اٹھاتے ہیں تو ابو طلحہؓ آپؐ سے عرض کرتے ہیں ''یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! سر مبارک کو نہ اٹھایئے۔ ایسا نہ ہو کہ مشرکوں کا کوئی تیر آپؐ کو لگ جائے۔ میری چھاتی آپؐ کے سینہ مبارک کے لیے ڈھال ہے!''

2- اسی معرکہ احد کے متعلق ابن اسحٰق روایت کرتے ہیں:

''ابودجانہ انصاریؓ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے اپنے آپ کو ڈھال بنا دیا۔
نیزے ان کی پشت میں پیوست ہوتے رہے لیکن وہ آنحضرتؐ پر برابر جھکے
رہے۔ یہاں تک کہ بہت سے نیزے ان کی پشت میں پیوست ہوتے گئے۔
انہوں نے نیزوں کی بارش کے باوجود حرکت نہ کی''۔

3- ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ غزوۂ احد میں جب مشرک آنحضرتؐ کے قریب پہنچ گئے تو آپؐ نے فرمایا ''ہمارے لیے اپنی جان کون بیچتا ہے؟'' زیاد بن السکن سمیت پانچ انصاریؓ آگے بڑھے۔ وہ پانچوں انصاری ایک ایک کر کے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے اپنی جانوں کو نثار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ زیادؓ رہ گئے۔ وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ زخموں نے انہیں گرا دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ''انہیں میرے قریب کرو'' پھر ان کی موت کا وقت آ پہنچا اور ان کا رخسار رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک پر تھا''۔

4- حضرت خنساءؓ ایک صحابیہ ہیں۔ ایک غزوہ میں انہیں چار بیٹوں کی شہادت کی خبر ملتی ہے۔ مگر وہ دریافت کرتی ہیں ''یہ بتاؤ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟''

یہ تو محض چند واقعات ہیں۔ سیرت و مغازی کی کتب ایسے واقعات سے مزین ہیں' جنہیں پڑھ کر حرارتِ ایمانی بھڑک اٹھتی ہے۔

ذرا آج غور فرمایئے' اکیسویں صدی کے آغاز پر امت مسلمہ کی غیرت ایمانی کی کیا صورت ہے۔ دشمنان اسلام کی گستاخیاں اور زبان درازیاں کہاں پہنچی ہوئی ہیں۔ جدید دور کی تمام تر روشن خیالیاں اہل یورپ کے دلوں سے پیغمبر اسلامؐ کے خلاف صلیبی بغض کی سیاہیوں کو دھو نہیں سکیں۔ تکریم آدم کے ڈھنڈورچی ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کی آنکھوں کے نور اور دلوں کے سرور پیغمبر اسلامؐ کے خلاف ہرزہ سرائی اور سب و شتم کے مرتکب ملعون سلمان رشدی کی حفاظت پر سالانہ کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں۔ کہیں تسلیمہ نسرین جیسی گستاخ عورت کو انسانی حقوق کے نام پر پناہ دی جاتی ہے تو کہیں کسی اور شاتم رسول کی پیٹھ ٹھونکی جاتی ہے۔ کہیں سلامت مسیح' رحمت مسیح جیسے گستاخان رسول کو یورپ کی خوشنودی کے حصول کے لیے عدالتوں سے باعزت بری کروا کر فرار کرایا جاتا ہے۔

آج جناب رسالت مآبؐ ہمارے درمیان میں نہیں ہیں کہ ہمیں آواز دیں ''کون ہے جو میرے دشمن سے مجھے بچائے'' مگر کیا ہماری روحیں بھی مردہ ہو چکی ہیں جو روح محمدؐ کی پکار کو محسوس نہیں کر سکتیں؟ نبی مکرم کے جن پروانوں کی روحیں ایمان کی تجلی سے اب بھی روشن ہیں' وہ جناب رسالت مآبؐ کا پیغام سن رہے ہیں۔

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی کا انتقال 31 دسمبر 1999ء کو نئی صدی کے آغاز سے چند منٹ قبل ہوا۔ ان کے حوالے سے روزنامہ ''جنگ'' (3 جنوری 2000ء) میں معروف صحافی جناب ہارون الرشید نے کالم لکھا۔ یہ کالم سید ابوالحسن علی ندوی کی خواب میں جناب رسالت مآبؐ کی زیارت کی تفصیل

پرمبنی ہے۔ اس خواب میں آپؐ نے مولانا ندوی صاحب سے دریافت کیا تھا کہ "تم نے میری حفاظت کا کیا انتظام کیا؟" یہ واقعہ ہارون الرشید کو سپریم کورٹ کے شریعت بنچ کے جج ڈاکٹر محمود احمد غازی نے سنایا۔ انہیں اے کے بروہی مرحوم نے سنایا تھا۔ اس کالم کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمایئے:

"یہ آٹھویں عشرے کا ذکر ہے جب مدینہ منورہ سے جنرل محمد ضیاء الحق کے رفیق کار جناب اے کے بروہی نے ان سے رابطہ کیا اور بتایا کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب جدہ سے بھارت جاتے ہوئے نصف دن کے لیے کراچی میں قیام کریں گے۔ وہ ایک انتہائی پیغام لے کر آ رہے ہیں۔ لہٰذا صدر راولپنڈی سے کراچی پہنچ کر ان سے مل لیں.....جنرل ضیاء الحق نے فوراً ہی آمادگی ظاہر کی۔ حجاز سے اے کے بروہی بھی ان کے ساتھ آئے۔

مدینہ منورہ میں اے کے بروہی نے مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کو یکایک اس حال میں دیکھا کہ اضطراب ان کے پورے پیکر سے پھوٹ رہا تھا.... ابوالحسن علی ندوی صاحب ایسے لوگ اپنے اضطراب کا راز بیان نہیں کیا کرتے لیکن اے کے بروہی غالباً اسی لیے مدینہ منورہ بلائے گئے تھے کہ پیغام سنیں اور پہنچا دیں۔ ابوالحسن صاحب جنہیں محبت سے علی میاں کہا جاتا تھا' نے خواب میں سرکارِ دو عالمﷺ کی زیارت کی تھی اور عالی مرتبتؐ نے ان سے خواب میں یہ پوچھا کہ انہوں نے آپؐ کی حفاظت کا کیا انتظام کیا ہے؟ جیسا کہ بعد میں علی میاں نے بیان کیا' وہ مضطرب ہو کر اٹھ بیٹھے۔ لیکن کچھ دیر میں دوبارہ سوئے تو پھر سرکارؐ کی زیارت ہوئی اور آپؐ نے دوسری بار سوال کیا "تم نے میری حفاظت کا کیا انتظام کیا ہے؟"

رسول اللہﷺ کے دونوں امی اضطراب' حیرت' رنج اور تعمیل کی آرزو کے ساتھ بہت دیر تک اس سوال پر غور کرتے رہے کہ سرکارؐ کے ارشاد کا مفہوم کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ نور الدین زنگی کا سا معاملہ نہ تھا جب دو بدبخت یہودیوں نے مرقد مبارک میں نقب لگانے کی جسارت کی تھی۔ اب اس اشارے کا مفہوم کچھ اور تھا۔ آخرکار وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس معاملے کو عالم اسلام کی سب سے بڑی سپاہ کے سردار جنرل محمد ضیاء الحق کے سپرد کر دیا جائے۔ ان کے نزدیک اس پیغام کا مطلب یہ تھا کہ سرکارؐ کی سرزمین بالخصوص اور عالم اسلام بالعموم خطرات سے دوچار ہیں..... ایک سادہ' سچے اور کھرے آدمی نے' سارا عرب جس کے حسن بیان کا مداح تھا' صاف اور آسان الفاظ میں اپنا خواب دہرایا۔ خواب بیان کرتے ہوئے 73 سالہ عالم دین رو دیا۔ گداز اور درد کی شدت سے شاید اس کا پورا پیکر

کانپ رہا ہوگا۔ بروہی روئے اور محمد ضیاء الحق بھی روئے کہ دونوں گریہ کرنے والے آدمی تھے لیکن جنرل کے لیے یہ فیصلے کی ساعت تھی۔ وہ زیادہ دیر رو نہ سکتا تھا۔ پانچ لاکھ فوج اور ایٹمی پاکستانی کے سربراہ نے اپنے آنسو پونچھے' پھر انکسار اور عاجزی لیکن محکم لہجے میں انہوں نے کہا کہ اگر آنجناب کو پھر حضورؐ کی زیارت نصیب ہو تو نہایت ادب سے عرض گزاریں کہ پاکستانی فوج کا آخری سپاہی تک کٹ مرے گا لیکن مدینۂ منورہ اور حرمین شریفین پر آنچ نہ آنے دے گا"۔

(روزنامہ "جنگ" 3 جنوری 2000ء)

مولانا علی میاں اور جناب اے کے بروہی نے رسالت مآبؐ کے ارشاد مبارکہ کی جو تعبیر نکالی' ممکن ہے وہ درست ہو۔ لیکن راقم الحروف کا ذہن ایک دوسری تعبیر کا میلان رکھتا ہے۔ جناب ہارون الرشید کے بقول جب مولانا علی میاں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تو اس وقت ان کی عمر 73 سال تھی۔ 31 دسمبر 1999ء کو جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی عمر 84 برس کی تھی۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ خواب گیارہ سال قبل یعنی 1988ء کے دوران دیکھا گیا۔ 1988ء میں ملعون رشدی "شیطانی آیات" مکمل کر چکا تھا یا غالباً اس کا پہلا ایڈیشن مارکیٹ میں آ چکا تھا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قلمی میدان کے عظیم شہسوار تھے' حضور اکرم ﷺ کا خواب میں ان سے یہ سوال! "تم نے میری حفاظت کا کیا انتظام کیا ہے؟" اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ مولانا علی میاں نے شاتم رسول ملعون رشدی کی ہرزہ سرائی اور زبان درازی سے آپؐ کی حفاظت کا کیا انتظام کیا"۔ آپؐ کا مولانا علی میاں سے یہ تقاضا ان کے ادیب ہونے کی وجہ سے زیادہ قرین قیاس ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ کسی ملک کے حکمران نہیں تھے کہ جن سے سعودی عرب یا عالم اسلام کی حفاظت کا تقاضا کیا جاتا۔ لفظی اور معنوی اعتبار سے جناب رسالت مآب کا یہ سوال حضرت حسان بن ثابتؓ کو کافروں کے ہجویہ اشعار کے مقابلے میں حضور اکرم ﷺ کی مدح سرائی کے حکم سے خاصی مشابہت رکھتا ہے۔ حضرت ابوالحسن علی ندوی صاحب جیسے صاحب قلم' محب رسول سے یہ بجا طور پر توقع تھی کہ وہ ملعون رشدی کی خرافات کا جواب لکھیں۔ مزید برآں مذکورہ سوال کے الفاظ حضور اکرم ﷺ کے ارشادات "کون ہے جو میرے دشمن سے مجھے بچائے؟" سے بھی خاصی مناسبت رکھتے ہیں اور یہ سوال بھی آپؐ اکثر کسی شاتم رسول سے تحفظ دلانے کے لیے صحابہؓ سے فرماتے تھے"۔ (واللہ اعلم بالصواب)

راقم الحروف کا مولانا ابوالحسن علی ندوی کے خواب کی تعبیر کے متعلق میلانِ غالب یہی ہے۔ اگر اس خواب کی یہی تعبیر درست ہے تو راقم الحروف کو یقین کامل ہے کہ آج کے دور میں حب رسول کا عظیم ترین تقاضا یہ ہے کہ حسان بن ثابتؓ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے سرورِ کونین' خاتم الانبیاء حضور اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ کے خلاف شیطانی ذریت ملعون رشدی اور دیگر شاتمان رسول کی مکروہ زبان درازیوں کا مقدور بھر جواب دیا جائے۔ اور سیرت رسولؐ کی عالم کفر میں بھرپور اشاعت کی جائے تاکہ

اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا موثر جواب دیا جاسکے۔ پیغمبر اسلامؐ کے خلاف کی جانے والی یہ سازشیں یہود و نصاریٰ کی بدحواسی کی غماز ہیں۔ اسلام یورپ اور دنیا کے دیگر ممالک میں بڑی تیزی سے مقبول ہو رہا ہے۔ اسلام کی اشاعت میں ایک بہت بڑی رکاوٹ متعصب عیسائی وصیہونی مصنفین کا جناب رسالت مآب کی ذات برکات کے بارے میں غلط تاثر قام کرنا بھی ہے۔ جونہی یہ تاثر ختم ہوگیا تو پھر یورپ اور امریکہ اسلام کی جھولی میں پکے پھل کی طرح آ گریں گے اور قیامت سے پہلے پوری دنیا پر اسلام کے غلبہ کی پیشین گوئی عملی صورت بن کر سامنے آئے گی۔

اگر ہم حقوق الرسول کو ام الحقوق مانتے ہیں تو پھر اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ آج سسکتی ہوئی انسانیت کو جس آفاقی منشور کی ضرورت ہے' اس کا سرچشمہ صرف ایک ہے اور وہ ہے سیرت سرور دو عالم ﷺ ..... یعنی ام الحقوق کی پاسداری!

✿.....✿.....✿

ڈاکٹر اسرار احمد

قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ

تاریخی پس منظر اور مخالفت کے اسباب

پاکستان میں توہین رسالتؐ کے مرتکب لوگوں کو سزا دینے کے لیے قانون سازی کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی منظوری کا باقاعدہ مطالبہ 1983ء میں ہوا۔ لاہور میں مشتاق راج نامی وکیل نے انگریزی زبان میں Heavenly Communism نامی کتاب لکھی، جس میں اس نے اللہ تعالیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلامی شعائر کا مذاق اڑایا۔ اس کتاب پر پورے ملک میں زبردست احتجاج کیا گیا تو مجبوراً حکومت نے نقص امن کے خطرے کی وجہ سے اس وکیل کو دفعہ 295(A) کے تحت گرفتار کر لیا۔ 1984ء میں وفاقی شرعی عدالت میں جناب محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ کی طرف سے شریعت پٹیشن دائر کی گئی جس میں کہا گیا کہ توہین رسالت کو قابل گرفت جرم قرار دیا جائے اور اس کی سزا موت مقرر کی جائے۔ اس اہم مسئلے پر پورے ملک میں بحث و تمحیص شروع ہو گئی۔ اسی دوران انسانی حقوق کے حوالے سے شہرت حاصل کرنے والی خاتون ایڈووکیٹ سماۃ عاصمہ جیلانی نے اپنی تقریر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نامناسب الفاظ استعمال کیے۔ اس خاتون نے ''امی'' کے لیے "Illiterate" کا لفظ استعمال کیا جو یقیناً توہین آمیز ہے۔ اس پر مرحومہ آپا نثار فاطمہؒ جو دین کی پرجوش مبلغہ اور اس وقت ایم این اے تھیں۔ (محترمہ مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم کی خواہر نسبتی بھی تھیں) انہوں نے 1987ء میں قومی اسمبلی میں باقاعدہ ایک ''بل'' 295(C) کے نام سے پیش کیا۔ اس بل کو قومی اسمبلی نے باقاعدہ بحث کے بعد منظور کر لیا۔ اس قانون کے مطابق توہین رسالتؐ کے جرم کے مرتکب شخص کے لیے عمر قید اور سزائے موت پر مبنی دو سزائیں مقرر کر دی گئیں۔ اس پر جناب محمد اسماعیل قریشی نے شرعی عدالت میں ایک اور پٹیشن دائر کر دی کہ توہین رسالتؐ کے جرم پر عمر قید کی سزا درست نہیں ہے۔ اس قانون میں ترمیم کر کے توہین رسالتؐ کی سزا بطور حد صرف ''موت'' مقرر کی جائے۔ لہٰذا 1991ء میں 295(C) کی حیثیت سے پورے ملک میں توہین

رسالت کا قانون لاگو ہوگیا' جس کے خلاف بین الاقوامی سطح پر احتجاج کیا جا رہا ہے۔ امریکی صدر کلنٹن اور پوپ پال تک کو اس قانون سے پریشانی لاحق ہے۔ تحفظ ناموس رسالت کے قانون کی منظوری جناب محمد اسماعیل قریشی کا اصل کارنامہ ہے۔

اسی طرح کا معاملہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا ہے۔ 1974ء میں اٹھنے والی ختم نبوت کی تحریک کے نتیجے میں اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اس قادیانی مسئلے کو نہایت عمدہ طریقے سے قومی اسمبلی کے ذریعے حل کر دیا۔ اگرچہ اس سے قبل مختلف عدالتی کیسوں میں قادیانیوں کے خلاف کفر کے فیصلے ہو چکے تھے' مگر اس معاملہ کو قانونی حیثیت قومی اسمبلی کے فیصلے کے ذریعے حاصل ہوئی۔ اسی طرح تحفظ ناموس رسالت کا قانون وفاقی شرعی عدالت کی ہدایت پر قومی اسمبلی کے ذریعے نافذ العمل ہوا ہے۔

قانون تحفظ ناموس رسالت کی حکمت کیا ہے اور یہ دنیا کی سمجھ میں کیوں نہیں آ رہا؟ اسے واضح کرنا بہت ضروری ہے۔ بڑا اہم سوال ہے کہ پوری دنیا آخر اس قانون کو سمجھنے سے کیوں قاصر ہے؟ اسی طرح اسلام کا ایک قانون "قتل مرتد" کا ہے جو موجودہ دنیا کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ دنیا میں مقبول عام تصورات میں سے ایک تصور آزادی کا ہے۔ یعنی ہر شخص کو آزادی حاصل ہونی چاہیے کہ وہ جو چاہے عقیدہ رکھے اور جب چاہے اپنے مذہب کو بدل لے۔ جبکہ اسلامی ریاست میں اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کرنے والے مرتد کی سزا قتل ہے۔ اس طرح اظہار رائے کی آزادی کا معاملہ بھی ہے۔ ایک شخص اپنے مطالعہ اور غور و فکر سے جو بھی رائے پیش کرنا چاہے اُسے اس کی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ وہ اگر رشدی کی طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر کیچڑ اچھالنا چاہے تو اسے اس کا بھی حق حاصل ہے۔ آج کی دنیا میں رائج ان نظریات کا اصل سبب کیا ہے؟ اسے جاننا بہت ضروری ہے۔

دنیا میں یہ مقبول عام تصورات یہودیوں کی طویل جدوجہد کا نتیجہ ہیں۔ سیکولر ازم کا نظریہ یہ ہے کہ دین اور ریاست دو الگ چیزیں ہیں۔ ریاست کا کوئی تعلق کسی بھی مذہب سے نہیں ہوگا۔ اگرچہ دنیا کی ہر ریاست کا ایک سرکاری مذہب تو ہوتا ہے۔ مثلاً آج سیکولر ازم کا سب سے بڑا علمبردار امریکہ ہے لیکن عیسائیت امریکہ کا سرکاری مذہب ہے۔ امریکہ میں سرکاری تعطیلات عیسائی مذہب کے حوالے سے ہی ہوتی ہیں۔ اگرچہ وہاں بھی قانون سازی کی سطح پر انجیل یا تورات کے کسی حکم سے ریاست امریکہ کو کوئی بحث اور سروکار نہیں ہے۔ سیکولر ازم کے نظریات پر مبنی نظام گزشتہ دو سو برس سے دنیا میں رائج ہے۔ یہ خود بخود نافذ نہیں ہوا۔ خدا' رام اور God کو عبادت گاہوں تک محدود کر کے' ورا سے ایوان حکومت اور ایوان عدالت سے دیس نکالا دے کر No Admission کا بورڈ لگا دیا گیا ہے۔ ملکی قانون کو قانون ساز اسمبلی کے ممبران کی اکثریت سے منظور کرا لیا جاتا ہے اور عدلیہ بھی کسی آسمانی وحی کی قطعاً پابند نہیں ہوتی۔ گویا سیکولر ازم کے تحت انسانی زندگی میں مذہب کی حیثیت محض ایک ضمیمے کی رہ گئی ہے جبکہ انسان

کی اجتماعی زندگی کا اصل نظام رائج الوقت سیکولر ازم نظام کے تحت چل رہا ہے اور سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام، دیوانی اور فوجداری قانون سب سیکولر ازم کے تابع ہیں۔ گویا دنیا کا 99 فیصد نظام لادینیت پر چل رہا ہے۔ اجتماعی زندگی سے تمام مذاہب کے عمل دخل کو یکسر اور کلی طور پر ختم کر دیا گیا ہے اور انہیں انفرادی زندگی تک محدود کر دیا گیا ہے۔ اس صورت حال میں اگر مذہب کے چھوٹے سے دائرے اور گوشے میں تبدیلی بھی واقع ہو جائے تو آخر کون سا بڑا فرق واقع ہو جائے گا؟ کوئی شخص پہلے ہندو یا عیسائی تھا اور اب مسلمان ہو گیا تو اس سے ملک کے نظام میں تو کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ لہٰذا سیکولر ازم کے تحت مذہب تبدیل کرنے کی آزادی بھی دی جاتی ہے اور بانیان مذاہب کی ذات پر ہر قسم کی ہرزہ سرائی کی بھی اجازت ہوتی ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "Son of God" قرار دیتے ہیں جبکہ یہودی انہیں "Son of Man" قرار دیتے ہیں۔ گویا ہر ایک کو اظہار رائے کی آزادی حاصل ہے۔

یہ سب کچھ یہودی سازش کی کرشمہ سازی ہے۔ یہودی بہت چھوٹی سی قوم ہے۔ پوری دنیا میں یہود کی تعداد 13 یا 14 ملین سے کسی طرح بھی زائد نہیں ہے جن میں سے 35 لاکھ یہودی اسرائیل میں آباد ہیں۔ اتنی ہی تعداد میں یہودی امریکہ میں آباد ہیں جبکہ باقی پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود وہ پوری دنیا کا کنٹرول حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر سیاست کا رشتہ مذہب سے برقرار رہے تو یہود کو اپنے پیش نظر مقاصد میں کبھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں نہایت قلیل اقلیت کیا کر سکتی ہے؟ لہٰذا یہود نے سیاست اور مذہب کے باہمی رشتے کو منقطع کر دیا۔ اس ضمن میں جو آرڈر آف ایلومیناٹی (Order of Illuminati) تشکیل دیا گیا تھا اس کا "Insignia" آج بھی ایک ڈالر کے نوٹ پر موجود ہے۔ یہود نے سیکولر ازم کو دنیا میں بڑی طویل محنت کے بعد رائج کیا ہے۔ یہودی مذہب غیر تبلیغی مذہب ہے۔ وہ کسی دوسرے مذہب کے پیروکار کو یہودی بناتے ہی نہیں، کیونکہ یہودیت نسل پر مبنی ہے۔ اس لیے ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ عیسائیت میں تفریق پیدا کر دیں جیسے مسلمانوں میں عبداللہ بن سبا نامی ایک یہودی نے تفریق پیدا کر دی تھی۔ چنانچہ یہود نے عیسائیوں کو پروٹسٹنٹ اور کیتھولک میں تقسیم کر دیا۔ اس تقسیم سے پہلے عیسائیوں کے عہد اقتدار میں سود کی مکمل ممانعت تھی۔ لیکن پروٹسٹنٹ کے ذریعے یہودیوں نے سود کو جائز کروا لیا۔ اس سودی نظام کی وجہ سے آج جس طرح پوری دنیا کی معیشت عالمی مالیاتی اداروں کی گرفت میں ہے، اسی طرح ڈیڑھ صدی قبل یورپی ممالک کی معیشت پر یہودی گرفت مسلط ہو چکی تھی۔ علامہ اقبال نے اپنے سفر یورپ میں اسی صورت حال کا مشاہدہ کرنے کے بعد کہا تھا کہ

فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے

سیکولر ازم کا نظریہ مذہب، اور ریاست کی جدائی کا نام ہے، جسے اقبال نے یوں بیان کیا ہے۔

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری' ہوس کی وزیری

دیگر مذاہب کے برعکس اسلام صرف ایک مذہب نہیں بلکہ مکمل دین اور نظامِ زندگی ہے۔ لہٰذا کوئی بھی ایسی شے جو اس نظام کو نقصان پہنچاتی ہو' اس کا سدباب ضروری ہے۔

ارتداد کا مسئلہ کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے دوران مدینے کے یہود نے جب دیکھا کہ جو شخص ایک دفعہ حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا ہے' پھر اس سے علیحدہ ہی نہیں ہوتا تو انہوں نے سوچا کہ کوئی ایسی چال چلنی چاہیے جس سے اسلام کی دھاک اور ساکھ مجروح ہو جائے۔ چنانچہ بعض یہودی صبح اسلام لاتے اور شام کو مرتد ہو جاتے تاکہ لوگوں کو اسلام سے متنفر کیا جاسکے۔ اگر اسلام محض ایک مذہب ہوتا تو مسلمانوں کے لیے ترک اسلام کے راستے کو کھلا رکھنے سے کوئی فرق واقع نہ ہوتا لیکن اسلام تو درحقیقت ایک مکمل ریاستی نظام بھی ہے۔ لہٰذا ارتداد کا فتنہ اسلامی ریاست کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے نہایت موثر ہتھیار ثابت ہوگا۔ چنانچہ اس فتنے کا سدباب کرنے کے لیے ''من بدل دینہ' فاقتلوہ'' کا حکم جاری کر دیا گیا۔ پس اسلامی ریاست کی حدود میں کوئی مسلمان اگر مرتد ہو جاتا ہے تو وہ واجب القتل ہے۔

قتل مرتد کی سزا ان لوگوں کی سمجھ میں کیسے آئے جو مذہب اور ریاست کو جدا سمجھتے ہیں' جبکہ اسلامی ریاست کی بنیاد ہی مذہب ہے۔ لہٰذا مذہب سے بغاوت درحقیقت اسلامی ریاست سے بغاوت کے مترادف ہے۔ اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہے۔ اگر سیاست کے نظریہ ہی کو کمزور کر دیا جائے تو پھر خود ریاست ہی کی بنیاد ختم ہو جاتی ہے۔

اسلام کا نظام حیات' اس کا سارا قانونی ڈھانچہ رسالت و نبوت محمدیؐ پر استوار ہے۔ ایک شخص بہت پکا موحد بھی ہو اور اس کے اخلاق بھی اچھے ہوں لیکن اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ عقیدۂ توحید کے باوجود غیر مسلم قرار پائے گا۔ کوئی شخص کتنا ہی متقی' عابد' زاہد اور پرہیزگار کیوں نہ ہو' جب تک رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلادہ اس کی گردن میں نہیں ہوگا۔ وہ ہرگز مومن نہیں ہوسکتا۔ اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ اقبال نے کہا ہے کہ

بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

دین تو نام ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے' شریعت کا سارا وجود ہی آپؐ کی نبوت و رسالت کی بنیاد پر قائم ہے۔ اسلام کا پورا نظام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کے گرد گھومتا ہے۔ اگر اس تعلق کو مجروح کر دیا جائے تو گویا اسلام کی پوری عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے۔

حضورؐ کے ساتھ ایک بندۂ مومن کے رشتے اور تعلق کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان پر ایمان لاؤ' ان کی اطاعت کلی کرو اور تمام انسانوں سے بڑھ کر انہیں محبوب سمجھو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم میں سے

کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے محبوب تر نہ ہو جاؤں' اس کے والد سے' اس کی اولاد سے' یہاں تک کہ تمام انسانوں سے۔ بدقسمتی سے آج ایمان کی یہ شرائط بھی امت کی عظیم اکثریت کے ذہنوں سے نکل چکی ہیں اور جہاں تک اتباع رسولؐ' اطاعت رسولؐ اور محبت رسولؐ کا معاملہ ہے' اس سے امت بیگانہ ہوتی جا رہی ہے۔ ایک ہے محبت جس کا تعلق دل سے ہے جبکہ اطاعت کا تعلق عمل سے ہے جو نظر آتا ہے۔ ایک اور ضروری شے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب و احترام ہے جسے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مختلف اسالیب میں بیان کیا گیا ہے۔ بقول شاعر۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اسلامی ریاست یا اسلامی معاشرے کی دو بنیادیں ہیں۔ ایک قانونی اور دوسری جذباتی۔ قانونی بنیاد کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات سے سرتابی نہ کی جائے' ان سے تجاوز نہ کیا جائے۔ مسلمان فرد ہو یا ریاست دونوں قرآن وسنت کے دائرے کے اندر اندر آزاد ہیں لیکن انہیں ان حدود سے تجاوز کی اجازت نہیں ہے جبکہ حضورؐ کا ادب و احترام اسلام کے نظام معاشرت اور اسلامی تہذیب میں یک رنگی اور تسلسل کا ضامن ہے۔ اسلامی معاشرے کے استحکام کے لیے ایک ستون اگر دستوری و قانونی جواز فراہم کرتا ہے تو دوسرا ستون حضورؐ سے جذباتی محبت اور آپؐ کا اتباع ہے۔ اگر حضورؐ کا ادب و احترام اور آپؐ کی اتباع کا جذبہ کمزور پڑ جائے تو اسلامی تہذیب کی بنیاد ختم ہو کر رہ جائے گی۔

اکبر کے وضع کردہ دینِ الٰہی کے اندر بھی یہی فتنہ مضمر تھا۔ اس وقت یہ نظریہ پیش کیا گیا تھا کہ دین کی اصل توحید ہی ہے' رسالت وغیرہ کی چنداں اہمیت نہیں ہے۔ چنانچہ اس سے امت محمدؐ کا تشخص ختم ہو رہا تھا۔ اس فتنے کی سرکوبی کے لیے مجدد الف ثانیؒ کھڑے ہوئے۔ بقول اقبال۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

شیخ احمد سرہندیؒ حضرت مجدد الف ثانی کے مکاتیب میں اتباع سنت پر جس قدر زور دیا گیا ہے' اس کا عام آدمی تصور بھی نہیں کرسکتا۔

اگر توہین رسالتؐ کا قانون موجود نہ ہو تو اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کو موقع مل جائے گا کہ وہ ہماری معاشرتی اور ملی زندگی کے جذباتی مرکز ومحور کو منہدم کر دیں۔ اس سے مسلمانوں کی جمعیت کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا۔ چنانچہ علامہ اقبال نے ''ابلیس کا پیغام اپنے سیاسی فرزندوں کے نام'' بایں الفاظ نقل کیا ہے۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

✿.....✿.....✿

سیّد نظر زیدی

توہین رسالت ﷺ.....ایک سنگین جرم

پوری دنیا پر اپنے اپنے دین کا غلبہ چاہنے والے غیر اور دین سے بیزار بدقسمت اپنے' ایک عرصے سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ پاکستان میں توہین رسالت' قانون ختم کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں تازہ مطالبہ سوئٹزرلینڈ کے وزیر خارجہ نے کیا ہے۔ ان کا فرمانا ہے کہ نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا کے اسلامی ملک اس قانون کو ختم کر دیں۔ یہ سب حضرات یہ مطالبہ خود کو مہذب اور روشن خیال ہونے کے جوش میں کرتے ہیں۔ لیکن بہ نظر غائر دیکھا جائے تو یہ مطالبہ نہایت احمقانہ اور جاہلانہ ہے۔ سادہ انداز میں اس قانون کو سمجھا جائے تو وہ یہ ہے کہ اگر کوئی سیاہ باطن شان رسالت میں توہین کا مرتکب ہو تو اس کے جرم کے مطابق اسے سزا دی جائے۔

اسی طرح اگر سادہ انداز میں اس مطالبے کو سمجھا جائے تو وہ یہ ہے کہ توہین رسالت کو بنیادی انسانی حق مانا جائے اور اس کے مرتکب سے کسی طرح کی باز پرس نہ کی جائے۔ اول تو اس مطالبے کا بے ہودہ ہونا اسی سے ظاہر ہے کہ یہ دنیا کے سب سے محترم اور مقدس انسان کی شان میں ہرزہ سرائی کا حق حاصل کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے جو کسی مہذب قوم کے دنیاوی قوانین میں بھی نہیں دیا گیا۔ انسانوں کے بنائے ہوئے ان قوانین میں ہر شہری کی ذات کو محترم مانا گیا ہے اور یہ حق دیا گیا ہے کہ اگر اس کی عزت گھٹانے کی کوشش کی جائے تو وہ ازالہ حیثیت عرفی کے تحت اسے سزا دلوائے۔ توہین عدالت کے قانون سے تو بچہ بچہ آگاہ ہے کہ اگر کوئی اس کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے سخت سزا دی جاتی ہے۔

یہ تو ہے ایک عام شہری اور اس شخص کا حق جو عدالت کی کرسی پر بیٹھتا ہے۔ اب کوئی ان عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ جس محترم انسان کا درجہ اور شان ان سے لاکھوں کروڑوں درجہ زیادہ ہے اور جسے ایک ارب سے زیادہ مسلمان اپنا رہنما اور آقا تسلیم کرتے ہیں' اس کی عزت کا تحفظ ان عام انسانوں کے برابر بھی نہیں ہونا چاہیے؟ یقیناً ہر ذی فہم اور شریف شخص کا جواب ہوگا کہ عام لوگوں کے برابر کیوں' اس کی تکریم تو اس کے مقام و مرتبے کے مطابق ہونی چاہیے۔ نہ کہ اس کے خلاف بکواس کرنے کا حق

مانگا جائے اور توہین رسالتؐ کو بالکل معمولی بات سمجھا جائے۔

اس کے علاوہ اس سنگین جرم کو اس نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہیے کہ جو لوگ اس کے مرتکب ہوتے ہیں کیا وہ اپنے دین مذہب کا کوئی حکم پورا کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں' کوئی مذہب بھی' بالخصوص دین عیسوی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی دین کے رہنما کا نام بے ادبی سے لیا جائے۔ اگر کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں تو سب سے پہلے وہ اپنے دین کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اس بات کے حق دار بن جاتے ہیں کہ انہیں سخت سے سخت سزا دی جائے چہ جائیکہ انہیں سزا سے مستثنیٰ قرار دینے پر ضد کی جائے۔

توہین رسالتؐ کا جرم دراصل ایک سوچی سمجھی شرارت ہے جس کا آغاز سلطان عبدالرحمٰن ثانی والی اندلس (206-238ھ) کے عہد میں ہوا تھا۔ اس زمانے میں اندلس کے عیسائی فرانس اور پرتگال کی امداد سے اپنی طاقت بڑھا رہے تھے اور اس سلسلے میں انہوں نے یہ طریقہ بھی اختیار کیا تھا کہ سر پھرے پادری سر بازار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' قرآن اور دین اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے تھے۔ سلطان انہیں پکڑ کر قاضی کی عدالت میں پیش کرتے تھے۔ قاضی انہیں قتل کرنے کا حکم دیتا تھا اور عیسائی اس طرح مرنے والوں کو شہید اور ولی مشہور کر کے ان کی قبروں کو زیارت گاہ بنا لیتے تھے۔ یہ سلسلہ اس طرح رکا کہ ذی شعور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی تعلیمات سے آگاہ پادریوں نے ملک گیر کانفرنس منعقد کر کے یہ فتویٰ جاری کیا کہ اس طرح جانیں دینے والے نہ شہادت کے درجے پر فائز ہوتے ہیں' نہ کوئی روحانی درجہ پاتے ہیں۔ مسلم مورخین نے ان لوگوں کو لاعنین کا نام دیا ہے۔

سپین کے بعد یہ حماقت بھارت کے ہندوؤں کے حصے میں آئی کہ انہوں نے صدیوں بعد دین اسلام اور مسلمانوں کو بے اثر بنانے کے لیے شدھی کی تحریک شروع کی اور مبینہ طور پر ایک وفد یہ معلوم کرنے کے لیے سپین بھیجا کہ کیا کیا تدابیر اختیار کر کے اس ملک سے مسلمانوں کو خارج کیا گیا تھا۔ اور یہ وفد وہاں سے لاعنین کے کردار کا تحفہ لے کر لوٹا اور یہاں ہندوستان میں توہین رسالتؐ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہاں انگریزوں کی حکومت تھی جو اپنی رسوائے زمانہ پالیسی لڑاؤ اور حکومت کرو کے تحت ہندو مسلم اختلافات کو بڑھانے کی کوشش کرتے تھے۔ انہوں نے تو "رنگیلا رسول" کے ناشر راجپال کو بھی معصوم قرار دے دیا تھا۔ لیکن یہ معاملہ غیرت مند مسلمانوں نے خود اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جس ہندو نے بھی توہین رسالتؐ کا جرم کیا اسے کیفر کردار کو پہنچایا۔

اس جرم کی مصدقہ تاریخ یہی ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ ان دنوں بھی جو شخص یہ جرم کرتا ہے اس کا ذہنی رشتہ انہی شریروں سے جڑا ہوا ہے جنہوں نے اس کا آغاز کیا تھا۔ جہاں تک دین اسلام' قرآن اور ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے ان کی شان میں تو خدا کے فضل سے اضافہ ہوا ہی ہے۔ ہادی برحقؐ کی ذات والا صفات اور دین اسلام کے اصول ماضی میں بھی آفتاب جہاں تاب کی طرح روشن تھے۔ آج بھی روشن ہیں اور ان شاء اللہ مستقبل میں بھی روشن رہیں گے۔ قصور اندھی چمگادڑ کا ہے' چشمۂ

آفتاب کا نہیں۔

کوئی بھی دانا شخص اس معاملے پر غور کرے گا تو یہ بات آسانی سے اس کی سمجھ میں آ جائے گی کہ توہین رسالتؐ ہر لحاظ سے ایک سنگین جرم ہے اور یہ جرم کرنے والے کے لیے رعایتیں طلب نہیں کرنی چاہئیں' بلکہ اس کی سزا بڑھانے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ ایسے شخص کی حیثیت اس فتنہ گر کی سی ہوتی ہے جو پرامن بستیوں کو نذر آتش کرنے کے لیے مٹی کے تیل کا کنستر اور ماچس لے کر گھر سے نکل کھڑا ہو۔ اس کی دریدہ دہنی لاکھوں نہیں کروڑوں انسانوں کو رنجیدہ کرتی اور دلوں میں غصے کی آگ بھڑکاتی ہے۔ کچھ ہی عرصہ پہلے سلمان رشدی ملعون نے ایک نہایت بیہودہ کتاب لکھ کر ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کو رنجیدہ اور مشتعل کیا تھا۔ کیا کوئی شخص ثابت کر سکتا ہے کہ اس نے اس بیہودگی سے انسانی معاشرے کی کوئی خدمت کی؟ ہرگز نہیں۔ اس نے تو اپنی جہالت اور مسخ شدہ ذہنیت سے فساد کی آگ بھڑکائی۔ خدا کے فضل سے قرآن کی عظمت تقدس اسی طرح ہے اور مسلمان اسے اسی طرح اللہ کا کلام مانتے اور اس سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

توہین رسالتؐ کے قانون کی منسوخی کا مطالبہ دراصل وہ لوگ کرتے ہیں جو اپنی بدنصیبی سے اسلام دشمنی کے مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ وہ ہرگز ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی بک بک پر توجہ دی جائے۔ ان کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ اس قانون کا سہارا لے کر بے گناہوں کو سزا دلوا دی جاتی ہے۔ اول تو ایسا ہوتا نہیں' لیکن اگر اس کا امکان ہو بھی تو یہ امکان تو چوری' ڈکیتی' قتل عمد اور دیگر تمام جرائم میں بھی موجود ہے۔ چالاک اور بارسوخ لوگ بے گناہوں کو مقدمات میں پھنسوا کر سزا دلوا دیتے ہیں تو کیا یہ سب قانون منسوخ کر دیے جائیں؟

یہ بات انصاف کے عین مطابق ہے کہ توہین رسالتؐ کے مرتکب بدبختوں کو لازمی طور پر سزا دی جائے' بلکہ موجودہ قانون کے مطابق جو سزا دی جاتی ہے اس میں اضافہ کیا جائے اور دوسرے مذاہب کے شریف طبع لوگ ایسے مجرموں کو خود عدالت میں پیش کریں۔ ایسے مجرموں کی پشت پناہی تو جرم میں شرکت ہے جو کسی مہذب شخص کو زیب نہیں دیتی۔

✿.....✿.....✿

محمد عطاء اللہ صدیقی

قانون توہین رسالت ﷺ میں تبدیلی، محرکات و مضمرات

مورخہ 14 جون 99ء کو قومی اخبارات میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے توہین رسالتؐ کے تحت FIR کے اندراج کے قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے۔ نوائے وقت میں چھپنے والی خبر کا متن ملاحظہ ہو:

> "وزیراعظم میاں نواز شریف نے وفاقی وزیر مذہبی و اقلیتی امور سینیٹر راجہ ظفرالحق کی رپورٹ پر توہین رسالتؐ کے مبینہ واقعات میں FIR کے اندراج کے قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے۔ یہ انکشاف قومی اسمبلی کے رکن اور سابق وزیر مملکت ڈاکٹر روفن جولیس نے سینیٹر راجہ ظفرالحق کی زیر صدارت اسلام آباد میں منعقدہ اجلاس میں شرکت کے بعد صحافیوں سے بات چیت کے دوران کیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے مختلف علاقوں میں جا کر ذاتی طور پر جو سروے کیا ہے اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جہاں جائیداد کا مسئلہ ہے یا کسی بچی سے زیادتی کا واقعہ ہو وہاں غریب عیسائیوں کو انڈر پریشر کرنے کے لیے پولیس کی ملی بھگت سے ان کے خلاف توہین رسالت کا جھوٹا پرچہ دے دیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزیراعظم نے ہدایت کی ہے کہ جہاں توہین رسالت کا مبینہ واقعہ پیش آئے اس علاقے کے اچھی شہرت کے حامل دو ایماندار اور سچے مسلمان اور دو عیسائی منتخب کیے جائیں۔ ڈپٹی کمشنر ایس ایس پی اور ان چار افراد سمیت چھ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی اس واقعہ کی تحقیقات کرے گی اور اگر تفتیش کے دوران جرم ثابت ہو گیا تو کمیٹی کی رپورٹ پر FIR درج کی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ کوئی بھی صالح اور پرہیزگار عیسائی توہین رسالتؐ کا سوچ بھی نہیں سکتا"۔

1994ء میں جب پہلی مرتبہ اس قانون میں تبدیلی کی خبر منظر عام پر آئی تھی' تو اس وقت پاکستان کے صدر جناب فاروق احمد خان لغاری' وزیراعظم بے نظیر بھٹو صاحبہ اور وزیر قانون اقبال حیدر صاحب تھے مگر اب ان کی جگہ صدر مملکت جناب رفیق احمد تارڑ صاحب ہیں۔ اس وقت میاں نواز شریف وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہیں۔ یہ وہی وزیراعظم ہیں جو لادین عناصر کے شدید احتجاج کے باوجود حال ہی میں پاکستان کی قومی اسمبلی سے آئین کی پندرھویں ترمیم المعروف شریعت بل پاس کروا چکے ہیں اور جو سینٹ میں اس قانون کو منظور کروانے کے لیے مطلوبہ اکثریت کے حصول کی سرتوڑ کوشش میں لگے رہے ہیں اور پھر آج وفاقی وزیر برائے مذہبی و اقلیتی امور وہ شخصیت ہے کہ جس کی شرافت' دینداری اور حب رسول ﷺ کا ایک زمانہ معترف ہے۔ جو ماضی قریب میں قانون توہین رسالتؐ کے دفاع میں بیانات ہی نہیں' مضامین بھی تحریر فرماتے رہے ہیں۔ جناب رفیق احمد تارڑ' میاں نواز شریف اور راجہ ظفر الحق کے ہاتھوں قانون توہین رسالتؐ میں تبدیلی کے بل پر اگر دستخط ہوں' تو اس سے زیادہ پریشان کن اور تعجب انگیز خبر اور کیا ہوگی.....؟

مختصر پس منظر

295-سی کا قانون 1986ء میں بنا جس کی رو سے گستاخ رسولؐ کی سزا سزائے موت رکھی گئی۔ اس اضافی دفعہ کی وجہ 17 مئی 1986ء کو عاصمہ جہانگیر کی طرف سے رسول اکرم ﷺ کے خلاف گستاخانہ جسارت تھی۔ لہذا اس قانون کی منظم طریقے سے مخالفت سب سے پہلے قادیانیوں کی طرف سے کی گئی۔ انہوں نے منظم پروپیگنڈے کے زور پر بالآخر اسے قومی اور عالمی سطح پر مجنونانہ مہم جوئی میں تبدیل کر دیا۔ یورپ وامریکہ آج کل انسانی حقوق کے ''بخار'' میں مبتلا ہیں۔ قادیانیوں نے بڑی مہارت اور چالاکی سے مغرب میں مہم چلائی کہ یہ قانون انسانی حقوق کی پامالی ہے۔ اہل مغرب مسلمانوں اور ان کے پیغمبر ﷺ کے خلاف صلیبی جنگوں والے بغض اور تعصب سے باہر نہیں نکلے۔ وہ ان کی توہین کے ہر موقع کو نہ صرف خوش آمدید کہتے ہیں بلکہ اسے اپنے اس نفسیاتی مرض کی تسکین کے لیے استعمال بھی کرتے ہیں۔ سلمان رشدی جیسے ملعون شاتم رسول ﷺ کی حمایت میں خم ٹھونک کر کھڑے ہونا' مغرب کے اسی تعصب کا شاخسانہ ہے۔ قادیانیت پر' جو خود مرزا قادیانی کے بقول انگریز کا کاشت کیا ہوا پودا ہے' ان کی عنایات ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ وہ اپنے کاشت کیے ہوئے پودے کو ہر صورت میں تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ لہذا اہل مغرب نے قادیانیوں کی قانون توہین رسالتؐ کے خلاف دُہائی کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہوئے اس مسئلہ کو اپنی خارجہ پالیسی کے اہم اہداف سے منسلک کر دیا۔ جنیوا میں پاکستان کی نمائندگی کرنے والے ایک قادیانی منصور احمد کی کوششوں سے قادیانیوں کی درخواست کو انسانی حقوق کمیشن میں پذیرائی ملی۔ امریکہ میں قادیانیوں کی طرف سے لابنگ کی گئی۔ بالآخر قادیانیوں کی کوششوں کے نتیجے میں 1987ء میں امریکی سینٹ کی خارجہ تعلقات کمیٹی نے قرارداد پاس کی جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

پاکستان میں مغربی صیہونی لابی کے سرمائے سے چلنے والی NGOs کی سرگرمیوں اور قانون توہین رسالتؐ کے خلاف مجنونانہ مہم جوئی میں اضافہ ساتھ ساتھ ہوا ہے۔ قادیانیت اور یہودیت کے درمیان عالمی سطح پر گٹھ جوڑ پاکستان میں انسانی حقوق کی علمبردار NGOs کے نیٹ ورک کی صورت میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ 1987ء میں پاکستان میں انسانی حقوق کمیشن قائم کیا گیا جس کی روح رواں عاصمہ جہانگیر' آئی-اے رحمٰن و دیگر قادیانی ہیں۔ اس کمیشن نے روز اول ہی سے قانون توہین رسالتؐ کے خلاف زہر افشانی کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ اس سازش میں لگے رہے کہ کسی طریقہ سے عیسائی اقلیت کو اس قانون کے خلاف بھڑکا کر اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کریں۔ عیسائی مغرب سے زیادہ سے زیادہ فنڈز کی وصولیابی کے لیے انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں نے قانون توہین رسالتؐ کے خلاف بعض جذباتی عیسائی نوجوانوں کے ذریعے عیسائی NGOs کا ایک گروہ بھی قائم کیا جس کا ایک نکاتی ایجنڈا قانون توہین رسالتؐ کے خلاف شر انگیز پراپیگنڈا کرنا تھا۔ 1995ء میں جب سلامت مسیح' رحمت مسیح کیس سامنے آیا تو عاصمہ جہانگیر اور حنا جیلانی نے اسے نادر موقع سمجھتے ہوئے عیسائی اقلیت میں اپنا اعتبار قائم کیا اور عیسائی تنظیموں کو 295 سی کے خلاف تحریک چلانے کے لیے منظم کیا۔

جرمن آمر ہٹلر کا معروف قول ہے کہ ایک جھوٹ کی تکرار اس قدر شدت سے کی جائے کہ وہ بلآخر سچ دکھائی دے۔ انسانی حواسِ سامعہ اور ذہنی ڈھانچہ کچھ اس طرح استوار ہوا ہے کہ کسی چیز کو بار بار سننے سے اس کا تاثر ضرور قبول کرتا ہے۔ انسانی نفسیات اور حواس کی اس کمزوری کو مغربی ذرائع ابلاغ نے بھرپور طریقے سے Exploit (استحصال) کیا ہے۔ موجودہ حکومت کی طرف سے قانونِ توہین رسالتؐ میں تبدیلی بھی غالباً اسی بے بنیاد' اشتعال انگیز اور جارحانہ پراپیگنڈہ مہم کے اثرات کا نتیجہ ہے جو گزشتہ چند برسوں سے بعض عیسائی تنظیموں' انسانی حقوق کی علمبردار NGOs نے شروع کر رکھی ہے۔ اس کے علاوہ امریکی دفتر خارجہ' جرمن حکومت اور مغربی پادروں کے تواتر سے تنقیدی بیانات نے بھی ہماری قیادت کو متاثر کیا ہے۔ حکومت پاکستان پر گزشتہ کئی برسوں سے امریکہ کی طرف سے دباؤ ڈالا جاتا رہا ہے کہ وہ قانون توہین رسالتﷺ کو واپس لے' معلوم ہوتا ہے اس دباؤ کے خلاف مؤثر مزاحمت میں قدرے کمی واقع ہوئی ہے۔

گزشتہ سطور میں قانون توہین رسالتؐ کی مخالفت کا مختصر پس منظر اور اشارات دیئے گئے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناموس رسالتﷺ کے خلاف برپا کی جانے والی اس نامعقول تحریک کے پس پردہ عالمی قوتوں کی سرگرمیوں کا مفصل سروے پیش کیا جائے۔ اس کے مطالعہ کے بعد عام قاری کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوگا کہ آخر وہ کون سے اسباب و محرکات ہیں کہ حکومتِ پاکستان اس حساس مسئلہ پر مسلمانوں کے جذبات کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک ایسا قدم اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے جو اس کی اپنی ساکھ کو مجروح کرنے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ آئندہ سطور میں بحث کو درج ذیل نکات میں پھیلایا گیا ہے۔

1-امریکہ اور یورپی ممالک کی بیجا تنقید اور ناروا مداخلت
2-خطوط کی مہم
3-ایمنسٹی انٹرنیشنل کا منفی کردار
4-آنجہانی بشپ جان جوزف کی مجنونانہ جدوجہد
5-جیمس صوبہ خان کی عیسائی تنظیموں کے خلاف فرد جرم
6-بلا جواز عیسائی ردعمل.... چند منتخب واقعات
7-بیرونی دباؤ کے حکومت پاکستان پر اعتراضات
8-پاکستان میں عیسائی اقلیت سے سلوک
9-قانون توہین رسالت ﷺ میں تبدیلی کے مضمرات

1-امریکہ اور یورپی ممالک کی بے جا تنقید اور ناروا مداخلت

معروف کالم نگار اور ناروے کے موجودہ پاکستانی سفیر جناب عطاء الحق قاسمی نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا "میں سمجھتا ہوں کہ یورپی مغربی دنیا کلیسائی ہے لیکن انہوں نے سیکولرازم کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔ ہم عملی طور پر سیکولر ہیں لیکن بیرونی دنیا کے سامنے خود کو خونخوار اور جنونی مذہبی کے طور پر پیش کرتے ہیں"۔ (نوائے وقت 10 فروری 1998ء)

میں مغربی دنیا کے رویہ کے بارے میں قاسمی صاحب کی رائے میں تھوڑا بہت تصرف کر کے یہ کہنے کا میلان رکھتا ہوں کہ "جب اہل مغرب کا مقابلہ عیسائی چرچ سے ہوتا ہے تو وہ "سیکولر" جاتے ہیں اور جب ان کا واسطہ اسلامی دنیا سے پڑتا ہے تو وہ یکدم "کلیسائی" ہو جاتے ہیں"۔ راقم الحروف نے اپنے ایک مضمون "قانون توہین رسالت ﷺ انسانی حقوق اور امریکی مداخلت" (شائع شدہ روزنامہ "جنگ" 6 اگست تا 10 اگست 1997ء چار اقساط) میں مغربی دنیا کی طرف سے قانون توہین رسالت ﷺ کی مخالفت کے اسباب و عوامل کا معروضی جائزہ لیتے ہوئے منجملہ دیگر باتوں کے تحریر کیا تھا:

> "امریکہ و یورپ کی حد تک مغربی دانشور مذہب مخالف رویوں کا حامل نظر آتا ہے لیکن وہ ابھی تک مغرب اور اسلام کے تعلقات کو صلیبی جنگوں کے تناظر میں دیکھتا ہے۔ اپنے خودساختہ مفروضات کی وجہ سے وہ اسلام کے بارے میں سخت خدشات کا شکار ہے.... امریکی سیکولر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کا طرز عمل اس کے برعکس ہے۔ وہ پاکستان کے عیسائیوں کے حقوق کے تحفظ کو محض اس بنا پر اپنی ذمہ داری تصور کرتے ہیں کہ وہ ان کے ہم مذہب ہیں۔ بوسنیا کے مسلمانوں کی نسل کشی پر ان کا ردعمل ایک سطحی بیان بازی سے آگے نہ جا سکا"۔

گزشتہ دو سال کے دوران ان موضوعات پر وسیع لٹریچر کے مطالعہ کے بعد راقم الحروف اس

نتیجہ پر پہنچا ہے کہ امریکہ اور یورپ ''انسانی حقوق'' کو محض اپنی ثقافتی استعماریت اور سیاسی غلبہ کے لیے ایک ''ہتھیار'' کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ قوموں کے باہمی تعلقات میں وہ انصاف، مساوات اور برابری کی سطح پر آزادیوں پر یقین نہیں رکھتے۔ وہ مغرب اور مشرق کے انسانوں کے حقوق کو بھی یکساں نہیں سمجھتے۔

گزشتہ دس برسوں میں امریکہ، جرمنی اور دیگر یورپی ممالک کی طرف سے حکومت پاکستان پر مسلسل دباؤ ڈالا جاتا رہا ہے کہ وہ قانون توہین رسالت ﷺ کو واپس لے اور عیسائی اقلیت کو مساوی حقوق عطا کرے۔ پاکستان کی عیسائی اقلیت کے بارے میں سیکولر ازم اور ''انسان دوستی'' کے یہ نام نہاد علمبردار اس قدر حساس واقع ہوئے ہیں کہ یہاں کوئی معمولی سا واقعہ بھی پیش آئے ان کی طرف سے فوراً احتجاجی بیانات کے ''میزائل'' داغے جاتے ہیں۔ ان کا سیکولرازم دوسرے ممالک کے عیسائیوں کے مذہبی حقوق کے تحفظ کے لیے انہیں دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت سے بھی باز نہیں رکھتا۔

امریکہ اور یورپی ممالک کی طرف سے قانون توہین رسالتؐ کے خلاف نہایت تسلسل سے احتجاجی بیانات دیئے جاتے رہے ہیں۔ اگر ان کو ترتیب دے دیا جائے تو ایک مستقل کتابچہ مدون کیا جاسکتا ہے۔ کاش کہ کوئی ''اسلامی حقوق کمیشن'' ان موضوعات پر تحقیقات کر کے مسلمانوں کی راہنمائی کرے کہ کس طرح ملت کفریہ مسلمانوں کے خلاف ''جسد واحد'' کی صورت میں سازشوں میں مصروف ہے مگر مسلمان انتشار کا شکار ہیں۔ ذیل میں چند منتخب واقعات کا ذکر بطور نمونہ کیا جاتا ہے۔

1- اپریل 1987ء کو امریکی سینٹ کی خارجہ تعلقات کی کمیٹی نے پاکستان کو چھ سال کے عرصہ میں چار ارب دو کروڑ ڈالر کی امداد کی فراہمی کے لیے قرارداد منظور کی۔ اس امدادی پیکج میں پہلی دفعہ ''انسانی حقوق کے احترام اور مذہبی آزادیوں کی پاسداری'' کی شرائط شامل کی گئیں۔

پاکستان اور امریکہ کے دوطرفہ تعلقات میں اس طرح کی شرائط تعجب انگیز تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستانی اخبارات نے اس خبر کو شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ نوائے وقت نے 25 اپریل 1987ء کی اشاعت میں صفحہ اول پر چھ کالمی سرخی ان الفاظ میں لگائی ''امریکی امداد کو جمہوری عمل، انسانی حقوق اور مذہبی آزادی سے مشروط کر دیا گیا''..... معروف صحافی جناب ارشاد احمد حقانی صاحب نے 5 مئی 1987ء کو روزنامہ ''جنگ'' میں ''مشروط امریکی امداد اور پاکستان کا ردعمل'' کے عنوان سے مفصل تجزیاتی مضمون قلمبند کیا۔ اس مضمون میں انہوں نے امریکی سینٹ کی خارجہ کمیٹی کی رپورٹ سے اصل اقتباسات بھی نقل کیے۔ اس رپورٹ کا پیرا 926 غور طلب ہے۔ اس کی رو سے امریکی صدر پر پابندی عائد کی گئی تھی کہ وہ ہر سال سرٹیفکیٹ جاری کریں گے کہ حکومت پاکستان نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا ازالہ کرنے میں نمایاں ترقی کی ہے۔

اس پیراگراف کے ذیلی نکتہ 4 میں عجیب و غریب مگر سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایک شرط یہ بھی

رکھی گئی تھی' اصل الفاظ ملاحظہ فرمایئے..... امریکی صدر یہ بھی سرٹیفکیٹ دیں گے کہ حکومت

''(4) اقلیتی گروہوں مثلاً احمدیوں کو مکمل شہری اور مذہبی آزادیاں نہ دینے کی روش سے باز آ رہی ہے اور ایسی تمام سرگرمیاں ختم کر رہی ہے جو مذہبی آزادیوں پر قدغن عائد کرتی ہیں''۔

امریکی سینٹ کی خارجہ کمیٹی نے امداد کے پہلے سے طے شدہ سمجھوتے میں یک طرفہ نظر ثانی کی تھی۔ اس نظر ثانی کے پس پشت قادیانیوں کی کوششوں کا خاصا دخل تھا۔ پاکستان کو امریکی امداد سے محروم کر کے وہ اندرون ملک حکومت پاکستان پر اپنے دباؤ کو بڑھانا چاہتے تھے۔

2- وفاقی جرمنی کے وزیر خارجہ ڈاکٹر کلاس کنکل نومبر 1992ء میں پاکستان کے دورہ پر آئے۔ لاہور میں قائد حزب اختلاف بے نظیر بھٹو سے انہوں نے ملاقات کے بعد بیان دیا ''تیسری دنیا کو امداد انسانی حقوق' منتخب حکومت اور منصفانہ انتخابات سے مشروط کر دی جائے۔ جرمن وزیر خارجہ نے بے نظیر کو اقلیتوں سے سلوک پر اپنی تشویش سے بھی آگاہ کیا''۔

(روزنامہ ''جنگ'' یکم ستمبر 1992ء)

3- 9 اگست 1994ء کے ''جنگ'' میں برطانوی دفتر خارجہ کا یہ بیان چھپا ''مذہبی توہین کے قانون میں ترمیم نہ کرنا افسوسناک ہوگا''۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ ان دنوں پاکستان میں سلامت مسیح کیس ہائی کورٹ میں زیر سماعت تھا۔ اس خبر کے متن کے یہ جملے بھی غور طلب ہیں:

''برطانوی حکومت کی طرف سے پاکستان پر زور دیا جاتا رہے گا کہ تمام اقلیتوں کے ساتھ نہایت منصفانہ سلوک روا رکھا جائے۔ دفتر خارجہ نے کہا کہ اگرچہ سلامت مسیح پر مذہبی توہین کا الزام برقرار ہے مگر یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ وزیراعظم بے نظیر کی ذاتی مداخلت کی بناپر سلامت مسیح کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں سلامت مسیح کے ساتھ ملزم منظور مسیح کے قتل کے الزام میں مولوی فضل حق' ماسٹر عنایت اور فضل الحق کے ایک رشتہ دار کو گرفتار کیا جاچکا ہے۔ فضل الحق توہین رسالتؐ کے مقدمہ میں شکایت کنندہ تھا اور عنایت نے رحمت مسیح کے خلاف معاملہ کو ہوا دی تھی۔ برطانوی حکومت منتظر ہے کہ ان ملزموں کے خلاف الزامات عدالت میں پیش کیے جائیں گے۔ برطانوی حکومت گل مسیح کے مقدمہ پر بھی نظر رکھے ہوئے ہے اور یہ مسئلہ پاکستان کے ساتھ اعلیٰ سطح پر اٹھایا گیا ہے''۔

یہ بات کس قدر افسوسناک ہے کہ توہین رسالتؐ کے ملزمان کو حکومت نے رہا کرا دیا مگر اس مقدمہ کے مدعی بے گناہ مولوی فضل الحق کو قتل کے مقدمہ میں گرفتار کرا دیا تاکہ سلامت مسیح کیس میں اس سے من چاہا بیان لیا جاسکے۔ حالانکہ منظور مسیح کے اصل قاتل بقول جیمس صوبے خان بشپ رابرٹ عذرایا اور اس کے دیگر ساتھی ہیں۔

4- امریکی نائب وزیر خارجہ رابن رافیل مارچ 1996ء میں پاکستان کے دورہ پر آئیں۔ اس دوران انہوں نے اپنی تقاریر اور بیانات میں تواتر سے قانون توہین رسالتؐ پر تنقید کی۔ روزنامہ نوائے وقت کی 8 مارچ 1996ء کی ایک خبر ملاحظہ فرمائیے۔

"امریکہ نے حکومت پاکستان پر زور دیا ہے کہ وہ توہین رسالتؐ کے قوانین منسوخ کر دے کیونکہ امریکہ کے مطابق ان قوانین سے مذہبی عدم رواداری بڑھ رہی ہے۔ امریکی نائب وزیر خارجہ رابن رافیل نے سینٹ کی سب کمیٹی کو بتایا کہ توہین رسالتؐ کے قانون سے مذہبی عدم برداشت کی فضا پیدا ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے بار بار کھلے عام ان قوانین کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا"۔

5- 24 جولائی 1997ء کو پاکستان کے تمام قابل ذکر اردو اخبارات نے سب سے بڑی سرخی یہی لگائی کہ امریکہ نے پاکستان پر زور دیا ہے کہ توہین رسالت کا قانون ختم کر دیا جائے۔ اس خبر پر پاکستان کے محب وطن حلقوں نے شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے اسے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیا۔ راقم الحروف نے اس خبر کے خلاف ردعمل کے طور پر ایک تفصیلی مقالہ "قانون توہین رسالتؐ انسانی حقوق اور امریکی مداخلت" تحریر کیا تھا جو روزنامہ جنگ لاہور' کراچی' راولپنڈی اور لندن سے بیک وقت 6 اگست 1997ء اور 10 اگست 1997ء کے دوران چار قسطوں میں شائع ہوا تھا۔

6- ہفت روزہ آواز انٹرنیشنل' لندن نے یکم اگست 1997ء کو امریکی حکومت کے حوالہ سے خبر شائع کی' "کلنٹن انتظامیہ نے پاکستان پر توہین رسالت کا قانون منسوخ کرنے کے لیے زور دیا ہے۔ کانگریس کی منظور شدہ دفتر خارجہ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کا آئین اسلام کو مملکت کا مذہب قرار دیتا ہے۔ 1986ء سے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295- سی کے ذریعے نبی اکرم کی توہین کی سزا موت مقرر کی گئی ہے۔ پاکستان میں اقلیتوں پر مظالم ہو رہے ہیں۔ توہین مذہب کے قانون اور امتیازی مذہبی قانون سے اقلیتوں کے خلاف تشدد کو ہوا ملی ہے۔ رپورٹ کے مطابق امریکہ بار بار پاکستان پر زور دے چکا ہے کہ توہین رسالتؐ کا قانون ختم کیا جائے"۔

7- "پاکستان میں مذہبی قوانین اشتعال انگیز ہیں' انہیں کالعدم قرار دیا جائے..... امریکہ"

8 مارچ 1996ء کے روزنامہ جنگ کی یہ سرخی تھی۔ اس بیان میں مزید کہا گیا "یہ قوانین دوسرے مذاہب کے لوگوں کے خلاف تنگ نظری کے حامل ہیں۔ قادیانی خود کو مسلمان کہتے ہیں لیکن حکومت انہیں مسلم قرار نہیں دیتی"..... یہ بیان بالکل قادیانی اسلوب کا حامل ہے' امریکی حکومت نے اسے محض دہرانے کا تکلف کیا۔

8- 1995ء میں جب سلامت مسیح کیس زیر سماعت تھا جرمنی کے صدر اپریل 1995ء میں

اچانک تشریف لائے' ان کا مقصدِ وحید پاکستانی حکومت پر قانون توہینِ رسالتؐ کے سلسلے میں دباؤ ڈالنا تھا۔

16 اپریل 1995ء کو جرمنی کے صدر کا بیان ملاحظہ فرمایئے۔ (روزنامہ "جنگ" لاہور)

> "جرمنی کے صدر ڈاکٹر رومن ہرزوگ نے کہا کہ ہم قانون توہین رسالتؐ کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قانون توہین رسالتؐ کے حوالے سے نہ صرف صدر فاروق لغاری' وزیراعظم بے نظیر بھٹو سے بلکہ قائدِ حزب اختلاف میاں محمد نواز شریف سے بھی گفتگو کی اور اس قانون کے تحت سزا کو سخت قرار دیتے ہوئے اسے نرم کرنے کی تجویز پیش کی"۔

9- پاکستان کی جنونی عیسائی تنظیموں نے لاٹ پادری ڈاکٹر جارج ایل کیری کی منت سماجت کی کہ وہ پاکستان آ کر قانونِ توہین رسالتؐ کے خلاف ان کی جدوجہد میں ان کی اخلاقی سرپرستی و امداد کا فریضہ سرانجام دیں۔ دسمبر 1997ء میں آرچ بشپ آف کنٹربری ڈاکٹر جارج ایل کیری پاکستان تشریف لائے اور آتے ہی اس "جہاد" میں ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے پاکستانی حکام پر زور دیا کہ ناموسِ رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کی جائے۔ (جنگ 5 دسمبر 1997ء)

پاکستان میں مذہبی اور بعض سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں نے ان کے بیانات کو پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی۔ ذرائع ابلاغ نے بھی انہیں سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ روزنامہ "خبریں" نے 7 دسمبر 1997ء کو اپنے اداریے میں لکھا:

> "ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انگلستان کے "لاٹ پادری" کسی خاص منصوبہ بندی کے تحت پاکستان آئے ہیں اور انہوں نے یہاں توہین رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کا مسئلہ کھڑا کر کے پاکستان کے عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان تفریق اور شکوک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ بات بڑی عجیب ہے کہ انگلستان میں قتل پر موت کی سزا نہیں ہے۔ لیکن ملکہ کی توہین اور برطانوی بحریہ کے جہاز کو نقصان پہنچانے پر موت کی سزا دی جا سکتی ہے۔ انگلستان کے لاٹ پادری کو ملکہ کی توہین پر سزائے موت پر غالباً کوئی اعتراض نہیں ہے اور وہ توہین رسالتؐ کے قانون پر اعتراض کرنے اور اس قانون کو تبدیل کرانے کے لیے پاکستان آ گئے ہیں"۔

10- قانون توہین رسالتؐ کے خلاف امریکہ اور دیگر یورپی ممالک کی مہم جوئی اب تو ان کی [illegible] پالیسی کا مستقل حصہ بن گئی ہے۔ ہر سال ان کی آواز میں شدت اور ان کی رپور[illegible] ضخامت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ان کے تنخواہ دار پاکستانی مخبر انہیں زیادہ سے زیادہ [illegible]

کر رہے ہیں۔ فروری 1998 میں ''امریکی بیورو آف ڈیموکریسی ہیومن رائٹس اینڈ لیبر'' نے پاکستان کے بارے میں مفصل رپورٹ شائع کی۔ اس میں بھی وہی پرانی تکرار موجود تھی۔ روزنامہ ''جنگ'' اور ''خبریں'' نے اس رپورٹ کا ترجمہ کئی قسطوں میں شائع کیا۔ راقم الحروف نے اس رپورٹ کا انسانی حقوق کمیشن کی رپورٹ سے موازنہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا تھا کہ اس رپورٹ کا اصل سرچشمہ پاکستان میں شرانگیزی کرنے والا عاصمہ جہانگیر کا انسانی حقوق کمیشن ہے۔

11- مارچ 1999ء کے پہلے ہفتہ میں ایک دفعہ پھر مذکورہ امریکی بیوروکریسی کی رپورٹ پاکستانی اخبارات میں شائع ہوئی۔ ایک دفعہ پھر پاکستان کو مذہبی امتیازی قوانین کی وجہ سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا اور اقلیتوں پر مبینہ ظلم و تشدد کا مبالغہ آمیز تذکرہ کیا گیا تھا۔ اس دفعہ بھی پاکستانی راہنماؤں کی طرف سے شدید احتجاج کیا گیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حکومت پاکستان نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس رپورٹ کو نہ صرف مسترد کر دیا بلکہ یہ بھی کہا کہ یہ رپورٹ پاکستان کی NGOs کی تیار کردہ ہے جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(روزنامہ ''پاکستان 7 مارچ 1999ء)

یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ امریکہ اور دیگر یورپی ممالک نے پاکستانی عوام کے احتجاج کی پروا کیے بغیر مسلسل قانون توہین رسالتؐ کو ختم کرنے کے مطالبہ کی تکرار کی ہے۔ دراصل یہ جدید صیہونی پراپیگنڈہ کا بنیادی اصول ہے کہ غلط بات کی تکرار جاری رکھو۔ شروع میں اس کے خلاف شدید مزاحمت کی جائے گی' مگر آہستہ آہستہ جارحانہ پراپیگنڈہ کے سامنے یہ مزاحمت کمزور پڑتی جائے گی۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ مزاحمت ختم ہو جائے گی۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا سطور میں جو حوالہ جات نقل کیے گئے ہیں' وہ تمام بیانات کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں لیکن ان سے کم از کم آپ یہ اندازہ ضرور لگا سکتے ہیں کہ ناموس رسالتؐ کے خلاف عالمی سطح پر کس وجہ کی مذموم سازش کو عملی شکل دی جا رہی ہے اور ہمارے راہنما اس سازش کا ادراک نہ کرتے ہوئے ناموسِ رسالت کے تحفظ کے تقاضوں سے کس قدر غفلت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

2- خطوط کی مہم

امریکہ اور یورپ کو پاکستان کے خلاف بھڑکانے اور پاکستان کے عیسائی گستاخانِ رسولؐ کو ممکنہ سزا سے بچانے کے لیے نوزائیدہ عیسائی تنظیمیں زیادہ تر غیر سنجیدہ' جذباتی اور مغرب کے تنخواہ دار عیسائی نوجوانوں پر مشتمل ہیں۔ یورپ اور امریکہ کی عیسائی تنظیموں کو بے حد مبالغہ آمیز اور دردناک خطوط کا ایسا سلسلہ شروع کرتی ہیں کہ وہاں اضطراب' رنج و الم اور شدید احتجاج کی فضا جنم لیتی ہے۔ یورپی دنیا میں پھیلی ہوئی عیسائی تنظیموں کا یہ ''نیٹ ورک'' اس طرح کی خطوط بازی سے متاثر ہو کر بالآخر پاکستان

کے خلاف وسیع پیمانے پر تحریک برپا کر دیتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے زیر اثر ذرائع ابلاغ بھی اس جارحانہ مہم جوئی میں شریک ہو کر پاکستان جیسی اسلامی ریاست کے خلاف زہریلے پراپیگنڈہ کا طوفان کھڑا کر کے پاکستان کو "وحشیوں کے ملک" کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ اس منفی پراپیگنڈہ سے امریکہ اور یورپ کی حکومتیں بھی شدید متاثر ہوتی ہیں، وہ بھی اس احتجاجی مہم میں شریک ہو کر بین الاقوامی قانون اور اخلاقیات کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حکومت پاکستان پر اپنے دباؤ کو بڑھا دیتی ہیں۔ اس مذموم پراپیگنڈہ مہم کا بنیادی نکتہ ہی یہ رکھا جاتا ہے کہ پاکستان میں جب بھی کسی عیسائی کے خلاف 295-سی کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں کوئی مقدمہ درج ہوتا ہے، وہ ہمیشہ غلط اور بدنیتی پر مبنی اور اقلیتوں پر ناروا ظلم ڈھانے کی غرض سے درج کیا جاتا ہے۔ عیسائی یورپ اپنے صلیبی تعصب کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر گھٹیا اور رذیل الزام تراشی کی "صحت" کو بلاچون و چرا تسلیم کر لیتا ہے بلکہ یورپ کی بعض عیسائی تنظیمیں تو اس انتظار میں ہوتی ہیں کہ پاکستان سے اس طرح کا کوئی خط موصول ہو اور وہ اپنی جارحانہ مہم جوئی کا آغاز کریں۔ مسلمانوں کے خلاف اس طرح کی جدوجہد میں معلوم ہوتا ہے انہیں مریضانہ روحانی لذت محسوس ہوتی ہے۔

پاکستان کے جنونی عیسائی شرانگیزوں کی طرف سے خطوط بازی کی ایسی مہم کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ سرگودھا کے دور دراز کے گاؤں کے ایک عیسائی گل مسیح نے پیغمبر اسلام کے خلاف اہانت آمیز کلمات کہے۔ چشم دید گواہوں کے بیانات کی روشنی میں اس پر 295-سی کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔ نومبر 1992ء میں ایڈیشنل سیشن جج نے الزامات ثابت ہونے پر گل مسیح کو سزائے موت سنا دی۔ دسمبر 1992ء میں لاہور ہائی کورٹ میں عاصمہ جہانگیر (قادیانی) اور لادین اشتراکی عابد حسن منٹو نے اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کی۔ عاصمہ جہانگیر نے عدالت عالیہ میں اس مقدمہ کی پیروی پر اکتفا کرنے کے بجائے حسب معمول پریس ٹرائل شروع کر دیا اور عیسائی تنظیموں کو جمع کر کے انہیں امریکہ اور یورپ کی عیسائی NGOs کی حمایت کے لیے خطوط کی مہم جاری کرنے پر اکسایا۔ بعض عیسائی وفد یورپ کے دورہ کے لیے تشکیل دیے گئے جہاں انہوں نے اس مقدمہ کے خلاف فضا کو ہموار کرنا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے نام نہاد انسانی حقوق کی تنظیموں، عیسائی برادری، یورپی حکومتی اہل کاروں اور بعض حساس عیسائیوں نے اس مقدمہ کے حوالہ سے بیان بازی اور احتجاج کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس احتجاجی مہم نے ایک دفعہ پھر صلیبی جنگوں کی یاد تازہ کر دی۔ پاکستان کے ایک عام عیسائی گل مسیح کی حمایت ہی اصل جذبۂ محرکہ نہ تھا، یہ دراصل اسلام اور مغرب کے تصادم کے تناظر میں پایا جانے والا زہریلے جذبات کا مجنونہ اظہار تھا۔

پاکستانی عیسائیوں کے ترجمان ایک پندرہ روزہ رسالے "کیتھولک نقیب" نے اپنی یکم تا 15 جولائی 1993ء کی اشاعت میں پوری عیسائی دنیا سے موصول ہونے والے ان خطوط کو شائع کیا۔ ان میں سے درج ذیل منتخب خطوط کے مطالعہ سے آپ راقم کی مذکورہ بالا معروضات کی تائید فرمائیں گے۔ ذرا

غور کیجئے ملتِ کفریہ ایک معمولی سے واقعہ کے خلاف کس طرح متحد ہو جاتی ہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں کو متعصب کہا جاتا ہے۔

-1 "ہم نے غلام اسحٰق کو لکھا ہے کہ وہ منصفانہ فیصلہ کروائیں اور ایسا بہت جلد ہوگا"۔ فلاک' بلجیم۔

-2 "ہمیں یقین ہے تم پر بے بنیاد الزام ہے۔ ہم نے پاکستانی حکام بالا کو احتجاجی خطوط لکھے ہیں"۔ لیون' فرانس۔

-3 "ہماری جدوجہد تمہاری رہائی تک جاری رہے گی"۔ گریڈنس' ہالینڈ۔

-4 "حوصلہ رکھو! ہم افریقہ میں تمہارے لیے کوشش کر رہے ہیں"۔ آرنا' جنوبی افریقہ۔

-5 "حکومت پاکستان کو ہر صورت میں تمہیں باعزت بری کرنا ہوگا"۔ جین (عورت)' آسٹریلیا۔

-6 "ہم آپ کی طرف سے حکام بالا کو لکھ رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ انہیں معلوم ہو کہ دنیا اس پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہے کہ آپ کے ساتھ مناسب برتاؤ کیا جائے"۔ رسل و شیرن سموئیل' امریکہ۔

-7 "ہم نے صدر' وزیراعظم اور اٹارنی جنرل کو خطوط لکھے ہیں"۔ مارک' مانچسٹر۔

-8 "میں نے برٹش فارن آفس کو خط لکھا اور اپیل کی کہ وہ آپ کے مقدمے کے لیے مدد کرے۔" برادر لیناسکس' اسکاٹ لینڈ۔

-9 "برطانیہ میں آپ کے لیے زبردست مہم جاری ہے اور ہمیں امید ہے کہ جلد ہی مثبت نتائج سامنے آئیں گے"۔ فریلک' فن لینڈ۔

-10 "مجھے یقین ہے کہ تم بے گناہ ہو' میں نے وزیراعظم نواز شریف سے اپیل کی ہے کہ قانون گستاخی رسول منسوخ کروائیں اور آپ کو جلد از جلد رہا کیا جائے"۔ ڈیوڈ' سکاٹ لینڈ۔

-11 میں نے سٹیٹ سے اعلیٰ افسران کو اس بات پر رضامند کیا ہے کہ وہ احتجاجی خطوط لکھیں۔" مائیکل کطلے' امریکہ۔

-12 "کینیڈا کے اخبار میں آپ کے متعلق پڑھا' ہم ہر طرح سے آپ کے ساتھ اور آپ کی رہائی کے لیے کوشاں ہیں"۔ لاری' کینیڈا۔

...... گستاخ گل مسیح کے لیے اس کے ہم مذہب یورپی عیسائیوں کی سطحی جذباتیت ملاحظہ کیجئے۔

-13 "تم میری دعاؤں میں ہو"۔ کیٹ (عورت)' آئرلینڈ۔

-14 "میں آپ کو یقین دلانا چاہتی ہوں کہ اس مشکل وقت میں ہم آپ کے لیے دعائیں اور سوچ و بچار کر رہے ہیں۔" اینا ایڈورڈ' انگلینڈ۔

15- ''تم کہاں ہو' ہم مل کر تمہیں ضرور ڈھونڈ لیں گے''۔ ماروک' آسٹریلیا۔

16- ''خداوند کے فرشتے تمہاری مدد کرتے ہیں۔'' جولاک' ایمسٹرڈم۔

(نوٹ: یہ تلخیص شدہ بیانات میں نے ڈاکٹر محمد صدیق شاہ بخاری کے مضمون امتناع قادیانیت آرڈیننس' دفعہ 295-C سے نقل کیے ہیں جو کتاب ''امریکہ جیت گیا'' میں شامل ہے۔).....

خطوط کا لب ولہجہ بتا رہا ہے کہ یہ خطوط گل مسیح کو لکھے گئے۔ گویا یہاں سے بھیجا جانے والا خط اس کے دستخطوں سے جاری کیا گیا تھا۔

مندرجہ بالا جذباتی تعریف' بیانات' اور خطوط وصول کرنے کے بعد گل مسیح جیسا معمولی درجہ کا انسان اپنے آپ کو جس روحانی ترفع کے مقام پر سمجھے گا' وہ آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ایک مجرم گل مسیح کو تخیلات کے زور پر ان عیسائی مکتوب نگاروں نے ایک مقدس ہستی کا روپ دے دیا۔ اس عزت افزائی کے بعد اگر گل مسیح مقدمہ سے بری ہو جائے تو کیا وہ اس ''جرم'' کی طرف دوبارہ مائل نہیں ہوگا؟ یہی اہل یورپ کی بے جا اور متعصبانہ حمایت ہے جو پاکستان کے ادنیٰ درجہ کے عیسائیوں کو توہین رسالتؐ کے جرم پر ابھارتی ہے۔ یہ تو محض چند خطوط ہیں جن کو یہاں نقل کیا گیا ہے' اس طرح کے ہزاروں خطوط اگر ہمارے حکمرانوں کو مل جائیں' تو کیا ان کے فیصلوں پر اثر انداز نہ ہوں گے؟

3- ایمنسٹی انٹرنیشنل کا منفی کردار

انسانی حقوق کے صیہونی نیٹ ورک کا ایک خطرناک اور فریب کن مہرہ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی صورت میں کام کر رہا ہے۔ انسانی حقوق کے پردے میں یہ درحقیقت خفیہ صیہونی ایجنڈے کی تکمیل پر گامزن ہے۔ مسلمان ممالک کے خلاف اس کا رویہ حد درجہ معاندانہ ہے۔ یہ امریکہ کی مخالفت بھی وہاں کرتا ہے جہاں یہودی ایجنڈے کو زک پڑنے کا امکان ہو۔

یہودی ہمیشہ قادیانیت نواز رہے ہیں۔ اگر پاکستان کی انسانی حقوق کی تنظیموں پر قادیانی چھائے ہوئے ہیں تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ یہ یہودی قادیانی گٹھ جوڑ کا منطقی نتیجہ ہے۔ عاصمہ جہانگیر کی سرپرستی میں چلنے والا انسانی حقوق کمیشن آف پاکستان درحقیقت ایمنسٹی انٹرنیشنل کا ایجنٹ بلکہ پاکستانی ونگ ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان(HRCP) کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال کے بارے میں ایمنسٹی انٹرنیشنل جو رپورٹیں تیار کرتا ہے' اس کا اصل سرچشمہ' منبع و مصدر HRCP ہی ہے۔ HRCP اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹوں میں حد درجہ مماثلت بلا وجہ نہیں ہوتی۔ عاصمہ جہانگیر عجب فریب کی چال چلتی ہے۔ پہلے وہ خود ہی ایمنسٹی انٹرنیشنل اور امریکی حکومت کو اعداد و شمار بھجواتی ہے۔ بعد میں جب ایمنسٹی انٹرنیشنل اور امریکی دفتر خارجہ یہی رپورٹیں اپنے دستخطوں کے ساتھ پاکستان کے متعلق جاری کرتے ہیں تو عاصمہ جہانگیر ان کو خوب

اچھالتی ہے۔ HRCP کے تنخواہ دار جعلی دانشور اس پر تجزیے کے انبار لگا دیتے ہیں۔ کمیشن کے ''پے رول'' پر صحافی اخبارات میں ان پر مضمون نگاری فرماتے ہیں۔ انگریزی اخبارات و رسائل جن پر HRCP کی نوازش ہائے بیجا عام ہیں' اپنے اداریوں میں ان پر اظہار خیال کرتے ہیں۔ اسی طرح عاصمہ جہانگیر کی طرف سے تیارہ کردہ منفی اور پاکستان کو بدنام کرنے والی رپورٹ یورپ کی ''لانڈری'' سے جب دھل کر آتی ہے تو اس کا خوب چرچا کیا جاتا ہے۔ راقم الحروف نے 1997ء میں انسانی حقوق کی رپورٹوں کے اس ''فراڈ'' اور ڈرامے کا اپنے ایک مضمون میں پول کھولا تھا۔ حکومتِ پاکستان کو حال ہی میں یہ سارا ڈرامہ سمجھ میں آیا ہے۔ مارچ 1999ء میں جب ایمنسٹی انٹرنیشنل اور امریکی دفتر خارجہ کی پاکستان کی انسانی حقوق کی صورت حال کے متعلق رپورٹیں منظر عام پر آئیں تو پاکستان کے دفتر خارجہ نے پہلی مرتبہ یہ بیان دیا کہ یہ رپورٹیں پاکستان کی NGOs کی ارسال کردہ ہیں۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل پاکستان کے قادیانیوں پر ہونے والے مبینہ ''مظالم'' کی داستانیں خوب نمک مرچ لگا کر پیش کرتی ہے۔ اس کی ایک بھی رپورٹ ایسی نہیں ہے جس میں پاکستان کے قادیانیوں کی مظلومیت کا رونا رویا گیا ہو۔ اسی طرح اس کے ایک بھی رپورٹ ایسی نہیں ہے جس میں پاکستان کے قادیانیوں کی کسی ایک زیادتی کی نشاندہی کی گئی ہو۔ گویا انہوں نے فرض کر رکھا ہے کہ پاکستان کے قادیانی تو ''معصوم عن الخطاء'' ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ بے حد ڈھٹائی سے اپنے غیر جانبدار مبصر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

1994ء میں پیپلز پارٹی کے دور میں جب پاکستان میں قانون توہین رسالتؐ کے خاتمے کی تحریک زوروں پر تھی' ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بھی اس قانون کے تحت قادیانیوں پر ظلم و ستم کو مبالغہ آمیز طریقے سے بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ اپریل 1994ء میں ایمنسٹی نے ایک رپورٹ جاری کی جس کا عنوان تھا: ''پاکستان میں جماعتِ احمدیہ پر مظالم کے سلسلہ میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کی تازہ رپورٹ''۔

قادیانی ہفت روزہ ''الفضل انٹرنیشنل'' نے یکم جولائی 1994ء کی اشاعت میں اس رپورٹ کا ترجمہ شائع کیا۔ اس رپورٹ میں قادیانیوں کے روزنامہ الفضل' ماہنامہ ''انصار اللہ'' عورتوں کے رسالہ ''مصباح'' قادیانی نوجوانوں کے رسالہ ''خالد'' اور پندرہ روزہ رسالہ ''تحریک جدید'' کے خلاف درج کردہ مقدمات کی مکمل تفصیلات اور اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔ یہ اعداد و شمار اس قدر باریک بینی سے تیار کیے گئے ہیں کہ قادیانیوں کے سوا انہیں کوئی دوسرا مرتب کر ہی نہیں سکتا۔ اس رپورٹ میں قادیانیوں کو ''مسلمانوں کا ایک فرقہ'' بتایا گیا ہے اور قادیانیوں کو ''غیر مسلم'' قرار دینے اور قادیانی مذہب کی تبلیغ پر پابندی عائد کرنے کا مکمل پس منظر بھی بیان کیا گیا ہے۔ 298-بی کے علاوہ قانون توہین رسالتؐ یعنی 295-سی کا بھی مفصل جائزہ لیا گیا ہے..... ایمنسٹی انٹرنیشنل کی اس رپورٹ کے بعض حصوں اور سفارشات کو یہاں نقل کرنا مفید معلوم ہوتا ہے۔

1- ''اس دفعہ 295-سی کے تحت کئی ایک احمدیوں پر مقدمات قائم کیے گئے ہیں لیکن ایمنسٹی

انٹرنیشنل کی اطلاع کے مطابق کسی احمدی کو اس کے تحت ابھی تک سزا نہیں دی گئی۔ (تو پھر واویلا کس بات کا ہے.....؟؟)

2- پاکستان میں نت نئی کڑی قانون سازی کی وجہ سے جماعتِ احمدیہ کے افراد کو محض اظہار رائے کی آزادی کے حق اور مذہبی عقائد کے اظہار کی آزادی کے حق کو استعمال کرنے کی وجہ سے گرفتار کیا جاسکتا ہے اور پھانسی کی سزا دی جاسکتی ہے۔

3- ایمنسٹی انٹرنیشنل خاص طور پر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-سی کی قانونی ترمیم جو توہین رسالت ﷺ کے جرم کی سزا صرف اور صرف موت قرار دیتی ہے، پر تشویش کا اظہار کرتی ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نزدیک سزائے موت انتہائی غیر منصفانہ اور سنگدلانہ سزا ہے۔

4- ایمنسٹی انٹرنیشنل حکومتِ پاکستان سے تقاضا کرتی ہے کہ مذہبی عقائد کے اظہار کی بنا پر کسی احمدی کے خلاف نہ تو کوئی مقدمہ درج کیا جائے اور نہ ہی سزا دی جائے۔

5- ایمنسی انٹرنیشنل حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتی ہے کہ دفعہ 295-سی کے تحت سزائے موت کی ممانعت ہونی چاہیے اور ایسے اقدام کرنے چاہئیں جس سے اس جرم کی سزا سزائے موت ختم ہوسکے"۔

مذکورہ بالا رپورٹ کے علاوہ بھی ہر موقع پر ایمنسٹی انٹرنیشنل نے پاکستان میں توہین رسالتؐ کے قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل رپورٹ 1997ء

1997ء میں پاکستان نے اپنی گولڈن جوبلی منائی۔ اس سال کے دوران مغربی میڈیا اور صیہونی اداروں نے پاکستان کی نظریاتی اساس کو وسیع پیانے پر تنقید کا نشانہ بنایا۔ یہودی لابی کے زیر اثر اخبارات اور رسالہ جات نے قیام پاکستان کو ایک "غیر دانش مندانہ" اور انسانیت کو مذہبی بنیادوں پر تقسیم کرنے والے فیصلہ کے طور پر اچھالا۔ اس وقت ایمنسٹی انٹرنیشنل کی 1997ء کی رپورٹ راقم کے سامنے ہے۔ یہ رپورٹ بھی 1997ء میں صیہونی لابی کی طرف سے پاکستان مخالف ایجنڈا کی پیروی پر مبنی ہے۔ اس میں پاکستان مخالف پراپیگنڈہ اپنے عروج کو پہنچا ہوا ہے۔ پاکستان کو ایک وحشیانہ ریاست کے روپ میں پیش کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ کا بیشتر حصہ قادیانیوں کے خلاف کیے جانے والے مبینہ ظلم و ستم، قانون توہین رسالتؐ 295-سی کے خلاف زہر افشانی اور پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی پر پابندیوں کے طولانی ذکر پر مشتمل ہے۔ اس رپورٹ میں حسب معمول "قادیانی حقوق" کو انسانی حقوق کا لبادہ اوڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نزدیک "انسانیت" اور "قادیانیت" ہم معنی ہیں۔ ان کے نزدیک پاکستان میں اگر کسی طبقہ کے "انسانی حقوق" ہیں تو وہ صرف قادیانی امت ہے۔ قادیانیوں کے خلاف درج مقدمات میں حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کیا گیا ہے اور واقعات کو قادیانی

آنکھ سے بیان کیا گیا ہے۔ راقم الحروف کو پاکستان کے نام نہاد انسانی حقوق کمیشن کی سالانہ رپورٹیں دیکھنے کا موقع بھی ملا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی مذکورہ رپورٹ پاکستان کے انسانی حقوق کمیشن کی تیارہ کردہ معلوم ہوتی ہے۔ راقم الحروف کا وجدان یہ کہتا ہے کہ اس رپورٹ کا اصل مصنف انسانی حقوق کمیشن آف پاکستان کا ڈائریکٹر آئی اے رحمٰن قادیانی ہے کیونکہ اس رپورٹ کا طرز نگارش اس قادیانی صحافی کی تحریروں سے بہت حد تک مماثلت رکھتا ہے۔ اس رپورٹ کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں قانونِ توہین رسالتؐ کے مرتکب زیر حراست بے ضمیر قادیانیوں کو "ضمیر کے قیدی" (Prisoners of Conscience) کا خطاب دیا گیا ہے۔ اس رپورٹ کا 80 فیصد حصہ قادیانیوں کی حمایت میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس سے چند اقتباسات قارئین کے غور وفکر کے لیے درج کیے جاتے ہیں:

1- "تعزیرات پاکستان کی ان دفعات (295-سی) کو مذہبی جرائم کے نام پر کئی سالوں سے سینکڑوں لوگوں کو ہراساں اور پریشان کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ اس طرح دراصل ان کو آزادی مذہب کے اصول پر کاربند ہونے کی سزا دی جاتی ہے۔ زیادہ تر اس ظلم کا نشانہ بننے والی پاکستان کی مذہبی اقلیتیں احمدی اور عیسائی ہیں"۔

2- "توہین رسالتؐ کے بہت سے مقدمات میں ملزموں کو توہین رسالتؐ کے اقدامات کی وجہ سے نہیں بلکہ اقلیتی طبقہ کے ساتھ نفرت اور ذاتی دشمنی' حسد یا پیشہ ورانہ رقابت کی وجہ سے ان مقدمات میں الجھایا گیا۔ اس طرح توہین رسالتؐ کے ملزم محض اپنے مذہبی عقائد کی وجہ سے ضمیر کے قیدی بنائے گئے اور جب سے توہین رسالتؐ کی سزا صرف موت مقرر کی گئی ہے' کئی ایسے ضمیر کے قیدیوں کو سزا دیئے جانے کا امکان ہے اور فی الحقیقت ان کو ایسی سزا سنائی گئی ہے"۔

3- "تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-سی کا اضافہ 1986ء میں کیا گیا جس کے مطابق ہر وہ شخص جو رسول کریم ﷺ کی توہین کا مرتکب ہوتا ہے' اسے عمر قید یا موت کی سزا دی جا سکتی ہے۔ بعد میں عمر قید کی سزا کو ختم کر کے توہین رسالتؐ کی سزا صرف موت ہی رہنے دی گئی"۔

4- "اس وقت دو ہزار کے لگ بھگ احمدیوں پر مذہبی الزامات پر مشتمل مقدمات مختلف عدالتوں میں ہیں اور 119ء احمدیوں پر توہین رسالتؐ کے مقدمات زیر دفعہ 295-سی قائم ہیں"۔

5- "احمدیوں کے ساتھ کئی نوع کا امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ انہیں آزادی تقریر حاصل نہیں اور نہ ہی کوئی اجتماع کر سکتے ہیں' ان کی کئی مساجد کو "سیل" کر دیا گیا ہے۔ لٹریچر شائع کرنے پر پابندی ہے' تعلیم اور ملازمتوں کے حصول میں امتیازی سلوک برتا جاتا ہے۔ ان کا سوشل اور اقتصادی بائیکاٹ کیا جاتا ہے"۔

6- "ملکی اور عالمی سطح پر توہین رسالتؐ کی دفعات خصوصاً دفعہ 295-سی کے غلط استعمال پر احتجاج کی وجہ سے 1994ء میں حکومت نے ایک بیان میں کہا تھا کہ وہ اس ضمن میں دو

ترامیم کرے گی: ''(i) توہین رسالت کا مقدمہ درج کرنے اور گرفتاریوں سے پہلے جوڈیشنل مجسٹریٹ کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہوگا''۔ (ii) توہین رسالتؐ کے دفعات کے تحت جھوٹا مقدمہ درج کرانا قابلِ دست اندازی پولیس جرم متصور ہوگا''.....لیکن دینی تنظیموں کے احتجاج کی وجہ سے 1995ء کے وسط میں بے نظیر حکومت اس سے مکر گئی''۔

7- ''1995ء میں صدر فاروق لغاری نے عیسائیوں کو یقین دلایا کہ مجسٹریٹوں کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ عیسائیوں پر توہین رسالتؐ کے مقدمات درج کرنے سے پہلے ان کی چھان بین کر لیا کریں۔ تقریباً 2 سال تک ان ہدایات کا مثبت اثر محسوس کیا جاتا رہا.... جہاں عیسائیوں کو اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی کہ ان کے خلاف توہین رسالتؐ درج کرنے سے پہلے مجسٹریٹ واقعات کی چھان بین کریں گے۔ ایسی یاددہانی سرکاری طور پر احمدیوں کو نہیں کرائی گئی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ احمدیوں کے خلاف بعض مقدمات میں حکومت کے کہنے پر تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-سی کا اضافہ کیا گیا''۔

8- ''ایمنسٹی انٹرنیشنل تمام ضمیر کے قیدیوں کی فوری اور بلا شرط رہائی کا مطالبہ کرتی ہے جن کو صرف ان کے مذہبی حقوق کی ادائیگی کی وجہ سے قیدی بنایا گیا۔ نیز ایسے توہین رسالتؐ کے الزامات جو کسی کے عقیدہ کی بنا پر لگائے گئے ہوں' فوری طور پر واپس لیے جائیں''۔

تبصرہ:

نکتہ نمبر 7 میں درج یہ جملہ ''ایسی یاد دہانی سرکاری طور پر احمدیوں کو نہیں کرائی گئی'' کوئی گورا عیسائی یا غیر قادیانی لکھ ہی نہیں سکتا۔ ایمنسٹی کی رپورٹ میں قادیانیوں کی عبادت گاہوں کو ''مساجد'' لکھا گیا ہے۔ یہی تو اصل وجہ تنازعہ ہے کہ مرزائی تمام باتوں میں مسلمانوں سے الگ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ''مسلمان'' کہلانے پر بضد اور ان کے شعائر اور اصطلاحات کے استعمال پر مصر ہیں۔ وہ جان بوجھ کر کنفیوژن پھیلانے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ میں مرزائیوں کی ''مساجد'' کو مقفل کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر ان کی عبادت گاہیں کبھی مقفل بھی کی جاتی ہیں' تو اس بنا پر نہیں کہ وہ قادیانیوں کی عبادت گاہیں ہیں۔ وہ محض اس بنا پر مقفل کی جاتی ہیں کہ ان کے دروازے پر ''مسجد'' تحریر کیا جاتا ہے جو پاکستانی قانون کی خلاف ورزی ہے۔ پاکستان میں اگر محض قادیانی عبادت گاہ سمجھ کر کسی عمارت کو ''سیل'' کیا جاتا تو سب سے پہلے ربوہ کی جامع مسجد اور آج کل لاہور میں ماڈل ٹاؤن' سی بلاک میں قادیانیوں کی پر رونق عبادت گاہ کو ضرور ''سیل'' کیا جاتا جہاں ہر جمعہ کو کم از کم ایک ہزار گاڑیاں باہر سڑک پر پارک نظر آتی ہیں۔

مگر ایمنسٹی انٹرنیشنل والوں نے تو صرف اس بات کی جگالی کرنی ہے جو پاکستان کا ''قادیانی'' حقوق کمیشن انہیں سپلائی کرتا ہے۔ ایمنسٹی نے اپنی رپورٹ میں قادیانیوں کے خلاف دو ہزار مقدمات کو

عدالت میں زیر سماعت بتلایا ہے۔ کوئی صاحب فہم و فراست اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ یہ تمام مقدمات غلط ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی اس طرح کی رپورٹیں خانہ ساز' لغو' منفی پراپیگنڈہ اور قادیانی حمایت کا شرمناک مظہر ہوتی ہیں۔ 295-سی کے خلاف ان کی محاذ آرائی دین اسلام سے ان کی کدورت اور قلبی بغض کی آئینہ دار ہے۔

4- آنجہانی بشپ جان جوزف کی قانون توہین رسالتؐ کے خلاف مجنونانہ جدوجہد

قانون توہین رسالتﷺ کی رو سے تمام انبیاء کرام کی اہانت قابلِ تعزیر ہے۔ اس کی زد میں صرف اقلیتی فرقہ کے لوگ ہی نہیں آتے' اکثریتی فرقہ کے لادین گستاخان رسولﷺ پر بھی بارہا اس قانون کی رو سے مقدمات درج کیے گئے ہیں۔ لیکن عیسائی رہنما اپنے مخصوص عزائم کی تکمیل کے لیے اس قانون کے خلاف غیر ضروری حساسیت اور مجنونانہ انتہا پسندی کا شکار ہیں۔ ان کا ردعمل حقائق کی بجائے غیر متوازن ہیجان خیزی اور اعصابی تشنج کا مظہر ہے۔ ان کی اس جنون خیزی نے انہیں یورپ میں برق رفتار ہردلعزیزی عطا کی ہے۔ یورپ میں سستی شہرت کا جنون انہیں اپنے ملک میں بعض غیر ضروری مسائل کا واویلا مچانے پر بھی اکساتا رہا ہے۔ اس نوع کے جذباتی مہم جو عیسائی راہنماؤں میں آنجہانی بشپ جان جوزف کا نام سرفہرست ہے۔ 7 مئی 1998ء کو انہی بشپ صاحب نے ساہیوال میں ایوب مسیح کی سزا کے خلاف مبینہ طور پر رات کی تاریکی میں سیشن کورٹ کے سامنے خودکشی کا ارتکاب کیا۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ انہیں سازش کے تحت قتل کیا گیا تاکہ عیسائیوں کے جذبات بھڑکا کر انہیں مسلم اکثریت سے دیوانہ وار ٹکرانے کے لیے تیار کیا جائے' بعد کے ہنگاموں نے ان خدشات کو درست ثابت کیا۔

بشپ جان جوزف نے یورپ میں قانون توہین رسالتؐ کے خلاف ہنگامہ خیز جدوجہد برپا کیے رکھی۔ حسب توقع ان کی جدوجہد کو متعصب اہل یورپ نے خاصی پذیرائی بخشی۔ 1995ء کے آخری مہینوں نے جرمنی کی عیسائی تنظیموں کے ساتھ مل کر پاکستان میں قانون توہین رسالتؐ کے خاتمہ کے لیے دستخطی مہم چلائی۔ عیسائی رسالہ ''شاداب'' جس کی ایڈیٹر عیسائی خاتون کنول فیروز ہیں' کی 16 جنوری 1996ء کی اشاعت میں بشپ جان جوزف کا ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا ''اٹھاسی ہزار جرمنوں کا 295-سی کے خاتمہ کا مطالبہ''۔ اس مضمون میں بشپ صاحب نے بڑے فخریہ انداز میں اس دستخطی مہم کی کامیابی کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ انہوں نے جرمنی میں متعین پاکستان کے سفیر جنرل درانی صاحب کو کس طرح تگنی کا ناچ نچایا۔ بشپ جان جوزف کے مذکورہ مضمون سے چند اقتباسات قارئین کی دلچسپی کے لیے نقل کیے جاتے ہیں۔

1- ''حال ہی میں میسو آخن (عیسائی امدادی انجمن) کی راہنمائی میں ایک مہم کا آغاز ہوا جس میں توہین رسالتؐ 295-سی میں لازمی سزائے موت کے خاتمے کے لیے لوگوں سے دستخط

اکٹھے کیے گئے۔ چند ہی ماہ میں جرمنی کے تمام علاقوں سے تقریباً اٹھاسی ہزار دستخط جمع ہوگئے۔ میسو آخن نے جمعرات 14 دسمبر 1995ء کو صبح دس بجے جرمنی کے دارالخلافہ بون کے پریس کلب میں دستخط سپرد کرنے کی تقریب کا اہتمام کیا"۔

2- "جرمنی کے معاون وزیر خارجہ نے دستخط کے موٹے موٹے دستے پاکستانی سفیر اسد درانی کے سپرد کیے۔ پاکستانی سفیر نے اپنا تحریری بیان پڑھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنی مرضی اور خوشی سے نہیں آئے کہ 295-سی کے خلاف دستخطوں کی اتنی بڑی دستاویز وصول کریں..... آخر میں انہوں نے تنبیہ کرنے کے لہجے میں میری طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ "مجھے آپ کو خبردار کرنا چاہیے کہ اگر آپ عیسائی برادری کی حمایت کرتے ہیں تو آپ کو دوسری برادری کے ردعمل یعنی جوابی حملے کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے"۔

3- "اس کا کیا کیا جائے کہ اس قانون سے نہ صرف عیسائی اور احمدی پریشان ہیں بلکہ خود مسلمان بھی اس سے پریشان ہیں۔ کئی شرمناک اور افسوس ناک واقعات ایسے بھی ہوئے ہیں' جہاں معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کو گستاخ رسول کا الزام لگا کر ان پر تشدد کیا گیا یا پھر سنگسار کر دیا گیا اور ان کے بدن پر مٹی پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی"۔

4- "ستمبر 1995ء میں سکھر میں جو واقعہ ایک عیسائی نوعمر بچی کے ساتھ ہوا' وہ ہمارے لیے بہت بڑا دھچکا ہے۔ کیرل شکیل (14 سالہ عیسائی بچی) نے امتحانی پرچہ میں کچھ تحریر کیا جو اس کی مسلم استانی کے نزدیک حضورﷺ کی شان کے خلاف تھا۔ اس واقعہ کو مسجد کے لاؤڈ سپیکرز کی مدد سے گرد و نواح میں پھیلا دیا گیا اور 250 مولوی حضرات نے دستخط کر کے یہ اعلان کر دیا کہ اس لڑکی کو قتل کر دیا جائے یا پھر اس کے بچاؤ کا واحد راستہ ہے کہ یہ مسلمان ہو جائے..... اور اسے مسلمان ہونا پڑا"۔

5- "گزشتہ سال (1994ء) پاکستان کے صدر فاروق احمد لغاری نے اعلان کیا کہ آئندہ پولیس کے پاس یہ اختیارات نہیں ہوں گے کہ وہ خود گستاخ رسول کے کسی بھی ملزم کو گرفتار کرے۔ مدعی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تک رسائی کرے جو بعد میں ابتدائی پوچھ گچھ کے بعد پولیس کو اختیار دے گا کہ وہ معاملہ میں دخل اندازی کر سکے"۔

قارئین کرام! آپ خود اندازہ فرمایئے قانونِ توہین رسالت کو ختم کرانے کے لیے کس قدر من گھڑت قصے' مبالغہ آمیز افسانے اور عجوبہ روزگار جھوٹ' اشتعال انگیز افترا پردازیاں اور لغو کہانیاں گھڑی گئیں۔ بشپ صاحب اگر زندہ ہوتے تو ان سے دریافت کیا جاسکتا تھا کہ پاکستان کے وہ کون سے مسلمان ہیں جنھیں قانون توہین رسالتؐ کے "جرم" کی پاداش میں "سنگسار" کیا گیا یا ان کے بدن پر "مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی؟" پاکستان کے حالات سے واقف کوئی بھی شخص اس من گھڑت دروغ گوئی پر یقین نہیں کرے گا۔ لیکن صلیبی کینہ کا شکار اہل یورپ تو بڑے اشتیاق سے ایسے افسانوں کو

سنتے ہیں اور ان پر ''ایمان'' لے آتے ہیں۔

بشپ صاحب خاصے زرخیز ذہن کے مالک تھے۔ جس فنکارانہ چابکدستی سے انہوں نے نوعمر عیسائی بچی کو زبردستی مسلمان کرانے کا افسانہ تخلیق کیا وہ انہی کا کمال تھا۔ اس طرح کے ''تخلیقی شہ پاروں'' سے ہی عیسائی یورپ کے ذہن کو متاثر کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان کے ایک شہر سکھر میں تھوڑی ہی دیر میں 250 مولوی حضرات کو آخر کس طرح جمع کیا جاسکتا ہے؟ اگر اس معمولی واقعہ پر 250 مولوی جمع ہو سکتے ہیں' تو عام یورپی فرد تو یہی سمجھتا ہوگا کہ بڑے واقعات میں ہزاروں مولوی جمع ہو کر عیسائی عوام پر ظلم و ستم ڈھاتے ہوں گے۔ بشپ جان جوزف جیسے عیسائی راہنماؤں کے اسی مذموم اور منفی پراپیگنڈہ کا نتیجہ ہی ہے کہ امریکہ اور یورپ کی حکومتیں مسلسل پاکستان پر توہین رسالت ﷺ کا قانون ختم کرنے کے لیے دباؤ ڈالتی رہتی ہیں۔

آنجہانی بشپ جان جوزف نے یورپ میں اپنی ''فتوحات'' سے شہ پا کر پاکستان میں اپنی جدوجہد کو مزید تیز کر دیا۔ اب روز کے جلسے جلوس ان کا معمول بن گیا اور یورپ میں اپنی پذیرائی دیکھنے کے بعد وہ پاکستانی حکام کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ان کی تقاریر میں زہریلا پن اور ان کا لب ولہجہ بے حد اشتعال انگیز اور توہین آمیز ہوتا گیا۔ 11 اگست 1995ء کو اسلام آباد میں انہوں نے ایک ریلی سے بے حد جذباتی اور باغیانہ انداز میں خطاب کیا' جس پر انہیں بغاوت کے الزام کے تحت گرفتار کر لیا گیا مگر جلد ہی مغربی ممالک کی مداخلت کی وجہ سے انہیں رہا کر دیا گیا۔

فیصل آباد سے نکلنے والے ایک عیسائی ماہنامہ ''مکاشفہ'' کی اگست 1996ء کی اشاعت میں بشپ جان جوزف کا انٹرویو شائع ہوا جس میں انہوں نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا:

> ''میں سمجھتا ہوں کہ عملی طور پر 295- سی کے قانون میں ترمیم ہو چکی ہے۔ اگرچہ اس کا ابھی تک کوئی نوٹیفکیشن جاری نہیں ہوا۔ ترمیم کے ثبوت ہمیں ملے ہیں۔ صدر پاکستان نے جو وعدہ کیا تھا وہ زبانی طور پر ملک کے تمام ڈپٹی کمشنروں کو پہنچا دیا گیا ہے کیونکہ جب سکھر میں ایک چودہ سالہ لڑکی پر توہین رسالت کا الزام لگایا گیا تو وہاں کے ڈی سی نے پرچہ نہ ہونے دیا۔ لاہور میں ایک عیسائی پر الزام لگا کہ اس نے مسجد میں ایک خط پھینکا ہے' پرچہ وہاں بھی درج نہیں ہوا تھا.... حال ہی میں کمالیہ میں ایک عیسائی لیکچرار پر گستاخی رسول کا الزام لگایا گیا ہے.... لیکن خوش قسمتی سے وہ لیکچرار بچ نکلا ہے اور چھپا ہوا ہے۔ وہاں کا ڈی سی بھی پرچہ درج نہیں کر رہا..... مجھے پورا یقین ہے کہ یہ قانون ختم ہو جائے گا کیونکہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ملک کے اندر اور ملک کے باہر ہر وہ قانونی حربہ استعمال کریں گے جس سے انتہا پسندوں کی چیخیں نکل جائیں گی۔ آپ نے دیکھا کہ جرمنی میں پاکستانی سفیر چلا اٹھا تھا کہ جرمن

لوگوں نے گستاخی رسول ﷺ قانون کے خاتمہ کے لیے 90 ہزار دستخط کس طرح پاکستانی سفارت خانے میں پہنچائے ہیں"۔

بشپ صاحب کا یہ بیان چشم کشا ہے..... اس سے یہ نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں:

1- 1994ء میں پیپلز پارٹی کی حکومت نے عوامی دباؤ کے خوف اور اپوزیشن کی مخالفت کے پیش نظر پارلیمینٹ سے تو اس قانون کو تبدیل نہ کرایا لیکن عملاً صدارتی ہدایات کے ذریعے سے توہین رسالتؐ کے قانون پر عمل درآمد کو معطل کر دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے صدر پاکستان اور حکومت کی عیسائی برادری سے خفیہ "ڈیل" ہوئی تھی جس میں انہیں یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ وہ بے فکر رہیں' مناسب وقت پر اس قانون کو واپس لے لیا جائے گا۔

2- اہل حکمت کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اور جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔ بشپ جان جوزف جنوری 1996ء میں اپنے مضمون میں تحریر کر چکے تھے کہ سکھر کی 14 سالہ لڑکی کو 250 مولویوں کے دباؤ کے نتیجے میں "مسلمان" بننے پر مجبور ہونا پڑا مگر اگست 96ء میں اپنے مذکورہ انٹرویو میں وہ حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے کہہ گئے کہ سکھر کے DC نے اس لڑکی کے خلاف پرچہ درج نہ ہونے دیا۔ جس بچی کی حفاظت اس ضلع کا ڈپٹی کمشنر کر رہا ہو' اسے زبردستی مسلمان کیسے بنایا جا سکتا ہے؟ یہ سوچنا اس طرح کے افتراء بازوں کا کام نہیں ہے۔ وہ تو محض واقعات گھڑنے کے ماہر ہیں تاکہ اپنے مذموم اہداف کو پورا کر سکیں۔

3- بشپ صاحب کے بیان سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ حکومت کی ہدایات کے زیر اثر ضلعی انتظامیہ ایسے افراد کو بھی حراست میں لینے سے گریز کر رہی تھی جو عملاً قانون توہین رسالتؐ کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے تھے۔

4- بے حد تعجب کا مقام ہے کہ بشپ جان جوزف جیسے ناقدین قانون توہین رسالتؐ کے بے ربط اور خود تردیدی Self Contradictory بیانات کا معروضی جائزہ لینے کی بجائے ان کو درست سمجھ لیا گیا اور اس ضمن میں پاکستان کی 97 فیصد آبادی کے جذبات کا قطعاً کوئی خیال نہ رکھا گیا۔

5- جیمس صوبے خان کی عیسائی تنظیموں کے خلاف فرد جرم

ایک کرپٹ اور بدعنوان ٹولہ کس طرح پاکستان کی عیسائی اقلیت کا استحصال کر رہا ہے اور اقلیتوں کے حقوق کی آڑ میں کس درجہ گھناؤنے جرائم میں ملوث ہے' اس کا پول حال ہی میں ایک محب وطن عیسائی راہنما جناب جیمس صوبے خان نے بے حد واشگاف الفاظ میں کھولا ہے۔ جیمس صوبے خان "پاکستان نیشنل کرسچن لیگ" کے صدر ہیں۔ عیسائی کمیونٹی میں ان کا بے حد احترام کیا جاتا ہے۔ مجلہ "الدعوۃ" نے جنوری 1999ء کی اشاعت میں جیمس صوبے خان کے پیش کردہ حقائق اور دستاویزی ثبوت

کی بنیاد پر ایک مفصل رپورٹ شائع کی ہے۔ جیمس صوبے خان کی ہوشربا رپورٹ کے یہاں اہم نکات درج کیے جاتے ہیں۔

1- ''میں (صوبہ خان) عرصہ 35 سال سے ملک وملت کی ترقی وخوشحالی' نظریہ پاکستان اور قومی سلامتی کے تحفظ میں ہمہ تن مصروف ہوں۔ میں غیر ملکی چرچ' مشنری تنظیموں اور اداروں کی بدعنوانیوں' بے ضابطگیوں' ریشہ دوانیوں' عیسائی جائیدادوں کی ناجائز فروختگی اور غریب عیسائی عوام کی امداد کے نام پر ہر طرح کی لوٹ مار کرنے والے غیر ملکی مفاد پرست ٹولے اور ان کی پالتو نام نہاد تنظیموں کے آلہ کاروں کے خلاف بھرپور جدوجہد کر رہا ہوں''۔

2- ''قیام پاکستان کے بعد انتقال اقتدار کے ایکٹ کے تحت ان تنظیموں اور اداروں پر غیر ملکی تسلط اور مداخلت برقرار رکھنا آزادی وطن کی توہین ہے''۔

3- ''فیصل آباد کے پنجابی بشپ جان جوزف کی ہلاکت کا معمہ ابھی تک حل نہیں ہوا جبکہ اس کی جگہ تامل ناڈو کا بشپ بنایا گیا۔ غیر ملکی مفاد پرست ٹولے نے اسے خودکشی بنا کر عیسائی برادری کے لیے قربانی قرار دیا اور جلسے جلوسوں میں توڑ پھوڑ کروا کر عالمی سطح پر حکومت اور عیسائی برادری کو خوب بدنام کیا اور ملک میں بدامنی اور انتشار کو فروغ دیا۔ غرضیکہ ملک بھر میں جس چرچ اور تنظیم پر نظر ڈالیں تو اندر سے کچھ اور ہی ہوگی''۔

4- ''نیشنل کرسچن کونسل پاکستان'' 32 بی فاطمہ جناح روڈ' لاہور پراسرار چرچ تنظیموں کا متحدہ ادارہ ہے جو انتہائی پراسرار ہے۔ YMCA بھی پراسرار سرگرمیوں کی بنا پر تباہ حال ہے۔ گویا یہ سب تنظیمیں اور ادارے غیر ملکی مفاد پرست تنظیمیں ہیں''۔

5- ''کتنی شرمناک بات ہے کہ عیسائیوں کے خلاف اکا دکا واقعات کو اچھالنے' ملک میں بدامنی اور انتشار پھیلانے' حکومت اور عیسائی برادری کو عالمی سطح پر بدنام کرنے میں یہ لوگ کتنی مہارت رکھتے ہیں۔ لیکن عیسائی برادری کی فلاح و بہبود پر توجہ نہیں دیتے جو ان کے اصل فرائض ہیں۔ ان کی پالتو تنظیموں کے چند آلہ کار شرپسند عناصر اکا دکا واقعات کی جستجو میں لگے رہتے ہیں جس طرح گدھ مردار کو ڈھونڈتی ہے''۔

6- ''سیاسی' سماجی' انسانی حقوق کی تنظیمیں اور NGOs پاکستان میں جاسوسی کے اڈے ہیں''۔

7- ''سینٹ انتھونی سکول' لارنس روڈ کے پرنسپل سسل چوہدری نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کی ہدایت پر اپنی ایک پالتو نام نہاد سیاسی تنظیم بنام ''کرسچن لبریشن فرنٹ'' بنائی۔ اس کے ذریعے سے عیسائیوں کو حقوق کے نام پر ملک کی سلامتی کے خلاف اکسایا جا رہا ہے''۔

8- ''پاکستان میں NGOs کی نام نہاد تنظیمیں انسانی حقوق کی آڑ میں غیر ممالک سے سرمایہ حاصل کر کے غلط رپورٹیں تیار کرتی ہیں۔

9- ''توہین رسالت ﷺ کے مشہور مقتول ملزم منظور مسیح کو بھی انہوں نے قتل کروایا۔ پھر دوسرے

ملزمان رحمت مسیح اور سلامت مسیح کے جلوسوں کی فوٹو اور ویڈیو فلمیں بنا کر بشپ سموئیل عذرایا بمعہ اپنی بیوی خوشنود ڈاکٹر عذرایا اور دیگر ایسے لوگ غیر ممالک گئے اور اس واقعہ کو غلط رنگ دے کر ملک کو بدنام کیا اور سرمایہ حاصل کیا۔

-10 انسانی حقوق کمیشن کی چیئر پرسن عاصمہ جہانگیر اور بشپ سموئیل رابرٹ عذرایا کا پالتو جوزف فرانسس سات افراد کی ٹیم لے کر نوشہرہ گیا اور وہاں کے عیسائی خاندان کے نو افراد کے قتل کی تحقیقات کے لیے دو لاکھ ڈالر حاصل کیے۔

-11 ''کیتھڈرل سکولوں کے کوارڈی نیٹر کرنل (ر) کے ایم رائے نے بشپ الیگزنڈر ملک' کیتھڈرل سکول کے پرنسپل ماسٹر یوسف جلال اور کنول فیروز وغیرہ سے مل کر'' پنجاب ریلیجیس سوسائٹی'' کی کروڑوں کی جائیداد فروخت کر کے دولت کمائی''۔

-12 ''بشپ الیگزنڈر ملک نے ٹورنٹو (کینیڈا) مین سنگ مرمر کا عالی شان محل وائٹ ہاؤس کے نام سے تعمیر کروایا ہے۔ راولپنڈی میں ایک نام نہاد ادارے کے نام پر کروڑوں ڈالر حاصل کیے۔ لاہور والٹن روڈ پر واقع مندروں کے ایک اور نام نہاد ادارہ کے نام پر کروڑوں ڈالر حاصل کر کے ہضم کیے''۔

-13 ''بشپ سموئیل رابرٹ عذرایا نے مختلف نام نہاد فلاحی تنظیموں کے نام پر امریکہ' جاپان اور دیگر ممالک سے کروڑوں ڈالر حاصل کیے اور خود ہضم کر لیے' جبکہ اس کا باپ جان بنیان عذرایا کراچی میں چائے کا سیل مین تھا۔ چرچ ورلڈ ڈویژن نیویارک کی آڈٹ رپورٹ کے مطابق بشپ عذرایا نے پندرہ کروڑ روپے کا گھپلا کیا''۔

-14 ''ملک کا قانون کوئی بھی ہو' قانون شکنی اور اس کے خلاف بغاوت کرنا قابلِ تعزیر جرم ہے۔ بشپ عذرایا لاقانونیت کا ماہر استاد ہے۔ عیسائیوں کے خلاف اکا دکا واقعات کے حقائق کو مسخ کر کے اشتعال دلانا' پھر ہنگامہ آرائی کروانا اس کی سرشت ہے۔ بشپ عذرایا نے توہین رسالتؐ کے مشہور مقتول ملزم منظور مسیح کے قتل میں اہم کردار ادا کیا۔ میری اطلاع کے مطابق اس کی پالتو تنظیموں کے آلہ کار ساتھیوں میں جوزف فرانسس' یونس راہی' نعیم شاکر ایڈووکیٹ' سلیم سلوسٹر' کنول فیروز' ماسٹر یوسف جلال اور ڈیوڈ عرفان وغیرہ شامل ہیں۔ اس ٹولے نے قتل کے روز ملزمان منظور مسیح' سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو طے شدہ پروگرام کے مطابق نعیم شاکر کے دفتر 9 ٹرنر روڈ سے پولیس کی حفاظت کے بغیر پیدل روانہ کیا اور قاتلوں کو ان کے پیچھے لگا دیا۔ پھر قتل کی اس اصل واردات کو چھپانے اور اس کے حقائق کو مسخ کرنے کے لیے جوزف فرانسس کو مدعی بنایا گیا' جس نے غلط رنگ دے کر تھانہ مزنگ میں مقدمہ درج کروایا اور اس واقعہ کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں رکھی اور اندرون و بیرون ملک خوب اچھالا۔ اس واقعہ کو غیر ممالک سے کیش کروا کر خوب ڈالر کمائے اور امیر شخص بن گیا۔ جوزف فرانسس نے

جرمنی اور دیگر ممالک کے دوروں میں لاکھوں ڈالر اور پونڈ حاصل کر کے ہضم کر لیے''۔

15- ''دیگر عیسائی تنظیموں نے بھی سانحہ شانتی نگر اور بشپ جان جوزف کی ہلاکت کے نام پر خوب چاندی بنائی''۔

16- ''حکومت کو چاہیے کہ بشپ سموئیل عذرایا' بورڈ ممبران اور پالتو آلہ کاروں کے خلاف سنگین جرائم کے ارتکاب میں مقدمات درج کر کے ان کا کڑا احتساب کیا جائے۔ بشپ جان الیگزینڈر ملک' اس کے ساتھیوں' متذکرہ سب تنظیموں اور اداروں اور ان کے پالتو آلہ کاروں کے خلاف فوری کارروائی کی جائے۔ اعلیٰ سطح کی چھان بین کی جائے کہ ان کو کہاں سے کتنا اور کیسے سرمایہ حاصل ہوا۔ ان کی دولت اور اثاثے منجمد کیے جائیں''۔

دیگر عیسائیوں کے بیانات

یہ صرف جیمس صوبہ خان کے خیالات ہی نہیں ہیں' بہت سے دیگر عیسائی راہنما بھی اس ''عیسائی لوٹ مار مافیا'' سے اسی طرح شاکی ہیں۔ کرسچن نیشنل کونسل کے چیئرمین معروف عیسائی راہنما سیلاس گاؤڈن نے اس مافیا کی ملک دشمن سرگرمیوں پر چند ماہ پہلے تنقید کرتے ہوئے کہا:

> ''295-سی کو کالا قانون اور لٹکتی تلوار کا نام دے کر مخصوص گروہ درپردہ عزائم کی خاطر عالمی سطح پر پاکستان کے وقار کو مجروح کر رہا ہے۔ پنجاب کے علاوہ دیگر تین صوبوں میں اس دفعہ کے تحت کوئی مقدمہ درج نہیں ہوا۔ اکثر مقدمات صرف فیصل آباد کاتھولک ڈایوسس میں درج ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ مخصوص گروہ چند ڈالروں کی خاطر اپنے وطن کو عالمی سطح پر بدنام کر رہا ہے۔ آج تک کسی غیر مسیح کے خلاف مقدمہ درج نہیں ہوا۔ یہ گروہ یہ بات ثابت کر کے باہر سے سرمایہ منگواتا ہے۔ مقدمے کے اندراج اور نچلی سطح پر خاموشی کے بعد مقدمہ ہائی کورٹ تک لے جایا جاتا ہے اور پھر اقلیتی کانفرنس' جلسے جلوس' بیان بازی اور پوسٹرز کے ذریعے عالمی سطح پر پاکستان کے خلاف پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ گرانٹ لینے کے بعد مقدمے میں ملوث شخص کے اہل خانہ کو کچھ نہیں دیا جاتا' پچھلے دنوں 15 لاکھ ڈالر حاصل کیے گئے۔ یہ منظم گروہ ویڈیو فلمیں بھی بھیجتا ہے اور غیر ملکی مشنری اداروں اور NGOs سے بھاری رقوم منگواتا ہے اور اس گروہ نے مسلم عیسائی امن کونسل بھی بنا رکھی ہے مگر عملاً مسلم علمائے دین کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کی جاتی ہیں۔ اگر اعلیٰ سطح پر تحقیقات کرائی جائیں تو سنسنی خیز انکشافات سامنے آ سکتے ہیں۔

(حوالہ عیسائی ماہنامہ ''نئی دنیا'' لاہور' اگست ستمبر 98ء' جلد 10 شمارہ 7)

حکومتِ پاکستان کو ان لٹیرے افراد کی ہاہاکار سے متاثر ہونے کی بجائے جناب پیلاس گاؤڈن کی تجویز پر عمل کرتے ہوئے ان کے خلاف تحقیقات کرانی چاہئیں۔ دو چار لٹیروں پر ہاتھ پڑ گیا تو وہ قانون توہین رسالتؐ کے خلاف بیانات کا ورد بھول جائیں گے اور ان کی ساری چلت پھرت رفو چکر ہو جائے گی۔

محبِ وطن عیسائی راہنماؤں کی اس واضح شہادت کے بعد کیا کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ قانون توہین رسالتؐ کے خلاف ہنگامہ آرائی ایک بین الاقوامی سازش ہے؟ یہ کوئی عیسائی مذہبی مسئلہ نہیں ہے' یہ دراصل پاکستان میں ڈالروں کے سیلاب کا منطقی نتیجہ ہے۔ ایک مخصوص عیسائی مافیا جو بقول جیمس صوبے خان ''مردار ڈھونڈنے والے گدھ ہیں'' پاکستان میں فساد اور انتشار برپا کرنے کی گھناؤنی وطن دشمن کارروائیوں میں مصروف ہے۔ ان کی فسادی سرگرمیوں کی سرکوبی ملکی سالمیت اور وطن عزیز میں مستقل قیامِ امن کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ وقت کا اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ حکومت پاکستان مسلمان اکثریت کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی بجائے اس غیر ملکی سرمائے کے زور پر متحرک عیسائی مافیا کے ہاتھوں ''بلیک میل'' نہ ہو۔ اس مکروہ مافیا کی سرگرمیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہی دراصل سارے انتشار کا حل ہے۔ مسلمان اکثریت عیسائیوں سے ہمیشہ رواداری کا برتاؤ کرتی آ رہی ہے۔ اسے خواہ مخواہ مطعون نہ ٹھہرایا جائے۔ وسیع پیمانے پر کرپشن میں ملوث مذکورہ بالا نام نہاد عیسائی لیڈروں کے خلاف فوری قانونی اقدامات کیے جائیں۔ نہایت تعجب ہے کہ حکومتِ پاکستان نے اب تک انہیں کھلی چھٹی کیوں دے رکھی ہے؟ کیا یہ لوگ محض مغربی ممالک کے منظورِ نظر اور ایجنٹ ہونے کی بنا پر پاکستان میں ''قانون سے بالاتر'' ہستیاں بنا دی گئی ہیں؟

6- بلا جواز عیسائی ردِعمل...... چند واقعات

عیسائی پاکستان کی سب سے بڑی اقلیت ہیں' جن کی کل آبادی تقریباً 15 لاکھ ہے۔ پاکستانی عیسائیوں کی اکثریت پرامن طریقے سے رہ رہی ہے۔ وہ اپنے مذہبی معاملات میں مکمل آزادی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ لیکن ایک مفاد پرست ٹولہ مغربی عیسائی تنظیموں سے فنڈز کی بازیابی اور پاکستانی قادیانیوں کے گٹھ جوڑ سے بلا جواز شرانگیزی میں مبتلا ہے۔ ذیل میں حالیہ برسوں میں وقوع پذیر ہونے والے چند واقعات بیان کیے گئے ہیں جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شرپسند مٹھی بھر ٹولے کا ردِعمل کس قدر جذباتی' نامعقول اور غیر حقیقت پسندانہ رہا ہے۔

(i) سلامت مسیح' رحمت مسیح کیس

مئی 1993ء میں گوجرانوالہ کے ایک نواحی گاؤں (رتہ دوہتڑ) میں رحمت مسیح' منظور مسیح اور سلامت مسیح نے جامع مسجد کی بیت الخلا میں ایسی پرچیاں پھینکیں جن پر حضور نبی اکرمﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخانہ جملے لکھے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے مسجد کی لیٹرین کی اندرونی دیوار اور مقامی سکول

کی بیرونی دیوار پر بھی نبی کریم ﷺ کے خلاف توہین آمیز کلمات لکھے پائے گئے۔ مسجد کے پیش امام مولانا فضل الحق کی شکایت پر ان کے خلاف مقدمہ درج ہو گیا۔ سیشن کورٹ گوجرانوالہ نے تمام شہادتوں کا مفصل جائزہ لینے کے بعد ملزموں کو سزائے موت سنائی۔ سزا کا فیصلہ ہوتے ہی انسانی حقوق کی تنظیموں اور عیسائی این جی اوز کے شرپسندوں نے طوفانِ بدتمیزی برپا کر دیا۔ مغربی ذرائع ابلاغ میں اس کیس کو اچھالا گیا۔ عاصمہ جہانگیر اور حنا جیلانی موقع پاتے ہی اس مہم جوئی میں کود پڑیں اور اس کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ چند عیسائی راہنماؤں ڈاکٹر شیلابی چارلس' بشپ جان جوزف' فرانسس جوزف' فادر جولیس وغیرہ نے علاقہ میں آئے روز احتجاجی جلسے منعقد کر کے ایک بھونچال کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ تنخواہ دار صحافیوں کے ذریعے اخبارات میں منفی پراپیگنڈہ کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ سی این این' بی بی سی' وائس آف امریکہ اور دیگر مغربی ذرائع ابلاغ نے اس کیس کو عیسائیوں پر "ظلم و ستم کی مثال" بنا کر پیش کیا۔ امریکی وزارتِ خارجہ' جرمن حکومت اور ایمنسٹی انٹرنیشنل نے حکومتِ پاکستان پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ ملزمان کو فوری طور پر رہا کیا جائے۔ ذرائع ابلاغ کے پراپیگنڈہ کا حکومت پر یہ اثر ہوا کہ وزیراعظم پاکستان بےنظیر بھٹو عیسائی اقلیت سے "یکجہتی" کے اظہار کے لیے گوجرانوالہ خود تشریف لے گئیں۔ انہوں نے جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> "توہین رسالتؐ کے مجرموں کو سزا دینے کے فیصلہ پر میں ذاتی طور پر ناخوش ہوں۔ عدالت کے فیصلہ پر مجھے حیرت بھی ہوئی ہے اور دکھ بھی"۔

لاہور ہائیکورٹ میں اس فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کی گئی۔ جسٹس عارف اقبال بھٹی اور جسٹس خورشید احمد (پیپلز پارٹی کے سابق راہنما) نے اس اپیل کو سنا۔ ہائی کورٹ میں کیس کی سماعت کے دوران عاصمہ جہانگیر کی قیادت میں عیسائی جنونیوں نے "پریس ٹرائل" بھی جاری رکھا۔ پاکستانی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ میں وہ ہڑبونگ مچایا گیا کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ شاید پاکستان کی عیسائی آبادی کی ایک کثیر تعداد کو تہِ تیغ کر دیا گیا ہو۔ چند ہی دنوں میں ہائی کورٹ نے ملزمان کو رہا کر دیا۔ اس مقدمہ کے مدعی مولوی فضل حق کے ساتھ جو بیتی وہ ایک المناک کہانی ہے۔ انہیں پولیس گھر سے اغواء کر کے لے آئی۔ اخبارات کے مطابق انہیں چیف سیکرٹری پنجاب کے گھر محبوس رکھا گیا اور ان پر شدید دباؤ ڈالا گیا کہ وہ اس مقدمہ سے اپنی دستبرداری کا اعلان کریں۔ دوسرے دن ہائی کورٹ میں پیش کر کے انتہائی دباؤ کے عالم میں اپنی مرضی کا بیان ریکارڈ کروایا گیا۔ راقم الحروف نے مقدمہ کی سماعت کے دوران امریکی قونصلیٹ جنرل کی ایک سینئر خاتون افسر کو عدالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ عاصمہ جہانگیر کے نام نہاد انسانی حقوق کمیشن نے جب اس مقدمہ کے ملزمان کی رہائی کے لیے مال روڈ پر جلوس نکالا' تو یہی امریکی خاتون اس جلوس کے ساتھ سڑک کی راہداری پر آہستہ آہستہ چلتی جا رہی تھیں۔ گوجرانوالہ کے جید علماء کی

ایک نہ سنی گئی۔ گوجرانوالہ کے معروف عالم مولانا زاہد الراشدی نے بعد میں اپنے رسالہ ''الشریعہ'' میں تحریر کیا کہ ہم نے ایک مشترکہ کمیٹی تشکیل دے کر اس کیس کی دوبارہ تفتیش کی پیشکش کی تھی اور اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا مگر ہماری بات کسی نے نہ سنی اور نہ ہی ہمیں اس مقدمہ میں فریق بننے کی اجازت دی گئی۔ این جی اوز تو اودھم مچائے ہوئے تھیں کہ یہ مقدمہ ذاتی رنجش کی بنا پر غلط قائم کیا گیا ہے۔ ادھر سلامت مسیح کے چچا کراچی سے بار بار مقامی مسلمان بزرگوں کو خط لکھ رہے تھے کہ ''بچوں سے غلطی ہوگئی ہے آپ معاف کر دیں۔ آئندہ ہم ذمہ داری لیتے ہیں''۔ یہ خطوط بعد میں چند رسالوں نے شائع بھی کیے۔ مگر ہیجانی پراپیگنڈہ کے غبار میں حقائق کو اس طرح اُڑا دیا گیا کہ سارا معاملہ ہی غتربود ہوگیا۔ بعد میں سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو آناً فاناً وی آئی پی کا درجہ دے کر ملک سے فرار کرا دیا گیا۔ ڈاکٹر جان جوزف' بشپ فیصل آباد' جو سلامت مسیح کیس کو ''جنگ و جدل'' کا روپ دیتے رہے تھے' نے بعد میں اپنے ایک مضمون ''295 سی کو روکنا منع ہے'' میں اپنی اس ''عظیم کامیابی'' پر یوں تبصرہ کیا:

> ''گستاخی رسول کے ایک ملزم منظور مسیح کے قتل پر ہم نے اتنا احتجاج کیا کہ اس کی آواز تمام دنیا میں گونج اٹھی۔ اس احتجاج اور بین الاقوامی دباؤ کی وجہ سے پاکستانی حکومت نے ہماری آواز پر دھیان دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گل مسیح' سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو نہ صرف موت کی سزا سے آزاد کر دیا گیا بلکہ ان کو محفوظ پناہ گاہ بھی مہیا کر دی گئی۔

(عیسائی جریدہ' کیتھولک نقیب' یکم نومبر 1995ء)

(ii) شانتی نگر کا واقعہ

1996ء میں شانتی نگر (خانیوال) کا واقعہ بھی پورے عالم کے عیسائی ذرائع ابلاغ کے نیٹ ورک کی غیر معمولی توجہ کا باعث بنا رہا۔ لاہور' اسلام آباد' فیصل آباد اور کراچی سے انسانی حقوق کی تنظیمیں اور یورپ کے سرمائے سے چلنے والے عیسائی اداروں نے بہت جلد ہی شانتی نگر کو اپنے ''گھیرے'' میں لے لیا۔ پاکستان میں غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے نمائندے بھی بے حد برق رفتاری سے وہاں جمع ہوگئے اور انہوں نے دھڑا دھڑ خبریں' تصاویر اور ویڈیو فلم بنا کر اپنے ہیڈ آفس میں بھجوانا شروع کر دیں۔ سی این این ہر آدھے گھنٹے بعد اس واقعہ کی تازہ بہ تازہ رپورٹ اچھالتا رہا۔ حسب معمول امریکہ اور یورپ کے سیاست دانوں کے بیانات آنا شروع ہوگئے۔ مغربی ذرائع ابلاغ نے حکومتِ پاکستان کو اس قدر Unnerve (حواس باختہ) کیا کہ خود وزیراعظم پاکستان کو دو مرتبہ بنفس نفیس شانتی نگر جانا پڑا۔ حکومت پنجاب نے فوری اور ہنگامی بنیادوں پر ان ہنگاموں کو ختم کرنے کے لیے اقدامات کیے۔ عاصمہ جہانگیر

کے انسانی حقوق کمیشن اور دیگر این جی اوز کی ''خوش بختی'' جاگ اٹھی۔ بڑی دیر کے بعد ایسا ''نادر'' موقع ان کے ہاتھ آیا تھا کہ جس کو وہ اپنے مفادات کے لیے استعمال کر سکتے تھے۔ یورپ والے بھی اس طرح کی معلومات کے حصول کے لیے بے چین تھے جنہیں پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے استعمال میں لایا جاسکے۔ امریکہ اور یورپ سے ایک دفعہ پھر شانتی نگر کے متاثرین کے لیے پاکستانی NGOs بالخصوص عیسائی اداروں کو کروڑوں ڈالر بھجوائے گئے۔ ضلعی انتظامیہ خانیوال کی شامت آئی ہوئی تھی۔ وہ ہر ممکن تعاون کر رہی تھی مگر پھر بھی اس پر دباؤ ڈالا جا رہا تھا۔

راقم الحروف کو خانیوال کے بعض معتبر افراد اور ضلعی انتظامیہ کے ارکان سے واقعہ شانتی نگر کے اسباب اور بعد کی صورت حال پر مفصل تبادلہ خیال کا موقع ملا۔ بلاشبہ اس واقعہ کے ذمہ دار بعض جنونی عیسائیوں کے علاوہ کچھ پولیس اہلکار بھی تھے جنہوں نے منشیات کے چند ملزموں کو گرفتار کرنے میں احتیاط کا دامن ملحوظ خاطر نہ رکھا مگر یہ معمولی درجہ کی لغزش تھی۔ اس واقعہ کو شروع میں کنٹرول کیا جاسکتا تھا۔ شانتی نگر کے واقعہ کے بعد بعض لوگوں نے یہ بھی رپورٹ کیا کہ بعض NGOs کے افراد نے شانتی نگر کے مکینوں کو اپنے کچے گھر یا جھونپڑے خود گرانے پر بھی اکسایا تاکہ اس کی تصویریں بنا کر یورپ بھیجی جا سکیں۔ یورپ والے ان تباہ شدہ گھروں کو دیکھ کر ہی کروڑوں ڈالر بھجوا سکتے تھے۔ ''موقع پرست'' عیسائی تنظیمیں اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئیں۔ انہوں نے کروڑوں ڈالر وصول کیے۔ مگر ان کا کس طرح استعمال کیا وہ آپ انہی صفحات میں ایک عیسائی راہنما جیمس صوبے خان کی زبانی پڑھ چکے ہیں۔ حکومت پاکستان نے بھی بیرون ملک کے دباؤ سے متاثر ہو کر' ایک اطلاع کے مطابق تین کروڑ روپے شانتی نگر کے متاثرین کی ''بحالی'' کے لیے خرچ کیے۔

(iii) وزیراعظم میاں نواز شریف کے بیان کی مذمت

7 اکتوبر 1997ء کو روزنامہ ''جنگ'' نے ایک خبر شائع کی جس کا شاید بہت کم لوگوں نے نوٹس لیا ہو مگر یہ بظاہر معمولی سی خبر چونکا دینے والی تھی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گزشتہ چند برسوں میں مغربی سرمائے سے پاکستان میں کھمبیوں کی طرح اگ آنے والی عیسائی NGOs اب اس قدر دلیر' بے باک' گستاخ اور جارحیت پسند ہو گئی ہیں کہ وہ اس ملک کے وزیراعظم کے خلاف بے باکانہ زبان درازیوں سے بھی باز نہیں رہتیں۔ ہوا یوں کہ وزیراعظم پاکستان میاں نواز شرف نے اسلام آباد میں منعقدہ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

> ''اسلام کے سیاسی فلسفہ کی بنیاد جمہوریت پر مبنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ''اسلام کے خلاف نظریاتی تنازعہ مکمل طور پر غیر ضروری ہے۔ وہ لوگ جو اسلام کو مغرب کا دشمن سمجھتے ہیں' ایک محدود تاریخی پس منظر رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی بنیاد پرستی کو مغرب نے بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور اسے شکست دینے پر زور دیا'

اسلامی بنیاد پرستی پر مسلمان کو فخر ہے۔ وہ بنیادیں یہ ہیں: توحید، رسالت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ ان پر عمل کر کے مسلمان اپنے آپ کو سچا مسلمان گردانتے ہیں۔ کیا یہ بنیاد پرستی ہے؟ انہوں نے کہا کہ بنیاد پرستی (فنڈا مینٹلزم) کی اصطلاح عیسائیت سے آئی ہے لیکن اسے اسلام پر تھوپ دیا گیا"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور 7 اکتوبر 1997ء)

وزیراعظم پاکستان کی تقریر کے آخری جملے پر بعض نوزائیدہ جذباتی عیسائی تنظیموں نے شدید احتجاج کیا۔ حالانکہ وزیراعظم نے جو بات کی تھی وہ حقیقت کے عین مطابق تھی۔ یہ جاہل لوگ ہر وقت بھڑکاؤ اور اشتعال کا موقع ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ اگر وہ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا، امریکانا، انسائیکلوپیڈیا آف ریلجن کا مطالعہ کر لیتے تو انہیں اصل حقائق کا علم ہو جاتا۔ مگر نعرے بازی جن کی کارروائیوں کا اصل جوہر ہو تو وہ علمی باتوں کی طرف کب متوجہ ہوتے ہیں۔ دوسرے دن عیسائی NGOs کا ایک غول وزیراعظم نواز شریف پر برس پڑا۔ ان کا احتجاج بے بنیاد، غیر منطقی اور جہالت پر مبنی تھا۔ ان تنظیموں کے بیانات سطحی جذباتیت کا رنگ لیے ہوئے تھے۔ روزنامہ جنگ نے 8 اکتوبر 98ء کو ان کے احتجاجی بیانات شائع کیے۔ اس خبر کا متن/ خلاصہ ملاحظہ ہو۔

"عیسائی راہنماؤں نے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ وزیراعظم کے اس بیان پر عیسائی برادری کو دکھ ہوا ہے اور اس سے عیسائیوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ وزیراعظم اپنا بیان واپس لیں۔ وزیراعظم کے بیان سے عیسائی برادری پریشان ہوگئی ہے۔ عیسائی خواتین کی ایک تنظیم نے اس بیان کے خلاف مال روڈ پر مظاہرہ کا اعلان بھی کیا۔

"پاکستان نیشنل کرسچن لیگ" کے عہدیداران نے بے حد جذباتی انداز میں مذکورہ تقریر کو افسوس ناک قرار دیتے ہوئے وزیراعظم کو یہ جتلایا کہ "انہیں علم ہی نہیں کہ عیسائی برادری بھی پاکستان کی رعایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزیراعظم کو یہ یاد ہی نہیں رہا کہ پاکستان مغرب یعنی عیسائی دنیا کا ہر طرح سے محتاج ہے"۔

راقم الحروف نے عیسائی تنظیموں کے اس ہفواتی اور لغو احتجاج کا نوٹس لیتے ہوئے "اسلام، عیسائیت اور بنیاد پرستی" کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیا تھا جو ماہنامہ "محدث" کے اکتوبر 1998ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ راقم الحروف نے مذکورہ بالا اور دیگر حوالہ جات کی روشنی میں بے حد تفصیل کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ وزیراعظم کا بیان حقیقت پر مبنی ہے بلکہ ان کے بیان کی "قابل اعتراض" سطر تو "ڈکشنری آف ایتھکس، تھیالوجی اینڈ سوسائٹی" کے الفاظ کا لفظی ترجمہ ہے۔ راقم الحروف نے اسی مقالہ میں پاکستانی عیسائی برادری اور مسلمان اکثریت کے تعلقات میں رخنہ اندازی کی سازش پر اربابِ حل و عقد کو متنبہ کرتے ہوئے تحریر کیا تھا:

''اکا دکا واقعات سے قطع نظر' اس وقت مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان باہمی تعلقات کی فضا خوشگوار ہی کہی جا سکتی ہے لیکن جس طرح بعض عیسائی راہنماؤں نے وزیراعظم کے حقیقت پسندانہ بیان پر غیر ذمہ دارانہ بیانات دیئے ہیں' تو اس سے یہ خدشات پیدا ہوگئے ہیں کہ بعض عاقبت نااندیش اقلیتی راہنماؤں کی جذباتیت پسندی' امن کی موجودہ فضا کو شاید قائم نہ رہنے دے گی''......

(ماہنامہ ''محدث'' اکتوبر 1998ء)

راقم الحروف کے یہ خدشات چند ماہ بعد ہی درست ثابت ہوگئے جب بشپ جان جوزف کی خودکشی/قتل (مئی 98ء) کے بعد ان تنخواہ دار عیسائی تنظیموں نے مال روڈ پر مسلح ہو کر جلوس نکالے' مساجد میں مسلمان نمازیوں پر پتھراؤ کیا اور مسلمانوں کی املاک کو نقصان پہنچایا۔

(iv) بشپ ڈاکٹر جان جوزف کی خودکشی (قتل؟)

جون 98ء میں گستاخ رسول ایوب مسیح کے خلاف الزامات ثابت ہونے کے بعد سیشن کورٹ ساہیوال نے اسے موت کی سزا سنائی۔ بعض عیسائی جنونی عدالت کا فیصلہ سن کر ''احتجاجی ہسٹریا'' میں مبتلا ہوگئے۔ قانونِ توہین رسالت ﷺ کے خلاف جدوجہد کرنے والے ایک دفعہ پھر متحرک ہوگئے۔ ایوب مسیح کے دفاع کے لیے یورپ سے سولہ لاکھ ڈالر کی خطیر رقم بھیجی گئی تھی۔ سیشن کورٹ میں ناکامی کے بعد اس رقم کے حصہ داروں میں پھوٹ پڑ گئی۔ پھر ایک دن رات کو نو بجے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت بشپ جان جوزف کو قتل کر کے سیشن کورٹ کے سامنے پھینکنے کا ڈرامہ رچایا گیا۔ خبر یہ پھیلا دی گئی کہ بشپ جان جوزف نے ایوب مسیح کی موت کے خلاف احتجاجاً خودکشی کر لی ہے۔ غیر ملکی مفاد پرست عیسائی ٹولے کو قانونِ توہین رسالت ﷺ کے خلاف ہنگامہ خیز اور فیصلہ کن معرکہ آرائی کے لیے کسی بہت بڑے ''موڑ'' کی ضرورت تھی۔ انہوں نے بشپ جان جوزف کی ''لاش'' پر پاکستانی میں عیسائی اقلیت کی طرف سے بڑی ہنگامہ آرائی کا منصوبہ بنایا۔ درحقیقت پیپلز پارٹی نے انہیں قانون توہین رسالت ﷺ کی تبدیلی کی یقین دہانی کرائی تھی۔ مسلم لیگ کی حکومت کے آنے کے بعد وہ سخت مایوسی میں مبتلا تھے۔ نئی حکومت کو اپنے ناروا مطالبہ کے سامنے جھکانے کے لیے انہوں نے یہ ساری خطرناک منصوبہ بندی کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ عیسائی یورپ اور عالمی چرچ اپنے بشپ کے قتل کے بعد اس قدر شدید احتجاج کرے گا کہ پاکستان کی حکومت اس کی تاب نہ لا سکے گی۔ اقلیتی حقوق کے ان بدبخت منادوں نے اپنے مذموم مقاصد کے لیے مسلمانوں اور عیسائی اقلیت کے درمیان خطرناک تصادم کا خطرہ پیدا کر دیا۔ 17 مئی کو ملک بھر میں یوم احتجاج منایا گیا..... اس کے بعد کیا ہوا؟ نوائے وقت (18 مئی 98ء) کا ادارتی نوٹ ملاحظہ فرمائیے:

''ملک بھر سے آئے ہوئے عیسائیوں نے بشپ جان جوزف کی موت پر احتجاج

کرتے ہوئے شاہراہِ قائداعظم پر دو مختلف مقامات پر ہونے والے نمازِ جمعہ کے اجتماعات پر دھاوا بول دیا۔ دوسری طرف شاہراہ فاطمہ جناح سے لے کر قرطبہ چوک تک تباہی مچادی۔ مظاہرین مارکیٹوں اور دفاتر میں گھسے اور پنجاب اسمبلی پر بھی حملے کی کوشش کی۔ انہوں نے مال روڈ بلاک کر دی۔ نماز جمعہ کے وقت جب مساجد میں نمازی آنا شروع ہوئے تو یک دم عیسائیوں نے پتھراؤ شروع کر دیا۔ مساجد پر دھاوے کے دوران عیسائی نوجوانوں نے پتھراؤ کے ساتھ ساتھ نمازیوں پر جوتیاں پھینکیں۔ پولیس کے افسران بار بار کہتے رہے کہ آپ کی ریلی شام کو ہے لیکن کسی نے نہ سنی اور ہر طرف تباہی مچادی.....''

قارئین! یہ بے حد خطرناک منصوبہ تھا اس ارضِ پاک کے امن کو تباہ کرنے کا۔ پاکستان میں عیسائی اقلیت کو ایک سازش کے ذریعے مسلمانوں سے ٹکرانے کی کوشش کی گئی تاکہ سارے عیسائی یورپ کی ہمدردیاں حاصل کی جائیں اور فنڈز بھی۔ سازش تیار کرنے والوں نے ایک لمحہ کے لیے نہ سوچا کہ اگر مسلمانوں کی مساجد پر پتھراؤ کرنے سے مسلمان بھی جوابی اشتعال کا مظاہرہ کرتے تو پھر نقصان کس کا ہوتا؟ اگر یہ ہنگامے پھیل جاتے تو اس ملک میں عیسائیوں کو سر چھپانے کو جگہ نہ ملتی۔ لیکن اسلام کے پیروکاروں نے بروقت اس خطرناک سازش کو بھانپ لیا تھا۔ انہوں نے ایک مٹھی بھر شرپسند ٹولے کی زیادتیوں کو برداشت کیا۔ ورنہ وہ عیسائیوں کے ساتھ وہ سلوک کرتے جو چند ماہ پہلے بھارت کے ہندوؤں نے کیا تھا تو ان غل غپاڑہ مچانے والوں کو یہاں کہیں پناہ نہ ملتی۔ احتجاج کا اصل وقت شام کا تھا۔ جان بوجھ کر جمعہ کے وقت جلوس نکالا گیا اور پھر یکلخت انتظامیہ کو بھی دھوکہ میں ڈال کر مسلمانوں پر دھاوا بول دیا گیا۔ بشپ آف لاہور نے بھی اس غنڈہ گردی پر احتجاج کیا۔ انہوں نے کہا ''یہ کچھ شرپسند عناصر ہیں جنہوں نے ہماری پرامن تحریک کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی ہے''.....مگر ان کو روکنے کی ذمہ داری بھی انہی کی تھی۔ وہ ایسے عناصر کی قیادت کے لیے آمادہ ہی کیوں ہوئے تھے؟ نوائے وقت نے اپنے اداریے میں لکھا:

''محبِ وطن عیسائی قیادت کا فرض ہے کہ وہ ان تخریب کار عناصر پر نظر رکھے''۔

ایک چشم دید صحافی کی رپورٹ کے مطابق عیسائی جلوس کے شرکاء نے بالکل نئے ایک رنگ کے قیمتی جوگر پہنے ہوئے تھے۔ اب ظاہر ہے ہزاروں مظاہرین کو جوتوں کے علاوہ بھی سامان فراہم کیا گیا ہوگا۔ یہ تمام بیرونی سازشی عناصر کی سرمایہ کاری تھی۔ ورنہ مقامی تنظیموں کے پاس اتنے فنڈز کہاں ہیں؟

عیسائیوں کے اس احتجاج کا کوئی اخلاقی جواز نہ تھا۔ بشپ جان جوزف نے خودکشی کی تھی یا ان کو قتل کیا گیا تھا۔ دونوں صورتوں میں اس کی ذمہ داری مسلمانوں پر یا حکومت پر عائد نہیں ہوتی۔ تو پھر یہ احتجاج کس سے اور کیوں کیا جا رہا تھا؟ ڈاکٹر الیگزینڈر ملک اور دوسرے عیسائی راہنماؤں کو بھی سوچنا چاہیے تھا۔ وہ شرپسند عیسائی ٹولہ کے آلہ کار بن گئے۔ انہوں نے نامعقولیت کا ثبوت دیا بجائے بشپ

صاحب کے اصل قاتلوں (عیسائی) کے خلاف تحریک چلانے کے انہوں نے احتجاج کا رخ سوچ سمجھے منصوبہ کے تحت مسلمانوں کی طرف موڑ دیا۔ وہ یہ اہم اور نازک موقع قانون توہین رسالتؐ کے خلاف استعمال کرنا چاہتے تھے۔

قارئین کرام! ہم نے مذکورہ بالا منتخب واقعات اسی لیے نقل کیے ہیں تاکہ آپ خود اندازہ کر سکیں کہ گزشتہ چند سالوں میں جو بڑے واقعات ہوئے ہیں' اس میں عیسائی NGOs کی سوچ کس قدر غلط' ان کا طریقہ کار کس قدر نامعقول اور ان کے عزائم کتنے مذموم ہیں۔ قانون توہین رسالتؐ کے معاملے میں بھی وہ سطحی جذباتیت اور منفی ہیجان خیزی میں مبتلا ہیں۔ ان کا اصل مقصود عیسائی اقلیت کے حقوق کا تحفظ کرنا نہیں ہے بلکہ اقلیتی حقوق کے نام پر تحریک چلا کر یورپ کو بھڑکانا اور پھر ان سے کروڑوں کے فنڈز وصول کر کے عیش وعشرت کی زندگی گزارنا اور لوٹ مار کرنا ہے۔ قانونِ توہین رسالتؐ کے خلاف تحریک عام عیسائی نہیں بلکہ عیسائی لیڈروں کا یہی مافیا چلا رہا ہے۔ ان کی اکثریت چند سال قبل کسمپرسی کا شکار تھی مگر آج وہ پجاروز میں گھوم رہے ہیں۔ اندرون و بیرون ملک ان کے شاندار بنگلے ہیں۔ فرانسس جوزف چند سال قبل YMCA میں چپڑاسی تھا۔ آج وہ 20 لاکھ کی پجارو میں گھومتا ہے۔ پطرس غنی' شہباز بھٹی وغیرہ اسی قبیل کے افراد آج VIP بنے پھرتے ہیں۔ ان کی زبان درازی حدِ اعتدال سے باہر نکل چکی ہے۔ اب وہ پاکستان کے وزیراعظم تک کا لحاظ نہیں کرتے۔ اے کاش ہمارے حکمران قانون توہین رسالتؐ کے مخالف ان بدبخت بالشتیوں کی اوقات کو پہچانتے تو انہیں کبھی بھی معذرت خواہانہ رویہ اپنانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

7- بیرونی دباؤ کے حکومتِ پاکستان پر اثرات

مختلف ادوار میں حکومتِ پاکستان کا امریکہ سے تعلق حد درجہ فکری محکومی اور ذہنی غلامی کا رہا ہے۔ ہمارے حکمرانوں کی سوچ اور نفسیات کا یہ عجب المیہ ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت کو بھی اہلِ مغرب کے قول سے "ثابت" کرنے کا میلان رکھتے ہیں۔ اور اہل مغرب کے سامنے اپنے آپ کو پسندیدہ بنا کر پیش کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

قانون توہینِ رسالت کے متعلق مغرب کے منفی پراپیگنڈہ میں جوں جوں اضافہ ہوتا گیا' ہمارے حکمرانوں کے اوسان جواب دیتے گئے۔ اس کے محرکات پر غور کرنے کی زحمت ہی نہ اٹھائی گئی۔

قانون توہین رسالتؐ میں تبدیلی کی سرکاری سطح پر سب سے پہلے تحریک دسمبر 1993ء میں دیکھنے میں آئی جب بے نظیر حکومت نے لاء کمیشن کے ذریعہ 20 دسمبر کو اسلامی نظریاتی کونسل کو مراسلہ بھجوایا جس میں اس امر کا مشورہ طلب کیا گیا کہ کیوں نہ قانونِ توہین رسالتؐ میں اس جرم کو ناقابل دست اندازی پولیس قرار دیا جائے۔ لاء کمیشن نے اس تبدیلی کے لیے یہ جواز پیش کیا:

> "گوجرانوالہ کے توہینِ عدالت کیس (سلامت مسیح) زیر دفعہ 295-سی کے سلسلے میں بین الاقوامی سطح پر عیسائی اداروں کی شکایات کے پیش نظر ضابطہ فوجداری کی

اس دفعہ میں ترمیم کر کے اسے ناقابل دست اندازی پولیس بنایا جائے۔ اس ترمیم کے نتیجے میں یہ جرم استغاثہ کا کیس بن جائے گا جس کی سیشن کورٹ سماعت کریں گی اور ملزم کے خلاف قانونی اتھارٹی کے غلط استعمال کا موقع نہیں رہے گا"۔

گویا یہ عجوبہ روزگار تجویز ہمارے لاء کمیشن کے "زرخیز" اذہان کی کاوش فکر کا نتیجہ تھی۔ لاء کمیشن نے تو باقاعدہ مجوزہ قانون میں تبدیلی کا ڈرافٹ بھی بنا دیا تھا اور اسے 1993ء سے ہی قابل نفاذ قرار دے دیا تھا۔

بقول ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب اگر لاء کمیشن کے اختیار میں قانون سازی یا آئین میں تبدیلی کا اختیار ہوتا تو یہ تبدیلی 1993ء ہی میں عمل میں آ چکی ہوتی۔ (روزنامہ "جنگ" 16 مئی 1998ء)

1- قانون توہین رسالتؐ میں تبدیلی کی تجویز اصل میں پاکستان میں متعین برطانوی ہائی کمشنر کا Brain Child (ذہنی تخلیق) ہے۔ لاء کمیشن کے اجلاس سے چند روز پہلے برطانوی ہائی کمشنر چیف جسٹس آف پاکستان سے ملے جو لاء کمیشن کے بلحاظ عہدہ چیئرمین بھی ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قانونی مشیر جناب حشمت حبیب ایڈووکیٹ کا درج ذیل بیان اس تبدیلی کی تجویز کے پس پشت فوری جذبہ کو بے نقاب کرتا ہے۔ (مضمون "برطانیہ بھی دفعہ 295 سی کے خلاف میدان میں کود گیا")

"یہ سازش کامیاب کرانے کے لیے قادیانیوں کے رسہ گیر برطانوی آقا میدان میں اتر کر سرگرم عمل ہو گئے ہیں۔ برطانوی سازش کا انکشاف پاکستان لاء کمیشن کے اجلاس کے دوران ہوا۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ پاکستان میں متعین برطانوی ہائی کمشنر نے چیف جسٹس پاکستان سے ملاقات کے دوران انہیں باور کرایا کہ دفعہ 295- سی تعزیرات پاکستان سے مذہبی جذبات مشتعل ہو رہے ہیں جس سے حقوق انسانی کے تحفظ کے سحر میں مبتلا افراد اپنا مقام اور اس دفعہ کی اہمیت بھول گئے اور انہوں نے کوشش کی کہ 295- سی کے تحت سزا پانے والے مجرم کو ناقابل گرفت پولیس بنا دیا جائے' وہ بے اثر ہوا' تاہم لاء کمیشن نے یہ اہم معاملہ اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیج دیا ہے"۔ (ہفت روزہ "تکبیر" 28 اپریل 1994ء)

پاکستان میں قانون توہین رسالتؐ کے ناقدین سے مرعوب و مغلوب ہونے کا سب سے زیادہ تاثر بے نظیر بھٹو صاحبہ نے دیا ہے۔ اہل مغرب سے فکری ہم نوائی کی وہ ہمیشہ شعوری کوشش کرتی رہی ہیں۔ درج ذیل سطور میں توہین رسالتؐ کے قانون کے متعلق ان کے خیالات ملاحظہ فرمائیے:

1- اگست 1992ء میں میاں نواز شریف کی حکومت نے قانون توہین رسالتؐ کے مرتکب کے لیے موت کی سزا کا بل پارلیمینٹ میں پیش کرنا چاہا۔ اگرچہ پارلیمینٹ کی طرف سے اب یہ

رسمی کارروائی تھی۔ قانون تو عدالتی فیصلہ کے نتیجے میں پہلے سے نافذ العمل تھا۔ مگر یہ بات بھی قائد حزبِ اختلاف کو پسند نہ آئی۔ انہوں نے ایک بیان میں کہا:

> ''ملک کے 12 کروڑ عوام الناس ناموسِ رسالت کی حفاظت خود کر سکتے ہیں۔ حکومت ناموس رسالتؐ کے سلسلے میں سزائے موت کا قانون پارلیمینٹ میں پیش کر کے ملک کو بنیاد پرستوں کی ریاست بنانے کی کوشش کر رہی ہے جو کہ عوام کے بنیادی حقوق سلب کرنے کے مترادف ہے اور اسلام کو بدنام کرنے کی سازش ہے۔ انہوں نے کہا کہ گواہوں اور شہادتوں کی بنا پر شانِ رسالتؐ میں گستاخی کرنے والے کو سزا دینا اس لیے معنی نہیں رکھتا کہ ہمارے ملک میں تو ارکانِ پارلیمینٹ کو خرید لیا جاتا ہے۔ اس صورت میں کرایہ کے گواہوں کی موجودگی میں انصاف کی توقع نہیں کی جاسکتی''۔ (جنگ' کراچی' 10 اگست 92ء)

تمام دنیا کے عدالتی نظام شہادتوں کی بنیاد پر جرائم کا ارتکاب کا تعین کر کے سزا تجویز کرتے ہیں۔ پاکستان میں بھی دیگر جرائم کے بارے میں یہی اصول کارفرما ہے لیکن محترمہ قانون توہین رسالتؐ کے بارے میں پارلیمینٹ کے ارکان کی شہادت پر اعتبار کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

-2 1993ء میں پیپلز پارٹی دوبارہ برسر اقتدار آئی۔ آتے ہی انہوں نے اس قانون میں ترمیم پر غور کرنا شروع کر دیا۔ اس دوران میں سلامت مسیح کیس کی وجہ سے بیرونی دباؤ بھی شدت اختیار کر گیا۔ حکومت اہل مغرب کی ناراضگی کی متحمل نہ ہوسکتی تھی.... پھر ایک دن خبر آئی:

> ''پیپلز پارٹی کی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ توہین رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کر دی جائے جس کے تحت توہین رسالتؐ کے مرتکب کی سزا' سزائے موت اور عمر قید سے کم کر کے دس سال کر دی جائے۔ اس بات کا فیصلہ وزیر اعظم پاکستان بے نظیر بھٹو صاحبہ کی زیر صدارت ہونے والے وفاقی کابینہ کے اجلاس میں کیا گیا''۔ (روزنامہ ''جسارت' 6 اپریل 1994ء)

اسلامی حکام کے مطابق توہین رسالتؐ کے مرتکب کی سزا صرف ''موت'' ہے۔ مگر ہمارے ''روشن خیال'' حکمران اس پر یقین نہیں رکھتے۔ راقم الحروف کو تعجب ہے کہ انہوں نے دس سال تک کی سزا کو آخر کیوں تجویز کیا۔ ان کے نزدیک تو ناموس رسالت کا تحفظ 12 کروڑ عوام از خود کر سکتے تھے۔

-3 مذکورہ بالا فیصلہ کے بعد حکومت نے اپنے اس ''انقلابی'' اور ''ترقی پسندانہ'' فیصلے سے اپنے ہم خیال یورپی رہنماؤں کو آگاہ کرنے بلکہ انہیں ''خوشخبری'' سنانے کے لیے جناب اقبال حیدر' وزیر قانون و پارلیمانی امور کو یورپ کے دورے پر ارسال کیا۔ انہوں نے وہاں تابڑ توڑ پریس کانفرنس منعقد کیں۔ آئر لینڈ کے اخبار ''آئرش ٹائمز'' کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا:

> ''وفاقی کابینہ نے توہین رسالتؐ قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے اور

اس ترمیم سے اب پولیس کو اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو گرفتار کرنے اور جیل بھجوانے کا اختیار حاصل نہیں رہا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان ایک جدید اسلامی ریاست ہے اور موجودہ حکومت ملک میں مذہبی انتہا پسندی کو بالکل نہیں چاہتی۔ "آئرش ٹائمز" کے مطابق انہوں نے ایمنسٹی انٹرنیشنل کو یہ یقین دہانی کرائی"۔

(روزنامہ "جنگ" روزنامہ "نوائے وقت" کراچی 3 جولائی 1994ء)

موصوف نے وہاں یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ توہین رسالت کا قانون دراصل "بنیاد پرستی" کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اس کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے اور "جدید اسلامی ریاست" میں تو اس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ وہ یہ یکسر فراموش کر گئے کہ یہ سزا نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس سے لے کر دورِ حاضر تک ایک متفقہ سزا رہی ہے۔

4- بے نظیر بھٹو صاحبہ کی سیکولر حکومت کے دیگر ترقی پسند وزراء آخر کیوں پیچھے رہتے' انہوں نے بھی اپنے بیانات کے ذریعہ قانونِ توہین رسالتؐ میں تبدیلی کی "نوید" سنانا شروع کر دی۔

وفاقی وزیر خصوصی برائے تعلیم وسماجی بہبود ڈاکٹر شیر افگن نے ایک بیان میں کہا:

"حکومت اس قانون میں ترمیم کر رہی ہے جس کے ذریعہ مقدمہ درج کرنے سے پہلے سیشن جج اس معاملہ کی تحقیق کریں اور اس کے بعد مقدمہ درج کرنے کی سفارش کریں"۔ (روزنامہ "امن" کراچی' 7 جولائی 1994ء)

کراچی میں ماورائے عدالت قتل کے حوالہ سے "شہرت" پانے والے وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر نے کہا کہ

"آئندہ پولیس کو اختیار نہیں ہوگا کہ وہ معمولی سی شکایت پر کسی بھی فرد کے خلاف مقدمہ رجسٹر کرے بلکہ پولیس فوراً اس معاملہ کی علاقہ مجسٹریٹ کو رپورٹ کرے گی جو کہ متعلقہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ساتھ اس جگہ کا معائنہ کرے گی جہاں متذکرہ جرم ہوا ہے۔ مجسٹریٹ تحقیقات کر کے یہ طے کرے گا کہ شکایت صحیح ہے یا جھوٹ پر مبنی ہے۔ وزیر موصوف نے یہ بھی کہا کہ ایسا شکایت کنندہ جو جھوٹی رپورٹ پولیس میں دائر کرے گا' اس کو دس سال تک کی قید بھی ہوسکتی ہے"۔ (انگریزی روزنامہ "دی نیوز" 14 جولائی 1994ء)

......دونوں وزراء کے بیانات میں اختلاف ہے۔ ایک سیشن جج کی بات کرتے ہیں تو دوسرے علاقہ مجسٹریٹ کی۔

5- بے نظیر بھٹو جب دوبارہ اقتدار سے الگ کر دی گئیں' تب بھی اس قانون کے بارے میں ان کے خیالات تبدیل نہ ہوئے۔ اب بھی موقع پا کر وہ اس میں ترمیم کا مطالبہ کرتی رہتی ہیں۔

انہوں نے ایک بیان میں کہا کہ "حکومت حقوقِ انسانی کی تنظیموں (NGOs) کے ساتھ

مشورہ کر کے توہین رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کرے''۔

(روزنامہ ''نوائے وقت'' 23 مئی 1998ء)

6- اس وقت کے صدر فاروق احمد لغاری نے جس طرح درپردہ بعض عیسائی راہنماؤں کو اس قانون میں تبدیلی کی یقین دہانی کرائی اور ضلعی انتظامیہ کو ہدایات ارسال کیں' اس کا تذکرہ بشپ جان جوزف کی خدمات والے حصہ میں گزر چکا ہے۔

7- موجودہ وفاقی وزیر برائے مذہبی/ اقلیتی امور راجہ ظفرالحق صاحب جن سے منسوب 14 جون 1999ء کا بیان اس مفصل مضمون کا اصل محرک بنا ہے' ان کے ماضی کے بیانات کا تذکرہ مفید رہے گا۔ 7 مارچ 1996ء کو تین کالمی سرخی کے ساتھ ان کا یہ بیان چھپا:

''توہین رسالت کا قانون..... امریکی مطالبہ پر حکومتی ردعمل افسوسناک ہے''

''انہوں نے اپنے بیان میں امریکی وزارتِ خارجہ کی طرف سے توہین عدالت کے قانون کی منسوخی کے مطالبہ پر حکومتِ پاکستان کے بیان پر افسوس کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت پاکستان نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ حکومت کے پاس ایوان میں دوتہائی اکثریت نہیں' اس لیے وہ اس قانون کو منسوخ نہیں کرسکتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حکومت کے پاس دوتہائی اکثریت ہوتی تو وہ توہین رسالتؐ کے قانون کو منسوخ کردیتی۔ انہوں نے کہا کہ اس قانون کی تنسیخ کا مطالبہ کرنے والوں کو شاید علم نہیں ہے کہ جو مسلمان' اپنی اولاد' دولت اور والدین سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ سے محبت نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں ہوسکتا ہے۔ دنیا کے تمام مسلمان جان دے کر بھی اس عقیدے کی حفاظت کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ توہین رسالتؐ کا موجودہ قانون نہ ہوتا تو مسلمان خود توہین رسالتؐ کرنے والے کو سزا دیتے۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت نے توہین رسالتؐ کے قانون پر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا تو ایسا کرنا خودکشی کے مترادف ہوگا''۔

(روزنامہ ''پاکستان'' 7 مئی 1998ء)

یہ بیان جب انہوں نے دیا تھا تو اس وقت وہ سینٹ میں قائدِ حزب اختلاف تھے اور مرکز میں پیپلز پارٹی کی حکومت تھی.... 7 مئی 1998ء کو جب بشپ جان جوزف کے قتل کا واقعہ پیش آیا تو اس وقت عیسائی احتجاج شدت اختیار کرگیا اور حکومت گھبرا گئی تو اقلیتوں کو تسلی دینے کے لیے مذہبی و اقلیتی امور کے وزیر راجہ ظفرالحق نے 9 مئی 1998ء کو بیان دیا:

''مسلم لیگ کی حکومت قانونِ توہین رسالتؐ میں ترمیم کی بجائے اس کے طریقہ کار میں تبدیلی پر غور کررہی ہے۔ اس مقصد کے لیے حکومت نے یہ طریقہ وضع

کیا ہے کہ اس قسم کے کیس کی سماعت عام عدالت کی بجائے سپیشل کورٹ میں کی جائے۔ اس کے علاوہ ایسے کیس پہلے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس جائیں اور وہ اس بات کا فیصلہ کرے کہ آیا کیس عدالت میں چلنا بھی چاہیے یا نہیں"۔

(روزنامہ "خبریں" لاہور 9 مئی 1998ء)

بے حد تعجب کا مقام ہے کہ راجہ ظفرالحق صاحب پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت میں قانونِ توہین رسالتؐ میں نہ تو ترمیم کے حق میں تھے نہ اس کے طریقہ کار میں کسی تبدیلی کے حق میں۔ یہ ان جیسے مسلم لیگی راہنماؤں کے زوردار بیانات اور ردعمل کا نتیجہ ہی تھا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت پارلیمنٹ سے اس قانون میں ترمیم کا بل پیش نہ کر سکی۔ مگر جب وہ خود حکومت میں آئے تو ان کی طرف سے اس قانون کے طریقہ کار میں تبدیلی کے متعلق بیانات آنا شروع ہو گئے۔ انہوں نے اپنے موقف میں اس واضح تبدیلی کے اسباب پر بھی کھل کر روشنی نہیں ڈالی۔

8- مسلم لیگی حکومت کے وفاقی وزیر قانون خالد انور صاحب نے بھی 24 مئی 1998ء کو بیان دیا تھا "حکومت توہین رسالتؐ کے ایکٹ میں ترمیم کرے گی"۔ (روزنامہ "خبریں") خالد انور صاحب کا بیان راجہ ظفرالحق کے بیان سے زیادہ خطرناک اور مختلف ہے۔ انہوں نے ایکٹ میں "ترمیم" کی بات کی جبکہ راجہ صاحب طریقہ کار میں تبدیلی کی بات کرتے رہے ہیں۔

8- پاکستان میں عیسائی اقلیت سے سلوک

اگر مجموعی اعتبار سے پاکستان میں عیسائی برادری سے مسلمانوں کے برتاؤ اور انہیں ملنے والی مراعات کو پیش نظر رکھا جائے تو پاکستان کو کسی بھی مہذب ملک کے سامنے شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ فرانس' جرمنی' ناروے' برطانیہ' سربیا اور امریکہ میں مسلم اور سیاہ فام اقلیتوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا جا رہا ہے' اس کے ساتھ اگر پاکستان میں عیسائی اقلیت کی حالت کا موازنہ کیا جائے تو پاکستانی عیسائی برادری کی حالت بدرجہا بہتر ہے۔ امریکی دفتر خارجہ ہر سال بھارت اور پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال کا موازنہ کرتے ہوئے بھارتی سیکولرازم کی تعریف میں رطب اللسان رہا ہے اور پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کی پامالی کا رونا روتا رہا مگر 1998ء میں جب بھارتی سیکولرازم کا اصل چہرہ سامنے آیا اور انڈیا کے مختلف شہروں میں ہندو انتہا پسندوں نے عیسائیوں کو بے دریغ قتل کرنا اور زندہ جلانا شروع کیا تو انہیں یقین کرنا پڑا کہ پاکستان میں اقلیتیں نہایت آسودہ ہیں۔ پاکستان کی پوری تاریخ میں کسی بھی اقلیت کے ساتھ اس طرح کا ایک بھی واقعہ پیش نہیں آیا۔ انتہا پسند ہندو اب بھی عیسائیوں کو دھمکیاں دے رہے ہیں کہ یا تو وہ ہندو بن جائیں یا پھر بھارت چھوڑ دیں' ورنہ ان کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا رہے گا۔ پاکستان میں شرپسند عیسائی گروہوں کو انڈیا کے حالات سے بھی عبرت حاصل نہیں ہوئی۔ پاکستان تو ان کے لیے "جنت" ہے۔ اگر وہ اب بھی احتجاج کرتے ہیں تو یہ احسان فراموشی ہے!!

روزنامہ ''اوصاف'' کی ادارتی سطور ملاحظہ کیجئے:

''ہم اس نام نہاد سپر پاور کو یہ بتلا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ مسلمان اپنے مذہبی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت برداشت نہیں کرتے۔ رہا سوال عیسائی اقلیت کے ساتھ ظالمانہ سلوک کا تو یہ محض بہتان ہے۔ اپنا کیس مضبوط کرنے کے لیے ایک پرانا ہتھکنڈہ ہے۔ عیسائی برادری جتنی آزادی اور سکون کے ساتھ پاکستان میں رہ رہی ہے' اتنا سکھ' آرام اور مذہبی سکون شاید اسے امریکہ میں بھی میسر نہ ہو۔ زیادہ تر علاقوں میں عیسائی برادری مسلمانوں کے ساتھ اس انداز سے رہ رہی ہے کہ گمان ہی نہیں ہوتا کہ ان میں اکثریت کون سی ہے اور اقلیت کون سی؟

(27 جنوری 1998ء)

یہی بات ہمیں ''خبریں'' کے ایک اداریے میں ملتی ہیں۔ ''پاکستان میں عیسائی برادری کو جو سہولتیں آئینی اور قانونی تحفظ حاصل ہے' اس کی مثال کسی غیر مسلم معاشرہ میں نہیں ملتی''۔ (7 دسمبر 1997ء)

روزنامہ ''جنگ'' نے بھی 10 مئی 1998ء کے اداریے میں اسی پہلو کی نشاندہی کی ہے:

''امر واقعہ یہی ہے کہ عیسائیوں اور عیسائیت کے بارے میں پاکستان بھر میں سرے سے منافرت کی فضا موجود ہی نہیں ہے۔ بلکہ ارباب حکومت سے لے کر عام آدمی تک اپنے عیسائی بھائیوں کی تالیف قلب کو بطور خاص ملحوظ خاطر رکھتے ہیں''۔

اس تمام تر وسعت اور رواداری کے باوجود پاکستانی مسلم اکثریت کو خواہ مخواہ مطعون ٹھہرایا جائے تو اسے مریضانہ ذہنیت اور حقائق سے چشم پوشی کے مترادف سمجھا جانا چاہیے۔

9- قانونِ توہین رسالتؐ میں تبدیلی کے مضمرات

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قانونِ توہین رسالتؐ میں مذکورہ تبدیلی کی فی الواقع ضرورت ہے؟ فرض کریں اگر اس کی ضرورت اب محسوس کی گئی ہے تو پھر یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ اس ''ضرورت'' کا تعین کن امور کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے......؟ تحفظ ناموس رسالتؐ مسلمانوں کے لیے اساس دین کی حیثیت رکھتا ہے۔ علامہ قرطبیؒ کے بقول ''نبی کریمؐ کی تعظیم و تکریم ہی مذہب کی بنیاد ہے اور یوں اس سے محرومی مذہب سے انحراف ہے....'' اتنے اہم قانون میں مسلمانوں کے جذبات کو نظر انداز کرتے ہوئے محض اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے بعض شرپسندوں کی مبالغہ آمیز داستانوں' بے بنیاد الزامات اور بے جا تنقید کی بنیاد پر تبدیلی ہر اعتبار سے بلا جواز ہے۔ مسلمانوں کے عقائد سے متعلقہ قوانین میں محض معدودے چند اقلیتی راہنماؤں کے اشتعال انگیز بیانات یا امریکہ اور دیگر ممالک کے اس ضمن میں ناروا دباؤ کے زیر اثر اس طرح کی تبدیلی کا متعارف کرانا اس اعتبار سے بھی خطرناک ہے کہ اسلام دشمنوں کی

خواہشات کی پیروی بالآخر اسلام سے انحراف پر ہی منتج ہوا کرتی ہے۔ اسلامی دنیا کے سیکولر ممالک بالخصوص ترکی میں اسلام کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جا رہا ہے' وہ محتاجِ وضاحت نہیں۔

قانون توہین رسالتؐ میں مذکورہ تبدیلی کے درج ذیل مضمرات سے اغماض نہیں برتنا چاہیے۔

1- یہ درست ہے کہ فی الحال توہین رسالتﷺ کے واقعات میں ایف آئی آر کے اندراج کے قانون میں تبدیلی لائی جا رہی ہے لیکن بات محض اس تبدیلی تک نہیں رکے گی۔ اس تبدیلی کو قانون توہین رسالتؐ کے نامعقول جنونی مخالفین کی طرف سے' منزل کی طرف ''پہلا قدم'' اور جدوجہد میں کامیابی کے ''آغاز'' سے تعبیر کیا جائے گا۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جذباتی تشنج میں مبتلا حقوقیے کبھی ایک حق کی بازیابی تک اکتفا نہیں کرتے۔ ان کا جنون انہیں مسلسل آگے بڑھنے کی تحریک دیتا رہتا ہے۔ بعض جذباتی عیسائی رہنماؤں نے قانون توہین رسالت کو اپنی زندگی اور موت کا مسئلہ بنایا ہوا ہے۔ بشپ الیگزینڈر بارہا 295- سی کو عیسائیوں کو ''قتل کرنے کا لائسنس'' قرار دے چکے ہیں۔ مورخہ 12 مئی 1998ء کو ایک پریس کانفرنس میں انہوں نے اس قانون کو ''مذہبی صفائی'' (Religious Cleansing) کا نام دیا۔ اسی پریس کانفرنس میں انہوں نے اپنی مذہبی جنونیت کا اظہار اس طرح بھی کیا کہ ''عیسائی طالبان'' کے نام سے تنظیم بنانے کی دھمکی بھی دی۔ وہ عیسائی NGOs جن کو مغرب سے فنڈ ہی محض اس مقصد کے لیے دیئے جاتے ہیں کہ وہ قانون توہینِ رسالتؐ کے خاتمے کے لیے جدوجہد کریں۔ وہ بھی چین سے نہیں بیٹھیں گی۔ حکومت ان کے غلط مطالبے کے سامنے جھک کر مستقبل میں اپنے لیے مزید مشکلات بھی پیدا کر رہی ہے۔

2- قانونِ توہین رسالتﷺ کے متعلق اقلیتوں کے اعتراضات بے بنیاد' سطحی اور شرانگیز ہیں۔ بشپ ڈاکٹر فادر روفن جولیس جیسے انتہا پسند عیسائی راہنماؤں کے اس دعویٰ میں ہرگز کوئی صداقت نہیں ہے کہ عیسائیوں کے خلاف تمام پرچے جھوٹے درج کیے جاتے ہیں۔ وہ ایسا محض اس لیے کہتے ہیں تاکہ ان کے اعتراضات میں جان ڈالی جا سکے ورنہ دل ہی دل میں انہیں بھی معلوم ہے کہ ایسے عیسائی جنونیوں کی کمی نہیں ہے جو فی الواقع جان بوجھ کر جناب رسالت مابؐ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ فادر جولیس کا یہ دعویٰ بھی تاریخی حقائق کے برعکس ہے کہ کوئی بھی صالح اور پرہیزگار عیسائی توہین رسالتؐ کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ تاریخ تو ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جب عیسائی پادریوں نے پیغمبر اسلامﷺ کے خلاف نہ صرف زبان درازیاں کیں بلکہ اس سلسلے میں باقاعدہ مہمات چلائیں۔ فلپ کے ہٹی نے اپنی تالیف ''اسلام اور مغرب'' میں ایک مفصل باب ایسے سینکڑوں عیسائی گستاخان کے متعلق تحریر کیا ہے۔ (دیکھئے میرا تفصیلی مضمون ''قانون توہین رسالتؐ پر اعتراضات کا جائزہ'' مطبوعہ ماہنامہ ''محدث'' جولائی 98ء)

قانون توہین رسالتؐ میں کسی قسم کی تبدیلی کا بالواسطہ مطلب یہی ہوگا کہ حکومت بعض عیسائی راہنماؤں کے ان الزامات کو درست سمجھتی ہے۔ غیر ملکی میڈیا پر یہی پراپیگنڈہ کیا جائے گا کہ پاکستان میں عیسائیوں کے خلاف ہمیشہ جھوٹے مقدمات درج کیے جاتے رہے ہیں۔ اس طرح پاکستانی مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی ایک ''جھوٹی قوم'' کے فرد کے طور پر پیش کیا جائے گا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ چند ایک اکا دکا واقعات کے علاوہ اکثر واقعات میں عیسائیوں کی طرف سے گستاخی کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ پاکستانی عدالتیں تمام شواہد کو جمع کرنے کے بعد ہی فیصلہ صادر کرتی ہیں۔ اگر یہ تبدیلی کی جاتی ہے تو پاکستانی عدالتوں کے سابقہ فیصلہ جات کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کر کے پاکستان کے پورے عدالتی نظام کو متعصّبانہ، غیر عادلانہ اور جانبدارانہ ثابت کرنے کی مذموم مہم چلائی جائے گی۔

3- اس قانون میں مذکورہ تبدیلی لانے کے بعد پاکستان مسلم لیگ کی حکومت کی حیثیت Credibility بھی شدید مجروح ہوگی۔ پاکستان مسلم لیگ کو ہمیشہ پیپلز پارٹی کے مقابلے میں اسلام پسند سیاسی جماعت سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس کا یہی تاثر اس کی عوامی مقبولیت میں اضافہ کا باعث بھی بنا ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں جب مسلم لیگ یہ قدم اٹھائے گی تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے قانون رسالتؐ کے متعلق پیپلز پارٹی کے ایجنڈا کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ غیر محسوس طریقے سے میاں نواز شریف کا تاثر ایک ''سیکولر'' سیاسی راہنما کے طور پر ابھارنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ان کے اس طرح کے اقدامات ان کی عوامی پذیرائی میں کمی لانے کا باعث بن سکتے ہیں۔

4- قانون توہین رسالتؐ کے ساتھ ہی یہ ''خصوصی سلوک'' آخر کیوں کیا جا رہا ہے کہ اس کے مرتکب افراد کے خلاف FIR کے اندراج سے پہلے ایک مخصوص کمیٹی کی سفارشات کا پیش کیا جانا ضروری ہے؟ اگر اس قانون کے مبینہ غلط استعمال کو بنیاد بناتے ہوئے یہ تبدیلی کی جا رہی ہے تو پھر دیگر گھناؤنے جرائم کے ضمن میں بھی یہ تبدیلی لائی جائے کیونکہ دیگر قوانین کے معاملے میں بھی غلط استعمال کے احتمالات کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ کیا پاکستان میں قتل، چوری، زنا کے غلط مقدمات درج نہیں کیے جاتے؟ لیکن ان گھناؤنے جرائم کے متعلق FIR درج کرانے کی پیشگی شرائط وضع نہیں کی گئی ہیں۔

قانون توہین رسالتؐ کے متعلق مذکورہ کمیٹی کی سفارشات کا طریقہ کار اس قدر پیچیدہ اور گنجلک ہوگا کہ رفتہ رفتہ ایسے مقدمات کی FIR کا مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا اور اس کے نتائج بھیانک بھی ہوسکتے ہیں۔ لوگ ڈپٹی کمشنر اور ایس پی پر مشتمل کمیٹی کے سامنے مقدمے لے جانے کی بجائے قانون کو خود ہاتھ میں لینا شروع ہو جائیں گے۔ توہین رسالتؐ کے مرتکب افراد کے خلاف اگر فوری قانونی کارروائی کا آغاز نہ کیا جائے تو اس سے شمع رسالتؐ کے پروانوں میں اشتعال پیدا ہونے کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ دوسری طرف اس نئے طریقہ کار کی وجہ سے گستاخان رسولؐ کی جسارتوں میں بھی اضافہ

ہونے کا احتمال ہے۔ کیونکہ جب وہ دیکھیں گے کہ توہین رسالتؐ کے مرتکب افراد کے خلاف FIP نہیں کاٹی جارہی تو یہ امر ان کی حوصلہ افزائی کا باعث بنے گا۔

-5 اگر آج مسلم لیگ کی حکومت توہین رسالتؐ کے قانون میں یہ تبدیلی لاتی ہے تو کل کلاں پیپلز پارٹی کی بدرجہا سیکولر حکومت اصل قانون کو ہی تبدیل کر سکتی ہے اور مسلم لیگی حکومت کا موجودہ اقدام اس کے لیے بنیاد کا کام دے گا۔ اپریل 1994ء میں پیپلز پارٹی کی حکومت نے قانون توہین رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کرنے کا مسودہ تیار کرلیا تھا' جس کے تحت توہین رسالتؐ کے مرتکب کی سزا' سزائے موت سے کم کر کے دس سال قید تجویز کی گئی تھی۔ (روزنامہ ''جسارت'' 4 اپریل 1994ء) مسلم لیگی حکومت کو مستقبل کے ان مضمرات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

-6 اس قانون میں تبدیلی لانے کا ایک مفہوم یہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ پاکستانی حکومت نے امریکہ اور دیگر یورپی ممالک کا خالصتاً مسلمانوں کے ایک مذہبی معاملے یعنی ناموس رسالت کے تحفظ کے متعلق بے جا اور ناروا دباؤ کو قبول کرلیا ہے۔ ایسے فیصلے ترقی پذیر اقوام کی فروغ پاتی قومی خودداری کے لیے سم قاتل کا درجہ رکھتے ہیں۔ پاکستانی نے ایٹمی دھماکہ کر کے جس طرح امریکہ کے دباؤ کا مقابلہ کیا' اس سے پاکستان قوم میں خودداری کے جذبات فروغ پانا شروع ہوگئے ہیں۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ بدطینت دشمن سرحدوں پر مسلح افواج کو جمع کر کے پاکستان کی سالمیت کے خلاف جارحانہ کارروائی کے لیے بالکل تیار کھڑا ہے۔ حکومت کو ایسے متنازع فیہ امور کھڑے کرنے کی بجائے قومی اتحاد و یکجہتی کی پالیسوں کو آگے بڑھانا چاہیے۔

-7 ''تحفظ پاکستان'' اور ''تحفظ ناموس رسالتﷺ'' دراصل ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ اس پاک دھرتی کا وجود ناموسِ رسالت کے سائے کے بغیر بے معنی ہے۔ پاکستان ''دھرتی ماں'' ہے اور حضور اکرمﷺ کی تعلیمات پاکستان کے قیام کی حقیقی اور فکری بنیاد ہیں۔ ''دھرتی ماں'' کے خلاف دریدہ دہنی کرنے والوں پر غداری کے مقدمات درج کیے جاتے ہیں۔ اگر پاکستان کی سالمیت جیسے حساس معاملات میں FIR کے اندراج سے پہلے ڈپٹی کمشنر یا کسی اور افسر کی سفارشات کا انتظار کیا جائے تو دشمن ملک کی سرزمین پر پاکستان کے خلاف زبان درازی کرنے والے نجم سیٹھی جیسے افراد کو کبھی بھی قانون کی گرفت میں نہیں لایا جاسکتا' کیونکہ انہیں اس دوران بیرون ملک فرار ہونے کا موقع مل جائے گا۔ اسی طرح توہین رسالتؐ کے مرتکب افراد کے لیے FIR کے اندراج کا تازہ مجوزہ طریقہ کار انہیں قانون کی گرفت سے بچ کر بیرون ملک فرار ہونے کا موقع فراہم کرے گا۔ جس برق رفتاری سے توہین رسالتؐ کے مرتکب سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو بیرون ملک فرار کرایا گیا وہ ہمارے لیے چشم کشا ہے۔ ایک ایسا قانون جو توہین رسالتؐ کے مرتکب بدبخت مجرموں کے فرار میں

اعانت کا باعث بنتا ہو۔ اسے کسی بھی صورت نافذ نہیں کرنا چاہیے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جناب رسالت مابﷺ کی توہین جو فی الحقیقت انسانیت کے خلاف جرم کا درجہ رکھتی ہے' کی سنگینی اور شدت کا صحیح ادراک اور احساس کیا جائے۔

-8 اس اضافی قانون کے نفاذ کا اصل سبب 17 مئی 1986ء کو اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں عاصمہ جہانگیر کی طرف سے حضور اکرمﷺ کو ''ان پڑھ'' کہنے کے ہفواتی کلمات تھے' جس پر شدید احتجاج کیا گیا تھا۔ محترمہ نثار فاطمہ MNA اور دیگر محبان رسول نے اس گستاخی کا سخت نوٹس لیا اور قومی اسمبلی میں 295-سی پیش کرنے کے لیے تحریک چلائی۔ 295-سی چونکہ عاصمہ جہانگیر کی گستاخی کے خلاف ردعمل کے نتیجے میں منظور ہوا' اس لیے عاصمہ جہانگیر نے ہمیشہ اس قانون کے خلاف ہرزہ سرائی کی ہے۔ اس کی دریدہ دہنی کی سطح ملاحظہ ہو کہ یہ بدبخت عورت اس قانون کو ''فتنہ'' بھی کہہ چکی ہے۔ قادیانیوں نے پاکستانی پارلیمنٹ کی طرف سے اس فرقہ کو ''کافر'' قرار دیئے جانے کے فیصلے کو آج تک ہضم نہیں کیا۔ قانون توہین رسالتؐ میں مذکورہ تبدیلی قادیانیوں کے لیے روحانی خوشی کا باعث ہوگی اور ان کی گستاخانہ کارروائیوں اور امت مسلمہ کے خلاف سازشوں میں اضافہ کا باعث بنے گی۔

-9 اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں کے دلوں سے پیغمبر اسلامﷺ کی محبت کو نکالنے کے لیے مذموم سازشوں میں مصروف ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کے خلاف توہین آمیز سازشوں کی نئی تحریک ننگ ملت بے دین ''مسلمانوں'' کے ذریعے سے برپا کی جا رہی ہے جس کے مہرے سلمان رشدی' تسلیمہ نسرین جیسے لوگ ہیں۔ ان کی تمام تر شیطانی ہرزہ سرائیوں کو ''انسانی حقوق'' کا نام دے کر تحفظ دیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے فکری تشخص سے محروم کرنا اور انہیں مغرب کی سیکولر فکری دھارے میں شامل کرنا مغرب کا اہم ترین ایجنڈہ ہے لیکن وہ اس مقصد میں اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ مسلمانوں کے دلوں میں حب رسولؐ موجود ہے۔ سیکولر مغرب مسلمانوں کے اپنے پیغمبرؐ کے ساتھ تعلق کو بھی اس سطح تک لانا چاہتے ہیں' جس سطح پر اہل مغرب عیسائی ہونے کے باوجود اپنے نبی حضرت مسیح علیہ السلام کی تعظیم کرتے ہیں۔ ان کے ذرائع ابلاغ کھلم کھلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں مگر عیسائیوں میں حمیت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ 1994ء میں برطانیہ میں ایسٹر کے مقدس ہفتے کے موقع پر جیکی لیول کا گایا ہوا مشہور گیت فروخت کیا گیا جس میں حضرت مریمؑ' حضرت مسیحؑ' اور حضرت یوسفؑ کو گالیاں دی گئی تھیں۔ 1988ء میں لندن کے سینما گھروں میں ایک یہودی فلم ساز مارٹن کی ایک انتہائی شرمناک فلم "The Last Temptation of Christ" یعنی ''مسیح کی آخری جنسی ترغیب'' نمائش کے لیے پیش کرنے کے لیے اشتہار بازی کی گئی جس میں نعوذ باللہ حضرت عیسیٰؑ کو ایک طوائف

کے ساتھ جنسی اختلاط کرتے دکھایا گیا۔ عیسائیوں کے لیے یہ مقام تاسف ہونا چاہیے کہ اس توہین آمیز فلم کے خلاف انگلینڈ کے مسلمانوں نے سب سے پہلے غم وغصہ کا اظہار کیا اور اس فلم کی نمائش پر پابندی کا مطالبہ کیا۔ عیسائی بے حسی سے یہ سب دیکھتے رہے۔ توہین رسالتؐ کے خلاف مسلمانوں کے دلوں میں جذبات کو موجزن رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ضابطوں کو مزید سخت کیا جائے۔ قانونِ توہین رسالتؐ میں مذکورہ تبدیلی ان ضابطوں میں نرمی پیدا کرنے کا باعث بنے گی جس سے مسلمانوں میں رسالت مابﷺ کی ناموس کے متعلق جذبات میں کمی واقع ہوگی۔

-10 قانونِ توہین رسالتؐ میں مجوزہ تبدیلی کی رو سے جو کمیٹی تشکیل دی جائے گی اس میں دو مسلمان اور دو عیسائیوں کا ہونا ضروری ہے۔ یہ تجویز اس وقت ناقابلِ عمل بن جائے گی جب ایک عیسائی مسلمانوں کو ایسی بستی میں توہین رسالتؐ کا ارتکاب کرتا ہے جہاں عیسائی خاندان آباد ہی نہ ہوں۔ مثلاً بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض عیسائی شرپسند کسی نوجوان کو مسلمانوں کی قریبی بستی کی مسجد میں قرآن پاک کی بے حرمتی کے لیے بھیجتے ہیں اور وہ وہاں رنگے ہاتھوں پکڑا جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ عیسائی توہین رسالتؐ کا ارتکاب ایسی جگہ کریں جہاں صرف انہیں کی آبادی ہو جیسا کہ شانتی نگر کے واقعہ میں ہوا۔ تو اسی جگہ پر ''اچھی شہرت کے حامل اور صالح'' مسلمانوں کا انتخاب کیسے کیا جائے گا.....؟ قانون سازوں کو ایسے حالات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

-11 پاکستان میں ایک معمولی درجے کے تھانیدار تک رسائی بھی مشکل ہے۔ تھانہ کا ایک ادنیٰ سا محرر بھی عام آدمی کے لیے ایک ''بہت بڑا افسر'' ہے۔ ڈپٹی کمشنر جو عملاً ضلع کا ''بادشاہ'' ہوتا ہے اس تک رسائی کس قدر مشکل ہے' یہ محتاجِ وضاحت نہیں ہے۔ عام آدمی تو ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر سے ملاقات کے تصور سے ہی دہشت زدہ ہو جاتا ہے۔ مزید برآں تھانہ تو چوبیس گھنٹے کھلا رہتا ہے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کو دفتری اوقات کے بعد ملنا بے حد مشکل ہوتا ہے' پھر یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ ایک ضلع کے کسی دور دراز دیہات میں یا سب ڈویژن میں توہین رسالتؐ کا کوئی واقعہ رونما ہو' تو اس کے لیے بعض اوقات سینکڑوں کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے ضلعی ہیڈ کوارٹر میں پہنچنا انتہائی مشکل ہوگا۔ اس کے مقابلے میں ایک تھانے کی حدود محدود ہوتی ہیں۔ یہ عملی دشواریاں بالآخر توہین رسالتؐ کے مقدمات کے عدم اندراج پر منتج ہوں گی۔

راقم الحروف نے اپنی محدود معلومات اور علمی کم مائیگی کے باوصف حتی الوسع کوشش کی ہے کہ موضوع زیر بحث کے متعلق دستیاب مواد کو ترتیب دے کر اسے اپنے تبصرہ و تجزیہ کے ساتھ پیش کرے۔ میں اپنی اس حقیر سی کاوش کو سپریم کورٹ کے شریعت اپلیٹ بنچ کے رکن جسٹس محمود احمد غازی صاحب کی

مجوزہ تبدیلی کے متعلق عالمانہ اور وقیع رائے پر ختم کرتا ہوں..... وہ فرماتے ہیں: (حوالہ مضمون ''توہین رسالت کا قانون..... سماجی' سیاسی اور تاریخی مطالعہ'')

''یہ تجویز بے حد سنگین خطرات کی حامل ہے۔ اس تجویز پر عمل کرنے سے ایک طرف تو مقدمہ کے اندراج اور ملزم کے خلاف کارروائی میں تاخیر سے امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوسکتا ہے' جو ملزم اور دوسرے مشتبہ افراد کے قتل پر بھی منتج ہوسکتا ہے جبکہ دوسری طرف یہ تجویز ملزم کو قانونی دفاع کے حق سے محروم کرنے کے مترادف ہے۔ علاوہ ازیں رپورٹ کے اندراج میں تاخیر سے مقدمہ کے قانونی جواز کے بارے میں بھی شکوک وشبہات پیدا ہوسکتے ہیں۔ مزید برآں پولیس کی کارکردگی کے بارے میں مضبوط تحفظات کے باعث توہین رسالتؐ کی شکایت کے قانونی جواز کے بارے میں پولیس کے کردار میں اضافہ اور پھر ایسی شکایت کو مسترد کرنے کے اختیار سے تو یہ قانون ہی کالعدم ہو کر رہ جائے گا جو عدلیہ کے تحفظ پر بھی ایک حملے کے مترادف ہے''۔

''بعض لوگوں نے یہ بھی تجویز کیا ہے کہ اگر توہین رسالتؐ کی شکایت (یا الزام) عدالت میں ثابت نہ ہوسکے تو الزام عائد کرنے والے کو سزا دینے کا خاص قانون بنایا جانا چاہیے۔ یہ تجویز قانون اور انصاف کے تمام اصولوں کے منافی ہے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں عدالتی نظام تیزی سے رو بہ انحطاط محسوس ہوتا ہے' جہاں مدعی اور شکایت کنندگان کو کوئی تحفظ حاصل نہیں' جہاں کمرہ عدالت میں گواہوں کو دھمکیاں دی جاتی ہیں' جہاں عدالتوں کے احاطہ میں فریق مقدمہ کو قتل کر دیا جاتا ہے اور مخالفوں کو موت کے سپرد کرنا معمول بن چکا ہے' وہاں پر ایسی ترمیم سے اس قانون کے تحت توہین رسالتؐ کے مجرموں کو سزا دینے کے تمام دروازے بند ہو جائیں گے۔ بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ اگر اس کی شکایت مسترد کر دی گئی تو خود اسے بھی سزا کا مستوجب گردانا جاسکتا ہے' کون شکایت درج کرانے کے لیے آگے آئے گا' مزید برآں جب نہ صرف قانون سازوں اور اعلیٰ سرکاری حکام بلکہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ہمدردیاں بھی کروڑوں مسلمانوں کی بجائے' جن کے محبوب پیغمبر ﷺ کی توہین ہوگی' توہین کے مرتکب افراد کے ساتھ ہوں گی تو مسلمانوں کے لیے قابلِ عمل قانونی مداوا ہی نہ ہوگا''۔

(کتاب ''کیا امریکہ جیت گیا؟'' صفحہ 88)

؎ باخدا دیوانہ باش با محمدؐ ہوشیار!

✿.....✿.....✿

محمد عطاء اللہ صدیقی

قانون توہین رسالت ﷺ اور ڈپٹی کمشنر کا کردار

21 اپریل 2000ء کو چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے اسلام آباد میں انسانی حقوق کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے منجملہ دیگر امور کا اعلان فرمایا:

''توہین رسالت کا مقدمہ ڈپٹی کمشنر کی تحقیقات کے بعد درج ہوگا''۔

جنرل مشرف کی زبان سے نکلے اس مختصر جملے نے پاکستان میں تحفظ ناموس رسالتؐ جیسے حساس مسئلے کو ایک مرتبہ پھر زندہ کر دیا ہے۔ چیف ایگزیکٹو کے اس بیان کے خلاف پاکستان میں شدید ردعمل کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ احتجاجی بیانات، جلسے جلوس، سیمینار، کانفرنسوں اور کنونشنز کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ مذکورہ بیان کے خلاف احتجاجی لہر میں شدت اور کھچاؤ میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پاکستان کی تمام قابلِ ذکر دینی جماعتوں مثلاً جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان (تینوں دھڑے) جماعت اسلامی، جمعیت اہل حدیث، جماعت اہل سنت پاکستان، تنظیم اسلامی، تحریک تحفظ ختم نبوت وغیرہ کے علاوہ بیسیوں دیگر جماعتوں نے 19 مئی کو متحدہ طور پر یوم تحفظ ناموس رسالتؐ منانے اور حکومت کے خلاف احتجاج کرنے کا اعلان کیا ہے۔

اخبارات میں شائع ہونے والے بیانات سے پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کے شدید مجروح ہونے کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ ناموس رسالتؐ کا معاملہ مسلمانوں کے عقیدہ کی اساس ہے۔ چیف ایگزیکٹو اور ان کے عاقبت نااندیش مشیر اگر گزشتہ پندرہ بیس روز میں اردو اخبارات میں مذکورہ اعلان کے خلاف احتجاجی بیانات وتقریبات کا تذکرہ دیکھنے کی زحمت گوارا کر لیں تو انہیں اپنے فیصلے پر ضرور ندامت ہوگی۔ اگر اس فیصلے سے بروقت رجوع نہیں کیا جاتا تو حکومت اور مذہبی جماعتوں کے درمیان خطرناک تصادم کے امکانات کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے نتیجے میں حکومت کی عوام میں ساکھ بھی شدید متاثر ہوگی۔

پاکستان کی مذہبی جماعتیں اور چند ایک سیاسی جماعتیں (مسلم لیگ وغیرہ) اگر جنرل پرویز مشرف کے مذکورہ اعلان کے خلاف اس قدر شدید ردعمل کا اظہار کر رہی ہیں تو یہ بلا وجہ نہیں ہے۔ اس

اعلان پر عمل درآمد کے متعلق ان کے خدشات بے بنیاد نہیں اور نہ کوئی مذہب بیزار گروہ اسے پاکستان میں ''بنیاد پرستی'' یا مذہبی جنون کا نام دے کر اس مسئلہ کی اہمیت کو کم کر سکتا ہے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس کا تعلق اربوں مسلمانوں کی دنیاوی و اخروی نجات سے بھی ہے اور پاکستان کے نظریاتی تشخص کا مستقبل بھی اس اہم مسئلے سے وابستہ ہے۔ یہ ہمارا قومی المیہ ہے کہ جس ذاتِ مقدسہ کی طرف سے عطا کردہ نظامِ مبارک کے نفاذ کے لیے برصغیر کے مسلمانوں نے علیحدہ مملکت پاکستان حاصل کی' آج اس ملک میں مسلمانوں کی آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور اسی مقدس ترین ہستی کی ناموس کے تحفظ کے لیے تحریک چلائی جارہی ہے۔

قانون توہین رسالتؐ کے تحت مقدمات کے اندراج کو اگر ڈپٹی کمشنر کی پیشگی اجازت سے مشروط کر دیا جائے تو اس کے مضمرات و نتائج کیا ہوں گے؟ راقم الحروف کے خیال میں یہ فیصلہ درج ذیل مضمرات کا حامل ہے:

1- اگر دفعہ 295 سی (قانون توہین رسالتؐ) کے نفاذ کو ڈپٹی کمشنر کی منظوری سے مشروط کر دیا جائے تو یہ ضابطہ قانون کی کتابوں میں تو باقی رہے گا' البتہ عملاً غیر مؤثر ہو جائے گا۔ یہ صرف قانون توہین رسالتؐ تک ہی محدود نہیں' حکومت سنگین جرائم میں سے کسی بھی جرم مثلاً قتل' ڈکیتی' زنا' چوری وغیرہ کے متعلق ضابطوں پر عمل درآمد کو عام طریق کار سے ہٹ کر ڈپٹی کمشنر کی پیشگی منظوری سے مشروط کر دے تو وہ بھی غیر مؤثر ہو جائیں گے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جرم و سزا کے فلسفہ میں ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ جرم کے ارتکاب کے فوراً بعد ریاستی ادارے اس کی بیخ کنی کے لیے متحرک ہو جانے چاہئیں۔ ایک جرم کے وقوع پذیر ہونے کے بعد مقدمہ کے اندراج میں جس قدر تاخیر ہوگی' اس کے ثبوت اور گواہیوں کے حصول میں اسی قدر مشکلات درپیش ہوں گی۔ اور یہ بات یقیناً ملزموں کے حق میں جائے گی۔ سعودی عرب میں جرائم کی کمی کے قابل رشک تناسب کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں مقدمات کے اندراج میں کبھی تاخیر سے کام نہیں لیا جاتا۔

2- کسی بھی ضلع کا ڈپٹی کمشنر انتظامیہ کا اہم ترین افسر ہوتا ہے۔ ایک ڈپٹی کمشنر وسیع اختیارات کا مالک ہونے کی وجہ سے اپنے ضلع کا بادشاہ ہوتا ہے۔ اس کا رعب داب ہی اتنا ہوتا ہے کہ اس کے حضور عوام الناس تو اپنی جگہ' اس کے ماتحت کام کرنے والے مجسٹریٹ بھی پیش ہونے سے گھبراتے ہیں۔ ہمارے قانون اور عدالتی نظام میں یہی وجہ ہے کہ کسی بھی مقدمے کی بنیادی رپورٹ کے اندراج کا اختیار نہ تو سپرنٹنڈنٹ پولیس کو دیا گیا ہے اور نہ ضلع کے ڈپٹی کمشنر کو۔ یہ اختیار ایک تھانہ کے ایس ایچ او بلکہ عام صورتوں میں ایک معمولی درجہ کے تھانہ محرر کو حاصل ہے۔ ایک عام شخص جس آسانی اور سہولت سے تھانہ میں ایف آئی آر درج کرا سکتا ہے' اتنی سہولت سے وہ ضلع کے ڈپٹی کمشنر کے سامنے شکایت پیش نہیں کر سکتا۔

3- ہمارے ہاں عام طور پر ضلعوں کی جغرافیائی حدود خاصی طویل ہیں۔ مثلاً ضلع ڈیرہ غازی خان کی لمبائی دوسو کلومیٹر کے لگ بھگ ہے۔ فرض کیجئے ایک گستاخ رسول ضلع کی دور دراز کی بستی میں توہین رسالت کا ارتکاب کرتا ہے' تو ایسے بدبخت کے خلاف مقدمہ کے اندراج کے لیے شکایت کنندہ کا ضلع ڈپٹی کمشنر کے پاس حاضر ہونا بے حد مشکل امر ہوگا۔ عین ممکن ہے کہ وہ شکایت کنندہ سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے بعد جب ضلعی ہیڈ کوارٹر تک پہنچے تو وہاں دفتری اوقات ختم ہونے کی وجہ سے اس کی ملاقات ڈپٹی کمشنر سے نہ ہوسکے۔ مزید برآں ڈپٹی کمشنر اگر بالفرض اپنے دفتر میں موجود بھی ہو تو اس بات کا کیا امکان ہے کہ وہ اپنی دیگر انتظامی مصروفیات سے وقت نکال کر ایسے مقدمات کی فوری سماعت کرے۔ جو حضرات ڈپٹی کمشنر کے کام کے طریق کار اور سٹائل سے معمولی واقفیت رکھتے ہوں' وہ یقیناً راقم سے اتفاق کریں گے کہ ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کے حضور ایک عام شہری اور غریب آدمی کا باریابی پانا کتنا مشکل امر ہے۔

4- پاکستان میں ڈپٹی کمشنر کے عہدہ پر تعینات تقریباً 70 فیصد افسران کا تعلق ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ سے ہوتا ہے۔ درحقیقت یہی وہ گروپ ہے جو صحیح معنوں میں پاکستان میں حکومت کر رہا ہے۔ بیوروکریسی کا مصداق بھی یہی گروپ ہے۔ ڈی ایم جی سے تعلق رکھنے والے افسران اپنے آپ کو عوام کے خادم کے بجائے انگریز دور کی انڈین سول سروس (آئی سی ایس) کے جانشین سمجھتے ہیں۔ یہ کاٹھے انگریز بننے میں اپنی ساری انتظامی صلاحیتیں صرف کرتے ہیں۔ ان کا اپنا ایک مخصوص کلچر ہے۔ انگریزوں نے آئی سی ایس کی تربیت جن اصولوں کے مطابق کی' اس کے نتیجے میں افسر شاہی کا یہ طبقہ لادین اور مذہب بیزار تھا۔ آج بھی ڈپٹی کمشنرز کے عہدہ پر تعینات افسران زیادہ تر فکری اعتبار سے لادین اور سیکولر ہوتے ہیں۔ اس طبقہ میں اگر کوئی اسامہ موعود (مرحوم) یا ڈاکٹر لیاقت علی نیازی صاحب جیسا مذہبی رجحان کا حامل افسر داخل ہونے میں کامیاب بھی ہو جائے' تو وہ ہمیشہ اپنے گروپ کی طرف سے تحقیر یا استہزاء کا نشانہ بنا رہتا ہے۔ یہ افسران غالباً اپنے منصب کا تقاضا سمجھتے ہیں کہ مذہب سے لاتعلق رہا جائے۔ ان کا بنیادی فریضہ امن و امان کا قیام' حکومتی ہدایات اور ایجنڈا کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہوتا ہے۔ یہ آفیسرز مغربی تہذیب کے نہ صرف دلدادہ ہوتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو "ماڈرن" ظاہر کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ ان میں دینی حمیت کے وہ جذبات نہیں ہوتے' جو ایک عام مسلمان میں پائے جاتے ہیں بلکہ وہ دینی حمیت کے اظہار کو عدم برداشت خیال کرتے ہیں۔ ان کے اذہان این جی اوز کے پراپیگنڈا سے متاثر ہوتے ہیں۔ لہذا ان کے اس فکری اور انتظامی پس منظر کی روشنی میں ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ قانون توہین رسالتؐ کے متعلق مسلمانوں کی شکایت کو وہ اہمیت دیں گے جس کی وہ

مستحق ہے۔ ڈی ایم جی کے علاوہ صوبائی سول سروسز کے جو افسر ڈپٹی کمشنر تعینات کیے جاتے ہیں۔ وہ بھی مذکورہ افسرانہ ثقافت کے زیر اثر رہ کر فرائض منصبی انجام دیتے ہیں۔ ان سے بھی مثبت توقعات وابستہ کرنا عبث ہے۔

5- ڈپٹی کمشنر کو جو بھی شکایت پیش کی جاتی ہے' وہ خود اس پر عمل درآمد کے بجائے اسے اپنے ماتحت کسی اسسٹنٹ کمشنر یا مجسٹریٹ کو "مارک" کر دیتا ہے۔ اس کے پاس براہ راست ایکشن لینے کا نہ تو وقت ہوتا ہے اور نہ اس کا منصب اس بات کا متقاضی ہوتا ہے۔ وہ درخواست سفر کرتے کرتے بالاخر کسی تھانیدار یا پٹواری کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ ڈپٹی کمشنر اس تھانیدار کی پیش کردہ رپورٹ کی روشنی میں عام طور پر مقدمات کا فیصلہ کرتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک ڈپٹی کمشنر ماتحت عملہ کی رپورٹ پر اس قدر انحصار کرتا ہے تو پھر اسے قانون توہین رسالتؐ کے تحت شکایات کی ابتدائی سماعت یا تحقیق کا اختیار دینے کا فائدہ ہی کیا ہے؟

6- ڈپٹی کمشنر کو قانون توہین رسالتؐ کے تحت مقدمات کی اجازت دینے کے اختیار کا بالواسطہ مطلب یہ ہے کہ ڈپٹی کمشنر کو بھی ایک عدالت سے پہلے عدالت لگانے کا اختیار دے دیا جائے۔ ڈپٹی کمشنر کو یہ اختیار دینے کا ایک تو یہ نقصان ہوسکتا ہے کہ وہ حکومت یا سیاسی دباؤ کے تحت کسی جائز شکایت کے بارے میں بھی ایف آئی آر درج کرنے کی اجازت نہ دے۔ اس اجازت کے اختیار میں یہ نقصان بھی امکان میں رہنا چاہیے کہ وہ ایک غلط شکایت کی محض اس وجہ سے اجازت دے دے کہ ایک خاص گروہ کا اس پر دباؤ ہو۔ کیونکہ ڈپٹی کمشنرز بھی مقامی سطح پر مختلف گروہوں سے تعلقات خوشگوار رکھنا چاہتے ہیں۔ اس طرح کی غلط شکایت کے خلاف ایف آئی آر کی اجازت سے اس مقدمہ پر منفی اثرات مرتب ہونے کا خدشہ بھی ہے۔ ڈپٹی کمشنر سے ایک شکایت کے "کلیئر" ہونے کا عام طور پر ایک مجسٹریٹ یا سول جج یہ تاثر لے سکتا ہے کہ شکایت درست ہے۔ وہ خود اس معاملے میں تحقیق سے گریز کرے گا۔ محض ڈپٹی کمشنر کی اجازت پر انحصار کرتے ہوئے اس مقدمہ کے بارے میں Bias ہو جائے گا۔

7- گزشتہ چند برسوں سے پاکستان میں عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا گیا ہے۔ ڈپٹی کمشنر' اسسٹنٹ کمشنر اور مجسٹریٹوں سے اختیارات لے کر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج' سینئر سول جج اور جوڈیشل مجسٹریٹ کو منتقل کر دیے گئے ہیں۔ آج کل ڈپٹی کمشنر اور اس کے ماتحت ایگزیکٹو مجسٹریٹ زیادہ تر انتظامی معاملات کو ہی نمٹاتے ہیں۔ قانون توہین رسالتؐ کے تحت مقدمات کا اندراج انتظامی سے زیادہ ایک عدالتی معاملہ ہے۔ آج بھی ڈپٹی کمشنر صاحبان صوبائی حکومتوں کی پالیسیوں پر عمل درآمد کرنے کے پابند ہیں۔ ان کے مقابلے میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج براہ راست ہائی کورٹ کے ماتحت ہونے کی وجہ سے آزاد ہوتے ہیں۔ اگر کسی بھی وجہ

سے حکومت قانون توہین رسالتؐ کے تحت ایف آئی آر سے پہلے معاملات کی چھان بین کروانا چاہتی ہے تو زیادہ مناسب یہی تھا کہ یہ معاملہ ڈپٹی کمشنر کے بجائے عدلیہ کے سپرد کیا جاتا۔

-8 295-سی کے نفاذ کے طریق کار میں مجوزہ تبدیلی کا جواز یہ بتایا جاتا ہے کہ اس طرح اس قانون کے غلط استعمال کے امکانات کو ختم کر دیا جائے گا مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا 295-سی ہی وہ واحد قانون ہے جس کو پاکستان میں غلط استعمال کیا جا رہا ہے؟ صوبہ پنجاب کے وزیر قانون ڈاکٹر خالد رانجھا کے بیان کے مطابق پاکستان میں 98 فیصد جھوٹے مقدمات درج ہوتے ہیں۔ (جنگ 30 اپریل) اگرچہ وزیر موصوف کا بیان مبالغہ آمیز ہے' مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا تو مشکل نہیں ہے کہ پاکستان میں جھوٹے مقدمات کا اندراج کس پیمانے پر ہوتا ہے۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ صرف 295-سی کے ساتھ اس خصوصی برتاؤ کا جواز کیا ہے؟ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ 295-سی کے غلط استعمال کا واویلا بھی این جی اوز' انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں اور بعض شر پسند اقلیتی راہنماؤں کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ حقیقت سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ کوئی بھی سچا مسلمان اپنی ذاتی رنجش کا بدلہ لینے کے لیے رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ گرامی کو بیچ میں نہیں لائے گا۔ یہ ایک گناہِ عظیم ہے۔ جو لوگ اس قانون کے غلط استعمال کا پروپیگنڈا کرتے ہیں' وہ مسلمانوں کے خلاف صلیبی تعصب رکھنے والے یورپ کے تنخواہ دار ایجنٹ ہیں۔

-9 اگر ایک ڈپٹی کمشنر کسی اقلیت سے تعلق رکھتا ہے مثلاً قادیانی وغیرہ تو کیا اس سے یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ اپنی اقلیت کے کسی فرد کے خلاف 295-سی کے تحت ایف آئی آر درج کرنے کی اجازت دے دے گا؟ این جی اوز کے وسیع پروپیگنڈا کی وجہ سے اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افسران عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ کسی غیر مسلم کے خلاف غلط مقدمہ درج کرایا جاتا ہے۔ اقلیتوں میں عام طور پر اکثریت کے خلاف ایسے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ فرض کیجئے ایک قادیانی ڈپٹی کمشنر کسی صحیح واقعہ کی ایف آئی آر کی اجازت نہیں دیتا' تو کیا وہ مقدمہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے گا؟ کیا ایسے غلط فیصلوں کے خلاف اپیل کا حق دیا جائے گا یا ڈپٹی کمشنر کی رائے کو حرف آخر سمجھا جائے گا؟ یہ معاملہ صرف کسی غیر مسلم ڈپٹی کمشنر تک ہی محدود نہیں۔ کسی مسلمان مگر سیکولر ڈپٹی کمشنر کے غلط فیصلہ کے نتیجہ میں بھی سامنے آ سکتا ہے۔ تو حکومت نے ایسے غلط فیصلوں کے تدارک کے لیے کیا طریق کار تجویز کیا ہے' اس کی وضاحت ابھی تک سامنے نہیں آئی۔

-10 قانون توہین رسالتؐ کے متعلق پاکستانی اقلیتوں کے اعتراضات بے بنیاد' سطحی اور شر انگیز ہیں۔ اس دعویٰ میں ہرگز صداقت نہیں ہے کہ اقلیتوں کے خلاف 295-سی کے تحت تمام پرچے جھوٹے درج کیے جاتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں عیسائیوں کا ایک گروہ ایسا

رہا ہے جو پیغمبر اسلام کے خلاف زبان درازی کو اپنا ایمان سمجھتا رہا ہے۔ فلپ کے ہٹی نے اپنی مایہ ناز تالیف ''اسلام اور مغرب'' میں ایک مفصل باب ایسے سینکڑوں مسیحی گستاخوں کے متعلق تحریر کیا ہے۔ اب اگر حکومت 295-سی کے نفاذ کے طریقہ کار میں تبدیلی کرتی ہے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ حکومت اقلیتی راہنماؤں کے اس الزام کو درست سمجھتی ہے کہ ان کے خلاف جھوٹے مقدمات درج کیے جاتے ہیں۔

-11 گزشتہ چند سالوں کے دوران جب بھی کسی عیسائی کے خلاف قانون توہین رسالتؐ کے تحت مقدمہ درج کیا گیا' یورپ کی تنخواہ دار این جی اوز نے فوراً ہی اس کے خلاف واویلا شروع کر دیا۔ امریکہ اور یورپ کی طرف سے ایسے مقدمات واپس لینے کے مطالبات شروع ہو گئے۔ ایسے بدبخت افراد کو دیکھتے ہی دیکھتے ملک سے فرار کرا دیا گیا۔ اگر 295-سی کے تحت مقدمات کے اندراج کے لیے ڈپٹی کمشنر کی اجازت کو شرط قرار دیا گیا تو اس سے گستاخانِ رسول کے پاکستان سے فرار ہونے کے امکانات بڑھ جائیں گے۔ ڈپٹی کمشنر کی طرف سے دی جانے والی اجازت کے لیے کوئی ''ٹائم فریم'' مقرر نہیں کیا گیا۔ وہ یہ فیصلہ چند دنوں میں بھی کر سکتا ہے اور چند ماہ بھی لگ سکتے ہیں۔ اس طرح شاتمان رسول کے قانون کی گرفت سے بچ نکلنے کے امکانات مزید بڑھ جائیں گے۔ دوسرے الفاظ میں ڈپٹی کمشنر کی اجازت کا ایک نتیجہ ''تحفظ شاتم رسول'' کی صورت میں بھی برآمد ہو سکتا ہے۔

-12 ڈپٹی کمشنر کی اجازت کی تجویز ان افراد کے لیے بھی سنگین خطرات کی حامل ہے جن کے خلاف توہین رسالتؐ کا الزام لگایا گیا ہو۔ کیونکہ مقدمہ کے اندراج میں تاخیر یا ڈپٹی کمشنر کی طرف سے لیت و لعل امن و امان کا مسئلہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اشتعال میں آئے ہوئے عاشقان رسول ایسے الزام علیہ کا خاتمہ اپنے ہاتھوں سے بھی کر سکتے ہیں۔ توہین رسالت کا جن پر الزام لگا دیا جائے' ان کا فوری طور پر پولیس کی حراست میں چلے جانا خود ان کے اپنے مفاد میں ہوگا۔

عوام کے شدید احتجاج کے پیش نظر حکومت کی طرف سے وضاحت جاری کی گئی ہے کہ قانون توہین رسالتؐ میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جا رہی' حکومتی ترجمان کی وضاحت کا مکمل متن درج ذیل ہے۔

> ''توہین رسال کے قانون میں ترمیم سے متعلق بعض عناصر کی جانب سے قائم کیا گیا تاثر غلط ہے۔ حکومت اس قانون میں کوئی تبدیلی نہیں لا رہی' بلکہ توہین رسالتؐ کے قانون پر موثر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لیے اس کے طریقہ کار کو صحیح خطوط پر استوار کیا جا رہا ہے تاکہ مخصوص مقاصد کے لیے اس قانون کے غلط استعمال کو روکا جا سکے اور معاشرے کے مختلف مکاتب فکر کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جا سکے۔ ترجمان نے کہا کہ ہمیں یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ پاکستان کو اسلام کے نام پر ایک اسلامی مملکت کی حیثیت سے حاصل کیا گیا تھا اور اس کے

بانی قائداعظمؒ نے اعلان کیا تھا کہ پاکستان میں تمام اقلیتوں کو اسلامی تعلیمات
کی روشنی میں آزاد اور پرامن زندگی گزارنے کا حق حاصل ہوگا''۔

(روزنامہ ''پاکستان'' 30 اپریل 2000ء)

29 اپریل کو پاکستان ٹیلی وژن کے 9 بجے رات کے خبرنامے میں بھی مندرجہ بالا وضاحت معمولی رد و بدل کے ساتھ پیش کی گئی۔

حکومتی ترجمان نے عوام کے غیظ و غضب میں کمی لانے کے لیے ایک معمول کی کارروائی کی ہے ورنہ یہ وضاحت کافی نہیں ہے۔ یہ وضاحت بڑی ''ڈپلومیٹک'' ہے۔ یہ بات حقیقت کے اعتبار سے تو درست ہے کہ پاکستان نے قانون توہین رسالتؐ میں ''تبدیلی'' لانے کا اعلان نہیں کیا بلکہ اس قانون کے نفاذ کے طریقہ کار کو بدلنے کی بات کی ہے۔ مگر یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ کسی بھی قانون کا متن اس کے نفاذ کے طریقہ کار سے الگ رکھ کر نہیں دیکھا جاتا۔ قانون میں عام طور پر تبدیلی کا طریقہ تو یقیناً یہی ہے کہ اس میں ترمیم کر دی جائے مگر ایک اور طریقہ بھی ہوتا ہے' وہ یہ کہ قانون کے متن کو تو بعض مصلحتوں کی وجہ سے نہیں چھیڑا جاتا' مگر اس کے نفاذ کے طریقہ کار کو تبدیل کر کے عملاً اسے غیر مؤثر بنا دیا جاتا ہے۔ ان دونوں طریقوں کے مقاصد ایک ہی ہوتے ہیں۔ حکومت پاکستان نے دوسرا طریقہ اپنایا ہے مگر اس کا نتیجہ سوائے 295-سی کے غیر مؤثر ہونے کے کچھ اور نہیں نکلے گا۔ حکومتی ترجمان کا یہ کہنا کہ بعض عناصر نے اس کا غلط تاثر لیا ہے۔ لفظی موشگافی کے اعتبار سے تو شاید درست ہو' مگر نتائج کے اعتبار سے درست نہیں ہے۔ یہاں ہم وضاحت کے لیے قانون توہین رسالتؐ کے بارے میں 1995ء کے دوران حکومت کی طرف سے اختیار کردہ پالیسی کا حوالہ دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ 1995ء میں سلامت مسیح کیس کی وجہ سے قانون توہین رسالتؐ کی واپسی کا مطالبہ شدت پکڑ گیا۔ اندرون پاکستان این جی اوز اور اقلیتی شر پسندوں کے علاوہ بیرون پاکستان' امریکہ' فرانس' جرمنی اور برطانیہ' ایمنسٹی انٹرنیشنل وغیرہ کی طرف سے حکومت پاکستان پر شدید دباؤ ڈالا گیا کہ وہ اس قانون میں ترمیم کرے۔ یہاں بے نظیر بھٹو صاحبہ کی حکومت تھی۔ ان کے پاس ایک تو اسمبلی میں مطلوبہ اکثریت نہیں تھی' دوسرا عوام کی طرف سے شدید ردعمل کا خدشہ بھی تھا۔ لہذا اس وقت کے صدر پاکستان جناب فاروق لغاری نے عیسائیوں کے ایک وفد سے ملاقات کے دوران یقین دلایا کہ حکومت ان مقدمات کی چھان بین کرے گی۔ جناب فاروق لغاری نے تمام ڈپٹی کمشنرز کو ہدایات جاری کیں کہ وہ عیسائیوں پر توہین رسالتؐ کے مقدمات درج کرنے سے پہلے ان کی چھان بین کر لیا کریں۔ اس ''چھان بین'' کا عملی نتیجہ یہ ہوا کہ ڈپٹی کمشنرز نے 295-سی کے تحت مقدمات کے اندراج کو ممکن حد تک مشکل بنا دیا۔

آنجہانی بشپ جان جوزف کا ایک انٹرویو مسیحی ماہنامہ ''مکاشفہ'' کی اگست 1996ء کی اشاعت میں شائع ہوا جس میں انہوں نے واضح طور پر اظہار کیا:

''میں سمجھتا ہوں کہ عملی طور پر 295-سی کے قانون میں ترمیم ہوچکی ہے۔

اگرچہ اس کا ابھی تک کوئی نوٹیفکیشن جاری نہیں ہوا۔ ترمیم کے ثبوت ہمیں ملے ہیں۔ صدر پاکستان نے جو وعدہ کیا تھا وہ زبانی طور پر ملک کے تمام ڈپٹی کمشنروں کو پہنچا دیا گیا ہے کیونکہ جب سکھر میں ایک چودہ سالہ لڑکی پر توہین رسالت کا الزام لگایا گیا تو وہاں کے ڈی سی نے پرچہ نہ ہونے دیا۔ لاہور میں ایک مسیحی پر الزام لگا کہ اس نے مسجد میں ایک خط پھینکا ہے' پرچہ وہاں بھی درج نہیں ہوا تھا.... حال ہی میں کمالیہ میں ایک مسیحی لیکچرار پر گستاخی رسول کا الزام لگایا گیا ہے.... وہاں کا ڈی سی بھی پرچہ درج نہیں کر رہا..... مجھے پورا یقین ہے کہ یہ قانون ختم ہو جائے گا کیونکہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے"۔

ہمارے ہاں قائداعظمؒ کے اقوال کے استحصال کا عام رواج ہے۔ ہر سیکولر دانشور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے قائداعظم کے اقوال کو سیاق وسباق سے ہٹ کر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ حکومتی ترجمان کے مذکورہ بالا بیان میں قائداعظم کے ارشادات کو صحیح تناظر میں بیان نہیں کیا گیا۔ قائداعظم نے یقیناً اقلیتوں کو مذہبی آزادی دینے کی بار بار بات کی' مگر انہوں نے کبھی اقلیتوں کو رسالت مآب ﷺ کی توہین کا حق نہیں دیا۔ مذہبی آزادی میں توہین رسالت کا حق ہرگز شامل نہیں ہے۔

آخر میں قانون توہین رسالتؐ کے پس منظر میں اس تبدیلی کے محرکات پر روشنی ڈالنا بھی مفید معلوم ہوتا ہے۔

عام طور پر یہ الزام تراشی کی جاتی ہے کہ 295-سی کا قانون جنرل ضیاء الحق مرحوم نے اقلیتوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنانے کے لیے بنایا تھا۔ مگر حقیقت کچھ مختلف ہے۔ اس نئے قانون کے اجراء کی ذمہ داری عاصمہ جہانگیر کے غیر ذمہ دارانہ رویہ پر عائد ہوتی ہے۔ 17 جولائی 1986ء کو اسلام آباد میں ایک کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے اسلام دشمن عاصمہ جہانگیر نے حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کرتے ہوئے آپ کو "ان پڑھ" کہہ دیا۔ توہین رسالتؐ پر مبنی اس بیان کے خلاف مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا۔ اس احتجاج نے تحریک کی شکل اختیار کی۔ اس وقت کی قومی اسمبلی کی رکن آپا نثار فاطمہ (خدا انہیں غریق رحمت کرے) نے اسمبلی میں قانون توہین رسالتؐ بل پیش کیا' جو خاصی رد وقدح کے بعد 295-سی کی صورت میں منظور ہوا۔ شروع میں 295-سی کی خلاف ورزی کی سزا عمر قید یا سزائے موت تھی۔ بعد میں مجاہد تحفظ ناموس رسالتؐ جناب محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے وفاقی شرعی عدالت میں دعویٰ دائر کیا جس میں درخواست کی گئی کہ 295-سی کی خلاف ورزی کی سزا صرف موت قرار دی جائے۔ ان کی درخواست منظور ہوئی۔ بالآخر 1991ء میں یہ سزا لاگو ہوگئی۔

قانون توہین رسالتؐ کے نفاذ کے ایام ہی سے قادیانیوں نے اس کے خلاف مہم جوئی کا آغاز کر دیا تھا۔ بعد میں انہوں نے بے حد فریب کاری سے عیسائی اقلیت کے بعض ارکان کو بھی اس مہم میں شریک کر لیا۔ 1987ء میں عاصمہ جہانگیر نے انسانی حقوق کمیشن قائم کیا۔ اس کمیشن کے پلیٹ فارم سے

295-سی کے خلاف تحریک چلائی گئی۔ بیرون ملک پراپیگنڈا کیا گیا کہ 295-سی کے ذریعے اقلیتوں پر ظلم کیا جا رہا ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی طرف سے اس قانون کی واپسی کا بار بار مطالبہ کیا جاتا رہا۔ مسیحی یورپ کی این جی اوز نے وہاں کی حکومتوں کو پاکستان پر دباؤ ڈالنے کے لیے تیار کیا جس کے نتیجہ میں امریکہ' برطانیہ اور دیگر ممالک کی حکومت نے پاکستان سے اس قانون میں ترمیم کرنے کا مطالبہ کیا۔ حکومت پاکستان اس دباؤ کو برداشت نہ کر سکی۔ بالآخر 1994ء میں بے نظیر بھٹو کی حکومت نے 295-سی کے نفاذ کے طریق کار میں تبدیلی کا اعلان کیا اور اس قانون کی خلاف ورزی کی سزا موت سے کم کر کے صرف دس سال قید رکھنے کا اعلان بھی کیا مگر شدید عوامی ردعمل کے نتیجہ میں اس اعلان پر عمل درآمد نہ کیا جاسکا۔ جون 1999ء میں میاں نواز شریف کی حکومت کے ایک اقلیتی وزیر مملکت فادر روفن جولیس نے بھی اس قانون کے نفاذ کے طریقہ کار میں تبدیلی کے متعلق بیان دیا مگر میاں صاحب کی حکومت بھی اپنے مذموم مقاصد کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنرل پرویز مشرف کی طرف سے مذکورہ تبدیلی کے اعلان کے پس پشت فوری محرکات کیا ہیں۔ اس بارے میں مختلف آراء پیش کی جا رہی ہیں۔

1- بعض افراد کی رائے میں جنرل پرویز مشرف نے امریکی صدر بل کلنٹن کی طرف سے سی ٹی بی ٹی اور کشمیر کے مسئلہ پر دباؤ کو مسترد کر کے مغرب کو ناراض کر دیا ہے۔ اب وہ انسانی حقوق کے متعلق غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کر کے مغرب کی ہمدردیاں دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

2- اک رائے یہ ہے کہ انہوں نے قانون توہین رسالتؐ کے طریقہ کار میں تبدیلی کا اعلان حکومت میں شامل این جی اوز کے اثر کی وجہ سے کیا۔ وہ پاکستان کی اقلیتوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کی وجہ سے مغرب میں اپنا اثر بڑھا سکیں۔

3- ایک صاحب نے یہ بھی رائے دی ہے کہ حکومت پاکستان آئندہ بجٹ سے پہلے چند ایسے اقدامات کرنا چاہتی ہے جو آئی ایم ایف سے قرضہ کی وصولی میں مد ثابت ہوسکیں۔

4- چند دن پہلے ریڈیو پاکستان لاہور پر اس موضوع پر ایک مذاکرہ پیش کیا گیا جس میں جناب ارشاد حقانی' عورت فاؤنڈیشن اور انسانی حقوق کمیشن کی بیگمات اور ایک سرکاری افسر نے شرکت کی۔ مذاکرے کے شرکاء نے جنرل پرویز مشرف کے اس بیان کا یہ جواز پیش کیا کہ بھارت پاکستان کے خلاف اقلیتوں کے حوالہ سے پراپیگنڈا کر رہا ہے۔ اس منفی پراپیگنڈا کا اثر زائل کرنے کے لیے انسانی حقوق کی مذکورہ پالیسی وضع کی گئی۔

حقیقت خواہ کچھ بھی ہو' ایک بات تو طے شدہ ہے کہ پاکستانی عوام نے قانون توہین رسالتؐ کے نفاذ کے طریق کار یعنی ڈپٹی کمشنر کی پیشگی اجازت کو قبول نہیں کیا۔

✿……✿……✿

محمد اسماعیل قریشی، سینئر ایڈووکیٹ

قانون توہین رسالت ﷺ کی مجوزہ ترمیم کا علمی جائزہ

توہین رسالتؐ کی اسلامی سزا' سزائے موت کے قانون کو سب سے پہلے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں آئینی اور قانونی طور پر نافذ کرانے کی سعادت کا شرف مجھ ایسے بندۂ عاجز کو بخشا گیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ' جہاں میں نے 1984ء میں قانون توہین رسالتؐ کے نفاذ کے لیے شریعت پٹیشن دائر کی۔ پھر اس دوران پارلیمنٹ کی کارروائی اور بالآخر سپریم کورٹ کے مراحل بفضلہٖ کامیابی سے طے ہوئے۔ بایں وجہ اس قانون کے تمام حقائق سے بخوبی واقف ہوں۔ اس لیے کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جو خلاف واقعہ ہو۔

1991ء میں سپریم کورٹ سے سابق حکومت کو فیڈرل شریعت کے فیصلہ کے خلاف ہماری بروقت کارروائی کی وجہ سے اپنی اپیل سے دست بردار ہونا پڑا' اس لیے اپیل خارج ہوئی۔ اس کے بعد توہین رسالتؐ کے جرم کی سزائے موت کا قانون دفعہ 295-سی تعزیرات پاکستان کی صورت میں قابل دست اندازی پولیس سارے ملک میں نافذ العمل ہے۔ اس کے بعد یورپ' امریکہ اور نام نہاد انسانی حقوق کی انجمنوں کی طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ حالانکہ برطانیہ میں قانون توہین مسیح (بلاس فیمی لاء) ابھی تک کامن لاء کے طور پر موجود ہے۔ امریکہ کی سپریم کورٹ نے بھی قانون توہین مسیح کو امریکہ کے آئین کے منافی قرار نہیں دیا لیکن طرفہ تماشا یہ ہے کہ امریکی صدر بل کلنٹن جنہوں نے گزشتہ ماہ مارچ میں پاکستانی قوم کو ازراہِ مراحم خسروانہ اپنے شرف دیدار سے مشرف کیا ہے' 1996ء سے مسلسل مطالبہ کرتے چلے آرہے ہیں کہ پاکستان میں قانون توہین رسالت کو منسوخ کر دیا جائے۔ اسی طرح سابق جرمن چانسلر ہیلمٹ کوہل نے بھی پاکستان یاترا کے موقع پر ہمارے اس قانون کی تنسیخ کے لیے پورا زور لگایا تھا۔ اور تو اور تقدس مآب آرچ بشپ آف کنٹربری نے جو پیروان مسیح کے روحانی پیشوا ہیں' اسلام آباد پہنچ کر قانون توہین رسالتؐ کی شدید مخالفت کی' جبکہ خود ان کی اپنی بائبل کی رو سے توہین پیغمبر کی سزا' سزائے موت بذریعہ سنگسار ہے۔

اس سلسلہ میں یورپ' امریکہ' جاپان' آسٹریلیا کے سکالرز اور وہاں کے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے اس سزا کے جواز اور اس کی باضابطہ گرفتاری کے بارے میں انسانی حقوق اور پاکستان کے آئین اور قانون کے تناظر میں مجھ سے تفصیلی گفتگو کی اور میرے انٹرویو ریکارڈ کیے۔ ابھی فروری 2000ء میں مسٹر عدیل مینگی (Mangi) جو لندن میں مقیم بیرسٹر ہونے کے علاوہ لندن ہائی کورٹ میں جسٹس مائیکل وہائٹ کے ساتھ ہم جلیس جج کے طور پر بھی کام کر چکے ہیں' لندن سے میرے پاس لاہور آئے تھے اور بتایا کہ وہ پاکستان کے بلاس فیمی لاء پر اپنا تھیسس (Thesis) تیار کر رہے ہیں۔ انہوں نے میری کتاب ''ناموس رسولؐ اور قانون توہین رسالتؐ'' جس کے کچھ ابواب کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے' انہیں کیمبرج یونیورسٹی اور ہارورڈ لاء سکول (Harvard Law School) کے شعبہ ریسرچ میں دستیاب ہوا تھا۔ اس کے حوالے سے انہوں نے یورپ اور امریکہ کے مفکرین کا نقطہ نظر پیش کیا کہ وہ کیوں ہمارے اس قانون کو انسانی حقوق کے منافی سمجھتے ہیں اور دریافت کیا کہ قرآن میں عفو اور درگزر کو احسان کا درجہ دیا گیا ہے۔ اس لیے ایسے قانون کو قابل معافی اور قابل راضی نامہ جرم بنائے جانے میں شریعت اسلامی کس طرح حائل ہوسکتی ہے۔ پھر ایسی سنگین سزا کے جرم کی تفتیش پاکستانی پولیس کے حوالے کرنے سے بھیانک نتائج سامنے آئیں گے۔ پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات اور مذہبی منافرت کی وجہ سے بے گناہ لوگ بھی پولیس تشدد کا شکار ہوتے رہے ہیں۔ بیرسٹر مینگی کے ساتھ اس سلسلہ میں تقریباً ایک ہفتہ مسلسل روزانہ تین سے چھ گھنٹے تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔

اس کے علاوہ مجھے جنیوا کونشن کی ہیومن رائٹس کی رپورٹیں بھی موصول ہوئی تھیں جن میں قادیانی لابی کی وکالت کرتے ہوئے قانون توہین رسالت کو اقلیتوں کی جان و مال کے تحفظ کے بنیادی حقوق کے منافی قرار دیا گیا ہے۔ میں نے مسٹر مینگی کو بتایا کہ یورپ' امریکہ اور حقوق انسانی کے نام نہاد علمبرداروں کو اس بارے میں گفتگو کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ کشمیر' چیچنیا' فلسطین' بوسنیا' عراق' افغانستان اور دوسرے اسلامی ملکوں میں حقوق انسانی کی ان کے دور حکمرانی میں جس بے دردی سے پامالی اور تذلیل ہوئی ہے' کسی زمانہ میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔ بہرحال توہین رسالتؐ اور انسانی حقوق کے بارے میں' میں نے ہیومن رائٹس چارٹر کی روشنی میں دلائل اور براہین کے ساتھ اپنی کتاب ''قانون توہین رسالتؐ'' کے متعلقہ حوالوں سے گفتگو کی اور انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ انسانی احترام (Human dignity) حقوق انسانی کا بنیادی پتھر ہے۔ یہاں اس مختصر سے مضمون میں اس کا تفصیل سے ذکر نہیں ہوسکتا۔ مسٹر مینگی نے بڑی حد تک مجھ سے اتفاق کیا۔ ہارورڈ لاء سکول کے اسلامی ریسرچ پروگرام کے ڈائریکٹر نے چند ہفتے قبل اپنے خط کے ذریعہ مطلع کیا کہ مسٹر مینگی نے اپنا تھیسس داخل کر دیا ہے اور قانون توہین رسالتؐ کی توضیح اور تشریح کے لیے انہوں نے میرا شکریہ بھی ادا کیا ہے۔

قانون توہین رسالتؐ کی پولیس تفتیش کے بارے میں مسٹر مینگی نے یورپ کے جس ذہنی رویہ کو ظاہر کیا اور قادیانی لابی بھی اپنی سرپرست حکومتوں کے زیرسایہ اس قانون کے طریق کار اور پھر اس کی

تنسیخ کے لیے سرگرم عمل ہے' اب وہ رویہ اور سازشی ذہن موجودہ حکومت کے پیکج کے ذریعہ عملی صورت میں ہمارے سامنے آ گیا ہے' جس میں منجملہ دوقومی نظریہ اور دیگر امور کے قانون توہین رسالتؐ کے طریق کار کے بارے میں یہ تجویز آئی ہے کہ آئندہ توہین رسالتؐ کے جرم کی اطلاع پولیس کو دینے کی بجائے اس بارے میں درخواست ڈپٹی کمشنر علاقہ کو دی جائے گی جو اس کی چھان پھٹک کے بعد اگر اسے قابل سماعت سمجھے تو کارروائی کو آگے بڑھائے گا' ورنہ اسے ناقابلِ سماعت اور فضول سمجھ کر خارج کر دے گا۔ ضابطہ کی اس کارروائی میں تبدیلی کی وجہ سے نہایت خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صرف قانون توہین رسالتؐ کے جرم کو ناقابل دست اندازی پولیس کیوں قرار دیا جا رہا ہے۔ کیا اس کے پس پردہ یورپ' امریکہ' قادیانی لابی اور نام نہاد این جی اوز کے محرکات تو کارفرما نہیں؟ تعزیرات پاکستان میں توہین رسالتؐ کی سزا کے علاوہ بدکاری کے جرم کی سزا سنگسار حرابہ' ہیروئن اور منشیات کی خرید و فروخت کے لیے بھی نہایت سنگین سزائیں موجود ہیں۔ پاکستان یا کسی بھی دوسرے ملک میں نسلی اور فرقہ وارانہ دشمنیاں موجود ہیں۔ ان جرائم میں بھی کسی بے گناہ شخص کو دشمنی اور عداوت کی بناء پر باآسانی ملوث کیا جاسکتا ہے۔ پھر پولیس میں کرپشن (کرپشن کس محکمہ میں موجود نہیں) یا فرقہ وارانہ منافرت کے ڈر سے ان جرائم کو بھی ناقابلِ دست اندازی پولیس کیوں نہیں بنایا گیا اور ان سنگین جرائم کی تفتیش کا کام بھی ڈی سی علاقہ کے سپرد کیوں نہیں کیا گیا۔

ڈی سی بیوروکریٹک سیکولر لاء سے وابستہ ہوتا ہے۔ اس کو ضلع کے انتظامی امور کے جھگڑوں' لاء اینڈ آرڈر برقرار رکھنے' فرقہ وارانہ فسادات کو روکنے کی ذمہ داری' بیرونی ایجنسیوں کی تخریب کاری جیسے اعصاب شکن مسائل ہی سے فرصت نہیں ملتی تو وہ غریب توہین رسالتؐ کے استغاثہ کی تفتیش کے لیے کب اور کہاں سے وقت نکال سکے گا۔ اس کے علاوہ ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے۔ ڈی سی کو توہین رسالتؐ کی درخواست پیش ہونے کے بعد اس کی تفتیش اور چھان بین مکمل ہونے تک ملزم کو گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ 295-سی قانون توہین رسالتؐ اور دوسرے سنگین جرائم قابل دست اندازی پولیس ہیں' جن میں رپورٹ درج ہونے پر ملزم کو گرفتار کیا جائے گا۔ لیکن اگر قانون توہین رسالتؐ کے جرم کو ناقابل دست اندازی پولیس جرم بنا دیا گیا اور وقوعہ کی رپورٹ اگر درست ہے تو ملزم پاکستان سے باآسانی فرار ہوسکتا ہے۔ جرمنی' امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک میں قانون توہین رسالتؐ کی مخالفت کی بناء پر اسے وی آئی پی جیسے شہری حقوق دیئے جائیں گے۔

بیوروکریسی اور مشیران حکومت کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ حضور ختمی مرتبتؐ ہی کی ایک ایسی ذات گرامی ہے' جس کی توہین کوئی مسلمان' جس کا تعلق خواہ کسی فرقہ یا کسی مسلک سے ہو' کسی صورت برداشت کر ہی نہیں سکتا۔ جب برطانیہ کی استعماری حکومت نے ہندوستان پر غاصبانہ قبضہ کے بعد یہاں قانون توہین رسالت کو منسوخ کر دیا تو پھر مسلمانوں نے کسی گستاخ رسول کو زندہ نہیں چھوڑا اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اسی لیے اس بندۂ عاجز نے دوسو سالہ دور غلامی کے بعد پاکستان میں

قانون توہین رسالت کو از سر نو جاری کرایا تاکہ ملزم کو دوسرے سنگین جرائم کی طرح فوری طور پر گرفتار کر کے اس سلسلہ میں قانون کے مطابق عدالتی کارروائی کی جائے۔ ورنہ ملزم خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اس کی زندگی غیر محفوظ ہوگی۔ اس لیے قانون توہین رسالتؐ موجودہ صورت میں خاص طور پر غیر مسلم اقلیتوں کے جان و مال کے تحفظ کا ضامن ہے۔ اگر کسی نے توہین رسالتؐ یا کسی بھی جرم میں غلط رپورٹ دی ہے تو اس کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 182 کے تحت کارروائی ہوگی۔ البتہ اس کی سزا میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ قذف کی طرح اسے کوڑوں کی سزا بھی دی جاسکتی ہے۔ ایم پی او کے تحت تو ملزم کو پولیس بغیر کوئی وجہ بتائے بھی گرفتار کرسکتی ہے اور عدالت کو بھی وجۂ گرفتاری بتانے کی پابند نہیں۔ کیا یہ کارروائی ہیومن رائٹس اور اسلامی قانون کے خلاف نہیں! مجوزہ ترمیم قانون توہین رسالت کو بتدریج غیر مؤثر بنانے کی ابتدائی کارروائی ہے۔ اس کارروائی میں ہمیں پاکستان کی اسلام دشمن بیرونی طاقتوں کے علاوہ درون خانہ سیکولر ذہن اور قادیانی لابی کی سازشوں کا اشتراک صاف صاف نظر آتا ہے۔ یورپ، امریکہ اور ان کے حاشیہ برداروں کو رضامند کرنے کی کوئی ایسی حرکت اس حکومت کو نہیں کرنی چاہیے جو امت مسلمہ کی ذات مصطفویؐ سے کبھی نہ ٹوٹنے والی وابستگی کی وجہ سے کسی قسم کی دل آزاری کا باعث بن جائے۔

❁.....❁.....❁

عطاء الرحمٰن

سیکولر ایجنڈے کی پسپائی

تحفظ ناموس رسالتؐ کا مقدمہ درج کرانے کے طریق کار میں مجوزہ ترمیم واپس لے کر فوجی ،ور ماورائے آئین حکومت کا سیکولر ایجنڈا دینی قوتوں کے مقابلے میں اپنی پہلی شکست فاش سے دو چار ہوا ہے۔ حکومت نے یہ ترمیمی تجویز مغربی دنیا اور ملک کے اندر سیکولر لابی کو بیک وقت خوش کرنے کے لیے پیش کی تھی۔ امریکہ ومغربی یورپ کے ممالک کے پالیسی سازوں میں حکومت اس طرح کا ایجنڈا پیش کر کے اپنے لیے نرم گوشہ پیدا کرنا چاہتی ہے کیونکہ وہ اس کے ہاتھوں جمہوریت کا بوریا بستر لپیٹے جانے کی وجہ سے سخت نالاں ہیں اور اس کی ہزار کوششوں کے باوجود اسے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہو رہے۔ ہماری فوجی حکومت نے اس صورت حال کا ایک تدارک یہ سوچا کہ سیکولر مقاصد کو آگے بڑھا کر امریکہ ومغربی یورپ کے ارباب اختیار کو رام کرنے کی کوشش کی جائے کہ آئین اور جمہوریت کے بدلے ہمارا یہ پروگرام قبول کر لیا جائے۔ اس سے مغربی مقاصد اور اہداف کو زیادہ بہتر طریقے سے تقویت مل سکتی ہے۔ دوسری جانب اس ایجنڈے کے ذریعے اندرون ملک سیکولر عناصر اور ان کی تمام تر پراپیگنڈہ طاقت کو بھی اپنی حمایت میں لا کھڑا کرنا پیش نظر تھا اور اس میں فوجی حکومت کو قدرے کامیابی بھی ہوئی۔ پاکستان کے اندر سیکولر لابی کا سب سے طاقتور فرنٹ انگریزی اخبارات اور اردو کے ایک دو کالم نویسوں اور تجزیہ نگاروں کے علاوہ ''ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان'' ہے جو خالصتاً مغربی اداروں کی امداد سے چلتا ہے۔ یہ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان گزشتہ جمہوری اور منتخب حکومت کے دور میں اگر اڑتی چڑیا کے پر کو بھی گرتا ہوا دیکھ لیتا تھا تو آسمان سر پر اٹھا لیا جاتا تھا کہ بنیادی حقوق کی پامالی ہو رہی ہے۔ لیکن اسی کمیشن نے فوجی قیادت کے ہاتھوں 12 اکتوبر 1999ء کو آئین کو سرد خانے میں پھینک دیئے جانے' منتخب اسمبلیوں کی معطلی اور جمہوری سول حکومت کا تختہ الٹا دیئے جانے کے واقعہ پر بہت نرم ردعمل کا مظاہرہ کیا بلکہ اس کی دم سازی نے ''بی بی سی'' کے بقول اتنے بڑے غیر جمہوری اور ماورائے آئین کام

کی بالواسطہ (TACIT) حمایت کی۔ کم وبیش یہی کیفیت انگریزی اخبارات میں لکھنے والے اور بظاہر ہر سانس کے ساتھ جمہوریت کا رم بھرنے والے تجزیہ نگاروں اور اردو کے دو ایک کالم نویسوں کی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ فوجی قائد جنرل پرویز مشرف نے اقتدار سنبھالتے ہی اعلان کر دیا تھا کہ وہ اتاترک کی شخصیت سے بہت متاثر ہیں۔ انہوں نے کتوں کے ساتھ تصویریں کھنچوا کر اور ان کی پاکستان سمیت تقریباً پوری دنیا میں اشاعت کر کے یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ وہ سیکولر خیالات رکھنے والے عناصر کے ساتھ فکری و جذباتی قرب رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان اور میڈیا میں اس کے ہم خیال عناصر نے اس کے سیکولر ازم کو بڑھاوا دینے کی خاطر پاکستان میں آئین اور جمہوریت دونوں کے خاتمے کو قبول کیا۔ صرف یہ نہیں بلکہ نیب کا قانون آیا جس میں بنیادی انسانی حقوق کے ہر ہر تصور کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بار ثبوت ملزم پر ڈال دیا گیا ہے۔ "ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان" کی اصول پسندی ملاحظہ فرمایئے کہ اس نے اس پر بھی شدید احتجاج کرنے سے گریز کیا۔ اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ حکومت پاکستان کے سیکولر عناصر کو باور کرا چکی تھی کہ وہ توہین عدالت کے قانون یا مخلوط انتخابات اور اس طرح کے دوسرے مسائل پر ان کے اہداف کی پشتیبان بن کر انہیں آگے بڑھائے گی۔ مغربی حمایت سے امداد حاصل کرنے والی این جی اوز نے بھی اسی لیے آگے بڑھ کر فوجی حکومت کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا۔ چنانچہ پچھلے ماہ کے آخری عشرے میں جب چیف ایگزیکٹو نے چیف آف آرمی سٹاف کی وردی میں آ کر حکومت کے زیر اہتمام انسانی حقوق کے نام پر ایک کانفرنس میں یہ سب اعلانات کر دیئے تو سیکولر عناصر نے اسے اپنی کامیابی گردانا۔ حالانکہ ایسا کر کے نام نہاد لبرل طبقے نے صرف اپنی ذہنی پسماندگی کا مظاہرہ کیا۔ جو حکومت ایک جمہوریت اور قوم کے متفق شدہ آئین کو ختم کر سکتی ہے جس میں تمام بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے' اس حکومت سے جب آپ توقع کر رہے ہوں کہ وہ انہی حقوق کی پاسبان بن جائے گی کیونکہ وہ بنیادی حقوق کی آڑ میں آپ کو سیکولر ایجنڈے کی تکمیل کی یقین دہانی کرا رہی ہے تو ایسی حکومت نہ بنیادی حقوق کی ضمانت فراہم کر سکتی ہے نہ سیکولر یا کسی بھی نظریاتی پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی اہلیت رکھتی ہے۔ کیونکہ آئینی حکومت' جمہوریت اور بنیادی انسانی حقوق کو ہرگز ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ جو بھی ایک کی بیخ کنی کر کے دوسرے کی سرپرستی کا دعویٰ کرے گا وہ صرف اجتماع ضدین کے علاوہ کسی اور چیز کا مظاہرہ نہیں کر سکتا جو محال ہے۔ چنانچہ یہی ہوا ہے اور فوجی حکومت دینی جماعتوں کے ایک چیلنج کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ لاتے ہوئے پہلے قدم پر ہی پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہوگئی ہے۔ اس پر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے بہت سخت ردعمل کا مظاہرہ کیا ہے۔ لیکن اصل پسپائی فوجی حکومت کی نہیں ہمارے ملک کے نام نہاد لبرل اور بظاہر جمہوریت کے علمبردار سیکولر عناصر کی ہے جنہوں نے آئین' جمہوریت اور حقیقی بنیادی حقوق کے عوض اس حکومت سے مغربی

تہذیبی ایجنڈے کا سودا کیا تھا اور تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون میں حکومت کی مجوزہ ترمیم اور مخلوط انتخابات کے وعدے کو اپنی بڑی کامیابی سمجھ لیا تھا۔ فوجی حکومت نے دینی قوتوں کے مقابلے میں یہ جو پسپائی اختیار کی ہے تو اس سے امریکہ و مغربی یورپ کی حکومت کے سامنے بھی اس کا پول پوری طرح کھل گیا ہے۔ انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ جو ماورائے آئین حکومت ان سے اپنے سیکولر ایجنڈے کے عوض حمایت طلب کر رہی تھی وہ بظاہر بہت مضبوط نظر آنے کے باوجود اندر سے کتنی کمزور ہے اور ان کے نظریات اور تہذیبی اقدار کو پاکستانی معاشرے میں سمونے میں ان کی کتنی . مگار بن سکے گی۔ امریکہ و مغربی یورپ کی حکومتیں اسے پہلے ہی تسلیم نہیں کر رہیں۔

✿.....✿.....✿

انجینئر محمد سلیم اللہ خان

تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قانون میں تبدیلی

شریعت کا حکم ہے کہ حضور پرنور کی شانِ اقدس میں اشارۃً یا کنایۃً اہانت کی لازمی سزا موت ہے اور توبہ سے بھی سزا کی معافی نہیں۔ پاکستان کے ضابطہ فوجداری کی شق 295-سی میں اسی کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جنرل پرویز مشرف کے حقوق انسانی کے پیکج میں شق 295-سی پر عمل درآمد بالراست دست اندازی پولیس سے بدل کر ایف آئی آر کو پہلے ڈپٹی کمشنر کی منظوری سے مشروط کر دیا ہے۔ ایسی تبدیلی کی کوشش بے نظیر بھٹو نے اپنے دور وزارت عظمیٰ میں 1993ء سے کی تھی جس کے خلاف مسلسل احتجاج اور 27 مئی 1995ء کو فقید المثال ملک گیر ہڑتال کر کے ملت اسلامیہ پاکستان نے ناکام بنا دیا تھا۔ اس کے بعد نواز شریف کے پچھلے دور میں بھی کوشش کی گئی جو سخت عوامی ردعمل کے پیش نظر ناکام ہوگئی تھی۔

ضابطہ فوجداری کی تمام دوسری شقوں پر ایسی کوئی قدغن موجود نہیں اور صرف تحفظ ناموس رسالتؐ کی شق پر ڈپٹی کمشنر کی منظوری کی شرط تبدیل کرنے والوں کی دین و عشق رسولؐ کے بارے میں بے اعتنائی کا مظہر ہے۔ آقائے نامدار سرور کائنات رحمت دو جہاں حضور پرنور کی نعوذ باللہ اہانت کرنے والے کے خلاف پہلے ڈپٹی کمشنر بہادر کے تحت تحقیقات و منظوری کے بعد ایف آئی آر درج ہو اور وہ انکار کر دیں تو درج نہ ہو اور اس اثناء میں مجرم دشمن اسلام سیکولر این جی اوز کے ذریعے ملک سے فرار ہو کر کسی بھی مغربی ملک میں رہائش پذیر ہو جائے۔ اس شق پر عمل درآمد میں اعلان کردہ تبدیلی سے ناموس رسالت کا تحفظ تو رہا ایک طرف توہین رسالتؐ کے سیلابی دروازے کھولنے کا اہتمام ہو جائے گا جس کی ملت اسلامیہ پاکستان ہرگز اجازت نہیں دے گی، چاہے کتنی ہی بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑے۔

اس تبدیلی کا دوسرا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ایسے جرم کی صورت میں لوگ ڈپٹی کمشنر کے اس چکر میں پڑنے کی بجائے خود عشق رسولؐ میں سرشار غازی علم دین شہید کی نسبت ادا کر دیں گے۔ جیسا کہ عارف اقبال بھٹی کے قتل کے ملزم احمد شیر خان نے اپنے اقبال جرم میں کہا ہے۔ اس طرح نئی تبدیلی سے ضابطہ

فوجداری کی شق 295-سی کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا کہ ملزم کو باقاعدہ عدالت میں پورا پورا صفائی کا موقع ملے' جیسے دوسرے قوانین کی خلاف ورزی کے مجرموں کو ملتا ہے اور کوئی اپنے دینی جذبے میں قانون کو ہاتھ میں لینے پر مجبور نہ ہو۔

تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون میں یہ تبدیلی ملک کی موجودہ گھمبیر صورت حال میں نہ تو کوئی قومی مسئلہ تھا' نہ ہی اس شق کی ناجائز استعمال کی کوئی کثرت تھی۔ نہ ہی اس شرعی جرم کی کوئی مسلمان جھوٹی ایف آئی آر درج کرا سکتا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں خود مرتکب اہانت کا مجرم ہوتا ہے اور نہ ہی اس قانون کے طریقہ کار میں تبدیلی خود جنرل پرویز مشرف کے سات نکاتی قومی ایجنڈے کا حصہ ہے۔

ہاں! دشمنان اسلام اور مغربی یہودی و باطل قوتیں اور حکومتیں مسلسل اس قانون کو غیر مؤثر کرنے کے لیے ہماری حکومتوں پر دباؤ ڈالتی چلی آ رہی ہیں جن میں امریکہ کے بل کلنٹن' برطانیہ کے وزرائے اعظم' جرمنی کے صدر' آسٹریلیا کے وزیر خارجہ وغیرہ شامل ہیں۔ حالانکہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں ایسے قانون اور عدالتی فیصلہ خود برطانیہ اور امریکہ میں موجود ہیں جن پر عمل درآمد ہوتا ہے لیکن یہ لوگ دشمنان رسولؐ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ حالانکہ پاکستان میں حضرت عیسیٰؑ کی ناموس کے بارے میں بھی مجرم کی سزا موت ہے چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ ان قوتوں نے ایٹمی دھماکہ نہ کرنے اور کارگل سے واپسی کے لیے بھی دباؤ ڈالا تھا۔ نواز شریف ایٹم بم پر دباؤ مسترد کر کے اقتدار بچا گئے تھے۔ کارگل پر قبول کر کے اقتدار سے گئے۔ یہ بدقسمتی ہوگی کہ موجودہ سیٹ اپ میں یہ عناصر حضور اکرمؐ کے ناموس کے تحفظ کے قانون میں ایسی تبدیلی کرانے میں کامیاب ہو جائیں۔

✿.....✿.....✿

حامد میر

آؤ ہمیں آزما لو!

امریکی ایوان نمائندگان میں چند روز قبل ایک قرارداد پیش کی گئی جس میں صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف سے مطالبہ کیا گیا کہ توہین رسالتؐ کے قانون کے علاوہ ایسی آئینی دفعات بھی ختم کریں جن کے تحت پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔

قرارداد میں کہا گیا کہ توہین رسالت کا قانون یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس دفعہ 18 سے متصادم ہے جس کے تحت ہر انسان کو آزادی اظہار اور اپنی مرضی کے مطابق عقیدہ تبدیل کرنے کا حق حاصل ہے۔ جنرل پرویز مشرف سے حال ہی میں امریکہ میں پوچھا گیا کہ کیا وہ توہین رسالتؐ کا قانون ختم کریں گے تو انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں نے پہلے ہی بہت سے محاذ کھول رکھے ہیں۔ اس جواب سے یہ تاثر لیا جاسکتا ہے کہ اگر جنرل پرویز مشرف پاکستان کے اندر کھولے گئے تمام محاذوں پر کامیابی حاصل کرلیں تو پھر وہ توہین رسالتؐ کے خلاف قانون ختم کرنے پر سنجیدگی سے غور کر سکتے ہیں۔ جو لوگ توہین رسالتؐ کے قانون کو اقلیتوں کے حقوق کے لیے خطرہ قرار دیتے ہیں انہیں شاید معلوم نہیں کہ جنرل پرویز مشرف کی اپنی وفاقی کابینہ کے واحد کرسچن وزیر ایس کے ٹریسلر توہین رسالتؐ کے قانون کے زبردست حامی ہیں۔ اگر کبھی جنرل پرویز مشرف نے اس مسئلے پر اپنی کابینہ سے مشورہ لیا تو شاید عطیہ عنایت اللہ اور زبیدہ جلال توہین رسالت کا قانون ختم کرنے کے حق میں رائے دیں لیکن اقلیتی امور کے وزیر ایس کے ٹریسلر صاحب بتائیں گے کہ یہ قانون غلط نہیں بلکہ قانون کا غلط استعمال روکنے کی ضرورت ہے۔ ٹریسلر کو یہ بھی پتہ ہے کہ اس قانون کو ختم کرانے میں سب سے زیادہ دلچسپی قادیانیوں کو ہے کیونکہ قادیانیوں کے روحانی پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں بھی انتہائی قابل اعتراض مواد شامل ہے اور توہین رسالتؐ کا قانون ختم ہونے کے بعد اس قابل اعتراض مواد کی اشاعت بہت آسان ہو جائے گی۔

توہین رسالتؐ کے قانون کے حامیوں کو چاہیے کہ وہ مغرب کے سامنے اپنا کیس ایس کے

ٹریسلر جیسے غیر مسلم پاکستانیوں کے ذریعے پیش کریں اور مغرب سے سوال کریں کہ کیا آزادی اظہار کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں اور مسیحیوں کے نبیوں کی شان میں گستاخیاں کرنے کی اجازت دے دی جائے؟ کیا اربوں انسانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانا انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ ختم نبوت اسلامی عقیدے کی بنیاد ہے۔ اس عقیدے کو بگاڑنے والا یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس کی مدد سے خود کو زبردستی مسلمان کہے تو پھر اصلی مسلمان یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ یہ ڈیکلریشن ان کے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتا۔ کیا آج تک امریکی ایوان نمائندگان میں یہ قرارداد پیش ہوئی کہ ترکی میں عورتوں پر سکارف پہن کر پارلیمینٹ میں داخل ہونے کی ممانعت یا فرانس میں مسلمان طالبات پر سکارف پہن کر سکولوں میں جانے کی ممانعت بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے؟

جو لوگ پاکستان کو اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے نظریات کی روشنی میں آگے بڑھانا چاہتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ قادیانیوں کو سب سے پہلے غیر مسلم قرار دینے والے علامہ اقبالؒ تھے۔ اقبالؒ اور قائداعظمؒ نے مل کر غازی علم دین شہید کی رہائی کے لیے بھی مہم چلائی تھی۔ غازی علم دین نے ایک گستاخ رسولؐ ہندو پبلشر راجپال کو محض اس لیے قتل کیا کیونکہ قانون نے اسے توہین رسالتؐ کی کوئی سزا نہ دی تھی۔ اس واقعے کے بعد مولانا محمد علی جوہرؒ نے قانون میں ترمیم کے لیے جو مہم چلائی تھی، اسی مہم کے نتیجے میں پانچ ستمبر 1927ء کو حکومت ہند کے ہوم ممبر نے ہندوستان کی قانون ساز اسمبلی میں تعزیرات ہند کی دفعہ 295 میں ترمیم کا بل پیش کیا جس کے تحت کسی بھی مذہب کی توہین کرنے والے شخص کو دو سال قید اور جرمانے کی سزا مقرر کی گئی۔

1986ء میں مسلم لیگ (ن) کے رہنما احسن اقبال کی والدہ نثار فاطمہ مرحومہ نے قومی اسمبلی میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 میں مزید ترمیم کا ایک بل پیش کیا جس کی منظوری کے بعد توہین رسالتؐ کی سزا موت یا عمر قید مقرر ہوئی لیکن فیڈرل شریعت کورٹ نے عمر قید کو ختم کر دیا اور توہین رسالتؐ کی سزا صرف موت قرار پائی۔ اس قانون کو قومی اسمبلی کے علاوہ اعلیٰ عدالتوں کی تائید بھی حاصل ہوگئی۔

یہ حقیقت بھی ناقابلِ تردید ہے کہ توہین رسالتؐ کے قانون کی طرح قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے سے متعلق آئینی دفعات بھی قومی اسمبلی سے منظور ہوئیں۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے سے قبل پاکستان کی قومی اسمبلی میں کئی دن تک بحث ہوئی اور اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے قادیانیوں کے خلیفہ پر باقاعدہ جرح کی۔ اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو، وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ اور اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار کے چہرے پر داڑھی تو دور کی بات مونچھ بھی نہ تھی۔ لہٰذا قادیانیوں کے خلاف آئینی دفعات کا تعلق اسلامی انتہا پسندوں سے نہیں جوڑا جا سکتا۔ لبرل اور پروگریسو اسلام کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمان اپنے بنیادی عقائد چھوڑ دیں۔

آئندہ جنرل پرویز مشرف سے امریکی ایوان نمائندگان میں پیش کی جانے والی قرارداد پر کوئی

سوال کیا جائے تو انہیں سوال ٹالنے کی بجائے کم از کم یہ واضح کر دینا چاہیے کہ توہین رسالت کا قانون اور قادیانیوں کے خلاف آئینی دفعات منتخب پارلیمنٹ نے منظور کیں اور انہیں ختم کرنے کا اختیار بھی منتخب پارلیمنٹ کے پاس ہے۔ بہتر ہوگا کہ امریکی حکومت بھی اس قرارداد کو اپنی پالیسی کا حصہ بنانے کی بجائے پاکستان میں بحالی جمہوریت کا انتظار کرے۔ اگر امریکہ نے انتظار نہ کیا اور جنرل پرویز مشرف کے کندھے پر اپنی بندوق رکھ کر چلانے کی کوشش کی تو اسے کامیابی نہیں ملے گی۔ پاکستانی مسلمان بہت کچھ برداشت کر سکتے ہیں لیکن اپنے عقائد میں مداخلت برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر کسی کو آزمانے کا شوق ہے تو اس معاملے میں پاکستانیوں کو آزما کر دیکھ لے۔

❁……❁……❁

حامد میر

غازی علم دینوں سے مقابلہ

اس حقیقت میں کسی شک کی گنجائش نہیں رہی کہ مغربی طاقتیں موجودہ فوجی حکومت سے کئی ایسے کام کروانا چاہتی ہیں جو ماضی کی سیاسی حکومتیں بھی نہیں کر سکیں۔ ایسے ہی کاموں میں سے ایک توہین رسالتؐ کے قانون میں ترمیم بھی ہے۔ زیادہ پرانی بات نہیں۔ 6 اپریل 1994ء کو ملک بھر کے اخبارات نے یہ خبر شائع کی کہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے توہین رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کا فیصلہ کر لیا ہے جس کے تحت توہین کے مرتکب ملزم کو سزائے موت یا عمر قید کی بجائے صرف دس سال قید کی سزا دی جا سکے گی۔ یہ خبر وفاقی وزیر اطلاعات خالد کھرل کے حوالے سے شائع ہوئی جنہوں نے بے نظیر بھٹو کی صدارت میں منعقد ہونے والے کابینہ کے اجلاس کے متعلق بریفنگ دیتے ہوئے اخبار نویسوں سے کہا کہ وزارت قانون تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی میں ترمیم کا مسودہ بہت جلد تیار کرے گی جو قومی اسمبلی میں منظور ہوگا۔ 3 جولائی 1994ء کے اخبارات میں وفاقی وزیر قانون اقبال حیدر کا یہ بیان شائع ہوا کہ وفاقی کابینہ نے توہین رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے جس کے بعد سزا میں کمی کے علاوہ پولیس کو ملزم گرفتار کرنے اور جیل بھجوانے کا اختیار نہیں ہوگا۔

خالد کھرل اور اقبال حیدر کے بیانات پر دینی حلقوں میں تشویش پھیل گئی۔ احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا جس پر اقبال حیدر کی طرف سے 7 جولائی 1994ء کے اخبارات میں یہ وضاحت شائع ہوئی کہ توہین رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس قانون کا غلط استعمال نہ کیا جائے لیکن ان کی وضاحت غیر تسلی بخش تھی۔ ترمیم کے مخالفین کا کہنا تھا کہ دنیا بھر میں ہر قسم کے قانون کا صحیح استعمال بھی ہوتا ہے اور غلط استعمال بھی ہوتا ہے۔ یہ دلیل بھی دی گئی کہ بے نظیر بھٹو اپنے والد ذوالفقار علی بھٹو کی دفعہ 302 کے تحت پھانسی کو غلط سمجھتی ہیں۔ دفعہ 302 کے غلط استعمال کو روکنے کا طریقہ یہ نہیں کہ اس میں ترمیم کر دی جائے بلکہ طریقہ یہ ہے کہ عدالت درست فیصلہ کرے۔ دینی حلقوں کے احتجاج پر وزیر قانون نے لندن سے تردید جاری کی جو 8 جولائی 1994ء کے اخبارات میں شائع ہوئی۔ اقبال حیدر نے اپنی تردید میں کہا کہ توہین رسالتؐ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا رہی۔ گیارہ جولائی 1994ء کو اقبال

حیدر نے توہین رسالتؐ کے قانون میں تبدیلی کے ''شوشے'' کو اپوزیشن کی ڈس انفارمیشن قرار دے دیا۔

اب ذرا موجودہ دور حکومت کا جائزہ لیجئے۔ جمعہ 21 اپریل 2000ء کو اسلام آباد میں جنرل پرویز مشرف نے ایک انسانی حقوق کنونشن کی صدارت کی کنونشن میں اکثریت این جی اوز کے نمائندوں کی تھی۔ اس موقع پر جنرل صاحب نے ایک پیکج کا اعلان کیا جس میں کہا گیا کہ توہین رسالتؐ کے مقدمے کے اندراج کا طریقہ کار تبدیل کر دیا جائے گا۔ نئے طریقہ کار کے مطابق ڈی سی کی انکوائری کے بغیر پولیس مقدمہ درج نہ کر سکے گی۔ اس اعلان کے خلاف ابتدا میں دینی جماعتیں خاموش رہیں لیکن عوام میں پیدا ہونے والی بے چینی نے دینی جماعتوں کو صدائے احتجاج بلند کرنے پر مجبور کیا۔ 9 مئی کو وزیر مذہبی امور مالک کانسی نے اسلام آباد میں علماء سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ حکومت قانون تبدیل نہیں کر رہی بلکہ اس کا غلط استعمال روکنا چاہتی ہے۔ مالک کانسی نے وہی عذر پیش کیا جو 6 سال پہلے اقبال حیدر نے پیش کیا تھا۔ ظاہر ہے یہ عذر کسی بھی غیرت مند اور سچے مسلمان کے لیے قابلِ قبول نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ فیصلہ کرنا عدالت کا کام ہے کہ مقدمہ جھوٹا ہے یا سچا۔ گیارہ مئی کو مقدمے کے اندراج میں تبدیلی کے خلاف لاہور میں مظاہرہ کرنے والوں پر وحشیانہ انداز میں لاٹھیاں برسا دی گئیں اور گرفتاریاں کر لی گئیں۔ جنرل پرویز مشرف کسی غلط فہمی میں نہ رہیں۔ لاٹھیوں اور گرفتاریوں سے احتجاج کا سلسلہ کم نہیں بلکہ زیادہ ہوگا کیونکہ حکومت نے ابھی تک اتنی وضاحت بھی نہیں کی کہ ڈی سی کتنی مدت میں توہین رسالتؐ کی انکوائری کا پابند ہوگا۔ یہ پابندی نہ لگانے کا صاف مطلب یہ ہے کہ مقدمے کے اندراج کا طریقہ کار تبدیل ہونے سے ملزمان فائدہ اٹھائیں گے یہاں تک کہ وہ توہین رسالتؐ کے بعد آسانی سے فرار بھی ہو سکیں گے۔ آج مقدمے کے اندراج کا طریقہ تبدیل ہوگا تو کل سزا تبدیل کی جائے گی اور 1994ء کی طرح موت کی بجائے چند سال قید کی تجویز بھی رکھی جا سکتی ہے۔ دینی جماعتوں کی طرف سے شکوک و شبہات کا شکار ہونے کی وجہ کچھ لوگ ہیں جو جنرل پرویز مشرف کی کابینہ اور سیکیورٹی میں موجود ہیں ان لوگوں کا این جی اوز سے وابستہ ماضی اور این جی اوز کا توہین رسالتؐ کے بارے میں موقف غلط فہمیوں کی اصل وجہ ہے۔ توہین رسالتؐ کی سزا پر مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گستاخان رسولﷺ کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا لہٰذا مروجہ قانون میں ایسی کوئی ترمیم مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتی جس کا فائدہ ملزم کو پہنچے۔

جنرل پرویز مشرف کو چاہیے تھا کہ توہین رسالتؐ کے تحت مقدمے کے اندراج کا طریقہ تبدیل کرنے کے لیے این جی اوز کی بجائے علماء کرام اور ماہرین قانون سے مشورہ کرتے تاکہ انہیں اس صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑتا جو 6 سال پہلے بے نظیر بھٹو کو پیش آئی۔ جنرل صاحب این جی اوز اور مغرب کی خوشی کے لیے اپنے لوگوں سے محاذ آرائی نہ کریں اور 21 اپریل کا اعلان واپس لے لیں۔ یہ لوگ ناموس رسالتؐ کی خاطر غازی علم دین بننے پر فخر کرتے ہیں۔ پاکستان کی کوئی بھی حکومت غازی علم دینوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

عرفان صدیقی

ناموس رسالت ﷺ

جنرل حمید گل نے ٹیلی فون پر ادھر ادھر کی گفتگو کے دوران چلتے چلاتے ایک جملہ کہا.....
''تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک طاقتور قوم اسلحہ کے زور پر دوسروں کے عقائد و نظریات بدلنے کے درپے ہے''۔ جنرل صاحب نے اور بھی بہت کچھ کہا لیکن یہ جملہ میرے جگر میں تیر کی طرح ترازو ہو چکا ہے۔

پاکستان، اسلام کے توانا اور لافانی نظریئے کی اساس پر قائم ہونے والی واحد ریاست ہے۔ اس کی تخلیق کسی سیاسی، یا جغرافیائی حادثے کے باعث نہیں، اس نظریئے کی بنیاد پر ہوئی کہ اسلام اپنے خمیر، اپنی روح، اپنے عقائد، اپنے تصور تہذیب وتمدن اور اپنے فلسفۂ حیات کے اعتبار سے ایسی انفرادیت کا حامل ہے جو کسی دوسرے نظام فکر و عمل کی بالادستی قبول نہیں کر سکتی۔ یہی سوچ دو قومی نظریئے کے قالب میں ڈھلی اور پاکستان وجود میں آیا۔ برصغیر کے مسلمانوں اور خود تحریک پاکستان کے قافلہ سالار قائداعظم محمد علی جناحؒ کو اس میں کوئی شک وشبہ نہ تھا کہ پاکستان اسلامی نظریئے کی کارفرمائی کے سبب ایک جدید اسلامی ریاست کے طور پر امت مسلمہ کی ہمرکابی یا قافلہ سالاری کرے گا۔ یہی احساس ایک آتش فشاں جذبے اور جذبۂ دیوانگی عشق میں ڈھلا اور ایک خواب نے تعبیر کی شکل پائی۔ اگر سیکولرازم، لبرل ازم، تجدد پسندی، بے مہار روشن خیالی، بے لگام آزاد روی اور بے کنار عیش کوشی کا وہ تصور پیش نظر ہوتا جس کی تلقین آج کل کی جا رہی ہے تو تحریک پاکستان کا قافلہ سخت جاں آمادۂ سفر ہی نہ ہو پاتا اور اگر چل بھی پڑتا تو راستے کی بھول بھلیوں میں کھو جاتا کہ یہ ساری ''نعمتیں'' برطانوی ہند اور غالباً ہندو کے زیر تسلط ہند میں بھی میسر آ جاتیں۔ جب علامہ اقبال نے ایک آزاد اسلامی ریاست کا تصور پیش کیا، جب قائداعظم نے مسلمانان ہند کو آواز دی اور جب بکھرے ہوئے لوگ اس پکار کے پرچم تلے جمع ہونے لگے تو ان میں سے ہر ایک کا ذہن اور ہر ایک کا دل ایک ہی خیال اور ایک ہی جذبے سے ہمکنار تھا ''سیکولرازم'' کی منزل مقصود کے لیے قربانیوں کی ایسی لازوال تاریخ لکھی ہی نہیں جا سکتی تھی جو برصغیر کے مسلمانوں نے راہ آزادی کے ایک ایک سنگ میل پر رقم کی۔

پاکستان کے عوام نے تاریخ کے اس شعوری تصور کو ہمیشہ جوان رکھا۔ حکمرانوں نے اپنی مصلحتوں کی غرض سے جب کبھی اجتماعی قومی ضمیر سے چھیڑ چھاڑ کی یا پاکستان کی نظریاتی اساس کو سیکولر ازم کا جامۂ زیبا پہنانے کی کوشش کی' قوم نے اپنا بھرپور دفاع کیا۔ پاکستان کو اسلام کا قلعہ یا عالم اسلام کا معتبر نمائندہ ہونے کا اعزاز محض ہماری ایٹمی صلاحیت کے باعث نہیں' پاکستانی عوام کے لیے بے پناہ اخلاص اور عالم اسلام سے گہری جذباتی وابستگی کے باعث حاصل ہوا۔

7 اکتوبر کے بعد افغانستان میں جو قیامت بپا ہوئی اور ہم کو جس طرح ایک ناپسندیدہ اور مسلمہ قومی دھارے سے متضاد رویئے پر آمادہ ہونا پڑا' اس کا قلق ہر دل میں ہے۔ بہت کچھ ہو جانے کے باوجود افق پر ابھی تک گہری دھند چھائی ہوئی ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ہمارا رخ کدھر ہے؟ منزل کہاں ہے اور قدم کدھر کو اٹھ رہے ہیں۔ پیٹھ پر مسلسل تازیانہ برس رہا ہے اور ہم بگٹٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں۔

طالبان کے خلاف ہمارا کندھا استعمال کرنے کے بعد اگر امریکہ اپنے قدم روک لیتا' ہماری خالی تجوری میں کچھ سکے ڈال کر' صدر مشرف کو مؤدبانہ سلام کر کے رخصت ہو جاتا تو بہت اچھا ہوتا لیکن وہ موجود ہے اور اس انداز سے موجود ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر کی نقش گری کے لیے ہماری سرزمین کو ہی مرکز محور بنا لیا ہے۔ وہ زبان سے کچھ بھی کہے' اندر سے اس بات پر پختہ یقین رکھتا ہے کہ ''دہشت گردی'' یا ''اسلامی عسکریت'' کے سارے سوتے اسی سرچشمے سے پھوٹتے ہیں۔ لہٰذا جب تک پاکستان کے ''نظریۂ اسلام'' کو ایمان' یقین' عزم' خودی' حمیت' اسلامی اخوت' احساس تفاخر اور تصور ملت سے محروم کر کے محض رسمی عقائد اور بے روح عبادات تک محدود نہیں کر دیا جاتا۔ اس وقت تک اس آتش خاموش میں چنگاریاں سلگتی رہیں گی۔ جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے' وہ کوئی سرسری اور معمولی حادثہ نہیں۔ اس کا مقصد ہماری روح پر نشتر چلانا' ہمارے نظریاتی شعور کی جڑیں کاٹنا' ہمارے ایمان و یقین کی بنیادیں ہلانا اور ہمارے اعتقادات کے قلعوں میں دراڑیں ڈالنا ہے۔ امریکہ یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ وہ پاکستان کی کسی بھی فصیل پر کمند ڈال سکتا ہے۔ طالبان کا لہو پینے کے بعد وہ پاکستان کے اساسی نظریئے اور اسلامی تشخص کو لقمہ بنانا چاہتا ہے۔

صدر مشرف کے دورۂ امریکہ کے دوران کانگریس میں ''ناموس رسالتؐ'' قانون کو ختم کرنے کے بارے میں قرارداد کا محرک کوئی بھی ہو' اس کے پس منظر میں یہی سوچ کارفرما ہے کہ مجبوریوں کی زنجیروں میں جکڑے' افلاس زدہ اور ہر خدمت پر آمادہ پاکستان کو اب کسی بھی چوکھٹ پر جھکایا جا سکتا ہے۔

امریکہ کو بتا دیا جائے کہ یہ معاملہ ذرا نازک ہے۔ اسے اسامہ بن لادن اور ملا عمر سے خلط ملط نہ کیا جائے۔ ختم نبوت کا عقیدہ دینِ اسلام کی اساس ہے جسے علامہ اقبالؒ نے دین مصطفیؐ کے ناموس کا نام دیا ہے۔"

لا نبی بعدی ز احسانِ خداست
پردۂ ناموسِ دینِ مصطفیٰ است

اگر ہماری تنصیبات کو اپنے عزائم کے لیے استعمال کرنے والوں کا خیال ہے کہ وہ ہمارے دلوں کے رن ویز پر بھی اپنی مکروہات کے طیارے دوڑا سکتے ہیں تو یہ ان کی خام خیالی ہے۔ ایسا سوچنے والوں کو اس امر کا اندازہ ہی نہیں کہ ہر کلمہ گو مسلمان کا خاتم النبیینؐ سے کیا رشتہ ہے اور اس مقدس رشتے کے لیے وہ کیا کچھ قربان کر سکتا ہے۔

امریکہ ہمارے دلوں پر ایسا گہرا گھاؤ لگانے کا تصور بھی نہ کرے۔

انوار حسین ہاشمی

توہین رسالت ﷺ کے قانون میں تبدیلی

مشرف حکومت پر بھی یہ دباؤ ڈالا گیا کہ وہ پاکستان میں اسلامک لابی کو کنٹرول کریں۔ حکومت کے قریبی ذرائع کا دعویٰ ہے کہ یہ دباؤ معمولی نوعیت کا نہیں تھا بلکہ اسلامک لابی کو کنٹرول کرنے کے لیے غیر ملکی سفیر تفصیلات فراہم کرتے رہے جس میں شریعت کے نفاذ، قرآن وسنت کی بالادستی سے متعلق ترامیم، دینی مدارس پر کنٹرول، جہادی تنظیموں کے زور کو کم کرنے اور توہین رسالتؐ کے قوانین میں ترامیم جیسی جزئیات شامل تھیں۔ اس سے قبل کہ مذہبی جماعتیں موجودہ حکومت سے شریعت کی بالادستی کا مطالبہ کرتیں، مذہبی جماعتوں، اور جہادی تنظیموں کے خلاف آپریشن شروع کر کے حکومت انہیں دفاعی پوزیشن میں لے آئی۔ اگرچہ مشرف حکومت کی لڑائی صرف سیاست دانوں سے چل رہی تھی۔ ملک کے اندر بظاہر دینی محاذ سرگرم نہیں تھا لیکن حکومت نے وزیر داخلہ کے ذریعے اس محاذ کو بھی گرم کر دیا جو عام شہری کی سمجھ سے بالاتر بات تھی لیکن حقیقت میں یہ بیرونی دباؤ تھا جو حکومت کو مجبور کر رہا تھا کہ پاکستان کے اندر مذہبی حلقوں اور بنیاد پرست عناصر کو دیوار سے لگا دیا جائے۔ محب وطن اور اسلام پسند حلقے حکومت کی کارروائیوں پر حیران تھے۔ حکومت از خود وہ تمام قدم اٹھانے لگی جن کا مطالبہ سابقہ حکومتوں سے مغربی این جی اوز کرتی رہیں لیکن وہ حکومتیں ان پر عمل نہ کر سکیں۔ ان مطالبات میں جہاد کی تعلیم دینے والے دینی مدارس کے پھیلتے ہوئے نیٹ ورک کو روکنا، دینی مدارس سے بنیاد پرستی ختم کرنے کے لیے انہیں جدید تعلیم نصاب میں شامل کرنے پر مجبور کرنا، افغانستان اور کشمیر کے لیے بنائے گئے بیس کیمپوں کا خاتمہ اور توہین رسالتؐ کے قوانین کو نرم کرنے جیسے مطالبات شامل تھے۔ موجودہ حکومت کے آنے سے ایسے مطالبات کرنے والی این جی اوز خاموش ہو گئیں اور حکومت از خود یہ سارے کام کرنے لگی۔ تجزیہ نگار اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ این جی اوز اس لیے خاموش ہیں کہ یہ حکومت خود این جی اوز کی نمائندہ ہے۔

مذہبی عنصر کو کم کرنے کے لیے حکومت نے جتنی جزئیات پر کام کیا ان میں حساس ترین جز

توہین رسالتؐ کے قانون سے متعلق تھی۔ ذرائع کے مطابق اس پر کام جاری تھا مگر اس ایشو سے ڈنگ نکالنے کے لیے اسے اخبارات میں بحث کے لیے جاری کرنا تھا جو بظاہر بہت مشکل کام تھا۔ کچھ حلقے اس خوش فہمی کا شکار تھے کہ مذہبی حلقوں کے خلاف حکومت کے نمائندوں کے بیانات صرف امریکہ اور اس کے حواریوں کو دکھانے کے لیے ہیں لیکن مذہبی حلقے اس لیے تشویش میں مبتلا تھے کیونکہ وہ حقیقت سے آگاہ تھے۔ مذہبی حلقوں کو مانیٹر کرنے اور اسلامی عنصر کے خلاف غیر ملکی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے اسلام آباد میں R بلاک کے اندر ایک وسیع شعبہ قائم کر دیا گیا تھا جہاں نہ صرف مذہبی رہنماؤں کو بلا کر ان کی ''کلاس'' لی جاتی تھی بلکہ تمام ایجنڈے پر دن رات کام ہو رہا تھا۔ ذرائع کے مطابق مذہبی حلقوں کے زور کو توڑنے اور توہین رسالتؐ کے قوانین میں تبدیلی کے مسودات کی تیاری بھی R بلاک سیکرٹریٹ کے ایک شعبہ کی نگرانی میں جاری ہے۔ ذرائع کے مطابق توہین رسالتؐ کے قانون کے تحت اب تک جن افراد کے خلاف کیس درج ہوئے ہیں یا جن کو سزائیں سنائی جا چکی ہیں ان کے از سر نو جائزہ لینے کا ایشو اٹھایا جانا تھا۔ اور اس کے لیے پہلا پتھر پھینکنے کے لیے وفاقی وزیر عمر اصغر کا انتخاب کیا گیا۔ ان کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ وہ مذہبی حلقوں کی پروا کیے بغیر ماضی میں بھی اپنی این جی اوز کے پلیٹ فارم سے اہم قومی معاملات کے بارے میں سخت بیانات کی شہرت رکھتے تھے۔ واضح رہے بھارت کے جواب میں پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے خلاف اسلام آباد میں بڑا مظاہرہ عمر اصغر کی این جی او نے کیا تھا۔ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے خلاف ملک بھر میں ایک کتابچے کی تقسیم بھی ان کی این جی او نے کی اور اب توہین رسالتؐ کے قانون کے تحت سزا پانے والوں کے کیسز کا از سر نو جائزہ لینے کا مسئلہ بھی وزیر موصوف نے اٹھایا۔ 16 مارچ کو ایک قومی اخبار میں خبر شائع ہوئی کہ وفاقی وزیر بلدیات عمر اصغر خان نے وفاقی وزیر قانون عزیز اے منشی کے نام خط میں توہین رسالتؐ کے جرم میں سزائے موت اور 35 سال قید پانے والے ایک مجرم کے کیس کا از سر نو جائزہ لینے کی سفارش کی ہے اور خط کی کاپی وزیر مذہبی امور ڈاکٹر محمود احمد غازی کو بھی ارسال کی گئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق عمر اصغر نے عزیز اے منشی کو جو لیٹر بھجوایا اس کا نمبر MINISTER / 2000 (2) 1 تھا۔ خط میں مولانا عبدالستار خان نیازی کے ایک بیان کا حوالہ بھی دیا گیا۔ اس خط کے بھیجنے پر مذہبی حلقوں کی طرف سے وزیر موصوف کی مذمت کی گئی۔

جس نوعیت کے کام کا آغاز عمر اصغر کے ذریعے کرایا گیا' دیکھنا یہ ہے کہ کیا حکومت واقعتاً اس نوعیت کے کسی منصوبے پر کام کر رہی ہے؟ توہین رسالتؐ کے قانون اور سزا پانے والوں کے کیسوں کا از سر نو جائزہ لینے کے لیے حکومت کے بعض مخصوص اداروں کے زیر اہتمام جو کام ہو رہا ہے' ان مسودات کے کچھ حصے ندائے ملت نے اپنے ذرائع سے حاصل کیے ہیں۔ اس ایشو پر جو سرکاری افسران کام کر رہے ہیں' ان کا موقف ہے کہ ہم ایسے قوانین کو اس انداز میں فول پروف بنانے کی اچھی نیت رکھتے ہیں تاکہ اس قانون کی آڑ میں لوگ اپنے مخالفین کو انتقام کا نشانہ بنانے کے لیے ان کے خلاف توہین رسالتؐ کا جھوٹا الزام نہ لگا سکیں۔ متعلقہ ادارے سے حاصل ہونے والے مسودات کے ایک حصے کی رپورٹ کے

مطابق ''انڈین ایکٹ کی دفعہ 298 اور 295-A کے تحت 1918ء سے 1947ء تک توہین رسالتؐ کے چار کیس رجسٹرڈ ہوئے جبکہ 1986ء سے لے کر اب تک تقریباً 5 ہزار کیس رجسٹرڈ ہوئے ہیں۔ متعلقہ افراد کا موقف ہے کہ اس غیر معمولی تعداد نے موجودہ حکومت کو سوچنے پر مجبور کیا ہے کہ آیا کسی سازش کے تحت تو ایسا نہیں ہو رہا۔ کیا یہ فرقہ واریت کی طرح نئے انداز سے کوئی سلسلہ تو شروع نہیں کیا جا رہا؟
ان سوالات کا جواب حاصل کرنے کے لیے موجودہ حکومت کے متعلقہ ادارے جن نکات پر کام کر رہے ہیں، وہ مسودے میں کچھ اس ترتیب سے درج ہیں:

1- کیا شرعی تقاضے پورے کیے بغیر ارتداد اور توہین رسالتؐ کیس میں غیر اسلامی نظام کے ذریعے اسلامی سزائیں دی جا سکتی ہیں؟
2- ان کیسوں میں ''نیت'' اور ''توبہ'' کی تفصیلات کیا ہیں؟
3- کون سا خاص فرقہ ایک مخصوص مخالف فرقہ کے خلاف سینکڑوں کیس درج کرا رہا ہے؟
4- میڈیا کا کون سا پلیٹ فارم توہین رسالتؐ کے کیسوں کو سب سے زیادہ اچھال رہا ہے؟
5- کون سی عدالت ایسے کیسوں کی سماعت کر سکتی ہے؟
6- کیا ان قوانین کا استعمال اسلام کی حقیقی روح کے مطابق ہو رہا ہے؟
7- فرقہ واریت کے کسی عنصر کو ختم کرنے کے لیے توہین رسالتؐ کے قوانین میں تبدیلی کی جا سکتی ہے؟
8- کیا ان افراد کو ریلیف دیا جا سکتا ہے جنہیں شرعی تقاضے پورے کیے بغیر عام عدالتوں سے سزائیں دلائی گئی ہیں؟
9- اس شخص کو کیا سزا دی جائے جس نے کسی پر جھوٹا مقدمہ دائر کر کے اسے سزا دلائی ہو؟

توہین رسالتؐ کے کیس کے ایک مجرم کی سزا کو جے یو پی کے صدر سابق وفاقی وزیر مولانا عبدالستار خان نیازی نے غلط قرار دیا اور انہوں نے ایک تفصیلی خط کے ذریعے اس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا۔ حکومت خاص طور پر مولانا عبدالستار خان نیازی کے اس خط کو بنیاد بنا کر کیسوں کا جائزہ لے رہی ہے۔ اس کے علاوہ درجنوں علماء اور مختلف علاقوں کے معروف سجادہ نشینوں کے تحریری بیانات بھی جمع کیے گئے ہیں جن کی روشنی میں توہین رسالتؐ کے قوانین کا از سر نو جائزہ لیا جا رہا ہے لیکن بعض مذہبی حلقوں کا کہنا ہے کہ جب ان علماء کے خطوط پر مبنی فتوؤں کو حکومت بنیاد بنائے گی تو ایسے لوگ جو توہین رسالتؐ کے کیس میں سزا پانے والوں کو حقیقت میں مجرم سمجھتے ہیں وہ ان علماء کے خلاف ہو جائیں گے اور فرقہ واریت میں شدت پیدا ہو گی.....

ندائے ملت کو اپنے ذرائع سے جو مسودات ملے ہیں ان میں ان درجنوں کیسوں کے فیصلوں کی تفصیل موجود ہے جن کا حکومت دوبارہ جائزہ لینا چاہتی ہے اور حکومت کا خیال ہے کہ ان لوگوں کو ان کیسوں میں غلط سزا ملی ہے۔ ان کیسوں کی تفصیل یہاں بیان کرنا مقصود نہیں لیکن بعض نامور مذہبی سکالر

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ 1986ء سے پہلے جب کسی نے بھی توہین رسالتؐ کے قوانین کو ایشو نہیں بنایا تھا تو 47ء سے لے کر 86ء تک مجموعی طور پر پانچ کیس رجسٹرڈ ہوئے لیکن 1986ء کے بعد این جی اوز خصوصاً عاصمہ جہانگیر نے اس قانون کو بلا وجہ ایشو بنایا۔ اس قانون کو غلط قرار دیا جس کے بعد توہین رسالتؐ کے کیسوں میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا۔ سکالرز کا کہنا ہے کہ ایسے قانون کو سخت ہونا چاہیے تاکہ کوئی مذاق میں بھی مقدس ہستیوں کی توہین نہ کر سکے.... لیکن بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ چونکہ یہ مغربی این جی اوز کے ایجنڈے میں سرفہرست ہے اس لیے حکومت اس پر ضرور کام کرے گی۔ اب حکومت وہ تمام کیس خود لڑے گی جو پہلے عاصمہ جہانگیر لڑا کرتی تھی۔

عبدالحفیظ عابد

قانونِ ناموس رسالت ﷺ کے خلاف مہم جوئی

ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے قوانین اور جداگانہ طرز انتخاب جہاں پاکستان کے اسلامی تشخص کی علامت ہیں، وہیں مسالک اور مکاتب فکر کی تفریق کے بغیر پوری قوم کا ان پر اتفاق رائے ہے۔ اس طرح مذہبی اور جمہوری، دونوں حوالوں سے 295اے، بی، سی، قادیانیت کے سدباب کا آرڈیننس اور غیر مسلم اقلیتوں کے لیے ہر سطح پر علیحدہ نمائندگی کے قوانین قطعی مسلمہ ہیں اور جب سے یہ نافذ ہوئے ہیں، مرتد قادیانیوں کے سوا غیر مسلم اقلیتوں کی طرف سے بھی ان کے بارے میں غیر معمولی اختلاف سامنے نہیں آیا۔ حالانکہ اس دوران کئی حکومتیں تبدیل ہوئیں۔ اب فوجی حکومت میں ضلعی حکومتوں کے انتخابات کے پہلے مرحلے پر اقلیتوں نے جداگانہ طرز انتخاب کے خلاف نہ صرف ملک گیر احتجاج کیا، بلکہ انتخابات کا خاصا موثر بائیکاٹ بھی کیا اور اسے اقلیتوں کے حقوق کی پامالی کا بین الاقوامی مسئلہ بنانے کی کوشش کی۔ بلدیاتی انتخابات کے پہلے مرحلے کی تکمیل پر جب یہ احتجاج غیر مؤثر ہوگیا تو ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے قوانین کے خلاف مہم شروع کر دی گئی اور ان کے درست استعمال کے مطالبے کی آڑ میں غیر مؤثر بنانے اور ختم کرانے کے لیے دباؤ ڈالنا شروع کیا گیا۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ پاکستان میں بسنے والے اقلیتی عوام کی غالب اکثریت کو اب بھی یقیناً ان قوانین پر کوئی اعتراض نہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان قوانین کے خلاف اچانک منظم مہم کیونکر شروع ہوئی جس میں وسائل کی خاصی ریل پیل بھی محسوس ہوئی؟

تیسرے مارشل لاء اور صدر جنرل ضیاء الحق کی حکومت میں 1979ء کے پہلے بلدیاتی انتخابات سے اقلیتوں کے لیے جداگانہ نمائندگی کے طریق انتخاب پر عمل شروع ہوا تھا۔ اس کے بعد تمام بلدیاتی انتخابات ہی نہیں بلکہ 1985ء کے غیر جماعتی عام انتخابات 1988ء سے شروع ہونے والے جماعتی انتخابات سے 1997ء کے انتخابات تک بھی اس پر عمل ہوا۔ اقلیتوں کے کچھ رہنما، پیپلز پارٹی سمیت سیکولر سیاست کرنے والے عناصر کبھی کبھار مخلوط طریق انتخاب کی بحالی کا ذکر ضرور کرتے رہے

لیکن اس کے خلاف کبھی کوئی احتجاجی مہم نہیں چلائی گئی۔ اس طرح عوام' سیاسی جماعتوں اور اقلیتوں کی غالب اکثریت نے جداگانہ طرز انتخاب کو تسلیم کر لیا اور عملاً بھی یہ ثابت ہوا کہ جداگانہ طرز انتخاب میں اقلیتوں کو منتخب جمہوری اداروں میں ہر سطح پر کہیں زیادہ نمائندگی حاصل ہوئی ہے۔

اب مقامی حکومتوں کے نئے نظام کی تشکیل کے آغاز پر جداگانہ طرز انتخاب کے طریقے کو متنازع بنانے کے لیے عیسائی' ہندو اور دیگر اقلیتی برادریوں کے رہنماؤں نے بڑے پیمانے پر مہم شروع کی' احتجاجی مظاہرے کیے گئے' بھوک ہڑتالیں کیں' دھرنے دے کر راستے بلاک کیے گئے۔ پیپلز پارٹی سمیت دیگر سیکولر جماعتوں کو بھی اس مہم میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی' لیکن ان سے کچھ بیانات دلانے اور یقین دہانیاں حاصل کرنے سے زیادہ حمایت حاصل نہ کی جا سکی کیونکہ دینی اور مذہبی' تمام جماعتوں اور کچھ خالص سیاسی جماعتوں کی طرف سے اس مہم کی بھرپور مخالفت کا خوف انہیں دامن گیر رہا۔ یوں بظاہر اقلیتوں کی یہ احتجاجی مہم بہت زیادہ مؤثر نہ ہو سکی۔

ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے دینی اور عوامی حلقوں کے دباؤ پر ملت اسلامیہ میں نامور کی حیثیت رکھنے والے قادیانیوں' احمدیوں اور لاہوری احمدیوں کو کافر اور آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ بعد میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جنرل ضیاء الحق کے دور میں نافذ ہوا جس کے ذریعے شعائر اسلام کے تقدس کو تحفظ دیا گیا۔ 295 اے' بی' سی کے قوانین صرف حضور نبی اکرمؐ کی نہیں' بلکہ تمام انبیاء کرامؑ کی عزت و ناموس کا تحفظ کرتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ امہات المومنینؓ اور دیگر برگزیدہ شخصیات کے وقار اور احترام اور شعائر اسلام کو اس کے ذریعے تحفظ دیا گیا ہے۔ اس لیے ان قوانین پر تمام انبیاء کے پیروکاروں میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے اس لیے کوئی بھی صاحب شعور شخص ان کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

ان قوانین کے خلاف تازہ مہم کا آغاز آل فیتھ سپریچوئل موومنٹ نامی تنظیم قائم کر کے کیا گیا۔ جس میں ریاض احمد گوہر شاہی کے پیروکار' عیسائی بشپ' پادری' کچھ نام نہاد شیعہ تنظیمیں بھی شامل ہیں۔ انجمن سرفروشان اسلام کے سربراہ ریاض احمد گوہر شاہی کو 11 مارچ 2000ء کو انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت میرپور خاص کے جج جناب عبدالغفور میمن توہین رسالت' توہین قرآن اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کرنے کا جرم ثابت ہونے پر 3 بار عمر قید' اور جرمانے کی سزائیں سنا چکے ہیں اور گوہر شاہی اس وقت مفرور مجرم ہیں' جو بیرون ملک پناہ لیے ہوئے ہیں۔ گوہر شاہی کے خلاف اسی نوعیت کے متعدد دیگر مقدمات بھی زیر سماعت ہیں' جن میں وہ خود اور ان کی تنظیم کے کئی ذمہ دار مفرور ہیں۔ زیادہ تر یہ مفرور افراد کراچی اور اسلام آباد میں گوہر شاہی کے بیٹے طلعت کی رہائش پر روپوش ہیں۔ پولیس اور خفیہ ایجنسیوں کو جس کا بخوبی علم ہے' لیکن انہیں دانستہ گرفتار نہیں کیا جاتا تاہم گوہر شاہی کے پھیلائے ہوئے نام نہاد روحانیت کے جال کی گرفت اب بہت کمزور پڑ گئی ہے۔ روحانیت کی آڑ میں کوٹری کے آستانے اور دیگر اڈوں پر ہونے والے مکروہ کاروبار سے خود ان کے بے علم مرید بھی اب بہت حد تک واقف ہو چکے ہیں اور گوہر شاہی کا طلسم ختم ہو رہا ہے اور مکر و فریب کا پردہ چاک ہو رہا ہے۔

گوہر شاہی اور اس کے ذریعے کروڑوں کی املاک بنانے والے اس کے کارندے سخت پریشان ہیں اور زخمی سانپ کی طرح پھنکار رہے ہیں۔

گوہر شاہی ملک سے باہر اپنی نام نہاد روحانیت کی تشہیر کے لیے بھی بڑا سرمایہ خرچ کرتے ہیں اور وہاں مذاہب سے بالاتر روحانی حلقوں میں شریک ہو کر اسلام کی تعلیمات اور اقدار کو مسخ کرنے میں بڑے فعال ہو رہے ہیں۔ اس کے لیے عیسائی اور یہودی تنظیمیں بھی انہیں سرمایہ فراہم کرتی رہی ہیں۔ پاکستان میں اپنے سرمائے' املاک اور نام نہاد روحانیت کے اڈوں کو بچانے کے لیے اب انہیں کوئی اور راستہ نہیں سوجھا تو امریکہ اور کینیڈا میں قائم حلقوں کے نام سے گوہر شاہی نے یہاں بھی آل فیتھ سپریچوئل موومنٹ کے نام سے ایک تنظیم قائم کرائی اور عیسائی تنظیموں اور کچھ اور برائے نام مذہبی تنظیموں کو لالچ دے کر اس میں شامل کر کے توہین رسالتؐ سے متعلق قوانین کے خلاف ملک گیر تشہیری مہم چلائی۔ کراچی میں ایک مظاہرہ بھی کیا گیا اور بڑے سرمائے سے پروپیگنڈا مہم جاری ہے۔ انجمن سرفروشان اسلام اس میں پیش پیش ہے۔ بظاہر یہ موقف اختیار کیا جا رہا ہے کہ توہین رسالتؐ کے قوانین کے غلط اور انتقامی جذبے کے تحت استعمال کو روکنا ہمارا مقصد ہے لیکن حیدر آباد میں جہاں گوہر شاہی کے مرید ایک اجلاس میں موجود تھے' ایک عیسائی مذہبی رہنما نے بہت صاف کہا کہ ہم 295 اے' بی' سی کا خاتمہ چاہتے ہیں۔

گوہر شاہی کی تخلیق آل فیتھ سپریچوئل موومنٹ کی اسلامی شعائر کے تحفظ کے قوانین کے خلاف مہم پر دینی اور عوامی حلقوں میں شدید ردعمل پایا جاتا ہے اور مختلف ممالک کی 12 تنظیموں نے مشترکہ طور پر گوہر شاہی گروہ کی ان مذموم کارروائیوں کی شدید مذمت کی ہے اور حکومت کو خبردار کیا ہے کہ اگر اس مہم کو روکا نہ گیا تو مظاہروں' ہڑتال سمیت احتجاج کے تمام طریقے اختیار کیے جائیں گے اور شعائر اسلام کی توہین کے مرتکب اور ان کی حمایت کرنے والوں سے خود نمٹا جائے گا۔ دینی اور عوامی حلقوں میں گوہر شاہی گروہ اور غیر مسلم اقلیتوں کی اسلام کے خلاف پروپیگنڈا اور احتجاجی مہم پر جس طرح اشتعال پیدا ہو رہا ہے اگر اس کا نوٹس لے کر اشتعال انگیزی میں ملوث ملزموں کے خلاف قانونی کارروائی نہ کی گئی تو قومی سطح پر انارکی پیدا ہو سکتی ہے۔

گوہر شاہی گروہ کے پاس ناجائز اور بیرونی اسلام دشمن قوتوں کے سرمائے اور امداد کی بھرمار ہے۔ پولیس' سرکاری خفیہ ایجنسیوں' انتظامیہ اور بااثر طبقات میں اس کے تنخواہ دار ایجنٹ موجود ہیں۔ آمنہ قتل کیس سے لے کر آج تک گوہر شاہی اور اس کے گروہ کے خلاف جتنے بھی سنگین مقدمات بنے ہیں' ان سے ملزموں کو بچانے میں پولیس' کرائم برانچ اور قانون نافذ کرنے والے اداروں اور انتظامیہ کے ضمیر فروش اور حرام خور اہلکاروں کا بڑا دخل رہا ہے اور اب بھی یہ عناصر ان کی اسلام دشمن مہم کی سرپرستی کر رہے ہیں۔

فوجی حکومت میں پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے کی سرگرمیاں غیر معمولی طور پر بڑھ

گئی ہیں۔ یہ بلا وجہ نہیں۔ دراصل جنرل پرویز مشرف حکومت نے امریکہ اور یہودیوں کی بالادستی میں قائم عالمی مالیاتی اداروں اور ان قوتوں کی سرپرستی اور سرمائے سے چلنے والی این جی اوز کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں۔ اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے انہوں نے سیکولر' امریکی یہودی اداروں اور این جی اوز کے تنخواہ دار افراد کو کلیدی مناصب پر فائز کر رکھا ہے جن میں ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل معین الدین حیدر' عمر اصغر' شوکت عزیز جیسے وزیر' مشیر اعلیٰ بیوروکریٹ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ جرنلوں کا ایک مختصر گروہ بھی انہی کی سوچ کا حامل ہے۔ فوجی حکومت میں شامل یہ سیکولر اور اسلام بیزار گروہ مختلف اوقات میں مختلف گل کھلاتا آ رہا ہے اور اس کی سرپرستی میں پاکستان کو اجڈ' مذہبی گنوار' ہر طرح کی اقدار سے محروم لوگوں کا ملک ثابت کرنے کی عالمی سطح پر مہم جاری ہے۔ یہ گروہ محض اپنے طور پر ایسا نہیں کر رہا ہے بلکہ امریکیوں' یہودیوں' نصرانیوں سمیت عالم کفر نے اسلام کو اپنا سب سے بڑا حریف سمجھتے ہوئے اس کی قائم کردہ حدود' اخلاقی اقدار' روایات کے خاتمے اور خصوصاً اس کے شعائر کا تمسخر اڑانے' ان کی تذلیل اور بیخ کنی کے لیے جو ایجنڈا ترتیب دیا ہے' یہ گروہ ان کے آلۂ کار کے طور پر اسی ایجنڈے پر کام کر رہا ہے اس کے لیے اب تو باقاعدہ اعلانیہ قومی خزانے سے رقوم اور سرکاری وسائل بھی فراہم کیے جا رہے ہیں۔

حکومت کے اندر اور ملک بھر میں جس طرح گزشتہ ایک سال میں قادیانی غیر معمولی طور پر متحرک ہیں اور بے پناہ سرمائے کے بل بوتے پر سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں' یہ عالمی ایجنڈے پر عمل کے اشارے اور سرکاری سرپرستی کا ہی نتیجہ ہے۔ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت شعائر اسلام کا استعمال' قادیانیت کی تشہیر اور تبلیغ کی سرگرمیاں قابلِ تعزیر جرم ہیں لیکن بڑے شہروں میں ہی نہیں' دیہات تک میں روایتی اور الیکٹرانک میڈیا اور ذرائع مواصلات کے ذریعے قادیانی اسلام دشمن مہم چلانے میں مصروف ہیں۔ لیکن چونکہ حکومتی گروہ میں اعلیٰ انتظامیہ میں قادیانی خود شامل ہیں اور اقتدار و اختیار کے مراکز میں ان کا اثر و رسوخ بھی بڑے پیمانے پر ہے' اس لیے انہیں اس وقت کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔ جب دینی قوتیں احتجاج کرتی ہیں تو فوجی حکمران ان کے اشتعال کو کم کرنے کے لیے چند منافقانہ جملے اسلام اور اسلامی شعائر کے حق میں کہہ دیتے ہیں۔ سودی نظام کے خاتمے کی نوید سنا کر عوامی رائے عامہ کو اطمینان دلانے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن عملاً اسلام اور اسلامی شعائر کی جڑیں کاٹنے والوں کی ہر طرح سرپرستی کی جا رہی ہے۔

جداگانہ طریق انتخاب کو ختم کر کے مخلوط طریق انتخاب دوبارہ لانے کی مہم بھی دراصل سرکاری سرپرستی میں شروع ہوئی۔ قادیانیوں' عیسائیوں اور دیگر اقلیتوں کے رہنماؤں کو کوشش کر کے آگے بڑھایا گیا۔ جداگانہ طرز انتخاب محض قوانین کا نہیں' آئین کا معاملہ ہے۔ حکومت کو قادیانیوں اور دیگر قوتوں کی مہم کے نتیجے میں اگر آئین میں ترمیم کا موقع مل جائے تو پھر آئین کی اسلامی بالادستی کے تشخص کو ختم کرنے اور اسے مکمل سیکولر قالب میں ڈھالنے کا راستہ کھل جائے گا اور یہی بظاہر بے ضرر محسوس ہونے والی مہم کا مقصد بھی ہے۔ دفعات 295 اے' بی' سی بظاہر الگ ہیں لیکن وہ بھی پاکستان کے اسلامی تشخص

کے تحفظ کی ضمانت ہونے کی وجہ سے دراصل عالم کفر اور ان کے ایجنٹوں کے لیے ناقابل برداشت ہیں۔ انگریز کے کاشتہ پودے قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی' ناصر احمد قادیانی اور اس کے مرتد گروہ کو امریکہ' اسرائیل' بھارت سمیت پورے عالم کفر سے مالی اور مادی وسائل فراہم کیے جا رہے ہیں جو اسلام کی بیخ کنی کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ توہین رسالتؐ سے متعلق قوانین کے خلاف مہم میں بھی پس پردہ گوہر شاہی اور آل فیتھ میں شامل اس کے آلہ کار عناصر کو قادیانیوں کی ہر طرح پشت پناہی حاصل ہے۔

حکمرانوں کا خیال شاید یہ ہو کہ وہ عالمی قوتوں اور اداروں کو اس طرح خوش کر کے اور قوم میں مختلف حوالوں سے انتشار اور انارکی پیدا کر کے اپنے اقتدار کے دوام کا راستہ پیدا کر سکتے ہیں لیکن یہ کھیل کوئی اور رخ بھی اختیار کر سکتا ہے اور نفرت اور تصادم کی ایسی لہر بھی اٹھ سکتی ہے کہ اس کھیل کے آلہ کار عناصر بھی ملیامیٹ ہو جائیں اور پاکستان کے اسلامی تشخص اور ناموس رسالتؐ کے خلاف اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھ کر سازشیں کرنے والے بھی عوامی غیظ و غضب کا شکار ہو کر قصہ پارینہ بن جائیں۔ اس لیے حکمرانوں کو ناموس رسالتؐ اسلامی شعائر اور پاکستان کے اسلامی تشخص کے خلاف سازشوں کی سرپرستی سے باز رہنا چاہیے اور آگ سے کھیلنے سے بچنا چاہیے۔ فوجی قیادت کو بھی چاہیے کہ وہ ایک مخصوص حکمران گروہ اور اس کی سرپرستی میں کام کرنے والے بیرونی آلہ کار عناصر کی مذموم سرگرمیوں کا نوٹس لے کیونکہ اگر یہ صورت حال برقرار رہی تو ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں کہ قومی یکجہتی اور ملکی سلامتی داؤ پر لگ جائے۔

دینی و مذہبی جماعتوں اور اسلام پر گہرا اور پختہ ایمان رکھنے والے تمام عوام کو بھی چاہیے کہ وہ فرقوں اور مسالک کی بنیاد پر موجود اختلافات اور تنازعات کو دفن کر کے متحد ہو جائیں اور پاکستان اور اس کے آئین کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے اور اسے کمزور کر کے دشمنوں کے لیے تر نوالہ بنانے کی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مستعد اور چوکنا رہیں۔

سورج' چاند اور حجر اسود میں اپنی تصاویر نظر آنے کا دعویٰ کرنے والا شیطان ہے

جمعیت علمائے پاکستان اور ملی یکجہتی کونسل کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی نے حق بیانی سے کام لے کر گوہر شاہی گروہ کی فریب کاری کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ انجمن سرفروشان اسلام اور نام نہاد عالمی روحانی تحریک کے سربراہ ریاض احمد گوہر شاہی نے اسلام دشمن قوتوں کے ایماء پر ان کی سرپرستی میں اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے اور اسلامی شعائر کی توہین کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے' اس پر پردہ ڈالے رکھنے کے لیے نام نہاد روحانیت کا سہارا لیا جاتا رہا ہے' جس سے ان پڑھ' کم تعلیم یافتہ اور کمزور اعتقاد کے لوگوں کی بڑی تعداد گمراہ ہوتی رہی۔ حقائق سامنے آنے پر ہر مکتبہ فکر کے علماء کرام' مفتیان عظام نے گوہر شاہی کی تعلیمات کو اسلام کے خلاف اور کفریہ قرار دیا اور باقاعدہ اس کے لیے فتوے جاری کیے لیکن گوہر شاہی گروہ یہ موقف اختیار کرتا رہا کہ چونکہ ہمارا تعلق بریلوی مکتبہ فکر سے ہے' اس لیے بدعقیدہ

اور ولیوں کے دشمن لوگ ہمارے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ لیکن اہل سنت اور بریلوی مکتبہ فکر کے ممتاز قائد مولانا شاہ احمد نورانی نے گوہر شاہی گروہ کے چہرے سے نقاب اتار پھینکا ہے۔

گزشتہ دنوں تحفظ ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نورانی نے جہاں اسلام کے خلاف قادیانیوں کی سازشوں کا ذکر کیا' وہاں فریبی گوہر شاہی کو بھی بالواسطہ شیطان قرار دیا۔ علامہ نورانی نے کہا کہ چاند' سورج' حجر اسود میں اپنی تصاویر نظر آنے کا دعویٰ کرنے والا شیطان ہے۔ وہ نماز سے روکتا ہے اور کہتا ہے کہ ذکر کرو' حالانکہ نماز ہی سب سے بڑا ذکر ہے۔ اس پر گوہر شاہی گروہ بڑا سیخ پا ہوا اور مولانا نورانی کے خلاف گھٹیا بیان بازی شروع کر دی۔

آل فیتھ سپریچوئل موومنٹ کی ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے قوانین کے خلاف سرگرمیوں کے بارے میں گوہر شاہی کی تنظیم کے عہدیداروں کا دعویٰ ہے کہ یہ ہم نے نہیں بنائی ہے۔ ہم ان قوانین کے خلاف نہیں ہیں بلکہ ان کے درست استعمال کے آل فیتھ کے مطالبے کی حمایت کر رہے ہیں' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ گوہر شاہی ٹولے نے ہی یہ تنظیم قائم کی ہے اور اقلیتوں کو اکسا کر اس کے لیے اپنا آلہ کار بنایا ہے۔ آل فیتھ کے بارے میں جب علامہ شاہ احمد نورانی سے سوال کیا گیا تو انہوں نے صاف طور پر حقیقت بیان کی اور کہا کہ یہ تنظیم توہین رسالتؐ کے مجرم گوہر شاہی نے قائم کرائی ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے دباؤ ڈال کر سزا سے بچ سکے۔

آل فیتھ کو روحانیت پر یقین رکھنے والے تمام مذاہب کے لوگوں کی تنظیم کہا جاسکتا ہے۔ ناموس رسالتؐ شعائر اسلام کے تحفظ کے قوانین کو ختم کرانے کے لیے سرگرم ہیں۔ ان میں قادیانی' عیسائی' گوہر شاہی گروہ سمیت دیگر برائے نام تنظیموں کے افراد شامل ہیں۔ گوہر شاہی کی بنیادی تعلیم ہی یہ ہے کہ تم عیسائی' سکھ' ہندو' یہودی رہتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہو اگر روحانیت سیکھو۔ ایمان لانے اور نبی آخر الزماںؐ کی پیروی و اطاعت کی کوئی ضرورت نہیں۔ قادیانیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جعلی نبی بنایا اور کافر و مرتد ٹھہرے۔ گوہر شاہی ٹولے نے تو نبوت کو ہی خارج کر دیا ہے۔

✿.....✿.....✿

محمد شریف ہزاروی

توہین رسالت ﷺ کے قانون میں ترمیم

جب سے توہین رسالتؐ کا قانون نافذ ہوا ہے تو اسی دن سے اسلام دشمن ممالک ان کی تنظیمیں اور ان کی اہل کار این جی اوز نے یہ واویلا مچانا شروع کر رکھا تھا کہ پاکستان میں حقوق انسانی کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ موجودہ فوجی حکمرانوں سے پہلے تمام سیاسی حکومتوں پر امریکہ کا دباؤ تھا کہ اس قانون کو یا تو ختم کیا جائے اور یا اس میں ایسی اور اتنی ترمیم کر دی جائے کہ یہ عملاً ناکارہ اور ناقابل عمل ہو جائے۔ ان سیاسی حکومتوں نے مختلف اوقات میں یہ عندیہ ظاہر بھی کیا لیکن ان کو عملاً ترمیم کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور بوجوہ وہ اپنے بیرونی آقاؤں کی خواہش کی تکمیل نہ کر سکے اور جنرل مشرف نے ان کی آرزو کی تکمیل کر دی۔

آقائے نامدار ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ مسلمان ایک جذباتی وابستگی رکھتے ہیں۔ عملاً مسلمان کتنا ہی بے عمل کیوں نہ ہوں لیکن رسول ﷺ کی بات آ جائے تو یہ بے عمل مسلمان بھی تاریخ کے ابواب میں ایک نیا باب رقم کر لیتا ہے۔ پاکستان میں ان شاء اللہ ایسا کوئی فرد موجود نہیں (سوائے مغربی افکار کے حاملین کے) جو ناموسِ رسالت پر اپنی جان نثار کرنے کو اپنی سعادت نہ سمجھتا ہو۔ یہ مسئلہ مسلمانوں کے ایمان اور عقیدے کا مسئلہ ہے اور ایک مسلمان کے لیے سب سے زیادہ باعث تسکین یہ بات ہوتی ہے کہ وہ ناموس رسالتؐ کے لیے اپنے ایمان اور اپنے عقیدے کے تحفظ کے لیے اپنی حقیر جان کا نذرانہ پیش کر دے۔ اس لیے جس مسئلہ کے ساتھ لگاؤ میں اتنی جذباتیت ہو اور جو مسئلہ کفر و اسلام کا مسئلہ ہو اس میں کوئی ترمیم یا اس میں کسی قسم کی لچک فساد کا باعث ہو سکتی ہے' امن و امان کا ذریعہ نہیں۔

دنیا میں ہر فرقہ کے لوگوں کو اپنے مذہبی طور اطوار' مذہبی رسومات' مذہبی پیشوا اور مذہب کے ساتھ وابستگی غیر لچکدار ہوتی ہے۔ ہندو اپنے مذہبی پیشواؤں کے ساتھ عقیدت رکھتے ہیں' سکھ' مجوسی' پادری' یہود' عیسائی تمام اپنے مذہبی پیشواؤں کے ساتھ عقیدت و محبت رکھتے ہیں اور مسلمان بھی اپنے تمام مذہبی پیشواؤں کے ساتھ عقیدت رکھتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ عقیدت' محبت جناب خاتم المرسلین ﷺ

کے ساتھ رکھتے ہیں۔ اور بات صرف عقیدت ومحبت کی نہیں بات ایمان اور عقیدے کی ہے۔ دنیا کا کوئی فرقہ اپنی کسی رسم کی توہین' اپنے کسی مقتدا کی توہین برداشت نہیں کرتے تو مسلمان اس شخصیت کی توہین کس طرح برداشت کر سکتے ہیں جن کی شخصیت صرف عقیدہ ومحبت کا محور نہ ہو بلکہ عقیدت ومحبت کے ساتھ ساتھ وہ شخصیت جزو ایمان بھی ہو اور اگر کوئی بھی فرد مسلم ان کی توہین برداشت کر جائے تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس نے اپنے ایمان کے منافی بات کو برداشت کر لیا اور جب ایمان کے خلاف بات کو برداشت کر لیا جاتا ہے تو پھر اس کا مطلب ہوگا کہ اس میں ایمان نہیں اور جب ایمان نہ ہو تو اس کو مسلمان کہلانے کا حق حاصل نہیں۔

دنیا کی ہر تہذیب وتمدن' ہر مذہب اور معاشرہ ادب واحترام کا درس دیتا ہے۔ دنیا میں کوئی مہذب معاشرہ ایسا نہیں ہوگا جو کسی کی توہین کو اپنا حق سمجھتا ہو بلکہ ہر معاشرہ میں کسی نہ کسی انداز میں یہ بات ضرور رائج ہوگی کہ بدزبان اور دوسروں کی توہین کرنے والے شخص کو ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ کوئی بھی معاشرہ دوسروں کی توہین کرنے والوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ آج مغرب اپنے آپ کو مہذب معاشرہ کہتا ہے۔ امریکہ پوری دنیا میں تہذیب کا واویلا مچا رہا ہے لیکن اس کے افکار تہذیب وتمدن سے اتنے دور ہیں کہ شاید قرون مظلمہ کے ادوار میں اس کی مثال نہ ملتی ہو کہ عام شخص کی توہین نہیں بلکہ ایک ایسی شخصیت کی توہین کو یہ اپنا انسانی حق سمجھ رہے ہیں جنہوں نے پوری دنیا کو حق کا درس دیا اور حقوق سے صرف آگاہ نہیں کیا بلکہ حقوق کے راستہ پر گامزن کیا۔ ایسی شخصیت کی توہین کو اہل مغرب بنیادی انسانی حقوق سمجھتے ہیں جس چیز کو کوئی بھی ادنیٰ شرافت والا معاشرہ عیب سمجھتا ہو۔ نبی آخر الزماں کی آمد صرف مسلمانوں کے لیے ہی باعث رحمت نہیں بلکہ کفار کے لیے بھی ہے۔ اگر آپ کی آمد نہ ہوتی تو کافر کب کے عذاب میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو چکے ہوتے۔

تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون سے غیر مسلموں کو بھی تحفظ ہے کہ زندان میں داخل ہو کر ملزم کا وجود محفوظ ہو جاتا ہے' لیکن اب جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ فوری طور پر اس شاتم رسولؐ کو گرفتار نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو جرمنی یا جاپان بھاگ جانے کا موقع فراہم کیا جائے گا تو کوئی بھی غیرت مند مسلمان مجاز اتھارٹی کی طرف رجوع نہیں کرے گا۔ بلکہ مسلمان اکٹھے پہلے تو اس شاتم رسول کو جہنم واصل کریں گے پھر اس کے بعد عدالتوں کا مسئلہ ہے' وہ چلتا رہتا ہے۔ لہٰذا امن وامان کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ توہین رسالتؐ کے قانون میں کسی قسم کا رد وبدل نہ کیا جائے ورنہ بدامنی کا ایک ایسا طوفان بپا ہو جائے گا کہ پھر اس کا تھامنا حکومت کے بس میں نہ ہوگا اور کوئی بھی غیر مسلم اقلیت کسی بھی جگہ محفوظ نہیں ہوگی۔

جنرل پرویز مشرف نے سابق وزیراعظم کو اس وجہ سے گرفتار کیا تھا اور ان کو سزا بھی دے دی کہ انہوں نے ان کے طیارے کو اترنے نہیں دیا تھا۔ جنرل صاحب نے ان کی حکومت بھی ختم کی اور اس بات پر ان کو اور ان کے چھ ساتھیوں کو گرفتار بھی کر لیا تھا لیکن گرفتاری کا حکم دینے سے قبل جنرل صاحب

نے کسی کمشنر یا ڈپٹی کمشنر کو درخواست دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس حکم دینے پر وزیراعظم کی گرفتاری کا جواز بنتا ہے یا کہ نہیں؟ اگر توہین رسالتؐ کے قانون میں جنرل صاحب کا انصاف یہی کہتا ہے کہ پہلے انکوائری ہونی چاہیے تو طیارہ کیس میں بھی ان کو ایسی اصول پسندی کا مظاہرہ کرنا چاہیے تھا۔ کیا جنرل صاحب کی ذات رسالت مآب ﷺ کی عزت و ناموس سے زیادہ قیمتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! تو جنرل صاحب اگر اپنی ذات کے تحفظ کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں تو پھر مسلمان ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے لیے وہ کچھ کر گزرنے کے لیے تیار ہوں گے جس کا تصور بھی اس وقت نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ہماری درخواست یہ ہے کہ اس ترمیم کو واپس لیا جائے۔ حکومت اور مسلمانوں کو کسی آزمائش میں مبتلا نہ کیا جائے۔

تجمل کرمانی

ناموس رسالت ﷺ کے مسئلے پر مجلس مذاکرہ

انسدادِ توہین رسالتؐ ایکٹ کے تحت تفتیش کے انداز میں مجوزہ تبدیلی اور بعض دیگر خدشات ملک بھر میں علمائے کرام کے اضطراب و احتجاج کا موجب بنے۔ نئی صورت حال کیوں پیدا ہوئی' ذمہ دار کون تھا؟ یہ صورت حال بار بار کیوں پیدا ہوتی ہے؟ ان سوالات پر غور وفکر کے لیے ایک مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا۔ مجلس مذاکرہ کی تفصیلی رپورٹ حسب ذیل ہے:

قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی پاکستان

پاکستان اس وقت عالمی سیکولر اور لامذہب طاقتوں کی یلغار کی زد میں ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے مغربی تہذیب کو پوری دنیا پر مسلط کرنا اور تمام مقدس اقدار کی حرمت کو پامال کرنا مغرب کی لادین سیکولر تہذیب کا بنیادی وصف ہے۔ فکر کی آزادی کے نام سے تقدس کے ہر تصور کو اذہان سے محو کرنے کی تحریک جدید مادی تہذیب کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

حضور نبی کریم ﷺ سے مسلمانوں کا جو عشق ہے یہ امت مسلمہ کے اتحاد و یکجہتی اور روحانی قوت کا اصل راز ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو ہدف تنقید بنا کر مغربی' یہودی اور ہندو مفکرین مسلمانوں کے مرکزِ عقیدت پر وار کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں اس کا سدباب کرنے کے لیے سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ خود مسلمانوں کی حضور ﷺ سے محبت اور ایمانی غیرت و حمیت ہی بدنیت دشمنانِ اسلام و دشمنان دین کے ناپاک عزائم کے راستے میں حائل ہے لیکن لوگوں کے جذبات کو قانونی حدود کا پابند بنانے کے لیے اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کو روکنے کے لیے قانونی دفاع اور تحفظ فراہم کیا جائے۔ اس قانونی راستے سے حقیقت میں توہین رسالت کا جھوٹ موٹ کا

الزام لگا کے کسی کو نشانہ بنانے کا راستہ رک جاتا ہے اور قانونی راستے کی موجودگی میں اس کا کوئی جواز نہیں بنتا کہ لوگ خود ہی کسی کے مجرم ہونے کا فیصلہ کر کے اس کو عدالت سے ماورا سزا دینے کی کوشش کریں۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں امن و امان کی خراب صورت حال اور جہالت اور افراتفری کی وجہ سے ہر قانون کو غلط طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جھوٹی ایف آئی آر درج کرانا' جھوٹی گواہی دینا' جھوٹا الزام لگانا' غلط پرچہ درج کروانا' یہ ہمارے ملک کا معمول ہے جو صرف توہین رسالت تک محدود نہیں ہے۔ جھوٹی گواہی دینے اور جھوٹا الزام لگانے کے تدارک کے لیے قوانین موجود ہیں اور تعزیرات پاکستان کے تحت سزائیں بھی موجود ہیں۔ ایک تو ان قوانین کی تشہیر نہیں کی گئی اور دوسرے قانونی چارہ جوئی کرنے کا راستہ بہت طویل ہے' جس کے نتیجے میں عدالتوں سے لوگوں کا اعتماد اٹھ گیا ہے۔ بہت سارے بے گناہ لوگ غلط اور ناجائز الزام کے تحت حوالات میں بند ہو جاتے ہیں اور جھوٹے مقدمات میں پھنس جاتے ہیں' کیونکہ توہین رسالتؐ کے اس قانون کی زد میں بہت سارے عیسائی بھی مقدمات میں پھنس گئے ہیں اور لوکل عیسائیوں کی پشت پر دنیا کی عیسائی برادری اور منظم عیسائی چرچ اور لابیز جو ان کے حقوق کے لیے کام کرتی ہیں' موجود ہیں اور پھر پاکستان میں کام کرنے والی این جی اوز جو صیہونی اور صلیبی طاقتوں کی آلہ کار ہیں' اس طرح کے مسائل کو اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے بہت چڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ اس طرح مغربی میڈیا میں جو تصویر پیش کی جاتی ہے اس سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پاکستان کی ساری جیلیں توہین رسالتؐ کے جرم میں عیسائیوں سے بھر گئی ہیں اور بہت سارے لوگوں کو موت کی سزا دے دی گئی ہے۔ حالانکہ فردِ واحد کو بھی اس قانون کے تحت سزا نہیں ملی ہے۔ کچھ لوگوں کو نچلی عدالتوں سے سزا سنائی گئی جو اوپر کی عدالتوں نے معاف کر دی۔ گوجرانوالہ کے ایک واقعہ کا ذکر بہت کیا جاتا ہے حالانکہ اس کا توہین رسالتؐ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہاں ایک بے گناہ حافظِ قرآن کو یہ اعلان کر کے کہ اس نے قرآن جلایا ہے''لوگوں نے گھیر لیا اور اس کو تشدد اور اذیت کا نشانہ بنایا جس سے وہ قتل ہو گیا۔ وہ حافظ قرآن تھا' اس پر قرآن کریم جلانے کا جھوٹا الزام لگایا گیا۔ اگر اس کو پولیس والے اپنی تحویل میں لے لیتے اور مقدمہ درج کر لیتے تو اس کا بچانا ممکن ہو سکتا تھا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعات 193' 194' 195 اور 182 ت پ کی تشہیر کی جائے۔ مثلاً کسی بھی مقدمہ میں عدالت میں جھوٹی گواہی دینے یا Fabricate کرنے کی سزا 193 ت پ کے تحت سات سال سزائے قید اور دفعہ 194 ت پ کے تحت سزائے موت کے مستوجب کسی جرم کے مقدمہ میں جھوٹی شہادت دینے یا شہادت کو Fabricate کرنے کی سزا عمر قید یا دس سال قید بامشقت اور جرمانہ کی سزا مقرر ہے۔ ان دفعات کے تحت سزاؤں کی بڑے پیمانے پر تشہیر کر دی جائے تو توہین رسالتؐ سمیت کسی بھی دفعہ کے مقدمہ میں جھوٹا الزام لگانے والوں کی حوصلہ شکنی ہو گی اور ان کو عملاً سزا دیئے جانے کی خبروں کی بڑے پیمانے پر اشاعت سے جھوٹے الزامات لگانے والے لوگ عبرت حاصل کریں گے اور جھوٹا الزام لگانے کے ارتکاب میں بہت کمی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح دفعہ 195 ت پ کے تحت عمر قید کی سزا کے مستوجب کسی جرم کے مقدمہ میں جھوٹی شہادت دینے یا شہادت Fabricate کرنے والے کو اتنی ہی سزا دی جا سکتی ہے جتنی سزا اس جرم کے مرتکب کو دی جا سکتی ہے۔ اس دفعہ کے تحت دی جا سکنے والی سزا کی تشہیر کرنے کی ضرورت ہے۔

دفعہ 182 ت پ کے تحت کسی سرکاری افسر (بشمول تھانے کے افسران) کو غلط اور جھوٹی اطلاع (بشمول ایف آئی آر) دینے کی سزا پہلے سے مقرر ہے۔ ان قوانین کی موجودگی میں کسی دوسرے پروسیجر کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر عدالتیں اور پولیس ٹھیک کام کریں تو موجودہ قوانین بھی بے گناہ لوگوں کو بچانے کا کافی ذریعہ بن سکتے ہیں۔

محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ

توہین رسالت کا مسئلہ سب سے پہلے میں نے 1984ء میں فیڈرل شریعت کورٹ میں پیش کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی پر مشتمل ایک کتاب شائع ہوئی۔ ہم نے بار میں اس کے خلاف قرارداد منظور کی اس کے بعد دریدہ دہن مصنف کے خلاف ملک بھر کی انتہائی ممتاز اور محترم شخصیات بشمول مرحوم جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس، ایس ایم ظفر، ڈاکٹر ظفر علی راجہ غرضیکہ ہر مکتب فکر کی ممتاز شخصیات نے درخواست پر دستخط کیے جو فیڈرل شریعت کورٹ میں پیش کر دی گئی۔ درخواست کی پیروی میں ہر مکتب فکر کے علمائے کرام اور ماہرین قانون و آئین نے دلائل پیش کیے۔ طرفہ تماشا یہ ہوا کہ حکومت کی طرف سے پیش ہونے والے سید ریاض الحسن گیلانی نے اپنا موقف پیش کرتے ہوئے کہا شان رسول اکرم ﷺ میں گستاخی کے مرتکب افراد کو فوری طور پر موقع پر ہی قتل کر دینا چاہیے۔ اس کے خلاف فیصلہ لینے کے لیے کسی عدالت میں جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ عدالت نے استفسار کیا کہ آپ حکومت کے نمائندہ کی حیثیت سے کہہ رہے ہیں؟ جناب ریاض الحسن گیلانی نے پراعتماد اور پرجوش انداز میں کہا "جی ہاں" جناب والا! یہ حکومت پاکستان کا بھی موقف ہے"۔

طاہر القادری نے یہ موقف پیش کیا تھا کہ اہانت رسول ﷺ کے مرتکب ملزم کی نیت دیکھنا ہرگز ضروری نہیں اور کسی بھی نیت کو ملزم کی نیت دیکھنے کا حق حاصل نہیں۔ اس کیس میں فقہ جعفریہ کے ایک ممتاز نمائندہ الہ آباد سے آئے تھے۔

اس درخواست پر حکومت کی طرف سے متذکرہ مسئلہ پر قانون سازی کا یقین دلایا گیا مگر بعد میں معاملہ معلق کر دیا گیا۔ پھر ایک روز آپا نثار فاطمہ تشریف لائیں۔ ہم نے دوبارہ اس معاملے کا تعاقب کیا۔ مختصر بات یہ ہے کہ فیصلہ ہو گیا۔ نافذ بھی ہو گیا۔ میاں محمد نواز شریف کا دور تھا۔ حکومت کی طرف سے سپریم کورٹ میں اپیل کر دی گئی۔ میں نے میاں نواز شریف سے فون پر رابطہ کیا اور انہیں بتایا آپ کے خلاف خیبر سے کراچی تک احتجاج کا طوفان اٹھ کھڑا ہو گا۔ انہوں نے بتایا میرے علم میں نہیں ہے کہ اپیل کی گئی ہے۔ بہرحال وہ اپیل واپس لے لی گئی اور قانون بن گیا۔ اب اسے کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ کوئی

ختم کرے گا تو وہ خود ختم ہو جائے گا۔

جہاں تک حال ہی میں اٹھنے والے تنازعہ کا تعلق ہے' یہ اسی سازش کی ایک کڑی ہے جس کا سلسلہ اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے برسوں سے جاری و ساری ہے۔ توہین رسالت ﷺ ایکٹ بنتے ہی یورپی ممالک' دنیا بھر کی این جی اوز اور قادیانی ہیومن رائٹس کی تنظیمیں حرکت میں آ گئیں۔ اس قانون کے خاتمہ کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ میرے پاس تمام رپورٹیں موجود ہیں۔ جنیوا کے کنونشن میں پاکستانی حکمرانوں کی طرف سے یقین دلایا گیا "ہم اس قانون میں ترمیم کریں گے۔ پوری دنیا میں شور مچا کہ یہ قانون اصلاً قادیانیوں کے بارے میں ہے۔ 1996ء میں کلنٹن نے کہا "آپ کو یہ قانون بدلنا ہوگا۔" جرمنی کے چانسلر ہلمٹ کوہل نے کہا: "اس قانون کی موجودگی میں پاکستان کے ساتھ ہمارے تعلقات خراب ہو جائیں گے۔" اس کے بعد پاکستان سے اس جرم سے رہائی پا کر جرمنی جانے والے سلامت مسیح کو وی آئی پی پروٹوکول دیا گیا۔

میں عرض یہ کر رہا تھا اسلام دشمن طاقتیں اسی وقت سے اس قانون پر پیچ پا ہیں اور اس کے خلاف مصروف عمل ہیں۔ حالیہ تنازعہ بھی ان طاقتوں ہی کا کیا دھرا تھا۔ یہ قانون ملزموں کو تحفظ دینے کا بہترین ذریعہ بن گیا ہے۔ بعض لوگ مشتاق راج کو جیل میں قتل کرنے کے لیے پہنچ گئے تھے۔ اسی طرح ایک گستاخ رسول نے جس کا مقدمہ زیر سماعت ہے' عدالت میں دریدہ دہنی کی "انا محمد رسول اللہ" (میں محمد رسول اللہ ہوں) ڈاکٹر بریگیڈیئر اسلم اور جنرل سرفراز نے بھی یہ سنا۔ ان سے پوچھا گیا "آپ نے یہ ہرزہ سرائی کیونکر برداشت کر لی؟" انہوں نے کہا "قانون بن گیا ہے۔ ہم قانون کو ہاتھ میں نہیں لے سکتے"۔ اس طرح سے سنگین ترین جرم کا مرتکب شخص بھی اس قانون کے مطابق جرم ثابت ہونے تک محفوظ و مامون ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی

سوال ہے کہ 12 اکتوبر 99ء جب سے جنرل پرویز مشرف نے اقتدار سنبھالا اس وقت سے اب تک کوئی ایسا واقعہ رونما ہوا ہے جس کا آئین کی دفعہ 295 سی سے تعلق ہو؟ جب ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا تو 295 سی کو کس پس منظر میں چھیڑا گیا؟ موجودہ حکومت جب اقتدار میں آئی تو اس نے واضح اعلان کیا کہ ہمارے سات نکات ہیں جس کی خاطر انہوں نے اقتدار سنبھالا ہے۔ ان سات نکات میں ایک نقطہ بھی دفعہ 295 سی کے متعلق نہیں تھا۔ موجودہ حکومت کے اردگرد قادیانی اور این جی اوز کے نمائندے موجود ہیں۔ ان حضرات کی جانب سے ملک' حکومت' فوج' دین پسند افراد' عوام کے خلاف بہت بڑی سازش کی گئی اور جس میں فوجی حکومت کو ملوث کر دیا گیا۔ جب کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تو ظاہر ہوتا ہے کہ جو طاقتیں موجودہ حکمرانوں کے اقتدار کو ڈانواں ڈول کرنا چاہتی ہیں انہوں نے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا ہے۔ 295 سی کو پارلیمینٹ نے قانون سازی کے ذریعے بنایا' اس قانون میں ترمیم پارلیمنٹ کے سوا

کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ کے تحت بھی موجودہ حکومت کو آئین میں شامل اسلامی دفعات میں تبدیلی کا کوئی اختیار نہیں ملا ہے۔ کسی بھی نظام کو ناکام کرنے کے لیے اس کے طریقہ کار میں ایسی تبدیلیاں کی جاتی ہیں جس سے قانون اپنی افادیت کھو دیتا ہے۔ 295 سی کا اطلاق صرف پاکستان کے اندر ممکن ہے۔ پوری دنیا میں اس کا اطلاق ممکن نہیں۔

ہیومن رائٹس کے علمبردار کہتے ہیں کہ ہم جمہوریت کو ماننے والے ہیں۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ ملک میں عملاً ایسی صورت نظر آتی ہے۔ 295 سی کے الفاظ ہیں کوئی شخص بھی خواہ وہ مسلمان ہو' غیر مسلمان ہو' حضورؐ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوگا' اسے سزا ملے گی۔ اس قانون کا تعلق صرف غیر مسلموں سے ظاہر کرنا انتہائی غلط بات ہے۔ عوام کو مس گائیڈ کیا جا رہا ہے۔ 295 سی کا تعلق مسلم اور غیر مسلم دونوں کے ساتھ ہے' اس کا تعلق کسی اعتبار سے اقلیتوں کے ساتھ نہیں ہے۔ پاکستان میں 1984ء سے 2000ء تک 168 مقدمات 295 سی کے تحت قائم ہوئے ہیں۔ 168 مقدمات میں بعض نام نہاد مسلمانوں کے خلاف مقدمات درج ہوئے ہیں۔ ان مقدمات کی سماعت جاری ہے جن میں کچھ کو سزائیں بھی ملی ہیں۔ مثال کے طور پر گوہر شاہی' محمد یوسف اور میرپور میں ایک کتاب لکھنے والے کے خلاف بھی 295 سی کے تحت مقدمات درج کیے گئے۔ یہ شور مچانا کہ صرف اقلیتوں کا مسئلہ ہے یہ انتہائی غلط ہے۔ 16 برسوں کے دوران 168 مقدمات کا مطلب ہے ایک سال کے دوران سولہ مقدمات بنے ہیں۔ ہم تحقیقات کر رہے ہیں کتنے مقدمات مسلمانوں اور کتنے غیر مسلموں کے خلاف درج ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں 90 فیصد مسلمان اور 10 فیصد اقلیتیں ہیں۔ غیر مسلموں میں بھی کیا ہر کوئی خدانخواستہ توہین رسالتؐ کا ارتکاب کرتا ہے؟ ایسا نہیں ہے۔ درج مقدمات میں ایک اندازہ کے مطابق 100 افراد غیر مسلم ہیں۔ صرف سو افراد کی وجہ سے قانون کے طریقہ کار میں تبدیلی کی ضرورت کیوں ہے؟ قانون تبدیل کرنے کی وجہ یہ اشارہ دیتا ہے کہ جو بھی توہین کا مرتکب ہوگا اسے تحفظ دیا جائے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جو افراد توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں انہیں روکا جائے مگر انہیں تحفظ دینے کا سوچا جاتا ہے۔ یہ قانون دنیا کے لیے نہیں پاکستان کے لیے ہے۔ اس لیے ہمیں ہرگز اس بات کی ضرورت نہیں کہ ہم دنیا کی انسانی حقوق کی تنظیموں اور بڑی طاقتوں کو مطمئن کرتے رہیں۔ ہر ملک اپنے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے قانون نافذ کرتا ہے۔ ناموس رسالتؐ کا قانون 95 فیصد لوگوں کی خواہش کا اظہار ہے۔ حقوق انسانی کی تنظیموں اور جمہوریت کے علمبرداروں کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اکثریت کے خلاف اپنی بات منوا سکیں۔ میرا سوال ہے کہ قتل کی واردات ہو تو مقدمہ کے لیے ڈپٹی کمشنر کی اجازت لینی ہوتی ہے؟ ایسا نہیں ہے۔ قتل کے مقدمات میں پندرہ' بیس افراد کو نامزد کیا جاتا ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں کو یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ 15' 20 بے گناہ لوگوں کو جیلوں اور عدالتوں کی اذیت برداشت کرنا ہوگی اور انسانی حقوق کی اس خلاف ورزی کو کیسے روکا جا سکتا ہے۔ صرف چیف ایگزیکٹو کے طیارہ اغوا کیس کی مثال لیں۔ اس مقدمہ میں جتنے افراد کے نام شامل تھے کیا سب مجرم قرار پائے ہیں؟ صرف ایک مجرم

قرار پایا ہے۔ باقی سب چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ ایف آئی آر کی کوئی حتمی حیثیت نہیں ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ غلط ایف آئی آر درج ہونے سے ملک کی بدنامی ہوتی ہے۔ میرا سوال ہے نہ، ہمارا قانون اتنا صاف ہو چکا ہے کہ آئندہ کسی دوسرے مقدمہ کی غلط ایف آئی آر درج نہیں ہوگی صرف توہین رسالتؐ کے قانون کو بنیاد بنانا ٹھیک نہیں ہے۔

مفتی غلام سرور قادری

آئین کی دفعہ 295 سی کا تعلق اقلیتوں سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق ہر اس شخص سے ہے جو کسی بھی دین سے نسبت رکھتا ہو۔ خواہ وہ دین اسلام کا دعویدار ہو۔ اسلامی قانون کی کتابوں میں امام ابو یوسف کی ایک مشہور کتاب ''کتاب الخراج'' ہے جو ہارون الرشیدؒ کے فرمان پر لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں لکھا ہے ''ہر وہ مسلمان جو اسلام کا دعویدار ہو مگر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہا یا آپ کی عیب جوئی کی، آپ کی شان میں تنقیص کی اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ وہ قتل کر دیا جائے گا''۔

سب کتابوں میں لکھا ہے کہ غیر مسلم ہی نہیں مسلمان بھی اگر گستاخی کرے گا اور توبہ نہیں کرے گا تو وہ قتل کی سزا کا مستحق ہوگا۔ ہیومن رائٹس والوں سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اللہ کا بھی کوئی حق بنتا ہے اور کیا وہ رسولﷺ کا حق ماننے کو بھی تیار ہیں؟ وہ صرف اپنے حقوق کی باتیں کرتے ہیں۔ جو شخص رسولﷺ کی شان میں تنقیص کرتا ہے وہ شخص دو طرح کے حقوق تلف کرتا ہے۔ ایک رسولﷺ کا حق تلف کرتا ہے اور دوسرا ان لوگوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتا ہے جن کا ایمان رسولﷺ سے وابستہ ہوتا ہے۔ جنرل پرویز مشرف نے قانون کے طریقہ کار میں ترمیم کا غلط اقدام اٹھایا تھا۔ ان کا منصب رسول کریم کا فیضان اور عطیہ ہے۔ انہیں رسول اللہﷺ کی عزت اور ناموس کا محافظ ہونا چاہیے۔ قانون میں ترمیم سے دو نقصانات کا خدشہ ہے۔ ایک گستاخی کرنے والوں کا راستہ کھل جائے گا اور دوسرا جب مسلمان دیکھیں گے کہ حکومت انہیں روک نہیں رہی تو وہ ملزموں کو براہ راست قتل کرکے پھانسی چڑھ جائیں گے۔ توہین رسالتؐ کے مقدمے ڈپٹی کمشنروں کے حوالے نہیں ہونے چاہئیں۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ جس علاقہ میں واقعہ ہو وہاں کے علماء کو تفتیش کے لیے شامل کیا جائے۔ بعض ڈپٹی کمشنر ایسے ہیں جن کو کلمہ طیبہ نہیں آتا۔ بعض ایسے ہیں جو بسم اللہ کا ترجمہ نہیں کر سکتے۔ شان رسالت میں گستاخی کے مقدمات ان کی مرضی پر کیوں چھوڑے جائیں؟

مولانا محمد حسین اکبر

رسول اکرمﷺ کی توہین کسی حوالے سے ہو، اس کی سزا قتل ہے۔ ایسا مقدمہ حکومت کے پاس چلا جائے اس پر بھی واجب ہے کہ ملزم کو سزائے موت دے۔ ہمارے علماء کا متفقہ موقف ہے کہ اگر کسی بھی مسلمان کو اپنے جان، مال، عزت کا خطرہ نہیں اور وہ قاتل کو موت کی سزا دے سکتا ہے تو اسے کسی عدالت میں نہیں جانا چاہیے۔ کیونکہ عدالت کی اہمیت ذات رسولﷺ کی وجہ سے ہے۔ ایک نظام قائم

کرنے کے لیے ضروری تھا قانون موجود ہو' تا کہ خرابیاں روکی جائیں۔ توہین رسالتؐ کے قانون کو برقرار رہنا چاہیے۔ برقرار ہے اور برقرار رہے گا۔ کوئی حکومت مانے نہ مانے یہ حکومتوں کا محتاج نہیں۔ اس کا تعلق مسلمان کے عقیدہ اور ذات کے ساتھ ہے۔ سلمان رشدی کو تحفظ دینے کے لیے لاکھوں پاؤنڈ خرچ کر دیئے گئے۔ کیا وجہ تھی؟ اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ دشمنان اسلام کی شروع سے سازش رہی ہے کہ وہ ذات رسول ﷺ کے متنازعہ صورت میں پیش کر کے ان کی اہمیت ختم کر دے۔ ذات رسول ﷺ کا مرتبہ و مقام کے حوالے سے دیکھا جائے تو پوری کائنات سے وہ ارفع و اعلیٰ ہے اور اگر مناسبت کے لحاظ سے اسے دیکھا جائے تو پوری دنیا کے اربوں مسلمانوں کے جذبات ذات رسول ﷺ سے وابستہ ہیں۔

مونا جمل قادری

چیف ایگزیکٹو کی ایک پبلک میٹنگ میں سرسری انداز میں کی گئی بات کو بعض عناصر نے بتنگڑ بنا دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسی کوشش جو توہین رسالتؐ قانون کو غیر موثر بنانے کے لیے ہوگی' وہ اسلام دشمنی ہے۔ گزشتہ سولہ' سترہ برس میں جو واقعات ہوئے ان میں جذباتیت کا پہلو بھی سامنے آیا ہے۔ اس میں قانون کا سقم نہیں ہے بلکہ اس میں لوگوں کے رویوں کا دخل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ملک جن مسائل سے گزر رہا ہے ان کے پیش نظر حساس اور طے شدہ امور پر سیاست چمکانے اور ذاتی اہمیت بنانے کی گنجائش موجود نہیں ہے۔ موجودہ لہر کو مرحومہ ملی یکجہتی کونسل کے بے روح بدن میں دوبارہ جان ڈالنے کی کوشش سے ملی ہے۔

جب بہت سارے معاملات میں ہمارے بعض دوست کارنر ہو گئے تو انہوں نے یک لخت ملی یکجہتی کونسل کے سٹیج کو استعمال کیا اور لوگوں کے جذبات اچھال کر ایکٹو پالیٹکس میں اِن ہونے کی کوشش کی۔ اس کی بڑی دلیل نواب زادہ نصراللہ خان کا وہ بیان ہے کہ فلاں دن کی ہڑتال کا فیصلہ جی ڈی اے کرے گا۔ اگر کسی ہڑتال کی کال دینا تھی تو وہ کسی کے تابع نہیں ہونی چاہیے تھی۔ ناموس رسالتؐ کے تحفظ کا معاملہ بہت حساس ہے اور اس پر قوم کو مستقل ایک نظریئے پر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے۔ ایک ہڑتال جس کی پہلے ہی اپیل کی گئی تھی اس کے سہارے لوگوں کے جذبات کو استعمال کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں ایک ایسی بات جس کا وجود نہیں تھا اسے بعض ناکام اور مسترد شدہ لوگوں کی جانب سے بلا وجہ ایشو بنا دیا گیا اور اس کی جتنی مذمت ہو وہ کم ہے۔

میاں ۔۔لد حبیب الٰہی

295 سی کے قانون کے اندر دو طرح کے قوانین ہیں۔ ایک 295 سی کا قانون اور دوسرا جرم کا طریقہ کار وضع کرتا ہے۔ یعنی جرم سرزد ہو تو کس نے ملزم پکڑنا ہے' کس طرح سماعت ہوگی۔ تعزیرات پاکستان میں 295 سی کا اضافہ کیا گیا۔ قانون کے مطابق گستاخ رسول کو سزائے موت یا عمر قید

دینے کا فیصلہ کیا گیا جس کے خلاف سینئر وکیل اسماعیل قریشی نے 90ء میں فیصلہ کو فیڈرل شریعت کورٹ میں چیلنج کیا۔ 1991ء میں فیصلہ ہوا۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے فل بنچ جس کے سربراہ جسٹس گل محمد خان تھے' نے فیصلہ دیا کہ رسول ؐ کی شان میں گستاخی کے ضمن میں متبادل سزا نہیں ہوگی۔ بنچ نے متفقہ فیصلہ دیا کہ 295 سی میں متبادل سزا ختم کر دی جائے اور ایک محدود مدت دی' اور صرف موت کی سزا مقرر کر دی گئی۔ 295 سی کے قانون کو پارلیمنٹ بھی چاہے تو وہ ترمیم نہیں کرسکتی۔

1990ء کے بعد ہر حکومت نے اس قانون کو غیر موثر کرنے کی کوشش کی ہے۔ 295 سی کے قانون کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی مگر اس پر سخت ردعمل ہوا تو پسپائی اختیار کر لی گئی۔ اس کے بعد اس کے طریقہ کار کو ناقابل دست اندازی پولیس بنانے یا اس کے مدعی کے جھوٹا ہونے پر سزا مقرر کر دینے کے متعلق کوششیں کی گئیں۔ بے نظیر حکومت میں یہ دو متبادل تجاویز آئی تھیں۔ اس پر بھی شدید ردعمل ہوا کہ قانون کے اندر ہر چیز موجود ہے۔ اگر مدعی جھوٹی ایف آئی آر درج کراتا ہے اور عدالت جانے سے قبل پولیس تفتیش کے دوران ہی ثابت ہو جائے کہ جھوٹا مقدمہ درج کرایا گیا تو پولیس ملزم کے خلاف مجسٹریٹ کی اجازت سے کارروائی کرسکتی ہے جس کی سزا چھ ماہ مقرر ہے۔ کیس اگر عدالت میں ہو اور جھوٹی گواہی دی جائے تو ایسے ملزم کی سزا سات سال مقرر ہے۔ جھوٹی گواہی کی بناء پر کسی کو سزا ہو جائے تو ایسے گواہ کی سزا دس سال مقرر ہے۔ اگر کسی کی جھوٹی شہادت پر کسی کو انتہائی سزا ہوگئی ہو تو قانون کے تحت مدعی اور گواہ کو بھی اتنی ہی سزا ہوگی جتنی کسی دوسرے کو دی گئی ہو۔ مثلاً کسی کو سزائے موت ہوگئی ہو مگر بعد میں انکشاف ہوا کہ گواہی جھوٹی تھی تو گواہ کو بھی سزائے موت دی جائے گی۔ اس سے زیادہ جھوٹی ایف آئی آر روکنے کا کیا پیمانہ ہوسکتا ہے۔ ناقابل دست اندازی پولیس وہ جرم ہوتے ہیں جن میں معمولی قسم کا جرم ہوتا ہے۔ ہمارے قانون کے تحت قابل دست اندازی پولیس جرائم میں دفعہ 154 کے تحت کوئی بھی شخص پولیس کے پاس جا کر وقوعہ بیان کرتا ہے اور ایس ایچ او کا فرض ہے کہ مقدمہ درج کرے اور قانون کے مطابق تفتیش کرے۔ جو معمولی نوعیت کے جرم ہوتے ہیں ان میں ایک شخص الزام لگاتا ہے کہ اس کے اوپر پانی پھینک دیا گیا' اسے گالی دی گئی' گھر کے باہر ڈیک چلایا گیا' پولیس ایسے واقعات پر کہتی ہے کہ ایف آئی آر درج نہیں ہوسکتی نہ ہی ملزم کو پکڑنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ لہٰذا مدعی کو مجسٹریٹ کے پاس پہنچ کر ایف آئی آر درج کرانی پڑتی ہے۔ جن کے حکم کے بعد پولیس کارروائی عمل میں لاتی ہے۔ رسول اللہؐ کی شان میں گستاخی انتہائی سنگین نوعیت کا واقعہ ہے جسے انتہائی معمولی جرائم کی فہرست میں شامل نہیں کرنا چاہیے یہ حساس نوعیت کا معاملہ ہے جس میں جب بھی تبدیلی کا سوچا جائے گا تو انتہائی سخت ردعمل ضرور سامنے آئے گا۔ ایف آئی آر درج کرانے کے طریقہ کار سے متعلق جو تجویز دی گئی تھی وہ دراصل کان کو دوسری جانب سے پکڑنے کی کوشش تھی۔ یہ کوشش اس لیے کی گئی تاکہ معاملہ کو ناقابل دست اندازی پولیس بنا دیا جائے۔ ایسا کرنا خود توہین عدالت کے مترادف ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں کا ہمیشہ یہ مطالبہ رہا کہ ایف آئی آر درج کرانے کا طریقہ کار سہل ہونا چاہیے۔ ملک کی تمام انسانی حقوق کی تنظیموں

اور بار ایسوسی ایشنوں کا ہمیشہ یہ مطالبہ رہا ہے کہ جس آدمی کو شکایت ہو فوری ایف آئی آر درج ہو اور اس کو نقل دی جائے۔ لیکن سمجھ نہیں آتی رسول اللہؐ کی شان میں گستاخی کے خلاف ایف آئی آر درج کرانے کو مشکل کیوں بنایا جا رہا ہے۔

جناب محمد نواز کھرل

چیف ایگزیکٹو نے قانون توہین رسالتؐ میں تبدیلی کا جو اعلان کیا اس پر ہر مسلمان کا دل دُکھا اور اس کے خلاف احتجاج ہونا فطری امر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے احتجاج کیا میاں نواز شریف دور میں جب اس قانون میں تبدیلی کی کوشش ہوئی تو وہ خاموش تھے۔ میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ جماعت اہل سنت پاکستان نے بے نظیر کے دور میں بھی جب ان کے وزیر اقبال حیدر نے اس قانون میں تبدیلی کی بات کی تھی تو ہماری جماعت نے پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر مظاہرہ کیا تھا۔ نواز شریف کے دور میں بھی ہم نے داتا دربار سے پنجاب اسمبلی تک جلوس نکالا تھا۔ وہ وہی دن تھا جب وہ ایٹمی دھماکے کا اعلان کر کے لاہور پہنچنے والے تھے۔ جس کی بھی حکومت ہو جب بھی اس قانون کو چھیڑا جائے گا ہم احتجاج ضرور کریں گے۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ گستاخان رسول اور اقلیتوں کے لیے اس قانون کو چھیڑا گیا۔ کیا اس ملک میں عاشقان رسولؐ کے حقوق نہیں ہیں۔ جہاں تک یہ اعتراض ہے کہ 295 سی کے غلط مقدمات درج کرائے جاتے ہیں تو اس کے ازالہ کے لیے پہلے سے قانون موجود ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی مسلمان اپنے آقا کے نام پر ایک غلط ایف آئی آر درج کروائے گا۔

جناب مظہر سعید کاظمی

قانون توہین رسالتؐ کے ضمن میں مروجہ قانون ہی رائج ہونا چاہیے۔ اس قانون کے لیے ایف آئی آر مختلف کیوں ہو۔ اگر اس حساس اور نازک مسئلے پر ایف آئی آر جلدی درج ہو جائے تو لوگوں کے جذبات ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ جب تاخیر ہوگی تو لوگ مشتعل ہوں گے اور کوئی بے گناہ بھی اس کی زد میں آ سکتا ہے۔ وقتی طور پر جذباتی عوام کو کنٹرول کرنے اور کسی بے گناہ کو ملوث کیے جانے سے بچانے کے لیے بھی یہی ضروری ہے کہ ایف آئی آر فوری طور پر درج ہو۔

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوتؐ پاکستان

آقائے نامدارﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام جن کے صدقے انسانیت کو شرف نصیب ہوا ان کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو مہلت مہیا کرنا گستاخی کرنے کی سند دینے کے مترادف ہے۔ جنرل پرویز مشرف سے تبدیلی یا ترمیم کا اعلان کرا کے خود ان کے ساتھ زیادتی کی ہے اور ان کو ہدف تنقید بنائے جانے کا جواز فراہم کیا ہے۔

مولانا سید عطاء المہیمن بخاری

قانون توہین رسالتؑ 295 سی' تعزیرات پاکستان کی صورت میں بڑی قربانیوں کے بعد وجود میں آیا تھا۔ تعزیرات پاکستان میں 295 سی کے اضافہ کے دن سے ہی بے دین اور طاغوتی قوتیں اس کے خاتمے یا اس کو غیر مؤثر کرنے کے لیے سازشوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ خصوصا آئی ایم ایف' ورلڈ بینک اور صیہونی وصلیبی امداد پر چلنے والی این جی اوز اس قانون کے خاتمے کے لیے مسلسل دباؤ بڑھا رہے ہیں اور پاکستان کے ساتھ اپنے تعاون اور امداد کو اس قانون کے خاتمے سے مشروط کر رہے ہیں۔

موجودہ حکومت نے بیرونی دباؤ قبول کیا اور ایک طے شدہ متفقہ آئینی شق کو متنازعہ بنایا۔ حکومت کا موقف تھا کہ ''اس قانون کی وجہ سے بیرونی دنیا میں پاکستان کی رسوائی ہو رہی ہے'' چنانچہ جنرل مشرف نے اس قانون کے تحت مقدمہ کے اندراج کے طریقہ کار کو تبدیل کر کے اسے عملاً غیر مؤثر کر دیا۔ حکومت طے شدہ متفقہ آئین کو نہ چھیڑے۔ اس سے ملک میں بے چینی' عدم استحکام اور امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ خصوصاً توہین رسالتؐ کا قانون اور دیگر اسلامی قوانین ریاست کے مسلمانوں کا عقیدہ و ایمان ہے۔ ان کو چھیڑنا یا متنازعہ بنانا آئین کی بنیادی روح کو مجروح کرنے اور پاکستان کی نظریاتی اساس کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ اسلام دشمن طاقتوں کی سازش ہے کہ مسلم ممالک میں بھی اسلام کو حاکم نہ بننے دیا جائے۔ 295 سی کو غیر مؤثر کرنا بھی اسی ایجنڈے کا حصہ ہے۔

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہٗ

تحفظ ناموس رسالتؐ قانون کی خلاف ورزی پر یہودی' قادیانی اور بعض مسیحی حضرات کا واویلا غیر ملکی آقاؤں کے اشارے پر کیا گیا ہے۔ توہین رسالتؐ کا قانون جب سے نافذ ہوا ہے' اس وقت سے اس میں تبدیلی کے لیے غیر ملکی دباؤ ڈالا جاتا رہا ہے۔ بے نظیر اور نواز شریف حکومتوں میں بھی یہ تجویز تھی مگر وہ عوامی ردعمل کے خوف سے ایسا نہ کر سکے۔

✿……✿……✿

صاحبزادہ طارق محمود

تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا قانون

طریق کار کی تبدیلی کے نقصانات کیا ہوتے؟

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے 21 اپریل کو حقوق انسانی کے کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ توہین رسالتؐ کے قوانین کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے ایف آئی آر کا اندراج اس وقت عمل میں لایا جائے گا جب متعلقہ ڈپٹی کمشنر اس واقعہ کی ابتدائی تحقیقات اور چھان بین مکمل کرے گا۔ جنرل صاحب کے اس اعلان کے ساتھ ہی پورے ملک میں اضطراب اور غم وغصہ کی لہر پھیل گئی۔ مختلف دینی جماعتوں اور ان کے قائدین کی جانب سے تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کے خلاف احتجاج کا سلسلہ جاری ہوا۔ 8 مئی کو لاہور میں ملی یکجہتی کونسل میں شامل 19 دینی جماعتوں نے عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالتؐ سے متعلقہ قانون میں ترمیم کے خلاف 19 مئی کو ہڑتال کا اعلان کیا۔

گزشتہ دنوں حکومت کے سرکاری ترجمان کی طرف سے اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ حکومت تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون میں قطعاً ترمیم یا تبدیلی نہیں کرنا چاہتی بلکہ قانون کو موثر بنانے کے لیے مختلف تجاویز زیر غور ہیں۔

اولاً سرکاری ترجمان کی وضاحت ناکافی اور غیر تسلی بخش ہے۔ اگر حکومت اس قانون میں کسی ترمیم کا ارادہ نہیں رکھتی تو اس قانون کو مؤثر بنانے کے ضمن میں غور وخوض کی ضرورت ہی کیا ہے؟

ثانیاً حکومت نے اپنے طور پر یہ کیسے سوچ لیا کہ تحفظ ناموس رسالت کا قانون غیر موثر ہوگیا ہے۔ حکومت کے پاس کیا گارنٹی ہے کہ قانون کے طریق کار میں تبدیلی کے بعد قانون مؤثر ثابت ہوگا یا مزید غیر مؤثر ہو جائے گا۔

ثالثاً انسانی حقوق کے حوالہ سے ہونے والی تقریب میں مجوزہ اعلان چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز

مشرف نے کیا تھا۔ ان کے واضح اعلان اور اخباری رپورٹنگ کے بعد نامعلوم سرکاری ترجمان کی وضاحت کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ ناموس رسالتؐ غیر معمولی مسئلہ ہے۔ جو بات جنرل صاحب نے کہی ہے' مسئلہ کی نزاکت کے پیش نظر اس کی تردید بھی انہی کے ذمہ ہے۔

تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون کے طریقہ کار میں مجوزہ تبدیلی کا اعلان نیا نہیں بلکہ یہ اسی تسلسل کا حصہ ہے جسے ماضی کی حکومتوں بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف نے ترمیم کرنے میں پوری کوشش کی۔ بھاری مینڈیٹ کی دعویدار شریف حکومت کے نشیمن پر جنرل پرویز مشرف بجلی بن کر گرے۔ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ انہیں ان کی ناقص پالیسیاں اور خوشامدی مشیر لے ڈوبے۔ لیکن ان کے زوال اور تنزلی کا حقیقی سبب تحفظ ناموس رسالتؐ کا یہی قانون تھا جس میں انہوں نے ترمیم کر کے عذاب خداوندی کو دعوت دی تھی۔ موجودہ حکومت کے سربراہ نے قانون ناموس رسالتؐ کے تحت مقدمہ کی ایف آئی آر کو صرف ڈپٹی کمشنر کی چھان بین اور تفتیش سے مشروط کرنے کا اعلان کیا ہے جبکہ سابق وزیراعظم میاں نواز شریف نے تو چھ افراد پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی کے ذمہ ابتدائی چھان پھٹک کا کام لگایا تھا۔ اس خصوصی کمیٹی میں ڈپٹی کمشنر' ایس ایس پی کے علاوہ علاقہ کی اچھی شہرت کے حامل ایماندار' سچے دو مسلمان اور دو عیسائی منتخب کیے جاتے تھے۔ اس کمیٹی کی تسلی' تشفی اور چھان بین کے بعد کمیٹی ہی کی رپورٹ پر ایف آئی آر درج ہونا تھی۔ 14 جون 1999ء کو قومی اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں کے مطابق وزیراعظم نواز شریف نے توہین رسالتؐ کے تحت ایف آئی آر کے اندراج کے قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی تھی۔ خبر ملاحظہ فرمائیں:

"وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے وفاقی وزیر مذہبی امور راجہ محمد ظفر الحق کی رپورٹ پر توہین رسالتؐ کے مبینہ واقعات میں ایف آئی آر کے اندراج کے قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے۔ یہ انکشاف قومی اسمبلی کے رکن اور سابق وزیر مملکت ڈاکٹر روفن جولیس نے راجہ ظفر الحق کی زیر صدارت اسلام آباد میں منعقدہ اجلاس میں شرکت کے بعد صحافیوں سے بات چیت کے دوران کیا"۔

قبل ازیں بے نظیر بھٹو کے دور میں توہین رسالتؐ کے قانون کو ختم کرنے کی پوری کوشش ہوئی جو اللہ کے فضل و کرم اور اہل وطن کی غیرت دینی کے باعث کامیاب نہ ہو سکی۔ بے نظیر بھٹو نے پہلے اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیا۔ جولائی 1994ء میں ان کے وزیر قانون اقبال حیدر نے بیرون ملک ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"وفاقی کابینہ نے توہین رسالتؐ قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے اور اس ترمیم سے اب پولیس کو اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو گرفتار کرنے اور جیل بھیجنے کا اختیار حاصل نہیں رہا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت ملک میں مذہبی انتہا پسندی نہیں چاہتی"۔

اپریل 1995ء میں بے نظیر بھٹو حکومت کی وفاقی کابینہ نے توہین رسالتؐ قانون میں دو

ترامیم کی منظوری دے دی۔ ان ترامیم کے تحت توہین رسالتؐ کے الزام میں مقدمہ ایک اعلیٰ جوڈیشنل افسر' جو ڈپٹی کمشنر کے مساوی مرتبہ کا ہو' کی تحقیقات کے بعد درج ہوگا اور جھوٹا مقدمہ قائم کرنے والے شخص کو دس سال تک قید کی سزا سنائی جاسکے گی۔ 20 اپریل 1995ء کے تمام قومی اخبارات میں حقوق انسانی کے مشیر سید کامران حیدر رضوی کے حوالہ سے سرخیوں کے ساتھ ترامیم کی منظوری کی خبریں شائع ہوئیں۔ ان ترامیم کو قومی اسمبلی میں پیش کیا جانا تھا۔ قانون ساز اداروں کی منظوری کے بعد ان کا نفاذ عمل میں لایا جانا تھا کہ بےنظیر بھٹو حکومت غفرلہ ہوگئی۔

تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون 295 سی میں ترامیم کر کے اسے غیر مؤثر بنانے میں ماضی کی ان دو حکومتوں کے کردار کا اجمالی جائزہ ہم نے پیش کیا جو عوامی' جمہوری حکومتیں ہونے کی دعویدار تھیں۔ اہل وطن کی دینی غیرت وحمیت جانتے ہوئے بھی سابق حکمرانوں نے غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون سے مذاق روا رکھا۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کی کرشمہ سازی کہ دونوں سابقہ حکومتیں تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون کو ختم کرتے ہوئے ختم ہوگئیں۔ موجودہ حکومت سابقہ حکومتوں کی طرح تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون کے طریق کار میں تبدیلی کی خواہش مند ہے۔ چونکہ دفعہ 295 سی ناقابل ضمانت ہے۔ اصل سازش یہ ہے کہ اسی قانون کو ناقابل دست اندازی پولیس بنایا جائے۔ طریق کار کی تبدیلی درحقیقت اسی سازش کی کڑی ہے۔ تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون کے تحت ایف آئی آر کے اندراج سے قبل متعلقہ ڈپٹی کمشنر کی منظوری مقدمہ کو کمزور کرنے اور ملزم کو تحفظ فراہم کرنے کا باعث بنے گی۔ یہ بات محتاج وضاحت نہیں کہ ڈپٹی کمشنر پورے ضلع کا چیف ایگزیکٹو ہوتا ہے جس تک عام آدمی کی رسائی ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ہر ڈپٹی کمشنر اپنے ضلع میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے فرائض بھی سرانجام دیتا ہے۔ عدالتی فرائض کے علاوہ لاء اینڈ آرڈر برقرار رکھنے' فرقہ واریت پر قابو پانے' مختلف سرکاری محکموں کی نگرانی کرنے' دہشت گردی وتخریب کاری کے سدباب جیسے اہم اور حساس مسائل کی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈپٹی کمشنر کے کاندھوں پر ہوتا ہے۔ ان فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ صدر مملکت' وزیراعظم' گورنر' وزیراعلیٰ اور دیگر وزراء کا استقبال کرنا اور سایہ کی طرح ساتھ ساتھ رہنا بھی ڈپٹی کمشنر کی ڈیوٹی میں شامل ہے۔ اکثر مقدمات کے سلسلہ میں ڈپٹی کمشنر کو ہائی کورٹ میں پیشی بھی بھگتنا پڑتی ہے۔ ان مصروفیات اور انتظامی امور کے جھمیلوں کی صورت میں ڈپٹی کمشنر توہین رسالتؐ کے استغاثہ کی تفتیش کے لیے دور افتادہ گاؤں یا کسی سب ڈویژن مقام تک پہنچنے کے لیے کیسے وقت نکال سکے گا؟

کسی بھی وقوعہ کی ابتدائی اطلاع متعلقہ تھانہ یا چوکی پولیس میں دینے کا بڑا مقصد پولیس کی بروقت کارروائی سے ملزمان کو قابو کرنا ہوتا ہے مگر کسی واقعہ میں ملزم ہی گرفتار نہ ہوسکے اور وہ قانون کے ہاتھوں سے نکل کر محفوظ ہاتھوں میں پہنچ جائے تو ایسی صورت میں ڈپٹی کمشنر کی تفتیش کے بعد ایف آئی آر کا اندراج کیا ''بعد از مرگ واویلا'' کے مترادف نہیں ہوگا؟ ہماری پولیس اور اس کی کارکردگی کیسی بھی ہو؟ لیکن یہ حقیقت ہے کہ تھانہ 24 گھنٹے کھلا رہتا ہے جبکہ ڈپٹی کمشنر کا دفتر 24 گھنٹے کام نہیں کرتا۔ دفتری

اوقات کے بعد ڈپٹی کمشنر کے بنگلہ تک رسائی اور شنوائی دونوں ممکن نہیں۔ پورے ضلع میں بے شمار تھانے موجود ہیں۔ ہر کوئی اپنے علاقہ کے متعلقہ تھانے سے باآسانی رجوع کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس ڈپٹی کمشنر کا دفتر پورے ضلع میں ایک ہی ہوتا ہے جہاں تک پہنچنا اور ضلعی سربراہ سے رابطہ کرنا انتہائی مشکل ہے۔ پھر یہ ضروری نہیں کہ ڈپٹی کمشنر ہر وقت دفتر میں دستیاب ہو۔ توہین رسالتؐ کے کیس کی صورت میں ڈپٹی کمشنر کی تفتیش کے بعد ایف آئی آر کے اندراج کا فائدہ مدعی کو کم اور ملزم کو زیادہ پہنچتا ہے۔ ماضی میں دیکھا گیا ہے کہ توہین رسالتؐ کے مرتکب ملزمان نہ صرف یہ کہ قانون کے لمبے اور مضبوط ہاتھوں کے باوجود بچے رہے بلکہ انہیں بیرون ملک بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ پہنچایا گیا۔

ڈپٹی کمشنر کی تفتیش اور چھان بین کے نتیجہ میں ایف آئی آر کے اندراج کے ضمن میں مدعی کو رکاوٹوں اور مشکلات کی کیسی پل صراط سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جسے اس کا تلخ مشاہدہ ہوا ہو۔ حال ہی میں گوہر شاہی کے خلاف عدالتی فیصلہ منظر عام پر آیا ہے لیکن بہت کم لوگوں کو علم ہوگا کہ ان کے خلاف ایف آئی آر درج کروانے میں کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟ اس مقدمہ کے مدعی مولانا احمد میاں حمادی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈو آدم (سندھ) کے امیر ہیں۔

جماعتی معاونت اور ذاتی پیروی کے باوجود مدعی کئی ماہ مسلسل اعلیٰ حکام کے دفاتر کے چکر کاٹتے رہے۔ مقامی انتظامیہ نے برابر سرد مہری اور عدم دلچسپی کا ثبوت دیا۔ تمام حقائق' ٹھوس شواہد' تحریری و تقریری ثبوت کے باوجود ماہ دسمبر 1998ء میں دی جانے والی درخواست پر 2 مئی 1999ء کو ڈپٹی کمشنر اور ایس پی کی منظوری کے بعد ایف آئی آر درج ہوئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ریاض احمد گوہر شاہی روپوشی کے بعد مفرور ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ ان کی عدم پیروی کے بعد عدالت نے فیصلہ سنا دیا۔ چند روز پہلے فیصل آباد میں تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون کے تحت ڈپٹی کمشنر کی چھان بین کے بعد ایف آئی آر درج کروانے والے مدعی رانا محمد شاہد کا بیان اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ "ایک مذہبی تنظیم اگر ان کا ساتھ نہ دیتی تو یہ مقدمہ بھی درج نہ ہوتا اور انہیں ایف آئی آر کے اندراج کی مشکلات نے ذہنی طور پر مفلوج کر کے رکھ دیا۔ مجوزہ طریق کار کی تبدیلی سے ایک بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ ایف آئی آر کا اندراج مدعی کے بس کی بات نہیں۔ طریق کار کی تبدیلی کے بعد کسی نہ کسی دینی جماعت یا تنظیم کی مداخلت ضروری ہو جائے گی۔ نتیجتاً لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ کھڑا ہو جائے گا۔

ہر حکومت انصاف کو شہریوں کے گھروں کی دہلیز تک پہنچانے کی دعویدار رہی ہے۔ ماضی کی حکومتوں نے تحصیل کی سطح پر چودہ شہروں کو ضلع کا درجہ دیا۔ تقریباً 34 نئے اضلاع بنانے کا مقصد یہ تھا کہ شہریوں کو ان کے گھروں کے قریب انصاف میسر آئے۔ اسی طرح ٹاؤن کمیٹیوں کو تحصیل کا درجہ دیا گیا۔ اس اقدام کا مقصد یہی تھا کہ شہریوں کو دور دراز سفر کی صعوبتوں سے بچایا جائے اور دینی تصفیہ طلب امور اور دیگر سہولتیں اپنے علاقہ میں میسر آئیں۔ بہاولپور' راولپنڈی اور ملتان ہائی کورٹ بنچ کا قیام اسی مقصد کی کڑی ہے۔ کیا یہ افسوس کا مقام نہیں کہ باقی تمام مقدمات و معاملات میں شہریوں کو ان کے گھروں

کے دروازوں کی دہلیز پر قانونی سہولتیں میسر ہوں لیکن توہین رسالتؐ کے مسئلہ پر مدعی کو در بدر کی ٹھوکریں کھانا پڑیں۔ افسروں اور حکام بالا تک رسائی میں پاپڑ بیلنے پڑیں' اس تمام صورت حال کے پیش نظر تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون کے تحت طریقہ کار میں مجوزہ تبدیلی کی شکل میں عملاً دشواریاں بالآخر توہین رسالتؐ کے مقدمات کے عدم اندراج پر منتج ہوں گی۔

نہایت افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ تحفظ ناموس رسالتؐ قانون کی سب سے زیادہ مخالفت مسیحی اقلیت کے وہ رہنما کر رہے ہیں جن کا اپنا مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ان کا طرز عمل ان کی کتاب انجیل اور ان کی مذہبی تعلیمات کے قطعی منافی ہے۔ اس حوالہ سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم یہ حقیقت بھی منظر عام پر لانا چاہتے ہیں کہ تحفظ ناموس رسالتؐ دفعہ 295 سی کا قانون مسیحی اقلیت سے متصادم نہیں نہ ان کے لیے خطرہ کا باعث ہے۔ جب ان کا دعویٰ ہے کہ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی عزت و تکریم کو واجب سمجھتے ہیں تو پھر انہیں اس قانون سے خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک شریف شہری جو چوری' ڈکیتی کا تصور بھی نہیں کر سکتا تو پھر اسے 411/308 اور 452 دفعات سے ڈرنے کی ضرورت ہے نہ اس کی مخالفت کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ یہ دفعات تو اسے تحفظ فراہم کرتی ہیں۔ 1994ء میں ہائی کورٹ کے فل بنچ نے اپنے فیصلہ میں لکھا تھا کہ ناموس رسالت کا قانون اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ 295 سی تحفظ ناموس رسالتؐ قانون سے کسی کو خطرہ ہوسکتا ہے تو وہ قادیانی گروہ ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی ذات کے لیے نبی بلکہ خاتم النبیین' اپنے ساتھیوں کے لیے صحابی' بیوی کے لیے ام المومنین' بیٹی کے لیے سیدۃ النساء اپنے نائبین کے لیے خلیفۃ المسلمین جیسے القابات اور شعائر اسلامی اختیار کر کے اہانت رسالت مآب ﷺ اہانت صحابہؓ اہانت اہل بیتؓ اور اہانت اسلام کا ارتکاب کیا۔ یہی عقائد ان کے ماننے والوں کے ایمان کا حصہ ہیں۔ قادیانیوں کی کتب اور ان کے سارا لٹریچر اس قانون کی زد میں آتا ہے۔ کیا اس قانون کی مخالفت کر کے مسیحی اقلیت کے رہنما قادیانیوں کو تحفظ فراہم نہیں کر رہے؟ یہ بات جھٹلائی نہیں جاسکتی کہ قانون تحفظ ناموس رسالتؐ کے نفاذ کے بعد چند برس تک مسیحی رہنماؤں نے کسی خاص ردعمل کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ان کا طرز عمل قطعی ایسا نہیں تھا جیسا جارحانہ انداز انہوں نے آج کل اختیار کر رکھا ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جو قانون جناب رسالت مآب ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت کرتا ہے مسیحی راہنما اسے کالا قانون قرار دے کر اس کی منسوخی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

1994ء میں قومی اسمبلی کی سطح پر حکومت نے تحفظ ناموس رسالتؐ کے عنوان سے نو افراد پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی تھی جس میں وزیر داخلہ نصیراللہ خان بابر' وزیر قانون اقبال حیدر اقلیتی نمائندے فادر جولیس ایم این اے' طارق سی قیصر ایم این اے کے علاوہ مسلمان ایم این اے بھی شامل تھے۔ پہلا اجلاس وزیر داخلہ کی صدارت میں وزیر قانون کی موجودگی میں منعقد ہوا تھا جس میں چار مسلمان اور چار اقلیتی نمائندوں نے شرکت کی تھی۔ کسی بھی ایک اقلیتی نمائندے نے تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کرنے' اسے ختم کرنے یا سزائے موت کو تبدیل کرنے کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ تاہم اس اجلاس میں

انہوں نے بعض اوقات قانون کے غلط استعمال سے متعلق خدشات اور تشویش کا اظہار ضرور کیا تھا۔

تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون میں تبدیلی' ترمیم یا اس کے طریق کار میں تبدیلی ہمارے فوجداری نظام کے خلاف ایک خطرناک سازش ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے موجودہ سیٹ اپ میں قانون کا غلط استعمال معاشرتی روگ بن گیا ہے لیکن کسی بھی قانون کے غلط استعمال کا یہ مطلب نہیں کہ اس قانون کو ہی ختم کر دیا جائے۔ بے شمار بے گناہ شہری قانون کے غلط استعمال کے باعث جیلوں میں بند پڑے ہیں۔ حقوق انسانی کی تنظیمیں اس جانب کیوں توجہ نہیں دیتیں۔ ان بے گناہوں پر قانون کے غلط استعمال پر کوئی ادارہ نہیں بولتا۔ ان کے بنیادی حقوق سے متعلق کوئی تنظیم عملاً کچھ نہیں کرتی۔ حکومتیں اپنے مخالفین کو دبانے' جھکانے کے لیے خود قانون کے غلط استعمال کا ارتکاب کرتی ہیں۔ ماضی میں بعض سیاست دانوں پر بلا جواز جھوٹے مقدمات بنائے گئے۔ چوہدری ظہور الٰہی مرحوم پر تو بھینس چوری کا مقدمہ قصہ پارینہ بن گیا ہے۔ ہمارے ہاں قانون کا غلط استعمال پولیس کی نافرض شناسی' رشوت خوری' دولت کی غلط تقسیم' خاندانی وقار اور بے جا انا پرستی کی بنا پر ہے۔ ملک میں قتل' اغواء' ڈکیتی برائے تاوان' دہشت گردی و تخریب کاری جیسے گھناؤنے جرائم کی ایف آئی آر درج کرانے کی پیشگی شرائط وضع نہیں کی گئیں۔ یہاں تک کہ انسداد دہشت گردی کی عدالتوں میں زیر سماعت مقدمات کی ایف آئی آر بھی معمول کے مطابق درج کی جاتی ہیں۔ تعزیرات میں فقط تحفظ ناموس رسالتؐ دفعہ 295 سی کا قانون ہی ایسا ہے کہ جس کے ساتھ ہر حکومت امتیازی سلوک روا رکھنے کی مذموم کوشش میں مصروف رہتی ہے۔ اگر آج اس قانون کے طریق کار میں تبدیلی ہوتی ہے تو اس کا جواز بنا کر کل دوسرے قوانین کے طریق کار میں تبدیلی بھی ممکن ہو سکتی ہے۔ اگر توہین رسالتؐ کے قانون کے طریق کار کو مشکل اور گنجلک بنا دیا گیا تو یقیناً ایسے مقدمات کی ایف آئی آر کا مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے نتائج بھیانک اور خطرناک ثابت ہوں گے۔ فوری اور موثر کارروائی نہ ہونے کی صورت میں توہین رسالتؐ کے مرتکب افراد کی جسارتوں میں اضافہ ہوگا۔ ایف آئی آر درج نہ ہونے کی صورت میں ان کی مزید حوصلہ افزائی ہوگی۔ دوسری طرف حصول انصاف میں عدم توازن کے باعث غیرت مند مسلمان ڈپٹی کمشنر کے دفتر کے چکر لگانے کی بجائے قانون کو ہاتھ میں لینا شروع کر دیں گے۔ ماضی گواہ ہے کہ یہ مسئلہ قانون کا محتاج نہیں۔ تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون میں ترمیم یا تنسیخ کی صورت میں گھر گھر غازی علم دین اور حاجی مانک جنم لیں گے۔ مسلمان گستاخ رسول ﷺ کو کیفر کردار تک پہنچانے میں سعادت سمجھتے ہیں۔

تحفظ ناموس رسالتؐ قانون کے غلط استعمال کے دعویٰ کے پیش نظر مسیحی افراد پر 295 سی کے تحت قائم شدہ مقدمات کا تجزیہ کرنے سے صورت حال واضح ہو جاتی ہے۔ گزشتہ دنوں تھانہ غلام محمد آباد فیصل آباد میں ایک مسیحی کے خلاف توہین رسالتؐ کے تحت مقدمہ درج ہوا ہے۔ تحفظ ناموس رسالتؐ قانون کے تحت درج ہونے والا یہ تازہ ترین واقعہ ہے' جس کی ایف آئی آر ڈپٹی کمشنر اور اعلیٰ حکام کی چھان بین اور مکمل انکوائری کے بعد درج ہوئی۔ واقعہ کی تفصیل 4 مئی 2000ء کے ''ڈیلی رپورٹ'' اخبار

میں شائع ہوئی ہے۔ اس واقعہ کی ایف آئی آر تھانہ کا گھیراؤ کر کے یا عوامی دباؤ کے تحت درج نہیں ہوئی بلکہ ڈپٹی کمشنر کی پوری تسلی، حکومت کے مجوزہ طے شدہ اور اعلان کردہ طریق کار کے مطابق اس کا اندراج عمل میں لایا گیا۔ یہ واقعہ ہم نے بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ اس واقعہ سے تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون کے غلط استعمال کے دعویٰ اور پراپیگنڈہ کی کیا قلعی کھل نہیں جاتی؟ گوجرانوالہ کے واقعہ توہین رسالتؐ نے بین الاقوامی سطح پر خاصی شہرت پائی تھی۔ کیا ہی اچھا ہوتا، حکومت ایک خصوصی ٹریبونل قائم کرتی جس کے ذریعے غیر جانبدارانہ طور پر اقلیتوں بالخصوص مسیحی اقلیت کے افراد کے خلاف درج شدہ توہین رسالتؐ کے مقدمات پر غور وخوض کے بعد ایک جامع رپورٹ منظر عام پر لائی جاتی۔ اس طرح توہین رسالتؐ قانون کے غلط استعمال کی حقیقت کے علاوہ عالمی سطح پر پاکستان کے خلاف کیے جانے والے منفی پراپیگنڈہ کا ازالہ ممکن ہوتا۔ مسیحی اقلیت کے افراد کی جانب سے اہانت رسالت کے واقعات کا تسلسل اس بات کا ثبوت ہے کہ حقوق انسانی کمیشن اور این جی اوز کا کاروبار ایسے افسوس ناک واقعات سے وابستہ ہے۔ حالات و واقعات کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حقوق انسانی کمیشن کے قیام اور این جی اوز کی سرگرمیوں میں اضافہ کے ساتھ ہی توہین رسالتؐ کے واقعات میں بتدریج اضافہ ہوا۔ 17 مئی 1986ء میں اسلام آباد کے ایک ہوٹل کی تقریب میں تقریر کے دوران عاصمہ جہانگیر نے جناب رسالت مآب ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ ملک بھر کے دینی حلقوں میں شدید احتجاج ہوا۔ اس واقعہ کے ردعمل میں تحفظ ناموس رسالتؐ قانون کے لیے تحریک چلائی گی۔ اس کے نتیجہ میں اس قانون کا نفاذ عمل میں آیا۔ 1988ء میں پاکستان میں انسانی حقوق کمیشن قائم کیا گیا۔ تب سے عاصمہ جہانگیر جیسی لادین اور قادیانیت نواز خواتین اس محاذ پر سرگرم عمل ہیں۔ ہیومن رائٹس اور امن کے لیے بھارت کے دورہ خیر سگالی کے دوران عاصمہ جہانگیر نے قومی غیرت اور ملی حمیت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ انھی ناپسندیدہ سرگرمیوں کے باعث عاصمہ جہانگیر کو اسلام اور وطن دشمن طاقتوں کے علاوہ حقوق انسانی کے بین الاقوامی اداروں کی مکمل معاونت حاصل ہے۔ مسیحیوں اور خواتین کے مراکز مقدمات میں عاصمہ جہانگیر نے پیروی کر کے بین الاقوامی تنظیموں سے امداد کی بھاری رقوم وصول کی ہیں جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ کاش کوئی جرات مند حکومت ''کاری تاس'' جیسی تنظیموں کے بینک اکاؤنٹ اور دیگر اثاثوں کی چھان بین کرتی تو یقیناً تعجب خیز حقائق منظر عام پر آتے۔ بشپ جان جوزف کی نام نہاد خودکشی کا ڈرامہ ملنے والی بیرونی امداد کی تقسیم کا شاخسانہ تھا۔ چند برس پہلے توہین رسالتؐ کے بعض مقدمات میں دس دس لاکھ روپے کی بھاری فیسیں دی گئیں۔ توہین ۔ تؐ ے مقدمات پ بے دریغ خرچ کس بات کی غمازی کرتا ہے؟

مسیحی اقلیت کے رہنماؤں کی طرف سے توہین رسالتؐ قانون کو ختم کرنے کے مطالبہ کا ایک مخصوص پس منظر ہے، جس کے تناظر میں دیکھ ۔ یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ توہین رسالتؐ قانون کی منسوخی کا مطالبہ مسیحی رہنماؤں کے مطالبات اور عزائم کا دیباچہ ہے۔ پہلے مطالبہ سے منسلک دوسرا مطالبہ جداگانہ طریق انتخاب کی تنسیخ اور مخلوط انتخاب کی ترویج کا ہے جس کی لابنگ اور

تحریک شروع کر دی گئی ہے۔ مسیحی اقلیت کے رہنما قادیانی جماعت کی زبان بول رہے ہیں۔ چھپ کر وار کرنا اور دوسرے کے کاندھوں پر بندوق رکھ کر چلانا قادیانیوں کی فطرت کا خاصہ ہے۔ 1974ء کی پارلیمینٹ کے ہاتھوں غیر مسلم اقلیت قرار پانے والی اقلیت کے لیے 1984ء کا امتناع قادیانیت آرڈیننس کا نفاذ دوسرا دھچکہ جبکہ تحفظ ناموس رسالت کا قانون تیسرے دھچکے کے مترادف تھا۔ کسی چوتھے دھچکے سے بچنے کے لیے انہیں ایسی اقلیت کی ضرورت تھی جو ان کے لیے ڈھال کا کام دے سکتی۔ نواز شریف کے پہلے دور میں شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کے اندراج کا مطالبہ اصولی طور پر حکومت نے تسلیم کر لیا۔ ملک کے مختلف شہروں میں احتجاجی مظاہرے کر کے مسیحی اقلیت کے رہنماؤں نے اس فیصلہ کو سبوتاژ کیا۔ حالانکہ قومی شناختی کارڈ میں مذہب کے کالم کے اضافہ سے حقیقی طور پر متاثر ہونے والی قادیانی اقلیت تھی۔ شیعہ سنی کشیدگی ہو یا مسیحی مسلم فسادات' پسِ پردہ قادیانی گروہ اپنا کام دکھاتا ہے۔ لاہور میں چند برس پہلے امام بارگاہ کو آگ لگانے والا ایک نوجوان موقع پر پکڑا گیا۔ تحقیقات کرنے پر قادیانی نکلا۔ تین برس پہلے شانتی نگر خانیوال میں عیسائی مسلم فسادات کا سانحہ رونما ہوا۔ لاہور ہائی کورٹ کے جج جناب جسٹس تنویر احمد خان پر مشتمل یک رکنی ٹریبونل نے خانیوال جا کر سارے وقوعہ کا جائزہ لیا۔ بیانات قلم بند ہوئے۔ ٹریبونل نے جماعت احمدیہ کے امیر نور نبی قادیانی کو واقعہ کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے' جو کلمہ کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا۔ ہماری پاک مسلح افواج جغرافیائی سرحدوں سے متعلق بہت حساس واقع ہوئی ہے۔ نظریاتی سرحدوں کی حفاظت اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔

❁ ... ❁ ... ❁

حافظ شفیق الرحمٰن

19 مئی یوم تشکر

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے توہین رسالت کے مقدمے میں اندراج کے طریق کار میں تبدیلی کا فیصلہ واپس لے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ انہیں اس بات کا کامل ادراک ہو چکا ہے کہ پاکستان 1923ء کا ترکی نہیں کہ یہاں عوام اتاترک ازم کی پذیرائی کریں۔ یہاں جس حکمران نے بھی ''اتاترکانہ اقدام'' اور روایات کو متعارف کروانے کی کوشش کی' اسے آخرکار ہزیمت اور پسپائی کا سامنا کرنا پڑا۔ جنرل پرویز مشرف کے اس دانشمندانہ فیصلے پر پاکستان کے کروڑوں عوام نے سجدہ شکر ادا کیا ہے جبکہ عیسائی یورپ اور صیہونی سامراج کے آلہ کاروں کے ہاں صف ماتم بچھی ہوئی ہے۔ یہ جیت دراصل شمع ختم نبوت کے پروانوں کی جیت ہے...... یہ جیت عظیم ریسرچ سکالر اور عالمی شہرت کے حامل قانون دانوں جناب اسماعیل قریشی' جناب ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی اور جناب رشید مرتضٰی قریشی کی جیت ہے...... یہ جیت نوجوان مصنف اور فاضل محقق جناب محمد متین خالد کی جیت ہے' جنہوں نے نواز دور میں ''کیا امریکہ جیت گیا؟'' نامی مبنی بر حقائق تحقیقی کتاب لکھ کر عوام کے سامنے اس سازش کو بے نقاب کیا کہ ہمارے نام نہاد شریف حکمران قانون توہین رسالت ﷺ پر عمل درآمد کے خاتمے کی یقین دہانی کروا کے ''امریکہ بہادر'' سے اپنے اقتدار کی درازی کی بھیک مانگ رہے ہیں...... یہ جیت آپا نثار فاطمہ مرحومہ کی جیت ہے' جن کی کوششوں اور کاوشوں کا ثمرہ قانون توہین رسالت ہی کی موجودہ شکل میں سامنے آیا...... یہ جیت قاضی حسین احمد' شاہ احمد نورانی' مولانا فضل الرحمٰن اور پروفیسر ساجد میر کی جیت ہے...... یہ جیت غازی علم الدین شہیدؒ کے نقش قدم پر گامزن کیمپ جیل لاہور میں پابند سلاسل احمد شیر خان نیازی کی جیت ہے...... احمد شیر خان نیازی جس کا نام بقول علامہ ابو نیپو خالد الازہری ''پوری ملت اسلامیہ کی آبرو ہے''...... اور یہ جیت پاکستانی عوام کے حقیقی نمائندوں علمائے کرام کی جیت ہے...... اس کار خیر میں ہر اس شخص نے حصہ ڈالا ہے' جو یہ سمجھتا ہے کہ نبض ہستی صرف اور صرف محمد عربی ﷺ کے نام نامی کی لطیف حرارت اور اسم گرامی کی گداز آنچ کی وجہ سے تپش آمادہ ہے۔ یہ جیت پاک افواج کے ان تمام جرنیلوں

اور سپاہیوں کی جیت ہے جو ایمان' تقویٰ اور جہاد کے فروغ کو اپنی زندگیوں کا ارفع ترین مقصد اور اعلیٰ ترین نصب العین تصور کرتے ہیں۔

چیف ایگزیکٹو کا یہ خرد افروز اور ایمان پرور فیصلہ امریکی' اسرائیلی' مغربی اور بھارتی ایجنڈے پر کام کرنے والی این جی اوز کے ریشمی رخساروں پر فولادی گھونسے کی حیثیت رکھتا ہے۔ خدانخواستہ اگر چیف ایگزیکٹو یہ فیصلہ نہ کرتے تو پاک سرزمین کے 14 کروڑ عوام 1954ء اور 1974ء کی تحریک ختم نبوت اور 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کے علم میں اپنے گریباں کے چاک سمونے کے لیے میدان عمل میں کود پڑتے ہیں۔ 19 مئی کی ہڑتال کی کامیابی سو فیصد یقینی تھی۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس ہڑتال کی کال تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے عنوان سے دی گئی تھی۔ جن این جی اوز کے نمائندوں کے عاقبت نااندیشانہ مشورے پر چیف ایگزیکٹو نے قانون توہین رسالتؐ کے تحت مقدمات کے اندراج کے طریق کار میں تبدیلی کے فیصلے کا اعلان کیا تھا' جب عوامی غیظ و غضب کا آتش فشاں پھٹ پڑتا تو ان مومی پتلوں میں کہاں اتنی جرأت تھی کہ اس کا سامنا کر سکتے۔ ناموس رسالت ﷺ پر مر مٹنے کا عزم لے کر میدان میں اترنے والوں کا جس حکمران اور جرنیل نے راستہ روکنے کی کوشش کی وہ جنرل اعظم کی طرح نقش عبرت بن گیا۔ لاہور کے در و بام گواہ ہیں اس شہر کے گلی کوچوں میں وہ کسمپرسی کے عالم میں یوں گھومتے کہ انہیں دیکھتے ہی بے ساختہ میر کا یہ مصرعہ ہونٹوں پر مچلنے لگتا کہ

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

مقام حیرت ہے کہ قانون توہین رسالت ﷺ کے مقدمے کے اندراج کے طریق کار میں تبدیلی کے اعلان کے بعد نواز لیگ کے پرچم برداروں نے بھی میدان میں اترنے کا اعلان کیا۔ بیگم کلثوم نواز کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ان کے شوہر نامدار کی حکومت امریکہ کی خواہش پر قانون توہین رسالتؐ میں تبدیلی کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو چکی تھی۔ ''کیا امریکہ جیت گیا؟'' کے مصنف اور نامور تجزیہ نگار محمد متین خالد کے الفاظ میں ''انہوں نے یہ چال چلی کہ ملک کے تمام ڈپٹی کمشنر حضرات کو زبانی طور پر یہ ہدایات جاری کیں کہ آئندہ شان رسالت ﷺ میں گستاخی کا واقعہ پیش آنے کے باوجود کسی ملزم کے خلاف بھی مقدمہ درج نہ کیا جائے...... نواز شریف کی ''غیر حاضری'' میں مسلم لیگ کے کرتے دھرتے کی حیثیت سے نواز لیگ کی دکان چمکانے کے لیے راجہ ظفر الحق آج جو چاہیں بیانات دیں' عوام بھولے نہیں' انہیں یاد ہے کہ جب 1977ء کے انتخابات کے بعد انہوں نے نواز حکومت کے وزیر برائے مذہبی و اقلیتی امور کا قلمدان سنبھالا تو انہوں نے قانون توہین رسالتؐ پر عمل درآمد کو مؤثر بنانے کے لیے رتی بھر اور بال برابر کوشش بھی نہ کی۔

یہ چند سطور سابق وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کو عاشق رسول ﷺ ثابت کرنے کے لیے سرگرم عمل صاحبزادہ حاجی فضل کریم اید اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ذوق مطالعہ کی نذر...... ''مذہبی و اقلیتی امور کے وزیر راجہ ظفر الحق نے کہا کہ مسلم لیگ کی حکومت قانون توہین رسالتؐ میں ترمیم کی بجائے

کے طریق کار میں تبدیلی پر غور کر رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے حکومت نے یہ طریقہ وضع کیا ہے کہ اس قسم کے کیس کی سماعت عام عدالت کی بجائے سپیشل کورٹ میں کی جائے۔ اس کے علاوہ ایسے کیس پہلے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (ڈی سی) کے پاس جائیں اور وہ اس بات کا فیصلہ کرے کہ آیا کیس عدالت میں چلنا بھی چاہیے یا نہیں''۔ (روزنامہ ''خبریں'' لاہور 9 مئی 1999ء)

مقام حیرت ہے کہ اس واضح خبر کی اشاعت کے باوجود اس دور میں اس پر بزرگوارم مولانا عبدالرحمن اشرفی' پروفیسر ساجد میر' اعلیٰ حضرت مولانا معین الدین لکھوی' برادرم صاحبزادہ پیر بنیامین رضوی' صاحبزادہ حاجی فضل کریم' قبلہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی الازہری''پیر طریقت'' پیر صابر شاہ اور سدا بہار قائد جمعیت مشائخ کرام و علمائے عظام جناب علامہ ایاز ظہیر ہاشمی سمیت کسی خورد و کلاں نے ہلکی سی صدائے احتجاج بھی بلند نہ کی..... اب یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ 19 مئی کو یوم ہڑتال بنانے کی بجائے قوم کو یہ دن یوم تشکر کے طور پر منانا چاہیے۔

ادار یہ ہفت روزہ ''ضرب مومن'' کراچی

توہین رسالت ﷺ آرڈیننس میں ترمیم

پاکستانی قوم اس وقت گوناگوں مسائل کا شکار ہے۔ مختلف معاملات ایسے ہیں' جن میں اصلاحات اور قانون سازی کی ضرورت ہے لیکن سب کو پس پشت ڈال کر چند ایک باتوں پر بہت زور دیا جا رہا ہے۔ یہ سب امور ایک مخصوص موضوع سے تعلق رکھتے ہیں اور ان سب کا جائزہ لیا جائے تو مجموعی تاثر یہ سامنے آتا ہے کہ ان سب کا مقصد ملک کے دینی عناصر کو محدود کرنا اور معاشرے میں پائے جانے والے دینی مزاج اور رجحانات کو نابود یا کنٹرول کرنا ہے۔ کبھی دینی مدارس کے نظام و نصاب کی اصلاح و تجدید کی آواز اٹھ رہی ہے' کبھی ان اداروں کی طرف سے دہشت گردی کی سرپرستی کے الزام کے حوالے سے' ان کے خلاف کارروائی کا غلغلہ بند ہوتا ہے اور کبھی توہین رسالت آرڈیننس میں ترمیم کا شور سنائی دیتا ہے۔ گویا کہ ملک کو اس وقت سب سے بڑا یہی بحران درپیش ہے اور اس کو حل نہ کیا گیا تو پوری امت کو سخت مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے۔ نہ ملک کی معیشت کو سدھارنے کی چنداں ضرورت ہے' نہ کرپشن کو ختم کرنے کی' نہ عصری تعلیم کا ناگفتہ بہ معیار اصلاح کا محتاج ہے اور نہ ملکی سرحدوں کی تشویش ناک صورت حال پر توجہ ضروری ہے۔ کوئی چیز انقلابی اقدامات کی محتاج نہیں' نہ فوری ترجیحات میں شامل کیے جانے کی مستحق ہے۔ صرف دینی ادارے اور دیندار عوام کا جذبہ قربانی اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی خطرناک اور تشویش ناک چیز ہے' جس کا فوری نوٹس نہ لیا گیا تو ملک کی سلامتی خطرے سے دوچار ہو جائے گی یا اور کوئی غیبی آفت سر پر آ پڑے گی۔ یہ کیسا حیرت انگیز اور تعجب خیز رجحان ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی دشمن مغربی قوتیں وطن عزیز کو دیوار سے لگانے اور اس سے عالم اسلام کی قیادت کی اہلیت سلب کر کے اسے بے دست و پا بنانے کے لیے یہ خوفناک دُہری سازش کھیل رہے ہیں کہ کسی طرح ہمارے حکمرانوں پر مذکورہ بالا مسائل کے حوالے سے دباؤ ڈال کر ان کی توجہ ملک کے حقیقی مسائل سے ہٹا دی جائے۔ اس طرح ایک طرف ملک مسلسل گھمبیر مسائل کی دلدل میں پھنسا رہے اور دوسری طرف دینی قوتوں اور حکومت کے درمیان مسلسل محاذ آرائی کی کیفیت برقرار رہے' تاکہ نہ ملک ترقی کر سکے اور نہ یہاں دین کا بول بالا ہو۔

توہین رسالت آرڈیننس میں ترمیم کے مسئلے کو لے لیجیے۔ مسلمان جس طرح سارے آسمانی مذاہب اور تمام انبیاء علیہم السلام کا احترام وتکریم کرتے ہیں اس کا تقاضا تھا کہ یہود ونصاریٰ بھی ہمارے مقدس اور جان سے پیارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت واحترام کرتے اور اگر کوئی بدباطن شان رسالت میں بے ادبی کا ارتکاب کرے تو سارے غیر مسلم اس کی گرفت کریں اور مسلمانوں کی طرف سے کسی قسم کا ردعمل ظاہر کرنے سے قبل ہی خود سے اس کے خلاف ایسے تادیبی وتعزیری اقدامات کریں کہ مسلمانوں کو اس بارے میں کوئی قدم اٹھانے کی ضرورت نہ پڑے۔ مسلمانوں کی طرف سے ان کے انبیاء کی تعظیم وتقدیس کا تقاضا یہی تھا۔ لیکن افسوس کہ اس کے برعکس کم ظرف اور انسانیت دشمن مغربی قوتیں ایسے دریدہ دہن اور غلیظ الباطن افراد کی گرفت کی بجائے انہیں تحفظ دینے اور اس کے حقوق کا خیال رکھنے پر اصرار کرتے ہیں۔ گویا انسانیت کے محسن اور سوا ارب مسلمانوں کے سروں کے تاج اور ان کی بے پایاں عقیدت ومحبت کا مرکز ومحور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کے حقوق ومرتبے کا لحاظ مسلمان رکھیں تو وہ تنگ نظر، متعصب اور بنیاد پرست ٹھہریں اور کوئی گرا پڑا چمار آفتاب رشد وہدایت کی طرف رخ کر کے اپنے منہ کی غلاظت اپنے چہرے پر ملے اور یہ ساری قوتیں اس کمینگی کا سدباب کرنے کی بجائے اس کی پشت پناہی کریں تو وہ روشن خیال اور ترقی پسند ہوں۔ ان طاقتوں کے اس رویے پر تو تعجب نہیں کہ کفر کا اندھیرا کیا کچھ طلسمات نہیں دکھاتا؟ افسوس ہمارے حکمرانوں کی عقل پر ہے کہ وہ انسانی اقدار اور اخلاقیات کے ان دشمنوں سے بھرپور قوت ایمانی کا اظہار کرتے ہوئے کیوں نہیں نمٹتے؟ ان سے صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ یہ ہمارا جزو ایمان ہے اور ہم اس بارے میں اپنے مذہب کی تعلیمات سے ہٹ کر کوئی قانون بنا سکتے ہیں نہ ہماری قوم اسے قبول کر سکتی ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو...... اور ان پر دباؤ ڈالنے والے غیر ملکی آقاؤں کو بھی...... یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمان جتنے بھی گئے گزرے ہوں جب بھی ان کی عقیدت اور جذبات سے کھیلنے کی کوشش کی جاتی ہے تو نہ کوئی نام نہاد قانون ان کے آڑے آسکتا ہے اور نہ کوئی مصنوعی بندش ان کا راستہ روک سکتی ہے۔ لہٰذا ہمارے ارباب حکومت کو چاہیے کہ چند چماروں کو تحفظ دینے کے لیے پورے ملک کو اور خود اپنی حکومت کو داؤ پر نہ لگائیں۔ اور غیر مسلم طاقتوں کو صاف بتا دیں کہ ہم جس طرح تمہارے انبیاء کا احترام کرنا جانتے ہیں اس طرح ناموس رسالت مآب ﷺ کا تحفظ بھی بخوبی کر سکتے ہیں۔ اس بارے میں ہم نہ کسی کا دباؤ قبول کر سکتے ہیں نہ کسی قسم کی بندش پر عمل کرنا ہمارے لیے ممکن ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ ملک جس میں سرور دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت کے لیے قانون سازی کی جانی چاہیے تھی اور اسے سخت سے سخت بنانا چاہیے تھا کہ اسی نبی کا کلمہ پڑھنے کی برکت سے یہ ملک ہمیں ملا تھا۔ اس ملک میں اس بات پر بحث ہو رہی ہے کہ اس قانون میں کس طرح سے نرمی کی جائے۔ ہم اس موضوع پر زیادہ گفتگو نہیں کرتے۔ جب تک دنیا میں ایک بھی مسلمان موجود ہے اس پر بحث کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ پاک پیغمبر کے ہر امتی کو وہ قانون یاد ہے جو

اس بارے میں اس کا ایمان اور اس کے مذہب کی روایات اسے سکھاتی ہے۔ ہم تو صرف اتنا کہتے ہیں کہ اس دنیا میں ہر شخص کو چاہے وہ حاکم ہو یا محکوم' مرنے کے بعد اللہ کے سامنے حاضری دینی ہے اور نبی علیہ السلام کے پاس حوض کوثر پر جانا ہے۔ اس واسطے اس دنیا میں ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس کی وجہ سے وہاں پر دھتکار دیا جائے۔ آخر میں ہم اپنے حکمرانوں سے اور ان کی وساطت سے ساری دنیا کے طاغوتوں کو یہ کہیں گے کہ حب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم گنہگاروں کا آخری سہارا ہے۔ اسے ہم سے نہ چھینو ورنہ اس کا جو ردعمل ہوگا اس کے سامنے شاید کوئی چیز نہ ٹھہر سکے۔

(ہفت روزہ "ضرب مومن" کراچی' 19 تا 25 مئی 2000ء)

حشمت علی حبیب (ایڈووکیٹ)

یہودی' عیسائی اور قادیانیوں کی سازش

مجھے اس بات کا اندیشہ تھا کہ ورلڈ بینک آئی ایم ایف امریکہ' برطانیہ اور دیگر مغربی ممالک اپنی سازش میں اس وقت کامیاب ہو جائیں گے جب ان کا دست نگر حکمران پاکستان میں اقتدار پر قبضہ کرے گا۔ حقوق انسانی اور احترام انسان کے نام پر اسلام آباد میں یتیموں کے ایک ٹولے سے خطاب کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف نے آخر اس سازش کے کامیاب ہونے کا اعلان کر دیا۔ سازش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس بنیاد کو ختم کر دیا جائے جس پر پاکستان قائم ہوا تھا اور وہ بنیاد تھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت۔ تحفظ ختم نبوت کے لیے پچھلے ڈیڑھ سو سال سے برصغیر کے مسلمان اور ان کے عمائدین کوشاں ہیں اور اس سلسلے میں مرزا قادیانی سمیت انگریزوں کے لگائے ہوئے تمام پودوں کو بے اثر کرنے کے لیے قابل فخر قربانیاں دیں۔ اس جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ عیسائی' یہودی اور لادین قوتیں مسلمانوں کے دلوں سے مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو متاثر نہیں کر سکیں۔ جنرل مشرف نے یتیموں کے ٹولے میں یہ اعلان کیا ہے کہ انسداد توہین رسالت کے قانون کے تحت کسی بھی گستاخ رسول کے خلاف اس وقت تک مقدمہ قائم نہیں کیا جائے گا جب تک گستاخ رسول کے فعل کی تحقیقات ڈپٹی کمشنر خود نہ کرے۔ اس فیصلے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ عملی طور پر متعلقہ قانون غیر مؤثر ہو جائے گا۔ تعزیرات پاکستان میں درج جرائم کا سدباب کرنے کے لیے جو قوانین موجود ہیں وہ سب پاکستانیوں کے لیے ہیں۔ تمام حکومتیں ملک کے دستور اور قانون کے مطابق تمام شہریوں کے ساتھ برابر کا سلوک کرنے کی پابند ہیں۔ انسانی حقوق کے عالمی منشور بھی ہر حکومت کو ایسی ہی قانون سازی کرنے کا پابند کرتا ہے۔

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی دفعہ نمبر 7 میں یہ کہا گیا ہے کہ:

> ''قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اور امان پانے کے برابر کے حقدار ہیں''۔

اسی طرح دفعہ 18 میں کہا گیا ہے کہ ''ہر انسان کو آزادی فکر' آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا

پورا حق ہے''۔ چیف ایگزیکٹو کا اعلان ملک کے دستور قانون کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کے عالمی منشور کے خلاف بھی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ احترام انسانیت اور حقوق انسانیت کے نام پر منعقد کیے جانے والے کنونشن میں یہ اعلان کیوں کیا گیا۔ آیا یہ اعلان جنرل مشرف نے خود کیا ہے یا پھر ان سے یہ اعلان کروایا گیا ہے؟ کوئی بھی سمجھدار آدمی اسے قانون کی حکمرانی اور عدلیہ کی آزادی کی الف۔ ب سے بھی واقفیت ہو ایسی فاش غلطی نہیں کر سکتا۔ سیکرٹری قانون فقیر محمد کھوکھر نے اس اعلان کے بارے میں کیا کردار ادا کیا ہے؟ کیا وہ اس بات سے واقف نہیں کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 506 کے تحت اگر کوئی آدمی تھانے میں جا کر یہ رپورٹ دیتا ہے کہ فقیر محمد نامی ایک شخص نے اسے قتل کرنے کی دھمکی دی ہے تو اس شکایت پر پولیس افسر نہ صرف ایف آئی آر درج کر لیتا ہے بلکہ موبائل گاڑی بھیج کر دھمکی دینے والوں کو اہل خانہ سمیت اٹھا کر تھانے لے آتا ہے۔ ایسی ہی تعزیرات پاکستان کے چیپٹر 15 میں قرآن پاک کی بے حرمتی' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی' اہل بیت' خلفائے راشدین' صحابہ' امہات المومنین کی شان میں گستاخی' قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ یا احمدی کہلانے والے افراد شعائر اسلام کو استعمال کرنے پر مجرم قرار دیئے جاتے ہیں تو ان جرائم کے ارتکاب کرنے والوں کے خلاف پولیس کو بے دست و پا کیا جاتا ہے۔ کیا سیکرٹری قانون کا چیف کی نگاہ میں قتل کی دھمکی دینے کا الزام ان جرائم سے بڑا ہے' دیکھنا یہ ہے کہ ایسی ناپاک جسارت کیوں کی گئی ہے۔ آیا سیکرٹری قانون فقیر محمد کھوکھر اور اس اعلان کرانے کے دیگر ذمہ داران خود قادیانی ہیں یا قادیانیوں کے آلہ کار۔ بہرحال ایک بات طے ہے کہ یہ اعلان کرا کر وہ خود توہین رسالت کے زمرے میں آ گئے ہیں۔ انہیں پبلک میں معافی مانگنی چاہیے۔ اپنے فیصلے کو واپس لینا چاہیے ورنہ اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جنرل مشرف کو اس کام کے لیے کیوں منتخب کیا گیا۔ ان کی حکومت نہ تو دستوری ہے اور نہ قانونی۔ اس سے پہلے نواز شریف حکمران تھا۔ بین الاقوامی ادارے معاشیات کے دباؤ کے تحت نواز شریف سے بھی یہ کام کروانا چاہتے تھے۔ کسی حد تک وہ اس میں کامیاب بھی تھے۔ کیونکہ عملی طور پر گستاخان رسول کے خلاف ایف آئی آر فوراً درج نہیں ہوتی تھی۔ اسی طرح بے نظیر سے بھی یہ قانون پاس کروانے کی کوشش کی گئی۔ بے نظیر حکومت نے وزیر قانون اقبال حیدر اور دیگر حواریوں کے ذریعے رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کی اور وہ اس میں بری طرح ناکام ہوئی۔ مجرمین کا ساتھ دینے والے بھی مجرم ہوتے ہیں۔ آج بے نظیر جلا وطن ہے اور نواز شریف پابند سلاسل' جو بھی صاحب اقتدار یا اقتدار پر قابض شخص پاکستان کی بنیاد ختم کرنے کی کوشش کرے گا' اس کا حشر بے نظیر اور نواز شریف سے بھی برا ہوگا۔ جنرل مشرف کے لیے جو بات کرنے کی ہے وہ سودی نظام کو ختم کرنا ہے تاکہ پاکستان ورلڈ بینک' آئی ایم ایف یا کسی بھی دنیاوی خدا کا محتاج نہ رہے۔ تحفظ ختم نبوت' احترام قرآن پاک کے قوانین دراصل اس بات کی ضمانت ہیں کہ کوئی بھی بدبخت مذہبی جذبات سے کھیلنے کی کوشش نہ کرے۔ یہ قوانین ہر پاکستانی کے لیے ہیں چاہے مسلمانوں ہوں' عیسائی ہوں یا کوئی کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ خرابی جب پیدا ہوتی ہے جب

ایک مذہب کا پیروکار دوسرے کے مذہب میں مداخلت کرتا ہے۔ انسداد توہین رسالت کے قانون کے اطلاق میں جو رکاوٹ پیدا کی گئی ہے یہ بھی اسی تعریف میں آتا ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ انگریز حکمرانوں نے ایک منصوبہ بندی کے تحت برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو اپنا یا ہندوؤں کا محکوم رکھنے کے لیے دو محاذوں پر خاص طور پر کام کیا۔ ایک محاذ ذریعہ تعلیم اور دوسرا محاذ مسلمانوں کے دل سے حب رسول کو ختم کرنا۔ تعلیم کے میدان میں وہ کامیاب رہے اور لارڈ میکالے کی سوچ کے تحت جو طرز تعلیم رائج ہوا' اس نے اب بھی ہمیں مختلف طبقوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ دوسری کوشش ہندوؤں کے ذریعے اور مرزا قادیانی کے ذریعے گستاخی کے واقعات کرانا تھا۔ الحمدللہ! جاں نثاران رسول اس محاذ پر ڈٹ گئے اور ایک ترکھان زادہ جو تاریخ میں غازی علم الدین شہیدؒ کہلایا سب پر بازی لے گیا۔ اس نے ہندو مصنف راج پال کو گستاخی کی ایسی سزا دی کہ وہ جہنم رسید ہوا۔ انگریزوں کی عدالت نے اسے سزائے موت سنائی' سزائے موت کے فیصلے کے خلاف دو انگریز ججوں نے اپیل کی سماعت کی۔ قائداعظم محمد علی جناح اس وقت صرف محمد علی جناح تھے۔ وہ عدالت میں پیش ہوئے۔ اسی عدالت نے ایک سال پہلے ایک کم عمر لڑکے کو سزائے موت کی جگہ عمر قید کا فیصلہ دیا تھا۔ لیکن غازی علم الدین جو کہ کم سن تھا' اس کی اپیل کا فیصلہ سناتے ہوئے انگریز جج نہیں رہے بلکہ عیسائی بن گئے اور موت کے فیصلے کو برقرار رکھا۔ میری نگاہ میں غازی علم الدینؒ کو جب پھانسی دی گئی' اسی دن پاکستان کے قیام کی بنیاد رکھی گئی تھی اور ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کی برکت سے قائم ہونے والے وطن کو ختم کرنے کے لیے عیسائی' یہودی اور ان کے پروردہ قادیانی برسر پیکار ہیں' اس ٹولے نے جنرل مشرف کو اپنا آلہ کار بنایا۔

مجھے امید ہے کہ وقت کا حکمران اپنی غلطی کو تسلیم کرے گا اور یہ فیصلہ فوراً واپس لے گا اور ان تمام افراد کے خلاف سخت کارروائی کرے گا جنہوں نے جنرل مشرف سے یہ فاش غلطی کروائی۔ میرا یہ ایمان ہے کہ جب تک ہم عملی طور پر یہ ثابت نہ کریں کہ ہمارا مال' ہماری جان اپنی اولاد ہمارے ماں' باپ سب کالی کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان نہ کریں' ہم مسلمان نہیں رہتے۔

"لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین...... او کما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم"

گستاخان رسول کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ انہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ ہر گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عبرتناک موت سے ہمکنار ہوا ہے اور یہ سنت تا قیامت جاری رہے گی۔

ادار یہ ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی

توہین رسالت ﷺ کے قانون اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کو ختم کرنے کا مطالبہ

امریکی ایوان نمائندگان میں 14 فروری 2002ء کو ایک قرارداد متعارف کرائی گئی جس کے تحت پاکستان پر زور دیا گیا کہ وہ توہین رسالت کے قانون اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی قانونی دفعات کو ختم کر دے۔ یہ مطالبہ پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف کے امریکی دورے کے موقع پر سامنے آیا۔ امریکی ایوان نمائندگان نے اس قرارداد کو کمیٹی برائے عالمی تعلقات کے سپرد کر دیا ہے۔ اس مطالبہ کے حوالہ سے معاصر انگریزی روزنامے ''دی نیوز'' نے اپنے نمائندے کے حوالے سے 18 فروری 2002ء کی اشاعت میں صفحہ اول پر جو خبر شائع کی اس کا خلاصہ یہ ہے:

امریکہ چاہتا ہے کہ احمدی مخالف قوانین اور توہین رسالت کا قانون ختم کیا جائے

امریکی ایوان نمائندگان میں ایک قرارداد پیش کی گئی ہے جس میں پاکستان پر زور دیا گیا کہ وہ توہین رسالت کا قانون اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قانونی دفعات ختم کرے۔ یہ قرارداد 14 فروری کو پیش کی گئی جب صدر جنرل پرویز مشرف امریکہ کے دورے تھے' قرارداد کے مطابق انسانی حقوق کی عالمی قرارداد کے آرٹیکل 18 کے تحت ہر فرد کو اپنے مذہب اور تاثرات پر اظہار رائے کی آزادی حاصل ہے جبکہ اسے اپنے اعتقاد اور عقائد سمیت مذہب تبدیل کرنے کا بھی حق ہے اور وہ اس کے مطابق اپنے عقائد کا پرچار بھی کر سکتا ہے اور اس پر عمل بھی کر سکتا ہے۔ قرارداد میں کہا گیا کہ جنرل پرویز مشرف تحمل پسند' بردباری اور جدید اسلام سے متعلق اپنے تصورات کو عملی جامہ پہناتے ہوئے توہین رسالت کے قانون کو واپس لیں' قرارداد میں زور دیا گیا کہ مارشل لاء آرڈیننس

XX آف 1984ء کو بھی ختم کیا جائے' جس کے تحت احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا اور توہین رسالت کے قانون اور اس آرڈیننس کے تحت قید افراد کو رہا کیا جائے۔ قرارداد میں اس پر بھی زور دیا گیا کہ صدر آئین کی آٹھویں ترمیم جو احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیتی ہے' اسے بھی ختم کریں۔ قرارداد اس بات کی حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ پاسپورٹ کی درخواست پر سے مذہب کی شناخت کو ختم کیا جائے''۔

اس سے اگلے روز 19 فروری 2002ء کو اسی اخبار نے پاکستان کے دفتر خارجہ کے ترجمان کے حوالے سے صفحہ اول پر جو خبر شائع کی اس کا خلاصہ یہ ہے:

''مشرف حکومت کا کہنا ہے کہ اس کا توہین رسالت کے قانون یا آئین میں تبدیلی کر کے احمدیوں (قادیانیوں) کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلے میں تبدیلی کا کوئی ارادہ نہیں' حکومت کے ایک سینئر ترجمان نے پیر کو ''دی نیوز'' کو بتایا کہ یہ طے شدہ معاملات ہیں جن کو حکومت از سر نو کھولنا نہیں چاہتی۔ ترجمان سے پوچھا گیا کہ کیا حکومت احمدیوں کے بارے میں دفعات اور توہین رسالت کے قوانین کو ختم کرنے کے لیے آئین میں ترمیم کا سوچ رہی ہے؟ تو ترجمان نے کہا کہ پاکستان میں ان حساس معاملات پر اتفاق رائے پایا جاتا ہے' گو کہ اسلام آباد مسلسل توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی آئینی دفعات کے حوالے سے دباؤ کا سامنا کر رہا ہے' ترجمان نے کہا کہ ان معاملات کی حساسیت سے قطع نظر سپریم کورٹ آف پاکستان نے حکومت کو آئین کی بنیادی ہیئت میں تبدیلی سے روک دیا ہے۔ صدر مشرف نے بارہا کہا ہے کہ حکومت پاکستان کے آئین کے حساس معاملات کو نہیں چھیڑے گی۔ صدر نے ایک سال قبل توہین رسالت کے قانون کے تحت مقدمات کے اندراج میں طریقہ کار کی تبدیلی کا عندیہ دیا تھا تا کہ اس قانون کو غلط استعمال نہ کیا جاسکے لیکن حکومت کو مذہبی گروپوں اور جماعتوں کی جانب سے ملک میں سخت ردعمل کے بعد اس کو ترک کر دینا پڑا۔ دفتر خارجہ کے ایک ترجمان نے صحافیوں کو عام بریفنگ کے دوران بتایا کہ امریکی ایوان نمائندگان کی قرارداد پر کوئی ایکشن زیر غور نہیں''۔

توہین رسالت کے قانون اور قادیانی مخالف قوانین کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے ہمیں تاریخ کے جھروکوں میں جھانکنا پڑے گا اور علمائے اسلام اور مورخین سے یہ دریافت کرنا پڑے گا کہ اسلام میں ان قوانین کی اتنی اہمیت کیوں ہے؟ اور ماضی میں اس حوالے سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور

آپؐ کے بعد خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کے دور سے امت کا تعامل کیا چلا آ رہا ہے؟ جب ہم تاریخ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ آپؐ کی شان میں گستاخیاں کرنا تو ان کا روزمرہ کا معمول تھا۔ یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے آنا پڑا۔ مدینہ منورہ میں یہود کا خاصا اثر تھا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باسعود کی برکت سے مدینہ طیبہ میں اسلام کی اشاعت بڑھ گئی اور لوگ جوق در جوق اسلام لانے لگے تو ان کی رگ شرارت پھڑکی اور ان میں کے بعض افراد نے بھی نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ یہود بھی نبی خاتم کے آنے کا عقیدہ رکھتے تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ اس نبی خاتم کا ظہور بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسمٰعیل میں ہوا ہے تو وہ جذبۂ عصبیت سے مغلوب ہو کر اس نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور ان کی شان میں گستاخی پر اتر آئے۔ توہین رسالت کے اس بڑھتے ہوئے رجحان کے تدارک کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود کعب بن اشرف' ابو رافع' عقبہ بن ابی معیط سمیت متعدد گستاخان رسول کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ ان کے علاوہ دیگر کئی افراد بھی توہین رسالت کے جرم میں دور رسالت میں صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے۔ فتح مکہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ان دس پندرہ افراد کے جو توہین رسالت کے جرم کے مرتکب ہو چکے تھے' باقی تمام افراد کو عام معافی دے دی۔ جبکہ ان دس پندرہ افراد کے بارے میں آپؐ نے حکم دیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے خواہ وہ غلاف کعبہ میں چھپے ہوئے ہوں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ توہین رسالت کے جرم کے مرتکب کو کسی صورت امن نہیں مل سکتا۔ حتیٰ کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود اس جرم کے مرتکب افراد کو قتل کرنے کے احکامات جاری فرمائے۔ لہذا توہین رسالت کے قانون میں کسی قسم کی ترمیم یا اس قانون کو ختم کرنا یا واپس لینا اسلامی احکامات کی صریح خلاف ورزی ہوگا۔

جہاں تک قادیانیوں کے حوالے سے قانونی دفعات امتناع قادیانیت آرڈیننس' آئین میں آٹھویں ترمیم وغیرہ کا تعلق ہے' اس کے لیے ہم صرف یہ بتا دینا کافی سمجھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی نبوت کو کافر قرار دیا اور خود مدعی نبوت کے قتل کے احکامات جاری فرمائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت فیروز دیلمیؓ نے مدعی نبوت اسود عنسی کو واصل جہنم کیا۔ آپؐ کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے مدعیان نبوت مسیلمہ کذاب' طلیحہ' سجاح اور ان کے پیروکاروں کے خلاف جہاد کیا اور ان کا قلع قمع کیا' اور کسی قیمت پر ان سے صلح کرنا منظور نہ کیا۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ کسی قسم کی رواداری کا مظاہرہ کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا' قادیانیوں نے اسے نبی' مسیح' ملہم' مجدد' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل اور بروز اور نہ معلوم کیا کیا مان لیا' اور جو لوگ مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت پر ایمان نہ لائے انہیں خود مرزا اور اس کی ذریت نے کافر' ولد الزنا جیسی غلیظ اور مکروہ گالیوں سے

نوازا۔ انبیاء کرام بھی مرزا غلام احمد کی بدزبانی سے محفوظ نہ رہ سکے جس کی ایک ادنیٰ مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مرزا غلام احمد قادیانی کی گستاخیاں ہیں' جنہیں پڑھنے کے بعد ہر ذی ہوش انسان ایسے بدکردار اور بدبخت شخص کے وجود کو خدا کی دھرتی پر بوجھ سمجھتا ہے۔ خدا لگتی کہئے کہ ایسے افراد کے خلاف توہین رسالت کا قانون اور نبوت کے جھوٹے مدعی مرزا غلام احمد قادیانی کے حوالے سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی ترامیم انصاف پر مبنی نہیں تو اور کیا ہیں؟ خصوصاً جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرامؓ ائمہ دین' مجتہدین' محدثین اور علمائے امت میں ان مسائل پر کسی قسم کا کوئی اختلاف نظر نہیں آتا اور وہ گستاخ رسول کے قتل اور مدعی نبوت اور اس کے پیروکاروں کے کفر پر متفق ہیں۔ آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ان دونوں مسائل میں امت مسلمہ کا وہی عقیدہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور توہین رسالت کے مجرم اور مدعی نبوت اور اس کے پیروکاروں کے خلاف امت آج بھی وہی فتویٰ دیتی اور اس پر عمل کرتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے افراد کے بارے میں دیا تھا اور اپنے صحابہ کے ذریعے سے جس پر عمل کروایا تھا۔ ہماری اس بارے میں یہ رائے ہے کہ حکومت کو ہر قیمت پر ان دونوں قوانین سمیت تمام اسلامی قوانین کا دفاع کرنا چاہیے اور اس حوالے سے کسی قسم کے بیرونی دباؤ کو ہرگز قبول نہیں کرنا چاہیے۔ یاد رکھئے! یہ دباؤ انہی ممالک کی طرف سے ڈالا جا رہا ہے جن میں شائع ہونے والے رسالے کی 11 فروری 2002ء کی اشاعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرضی تصویر چھاپنے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے جس کا قرض اتارنا ابھی باقی ہے۔ اگر آج آپ نے ان کے دباؤ کو قبول کر لیا تو کل یہ آپ کے دین اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تضحیک کا کھلا نشانہ بنانے سے بھی نہیں چوکیں گے۔ اس لیے اپنے عقائد کے تحفظ اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے جم جایئے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس اور انؐ کی رسالت کے متوازی قادیانی رسالت کا سکہ چلانے کی کوششوں کا مکمل کر مقابلہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ اس مشن میں ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

اداریہ ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی

قادیانیوں کی جانب سے توہین رسالت ﷺ پر مبنی لٹریچر کی تقسیم

امریکی ایوان نمائندگان میں توہین رسالت کے قانون اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی قانونی دفعات کو ختم کرنے سے متعلق متعارف کرائی گئی قرارداد کی گونج ابھی مدھم بھی نہ پڑنے پائی تھی کہ چناب نگر میں قادیانیوں کی جانب سے توہین رسالت' توہین انبیائے کرام اور توہین قرآن پر مشتمل لٹریچر کی تقسیم کا واقعہ پیش آ گیا۔ اس واقعہ سے متعلق اخبارات میں شائع ہونے والی خبر کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

> چناب نگر میں قادیانیوں نے سوچی سمجھی سازش کے تحت توہین رسالتؐ و انبیاء اور توہین قرآن پر مشتمل لٹریچر تقسیم کر دیا جس سے مسلمانوں میں سخت اشتعال پایا جاتا ہے۔ تھانہ چناب نگر پولیس نے امن عامہ کی صورت حال کو برقرار رکھنے کے لیے سپیشل پولیس بلائی جو شہر کی سڑکوں پر گشت کر رہی ہے۔ پولیس نے اس سلسلہ میں دو قادیانی بھی گرفتار کر لیے ہیں۔ ذرائع کے مطابق گزشتہ روز قادیانی افراد نے 2 پمفلٹ تقسیم کیے جن میں سے ایک کا عنوان ''منکر ختم نبوت کون'' اور دوسرے کا عنوان ''ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا'' ان دونوں پمفلٹوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی گئی ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق نازیبا الفاظ لکھے گئے ہیں۔ قرآنی آیات کی بے حرمتی کی گئی ہے۔ تمام مسلمانوں کو جہنمی کہا گیا ہے۔ جس پر تھانہ چناب نگر پولیس نے ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے''۔

(روزنامہ ''خبریں'' 26 فروری 2002ء)

کہتے ہیں کہ جب چیونٹی کی موت آتی ہے تو اس کے بھی پر نکل آتے ہیں لیکن وہ حقیقت

حال کا ادراک کرنے کی بجائے اپنے ان عارضی پروں کے ذریعہ لمبی اڑان کی سوچ میں رہتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کا آخری وقت آ جاتا ہے۔ کچھ یہی صورت حال قادیانیوں کی ہے۔ وہ خاصے عرصے سے پر پرزے نکال رہے ہیں جس کی تازہ مثال چناب نگر میں رونما ہونے والا یہ واقعہ ہے' جس کی تفصیل ابھی آپ کی نظر سے گزری ہے۔ اس قسم کے واقعات کے سدباب کا صحیح طریقہ تو وہی ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے بارے میں اختیار کیا لیکن پاکستان میں چونکہ باقاعدہ حکومت موجود ہے اس لیے اس سلسلے میں فوری ایکشن لے کر اس قسم کی حرکات کے مستقل سدباب کی ذمہ داری موجودہ حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ ہم اس موقع پر مختصراً یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ قادیانی اسلام کو ختم کرنے اور مذہبی لحاظ سے مقدس ہستیوں کی توہین کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ان کا خیال ہے کہ ان اوچھی حرکات کے ذریعہ وہ اسلام کو ختم کر کے مسلمانوں پر غالب آ جائیں گے اور اپنے آقا سفید طاغوت کے بل بوتے پر اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب قادیانیت کو دنیا میں پھیلانے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن یہ ان کی خام خیالی ہے۔ وہ چونکہ ابلیس ابیض کو اپنا خدا بنائے بیٹھے ہیں اس لیے مسلمانوں کے خلاف اس کی ہر عارضی کامیابی پر قادیانی خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ وجہ صاف ظاہر ہے' قادیانیت اس کا خود کاشتہ پودا جو ٹھہرا۔ قادیانی ہر دور میں اس بات کے خواہاں رہتے ہیں کہ یہ خود کاشتہ پودا اپنے آقا کی سرپرستی میں برگ و بار لاتا رہے۔ چنانچہ عصر حاضر میں جب کہ مسلمان بظاہر مغلوب نظر آتے ہیں' قادیانی ان کوششوں میں مصروف ہیں کہ کسی طرح پاکستان میں ان پر جو آئینی و قانونی پابندیاں عائد کی گئیں ہیں وہ ختم ہو جائیں تاکہ انہیں اور ان کے آقاؤں کو اس ملک میں کھل کھیلنے کا موقع مل سکے۔ ایک طویل المیعاد منصوبہ بندی کے تحت مختلف ممالک میں اپنے گماشتوں کے ذریعہ کبھی وہ توہین رسالت کے قانون کو اپنا نشانہ بناتے تھے اور کبھی امتناع قادیانیت آرڈیننس ان کے پروپیگنڈہ کا نشانہ بنتے تھے۔ آخرکار ان کی کوششوں کے زیراثر امریکی ایوان نمائندگان میں ان کے حق میں ایک قرارداد پیش ہوئی لیکن توہین رسالت کے قانون اور امتناع قادیانیت سے متعلق ترامیم اور آرڈیننس کو برقرار رکھے جانے سے متعلق حکومت پاکستان کے ترجمان کے وضاحتی بیان نے قادیانیوں کی توقعات پر پانی پھیر دیا۔ گزشتہ اداریئے میں اس کی کچھ تفصیل آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ قادیانیوں کی ان کوششوں سے مکمل طور پر اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے مفادات کے حصول کے لیے کن ذرائع کو استعمال کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ ٹھنڈے دل سے یہ سوچتے کہ کیا وجہ ہے کہ دنیا بھر میں مسلمان ان کو کافر کہتے اور سمجھتے ہیں اور باوجود ان کے اسلام پر ہر ممکن اصرار کے انہیں کوئی بھی مسلمان کہنے کا روادار نہیں؟ اور اس لحاظ سے وہ اپنے عقائد کا بغور مطالعہ کرتے اور اگر واقعی انہیں اپنے عقائد میں کوئی سقم اور کجی نظر آتی تو اسے دور کرتے۔ اس کے بجائے انہوں نے شروع ہی سے اپنے عوام کو اپنے عقائد کی اس کجی اور سقم سے بے خبر رکھنے کی روش کو اپنائے رکھا۔ دنیا جانتی ہے کہ قادیانی مرزا غلام احمد کو نبی اور رسول مانتے ہیں اور خود مرزا غلام احمد کا بھی یہی دعویٰ تھا لیکن قادیانی ہیں کہ وہی مرغے کی ایک ٹانگ لیے پھرتے ہیں کہ جی ہم تو مرزا غلام

احمد کو نبی نہیں مانتے بلکہ مجدد اور ملہم مانتے ہیں۔ آپ فیصلہ کیجئے! ایسے موقع پر قادیانیوں کو کیا یہ نہیں چاہیے تھا کہ وہ مرزا غلام احمد کی کتابوں میں دیکھتے کہ آیا واقعی اس نے اپنے آپ کو نبی اور رسول لکھا ہے یا یہ صرف مولویوں کی اختراع ہے؟ اگر وہ مرزا غلام احمد کی کتابوں میں ایسے دعوے پاتے تو مرزا پر دو حروف بھیج کر دین اسلام کو قبول کر لیتے اور آئندہ کے لیے ان عقائد سے توبہ کر لیتے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانیہ کے بارے میں بھی وہ اپنے عقائد پر نظر ثانی کرتے تو آج ان کا شمار مسلمانوں میں ہوتا اور شاید قادیانیوں کی تعداد انگلیوں پر شمار کیے جانے کے لائق ہوتی۔ لیکن مرزائے قادیان کی نسبی و روحانی اولاد بھی اپنے جد امجد کی طرح عوام کو لفظوں کے ہیر پھیر میں الجھانے کی عادی ہے۔ چنانچہ قادیانیوں کے خود ساختہ خلیفہ مرزا طاہر کی زبان اپنے عقائد کو چھپا کر مولویوں کو ہر خرابی کا ذمہ دار ٹھہراتے نہیں تھکتی۔ خواہ کچھ ہو جائے اس کی تان مولویوں پر آ کر ٹوٹتی ہے کہ سارے فساد کی ذمہ داری ان پر ہے۔ حالانکہ اگر وہ ٹھنڈے دل سے سوچے تو اس پر واضح ہو جائے کہ یہ سارا مسئلہ تو اس کے دادا کا کھڑا کیا ہوا ہے۔ اس میں مولویوں کا کیا قصور؟ لیکن اگر وہ اس حقیقت کا اعتراف کر لے تو پھر لوگوں کو گمراہ کرنے کا ٹھیکہ اس کے ہاتھ میں کہاں رہے گا' وہ تو اپنی گدی کا دفاع کر رہا ہے لیکن عام قادیانیوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا کہ وہ بظاہر اپنے آپ کو اعلیٰ تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں لیکن مرزا غلام احمد کے پیش کردہ تمام غلط عقائد اور نظریات کو اس طرح اپنے سے چمٹائے ہوئے ہیں گویا یہ ان کی متاع عزیز ہے' حالانکہ یہ عقائد صریح کفر' زندقہ اور گمراہی ہیں جن کی سزا ابد الآباد کے لیے جہنم ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ دیکھیے! مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا' امت محمدیہؐ نے اس کے سامنے قرآن کریم پیش کیا کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا' اس لیے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں۔ مرزا غلام احمد نے نہ مانا۔ امت نے اس کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پیش کیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ بھی نہ مانا' امت نے صحابہ کرامؓ کے اقوال و اعمال پیش کیے کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی نہ مانا بلکہ ہر مدعی نبوت کے ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں وہی معاملہ کیا جس کا وہ مستحق تھا۔ مرزا غلام احمد اس پر بھی نہ مانا۔ امت نے گزشتہ تیرہ صدیوں کے ائمہ دین' مجتہدین' مفسرین' محدثین اور بزرگوں کے اقوال پیش کیے کہ وہ سب کے سب یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئی نبوت کا کوئی احتمال نہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اسے بھی درخور اعتنا نہ سمجھا تو اس کے دور کے مولویوں نے صرف اتنی جسارت کی کہ یہ عرض کیا کہ جو ان باتوں کو نہ مانے' اُسے شریعت کی اصطلاح میں کافر کہا جاتا ہے اور اس کے متبعین بھی کفار شمار ہوتے ہیں۔ بس پھر کیا تھا مرزا غلام احمد قادیانی کا پارہ چڑھ گیا اور جو اس کے منہ میں آیا وہ مولویوں کو بکتا چلا گیا۔ نہ بڑے کو دیکھا نہ چھوٹے کو' نہ نبی کی عزت و ناموس کا لحاظ کیا نہ اولیاء کرام کے شرف و کرامت کا۔ غرض یہ کہ ہر مسلمان کے بارے میں اس کی زبان بے لگام زہر اگلتی گئی۔

ہم قادیانیوں سے یہ دریافت کرنا چاہیں گے کہ کیا ایسا شخص جو نہ کسی نبی کو بخشے' نہ کسی ولی کو اور نہ کسی عام مسلمان کو' وہ نبی تو کجا ایک شریف انسان کہلانے کا حقدار ہوسکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ دیکھئے مرزا غلام احمد قادیانی نے انبیائے کرام کی شان میں گستاخیاں کیں' انہیں گالیاں دیں' انہیں شرابی کہا۔ آپ بتایئے کیا یہ سب کچھ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کے ایمان والا مسلمان بھی کرسکتا ہے؟ اور سنئے! مرزا غلام احمد نے اسلامی تعلیمات کا کھلے بندوں مذاق اڑایا' مسلمانوں کو ایسے خرافات بکے کہ کوئی ذی ہوش انسان انہیں نقل کرتے ہوئے بھی ہزار بار سوچے گا اور ہر بار اپنی زبان وقلم روک روک لے گا۔ علماء کرام کو تو اس نے وہ کچھ کہا کہ الامان والحفیظ۔ اندھا شیطان' گمراہ دیو' طوائفوں کی اولاد جیسے الفاظ تو مرزا صاحب کو اس طرح یاد تھے جس طرح کسی شاعر کو اپنا کلام یاد ہوتا ہے اور وہ وقتاً فوقتاً اسے سناتا رہتا ہے۔ کم وبیش یہی حالت مرزا غلام احمد قادیانی کی تھی۔ اس کردار کے شخص کے بارے میں علماء کرام کا یہ کہنا بالکل درست تھا اور ہے کہ ایسے کردار کا شخص تو محلّہ کے لچے لفنگے کی برابری کا بھی اہل نہیں چہ جائیکہ مسلمان یا نبی ہو۔ ان معروضات کے پیش نظر ہماری قادیانیوں سے پھر درخواست ہے کہ وہ اپنے عقائد پر نظر ثانی کریں اور صحیح اسلامی عقائد وتعلیمات کو قبول کر کے مرزا غلام احمد قادیانی سے اپنا رشتہ منقطع کر کے نبی آخرالزمان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت میں پناہ حاصل کرلیں۔ یاد رکھئے! بروز قیامت نہ کسی جھوٹے مدعی نبوت کی نبوت کام آئے گی اور نہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے کسی ظلی و بروزی نبوت کے مدعی کی پیروی' اس روز تو بس دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں پناہ مل سکے گی اور اسی سے وابستگی کام آئے گی اور اس کے لیے شرط اعظم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا اور آپؐ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کا انکار ہے۔ ہم قادیانیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم نبوت اور ختم نبوت کے عقیدے کے اثبات کے ذریعہ دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پناہ لے لیں' یہی مدار نجات ہے' اسی میں ان کے لیے کامیابی ہے اور یہی ان کے لیے بہتر ہے۔

زیرک حیدر

توہین رسالت ﷺ کا قانون
اپنوں اور پرایوں کے رویے

جرائم پر قابو پانے اور بے گناہوں کو مجرموں کے عزائم سے بچانے کے لیے قانون سازی کی جاتی ہے۔ اگر کسی قانون میں کسی خامی کی نشاندہی کی جائے یا اس کا کوئی منفی پہلو تجربات کی روشنی میں سامنے آئے تو توجہ ہمیشہ قانون کو بہتر' جامع اور عدل و انصاف سے قریب تر بنانے پر ہی دی جاتی ہے۔ یہ تقریباً مسلمہ طریقہ ہے اور دنیا میں کم وبیش ہر جگہ اسی طریقے سے قوانین کے ارتقاء کا عمل جاری رہتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کسی قانون کا غلط استعمال سامنے آئے تو قانون کے مضمرات کو سمجھنے کی بجائے مجرم کو کھلا چھوڑنے اور اس قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ سامنے آئے۔ پھر جہاں مسلمہ اخلاقیات کے بگاڑ کے مرتکب ہونے والوں کو اکثر جگہوں پر قانون کے شکنجے میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے وہاں یہ امر لازم نہیں کہ دنیا کے ہر خطے میں اس جرم کے لیے یکساں سزا نافذ ہوتی ہو کیونکہ اقوام اور معاشرے اپنے مخصوص تہذیبی پس منظر' مذہبی و روایتی وابستگی اور معیار اقدار کو سامنے رکھ کر قانون سازی کرتے ہیں اور مذکورہ پہلوؤں میں اقوام کے مابین پائے جانے والی تمیز قوانین میں بھی فرق و امتیاز کو جنم دیتی ہے۔ اگر کوئی معاشرہ کسی دوسرے معاشرے کے قانون کو محض اس بنا پر تعریض وتنقید کا نشانہ بنائے کہ اس کا اس کے ہاں رواج نہیں تو یہ کوئی قابل تعریف رویہ نہیں کیونکہ وہ اس قانون کے محرکات کو بالائے طاق رکھ کر محض اپنا شوقِ تنقید پورا کر رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ذات کے لیے تمام مسلمانوں کے دلوں میں عقیدت و احترام کے شدید جذبات موجزن ہیں بلکہ اس سے کچھ آگے بڑھ کر غیر مسلم دنیا خصوصاً عیسائی برادری کے منصف مزاج لوگوں نے بھی جن میں اعلیٰ پائے کے دانشور' ادیب' جرنیل اور لیڈر شامل ہیں' نبی ﷺ کو ہدیہ تبریک پیش کیا ہے۔ جارج برنارڈ شا' لیو ٹالسٹائی' نپولین بونا پارٹ اس ضمن میں محض چند مثالیں ہیں لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ مذہبی تعصب' ذاتی عناد' کج فہمی یا کسی اور سبب سے بعض کوتاہ فہم نبیؐ مہربان کی ذات

اقدس سے عناد ہی رکھتے ہیں اور آپؐ کی شان میں توہین آمیز کلمات تک کہنے سے دریغ نہیں کرتے۔ انگریز دور حکومت میں برصغیر میں رونما ہونے والے ان افسوس ناک واقعات کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ جس کے تدارک کے لیے اور شان مصطفیٰ کو اس قسم کی کسی بھی دشنام طرازی سے محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان میں ایک مخصوص قانون بنایا گیا ہے۔ 1984ء میں آئین پاکستان میں 295-C شق کا اضافہ بھی اسی مقصد کے تحت کیا گیا تھا جس کے مطابق نبی کریمﷺ کے لیے توہین آمیز ریمارکس...... خواہ وہ تقریری، تحریری، تصویری یا خفیہ پراپیگنڈے سے کسی بھی بالواسطہ یا بلا واسطہ ذریعہ سے پہنچائے جائیں، دینے والا سزائے موت یا عمر قید کی سزا پائے گا اور جرمانہ بھی ہو سکے گا۔ بعد ازاں شریعت کورٹ کے ایک فیصلہ کی رو سے توہین رسالت کی سزائے موت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس قانون نے راجپال اور غازی علم الدین شہیدؒ کے واقعہ کو بار بار دہرانے کے عمل کو روک رکھا ہے اور یوں اس طرح کے واقعات سے جو مذہبی منافرت اور فرقہ وارانہ کشیدگی جنم لیتی ہے وہ بھی رکی ہوئی ہے اور معاملہ براہ راست عدلیہ اور ملزم (جو جرم ثابت ہونے پر ہی سزا کا مستحق ہوگا) کے مابین ہے۔ اگر اس قانون کو ختم کر دیا جائے تو سلمان رُشدیوں اور راجپالوں کو ٹھکانے لگانے کا کام مسلم عوام از خود اپنے ہاتھ میں لے لے گی اور اس کے لیے اسے قانون سے اجازت کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوگی۔ مگر ان مضمرات پر غور کیے بغیر غیر مسلم ممالک پاکستان پر اس قانون کے خاتمے کے لیے دباؤ ڈالتے رہتے ہیں جس کے پس پردہ اصل میں عیسائی مشنری کا پراپیگنڈہ ہے۔ بدقسمتی سے اس قانون جو تمام انبیاء علیہم السلام بشمول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ناموس کا محافظ ہے، کو توڑنے میں متعصب عیسائیوں کا کردار بھی خاصا نمایاں رہا ہے۔ وہ اپنے جرم کی سزا سے بچنے کے لیے باقی عیسائیوں کو بھی اس میں شریک کر کے اسے اقلیتوں کے خلاف امتیازی قانون ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایوب مسیح (جس پر توہین رسالت کا الزام تھا) کا کیس بھی اس کی ایک مثال ہے جس میں ملزم اور عدلیہ کو قانون کے تقاضے پورے کرنے کا حق دینے کی بجائے اس قانون کے خلاف ایک ایسی فضا ہموار کی گئی کہ ایوب مسیح کا معاملہ دبتا گیا اور قانون توہین رسالتؐ کے خلاف پراپیگنڈہ منہ زور ہو گیا۔ ایوب مسیح کے طرفدار رومن کیتھولک بشپ جان جوزف کی مثال بھی اسی کیس سے متعلق اور ایسی ہی ہے۔ جان جوزف نے ڈرامائی انداز میں 6 مئی 1998ء کو خودکشی کر لی۔ خودکشی کے اس غلط اقدام کے ایوب مسیح کیس اور اس قانون کے نفاذ پر پڑنے والے منفی اثرات جاننے کی بجائے عیسائی مشنری نے ایسا پروپیگنڈہ کیا کہ جان جوزف کو ''معصوم شہید'' بنا کر پیش کیا گیا اور اس کی ''قربانی'' کو ظالمانہ قانون کے خلاف ''پہلی قربانی'' قرار دے دیا گیا۔ پاکستان کے معروضی حالات اور مسلم عوام کی اس معاملے سے قلبی و جذباتی وابستگی سے پوری طرح آگاہی نہ رکھنے والے مغربی ممالک نے پاکستان کی شدید مذمت کی اور اس قانون کو ''شدت پسندوں'' کی خوشنودی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے اسے فی الفور ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس وقت کی حکومت نے بھی کچھ کمزوری دکھائی اور اپنا موقف مضبوطی سے پیش نہ کر سکی مگر پاکستانی

عوام کے مزاج اور اس معاملہ کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے حکومت نے اس ضمن میں کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جس سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی۔ لیکن غیر ملکی دباؤ تا حال برقرار ہے اور وقفے وقفے سے مختلف ممالک کے اعلیٰ سطحی وفود حکومت پاکستان سے اس قانون کے خاتمے کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ مطالبہ اندرون ملک اقلیتوں کو اس قانون کے خاتمے اور اس کو توڑنے پر ابھارتے رہتے ہیں۔ اس میں بعض ا سے عناصر کا بھی عمل دخل ہے جن کی اس معاملے سے وابستگی محض ان کے مالی فوائد کی بنا پر ہے اور وہ اپنے فوائد کی خاطر اس قانون کے خلاف لب کشائی یا قلم آزمائی کرتے رہتے ہیں۔

پاکستان کا انگریزی پریس جو رواداری اور لبرل ازم کا علمبردار ہے' وہاں سے یہ پراپیگنڈہ قدرے زیادہ شدت سے ہوتا ہے جو ایک تو عامۃ الناس کے علم میں نہ آنے کے باعث عوامی تنقید سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرے بیرون ملک پاکستان کے تشخص کو متاثر کرتا ہے۔ ایک مؤقر انگریزی روزنامہ ''ڈان'' میں ہر اتوار کو اردشیر کاؤس جی کا کالم شائع ہوتا ہے جو ایک عرصہ سے مختلف واقعات کو اس طرح توڑ مروڑ کر پیش کر رہے ہیں جن سے قانون توہین رسالتؐ کے خاتمے کے لیے فضا ہموار کی جا سکے۔ پارسی مذہب سے تعلق رکھنے والے کاؤس جی کے کالموں میں توہین رسالت کے ملزموں کے کیسوں کی فائلوں کے نمبر اور تاریخیں تو ضرور ہوتی ہیں لیکن جس الزام کے تحت وہ جیلوں میں بند ہیں اس سے چشم پوشی کی جاتی ہے یا اس کا ذکر جزوی انداز میں یوں کیا جاتا ہے کہ اصل الزام کچھ سے کچھ ہو کر رہ جاتا ہے۔ دی نیشن کی کالم نگار امینہ جیلانی اور فرائیڈے ٹائمز کے ایڈیٹر خالد احمد بھی اس موضوع پر قلم آزمائی کرتے رہے ہیں مگر ان کالم نگار صحافیوں کے کالموں سے قطع نظر جو بارہا ایک ہی موضوع پر مختلف واقعات کے ساتھ شائع ہوئے ہیں ہم اس وقت اکبر ایس احمد کے مضمون کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو 19 مئی 2002ء کو امریکہ کے واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہونے کے بعد مقامی انگریزی پریس (جیسے ویکلی ''دی انڈی پنڈنٹ'') میں شائع ہو چکا ہے۔ اکبر ایس احمد امریکن یونیورسٹی میں انٹرنیشنل ریلیشنز کے پروفیسر اور ابن خلدون چیئر آف اسلامک سٹڈیز کے منصب پر فائز ہونے کے علاوہ ''اسلام ٹوڈے'' نامی کتاب کے مصنف بھی ہیں۔ اپنے اس تعارف کے ساتھ وہ جو کچھ بھی کہیں گے اس کا اثر لازمی محسوس کیا جائے گا اور ملک سے باہر تو انہیں اور بھی ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا چاہیے تھا لیکن انہوں نے نہ صرف قانون توہین رسالت کو نشانہ بنایا ہے بلکہ کم و بیش انہی واقعات کو پیش کر کے اس کے خاتمے کا مطالبہ کیا ہے جو دیگر کالم نویس پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ مثلاً یونس شیخ' ریاض احمد اور انور مسیح کے واقعات جو اس سے پہلے بھی بیان ہو چکے ہیں۔ اپنے نام یونس شیخ کے خط کا تذکرہ کرتے ہوئے (یہ خط اردشیر کاؤس جی کے نام بھی لکھا گیا تھا اور انہوں نے بھی اپنے کالم میں اس کا ذکر کیا تھا) وہ یونس شیخ کی حیثیت' اس پر عائد الزام اور ''بے گناہ قید'' کا حوالہ دیتے ہیں۔ اکبر ایس احمد یونس شیخ کے مذہبی پس منظر اور اس کے والد کے حافظ قرآن ہونے کا ذکر کر کے اس کے لیے جذباتی حمایت حاصل کرنے کی بھی (خواہ نادانستہ ہی سہی) کوشش کرتے ہیں۔ انہوں نے یونس شیخ کیس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ اکتوبر 2002ء میں جب

وہ اپنے ہومیو پیتھک میڈیکل کالج میں پڑھا رہا تھا تو اس کے طلبہ اور اس کے درمیان یہ سوال اٹھا کہ محمدؐ 40 برس کی عمر سے قبل نبی تھے یا نہیں۔ ایک طالب علم کے سوال کے جواب میں اس نے کہا تھا کہ محمدؐ 40 سال سے پہلے نبی تھے نہ مسلمان۔ کیونکہ اس وقت اسلام ہی نہ تھا۔ صرف یہ حوالہ دے کر مضمون نگار مزید کوئی تفصیل بیان نہیں کرتا اور یہ لکھ دیتا ہے کہ طلبہ یہ معاملہ چند مقامی ملاؤں کے پاس لے گئے جنہوں نے پولیس کے پاس یہ کیس رجسٹرڈ کرا دیا۔ ہمیں افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ واشنگٹن پوسٹ کے کالم نگار کو امریکی پریس میں ہی اس کیس کی شائع ہونے والی تفصیلات نہ جاننے یا پھر انہیں چھپانے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔

اس کیس کے متعلق نیویارک ٹائمز نے انہی دنوں میں جب یونس شیخ گرفتار ہوا' وہ الفاظ بھی دہرائے تھے جو یونس شیخ نے اپنی کلاس کے سامنے کہے۔ یہ کلمات (ہم جان بوجھ کر نقل نہیں کر رہے) نبیؐ کی زمانہ نبوت سے قبل کے انتہائی نجی اور حساس معاملہ سے متعلق تھے۔ پروفیسر یونس شیخ کو یہ بات کلاس کو بتانے پر کس نے مجبور کیا تھا اس کا جواب اردشیر کاؤس بتاتے ہیں نہ اکبر ایس احمد۔ اسی لیے اس قسم کے فتنہ پرور تبصروں کے پیچھے جو شریر ذہنیت اور مفادات کی تحریک کام کر رہی ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ''سنی مسلمان'' ہونے کے دعویدار اکبر احمد اس مضمون کا محرک بتاتے ہیں کہ ''میں اسلام کے امن و راحت پر اصرار کی وجہ سے خود کو بولنے پر مجبور محسوس کرتا ہوں''۔ ان کا جذبہ اپنی جگہ لیکن اس مضمون کو جس مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے وہ کس پیغام کی خدمت ہے؟

پاکستان کے قانون کا برطانوی قانون کی بنیاد پر استوار ہونا' اس میں اسلامی دفعات کا شامل کرنا اور پھر توہین مذہب اور توہین رسالت کے قوانین (295-B اور 295-C) کے تفصیلی ذکر کے بعد وہ بس توہین رسالت قانون کے مضمرات گنواتے ہیں جن میں اس قانون کے سیاسی مقاصد' زمینی تنازعات یا سیاسی دشمنی کے لیے بکثرت استعمال کا ذکر ہے۔ پھر عیسائیوں اور احمدیوں کے اس قانون کا نشانہ بننے کا روایتی تذکرہ ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کیس کے ملزموں کو حق ضمانت سے محروم رکھا جاتا ہے اور یہ کیس سالوں چلتے رہتے ہیں۔ پھر ان مقدمات پر بھاری رقوم خرچ ہوتی ہیں۔ لیکن پاکستانی عدالتی ڈھانچے سے باخبر ہر شخص جانتا ہے کہ یہ تینوں اعتراضات تو کسی بھی مقدمہ پر وارد ہو سکتے ہیں۔ پاکستانی عدالتوں میں کتنے ہی مقدمات ہیں جو التوا میں پڑے ہوئے ہیں۔ ملزم ناکردہ گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں اور جرم ثابت ہونے یا نہ ہونے میں تاخیر بھی ان کی زندگی کے قیمتی دنوں کو چھین رہی ہے۔ کیا ان اعتراضات کی بنا پر ان تمام قوانین کو جو چوری' زمینی تنازعات' زنا' ڈاکے اور قتل و غارت سے متعلق ہیں' کالعدم قرار دے دیا جائے۔ کوئی بھی دانا شخص اس کا جواب ہاں میں نہیں دے سکتا' بلکہ معاشرتی بھلائی کے لیے ان قوانین کے بہتر اطلاق اور ان جرائم کے اسباب کے خاتمے کے لیے مختلف ذرائع کو بروئے کار لانے کی کوشش کرنے کا مشورہ دے گا۔

✿……✿……✿

محمد عطاء اللہ صدیقی

رسول اللہ ﷺ کو "سیکولر" کہنے کی جسارت

سیکولر ازم ایک مذہب دشمن نظریہ ہے۔ ایک سیکولر ذہن رکھنے والا شخص الہامی تعلیمات کے مقابلے میں عقلی ہدایت کو زیادہ قابل اعتماد سمجھتا ہے۔ مغرب میں سیکولر ازم کا نظریہ عیسائی چرچ کے خلاف ردعمل کے طور پر سامنے آیا مگر جدید دور میں سیکولر طبقہ تمام مذاہب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ سیکولر ازم کے مختلف اصطلاحی معنوں میں سے معروف ترین وہ تصور ہے جس کے رو سے چرچ اور ریاست' یا مذہب اور سیاست کا دائرہ کار بالکل الگ سمجھا جاتا ہے۔ سیکولر ازم کی رو سے مذہب ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے۔ اجتماعی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلام کی تعلیمات سیکولر ازم کے برعکس ہیں۔ اسلام مذہب اور ریاست کی تفریق کا قائل نہیں ہے' لہٰذا ایک مومن یا راسخ العقیدہ "سیکولر" نہیں ہوسکتا۔ ایک مومن مسلمان خدائی تعلیمات کے مقابلے میں عقلی تعبیرات کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ آج کل کے سیکولر دانشوروں کے افکار و اعمال کا جائزہ لیا جائے تو سیکولر ازم' لادینیت اور الحاد کا ہم معنی نظریہ ہے۔ مگر پاکستان کے لادینیت پسندوں کی جسارت ملاحظہ ہو کہ وہ اسلام کے نام پر بننے والی مملکت پاکستان میں اسلام کی بجائے "سیکولر ازم" کا نفاذ چاہتے ہیں۔

بعض صحافیوں کی گستاخانہ جسارتیں اب اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ وہ عام مسلمان تو ایک طرف خود رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو بھی "سیکولر" کہنے سے باز نہیں رہتے۔ روزنامہ "پاکستان" میں معروف عالم دین مولانا سرفراز نعیمی کا انٹرویو شائع ہوا ہے' انٹرویو لینے والے صحافی افضال ریحان نے من جملہ دیگر سوالات کے ان سے یہ بھی سوال کر ڈالا

"اگر یہ کہا جائے کہ نبی اکرم ﷺ دنیا کے سب سے بڑے سیکولر انسان تھے تو آپ اس کی وضاحت کیا فرمائیں گے" ("سنڈے میگزین" 28 اکتوبر 2001ء)

مولانا سرفراز نعیمی صاحب نے اس کا یوں جواب دیا: "اگر Secular سے مراد Non-religious or Temporal کے معنی ہیں تو یہ بات مکمل طور پر غلط ہے کیونکہ خود حضور اکرم ﷺ مذہب اسلام کے داعی ہیں اور اسلام بذات خود ایک دین (Religion) ہے اس کا اپنا ایک

System of Faith and Worship ہے اس لیے یہ کہنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ سیکولر تھے' درست نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ منزہ و مقدس تھی' آپؐ سراپا روحانیت تھے' آپؐ روحانی رفعتوں پر فائز تھے جہاں مادی الائشوں کا گزر تک نہ تھا۔ آپؐ کے بارے میں یہ خیال رکھنا' سوچنا کہ آپؐ سیکولر تھے' آپؐ کی سخت توہین کے مترادف ہے۔ مندرجہ بالا سوال کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ افضال ریحان صاحب جناب رسالت مآب ﷺ کو دنیا کا سب سے بڑا سیکولر انسان (نعوذ باللہ) سمجھتے ہیں۔ اس سے بڑا جھوٹ یا رسالت مآب ﷺ کے بارے میں تہمت کوئی اور نہیں ہوسکتی۔

یورپ کا بڑے سے بڑا سیکولر دانشور بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا پوپ کو کبھی ''سیکولر'' نہیں لکھے گا کیونکہ وہ سیکولر ہونے کا مطلب بخوبی سمجھتا ہے۔ اگر کوئی یہ حرکت کرے تو پڑھنے والے یہی سمجھیں گے کہ یہ شخص یا تو سیکولرازم کا مفہوم نہیں سمجھتا یا پھر حضرت عیسیٰ اور پوپ پر گھٹیا زبان درازی اور بہتان طرازی کر رہا ہے۔ پاکستان میں قانون توہین رسالتؐ c-295 نافذ ہے مگر اس کے باوجود گستاخان رسول کی غلیظ زبان درازیوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ کبھی ''فرنٹیئر پوسٹ'' میں کسی دریدہ دہن یہودی کا سخت قابل اعتراض خط شائع ہوتا ہے' تو کبھی کوئی عیسائی آپؐ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہہ گزرتا ہے اور پھر کبھی ''پاکستان'' جیسے دائیں بازو کے اخبار میں جناب رسول اکرم ﷺ کو ''دنیا کا سب سے بڑا سیکولر انسان'' کہنے کی ناپاک جسارت سامنے آتی ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ ایک اسلامی ریاست میں ناموس رسالت آخر اس قدر عدم تحفظ کا شکار کیوں ہے کہ اسلام دشمنوں کو اس کی پامالی میں ذرا برابر خوف محسوس نہیں ہوتا۔ ہم دعوے تو عشق رسول ﷺ کے کرتے ہیں مگر یہ دعوے محض زبانی جمع خرچ سے زیادہ نہیں ہیں۔ ناموس رسالت ﷺ مسلمانوں کے لیے بنیادی عقیدہ اور مذہبی اساس کا درجہ رکھتی ہے مگر ہمارے دلوں میں اس کی اہمیت کا وہ احساس باقی نہیں رہا جو سچے محبان رسول میں ہونا چاہیے۔ ہماری اس کمزوری کا احساس رسول ﷺ کے دشمنوں کو بھی ہے' ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی آپؐ کی ذات اقدس کے متعلق اخبارات میں گستاخانہ کلمات کی اشاعت کی جرأت کر سکے۔

پاکستان میں لادینیت پسندوں کو یہ شکایت ہے کہ پاکستان کے ساتھ ''اسلامی جمہوریہ'' کا سابقہ کیوں لگا ہوا ہے' ہمیں یہ شکایت ہے کہ پاکستان کے ''اسلامی جمہوریہ'' ہونے کے باوجود یہاں ''سیکولرازم'' کی عملداری کیوں ہے؟ پاکستان محض قانونی طور پر ہی ''اسلامی'' ریاست کیوں ہے' عملی طور پر کیوں نہیں؟

پاکستان کے لادینیت پسندوں کو جب بتایا جاتا ہے کہ سیکولرازم ایک مذہب دشمن نظریہ ہے جس کی ایک اسلامی ریاست میں ہرگز گنجائش نہیں ہے تو وہ مختلف تاویلات پر اتر آتے ہیں' انہوں نے سیکولرازم کی خانہ زاد اور من چاہی تعریفیں وضع کر رکھی ہیں' وہ کہتے ہیں کہ سیکولرازم کا مطلب ''لادینیت'' نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ریاستی غیر جانبداری' تحمل' رواداری اور مذہبی آزادی وغیرہ ہیں۔

وہ دل میں تو سمجھتے ہیں مگر بظاہر یہ تسلیم نہیں کرتے کہ سیکولر ازم کی اصل روح مذہب دشمنی ہی ہے۔ مندرجہ بالا خوش کن تراکیب انہوں نے عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لیے وضع کر رکھی ہیں' ورنہ ان کا اصل ہدف پاکستان میں اسلامی شریعت کی بالادستی کا قانون عملی طور پر ختم کرنا ہے۔ وہ ملائیت اور بنیاد پرستی کے پردے میں اسلام کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ وہ خالص اسلام کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ وہ ترقی پسند اور لبرل اسلام کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں جس کی اصل روح مغربی تہذیب میں مضمر ہے' البتہ اس میں وہ اسلام کا صرف ''تڑکا'' لگانا پسند کرتے ہیں۔ پاکستان کے لادینیت پسند جس قدر چاہیں سیکولر ازم کے فریب انگیز مطالب وضع کرتے رہیں' سیکولر ازم کا صرف وہی مطلب قابل قبول ہے جو اہل مغرب نے بیان کیا ہے۔ انگریزی زبان کی کوئی معروف لغت یا انسائیکلو پیڈیا ایسا نہیں ہے جس میں سیکولر ازم کا وہ مطلب بیان کیا گیا ہو جو ہمارے لادینیت پسند بیان کرتے ہیں۔ تمام کلاسیکل لغات میں سیکولر ازم کو مذہب دشمن نظریہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ گزشتہ دو چار سالوں میں چند ایک لغات ایسی شائع ہوئی ہیں جس میں سیکولر ازم کا مطلب جزوی طور پر روشن خیال وغیرہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ مگر یہ اس اصطلاح کا محض جزوی مطلب ہے۔ وہاں بھی اصل مطلب وہی ہے جو کلاسیکل لغات میں ملتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند معروف ڈکشنریوں میں سے سیکولر ازم کی تعریف یہاں درج کر دی جائے۔

1- آکسفورڈ ڈکشنری میں سیکولر ازم کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے ''یہ نظریہ کہ اخلاقیات کی بنیاد صرف اس مادی دنیا میں انسانیت کی فلاح کے تصور پر قائم ہونی چاہیے' خدا پر ایمان یا اخروی زندگی کے متعلق تمام تر تصورات کو اس میں سرے سے کوئی عمل دخل نہ ہو''۔

2- Lobiter کی ڈکشنری آف ماڈرن ورلڈ میں سیکولر ازم کی تعریف دو حصوں میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

(i) ''دنیوی روح یا دنیوی رجحانات وغیرہ بالخصوص اصول وعمل کا ایسا نظام جس میں ایمان اور عبادت کی ہر صورت کو رد کر دیا گیا ہو''۔

(ii) ''یہ عقیدہ کہ مذہب اور کلیسا کا امور مملکت اور عوام الناس کی تعلیم میں کوئی عمل دخل نہیں ہے''۔

3- نیو تھرڈ ورلڈ ڈکشنری میں سیکولر ازم کی تعریف ان الفاظ پر مبنی ہے۔

''زندگی یا زندگی کے خاص معاملہ سے متعلق وہ رویہ جس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ دین یا دینی معاملات کا حکومتی کاروبار میں دخل نہیں ہونا چاہیے یا یہ کہ کسی مذہبی معاملات کو نظام حکومت سے دور رکھا جائے۔ اس سے مراد حکومت میں خالص لادینی سیاست ہے' دراصل سیکولر ازم اخلاق کا ایک اجتماعی نظام ہے''۔

4- انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (جلد نو' پندرہواں ایڈیشن) میں سیکولر ازم کی وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

''سیکولر ازم سے مراد ایک ایسی اجتماعی تحریک ہے جس کا اصل ہدف اخروی زندگی سے لوگوں

کی توجہ ہٹا کر دنیوی زندگی کی طرف مرکوز کراتا ہے' قرون وسطیٰ کے مذہبی میلان رکھنے والے افراد میں دنیاوی معاملات سے متنفر ہو کر خداوند قدوس کے ذکر اور فکر آخرت میں انہماک اور استغراق کا خاصا قوی رجحان پایا جاتا تھا۔ اس رجحان کے خلاف ردعمل کے نتیجہ میں نشاۃ ثانیہ کے زمانہ میں سیکولر ازم کی تحریک انسان پرستی (ہیومن ازم) کے ارتقاء کی شکل میں رونما ہوئی۔ اس وقت انسان نے انسانی ثقافتی سرگرمیوں اور دنیاوی زندگی میں اپنی کامیابیوں کے امکانات میں پہلے سے زیادہ دلچسپی لینی شروع کی۔ سیکولر ازم کی جانب یہ پیش قدمی تاریخ جدید کے تمام عرصہ کے دوران ہمیشہ آگے بڑھتی رہی اور اس تحریک کو اکثر عیسائیت مخالف اور مذہب مخالف (Anti-Religion) سمجھا جاتا رہا''۔

مندرجہ بالا تعریفوں میں سے کیا کوئی ایک بھی ایسی ہے کہ جس کی روشنی میں اسلام اور سیکولر ازم کے درمیان کوئی قدر مشترک تلاش کی جا سکے؟ کیا پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق یہ تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ ایک ایسی تحریک برپا کرنا چاہتے تھے جس میں خدا پر ایمان یا اخروی زندگی کے تصور کو کوئی عمل دخل نہ ہو؟ کیا آپ کی تعلیمات کا اصل ہدف لوگوں کی توجہ اخروی زندگی سے ہٹا کر دنیوی زندگی کی طرف مبذول کراتا تھا؟ یا کوئی بدبخت آپ کے تصور حکومت کے بارے میں خیال بھی ذہن میں لاسکتا ہے کہ جس میں مذہب کو الگ کر دیا گیا ہو۔ اگر ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے تو پھر رسالت مآب ﷺ کے ادنیٰ پیروکار کی حیثیت سے ہم یہ دریافت کرنے کا پورا حق رکھتے ہیں کہ افضال ریحان یا ان جیسے کسی نام نہاد ''روشن خیال'' کو یہ حوصلہ اور جرأت کیسے ہوئی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو دنیا کا سب سے بڑا ''سیکولر انسان'' کہے؟

کیا مجیب الرحمٰن شامی صاحب جو ایک اسلام پسند صحافی ہیں' بتانا پسند کریں گے کہ روزنامہ ''پاکستان'' میں توہین رسالتؐ پر مبنی ایسے کلمات کی اشاعت ان کے اخبار کی باقاعدہ پالیسی ہے یا پھر اسے محض ایک صحافیانہ فروگزاشت سمجھا جائے؟ مگر چیف ایڈیٹر کی حیثیت سے وہ اس فروگزاشت سے اپنے آپ کو بری الذمہ کیسے قرار دیتے ہیں؟ حریت فکر اور اظہار رائے کی آزادی اپنی جگہ' مگر اس کا دائرہ توہین رسالت تک وسیع کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

مجیب الرحمٰن شامی صاحب کی زیرادارت نکلنے والے کسی اخبار میں رسالت مآب ﷺ کی پہلی دفعہ ''سیکولر'' نہیں کہا گیا۔ آج سے تقریباً تین سال پہلے اجمل نیازی نے انٹرویو کے دوران جاوید احمد غامدی سے بھی اس طرح کا سوال پوچھا تھا جو ہفت روزہ ''زندگی'' میں شائع ہوا تھا۔ راقم الحروف کی یادداشت کے مطابق یہ محض دو ایسے واقعات ہیں جن میں کسی اخبار نے رسالت مآب ﷺ کے بارے میں اس طرح کے کلمات شائع کیے ہوں۔ کیا یہ محض اتفاق ہے کہ مجیب الرحمٰن شامی صاحب کے اخبار یا رسالہ میں اس طرح کے سوالات شائع ہوتے ہیں؟

حامد میر

صرف فرنٹیئر پوسٹ مجرم نہیں

فرنٹیئر پوسٹ میں ایک یہودی بینڈزیک کے توہین رسالتؐ پر مبنی خط کی اشاعت کے خلاف پشاور سمیت ملک کے دیگر حصوں میں ہونے والا احتجاج رائے عامہ کا عکاس ہے۔ پاکستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے دین اور اپنے نبیؐ کی شان میں گستاخی کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتی۔ ایک یہودی کی طرف سے اپنے خط میں نبی کریمؐ کے بارے میں جو زبان استعمال کی گئی اس کا ایک پاکستانی اخبار میں شائع ہونا کئی سوالات کو جنم دیتا ہے اور اس ضرورت کا احساس دلاتا ہے کہ اخبارات کے لیے کوئی ضابطۂ اخلاق اور اس کے نفاذ کے لیے کوئی پریس کونسل ہونی چاہیے تاکہ کسی بھی مذہب یا فرقے کے خلاف کسی اخبار میں اشتعال انگیز مواد شائع نہ ہو سکے۔

فرنٹیئر پوسٹ کے خلاف احتجاج کا آغاز جماعت اسلامی نے کیا۔ شائد اس کی وجہ یہ تھی کہ ایڈیٹر کے نام ڈاک والے کالم میں یہودی کے اشتعال انگیز خط کے ساتھ ساتھ جماعت اسلامی کے خلاف بھی ایک سخت خط شائع ہوا تاہم فرنٹیئر پوسٹ نے جس مجرمانہ کردار کا مظاہرہ کیا اسے قطعاً نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ نکتہ اہم ہے کہ فرنٹیئر پوسٹ سے قبل کم از کم دو اردو جرائد ایسا ہی توہین آمیز مواد شائع کر چکے ہیں جس کے خلاف مجلس تحفظ ختم نبوت نے آواز اٹھائی لیکن دینی جماعتوں نے کسی خاص ردعمل کا مظاہرہ نہیں کیا اور نہ ہی حکومت نے کوئی خاص نوٹس لیا۔ چند ہفتے قبل ہم نے وفاقی وزارت تعلیم اور اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے یونیسکو کے زیر اہتمام شائع ہونے والے اردو جریدے ''پیامی'' میں گستاخ رسول بنگلہ دیشی ادیبہ تسلیمہ نسرین کے ایک مضمون کی نشاندہی کی تھی۔ تسلیمہ نسرین نے مذہب کو عورتوں کی ترقی کا دشمن قرار دیا اور اپنے مضمون میں لکھا کہ ہمیں اسلامی ممالک میں مذہبی قوانین منسوخ کرانے کے لیے تحریک چلانی چاہیے۔ تسلیمہ نسرین نے یہ بھی لکھا کہ اس نے بنگلہ دیش میں مذہب کے تسلط کے خلاف آواز اٹھائی لہٰذا اسے اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ اس واہیات مضمون کی اشاعت پر وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال نے ایک انکوائری کمیٹی بنا دی۔ اس انکوائری کمیٹی کی رپورٹ میں اصل مجرموں کی نشاندہی نہیں کی گئی اور

معاملہ ٹھپ ہوگیا۔

''پیامی'' کے بعد لاہور سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''نیا زمانہ'' نے جنوری 2001ء کے شمارے میں معروف دانشور اور محقق احمد سلیم کا ایک مضمون شائع کیا جس کی سرخی تھی ''تسلیمہ نسرین ایک بہادر عورت''۔ احمد سلیم نے بڑے فخر سے لکھا تھا کہ تسلیمہ نسرین کے خیال میں اسلام اور ہندومت میں کوئی فرق نہیں اور وہ ایک بہادر عورت ہے جس نے بابری مسجد کی شہادت کے بعد بنگلہ دیش میں مسلمانوں کے ہاتھوں ہندوؤں پر ظلم کے خلاف ایک ناول لکھا جس کے بعد علماء نے تسلیمہ کے قتل کا فتویٰ صادر کر دیا۔ احمد سلیم نے اپنے مضمون کا اختتام ان الفاظ پر کیا...... ''وہ پاکستان کی سارہ شگفتہ کی طرح تین طلاقیں حاصل کر چکی ہے۔ تسلیمہ کی ایک شادی شاعر اور ایک صحافی کے ساتھ ہوئی اور ہر مرتبہ طلاق کا انتخاب اس نے خود کیا''۔ موصوف نے یہ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ تسلیمہ نسرین پر کفر کا فتویٰ اس وقت لگا جب اس نے قرآن مجید میں ترمیم و اضافے کا مطالبہ کیا۔ تسلیمہ نسرین اور احمد سلیم کی روشن خیالی اور سیکولر ازم میں بابری مسجد کی شہادت اور بمبئی میں ہزاروں مسلمانوں کے قتل و غارت پر احتجاج کی کوئی گنجائش نہیں۔ البتہ مسلمانوں اور اسلام پر تنقید ان کے سیکولر ازم میں لازمی ہے۔ اور یہی وہ دوغلا رویہ ہے جس نے پاکستان میں سیکولر ازم کو آہستہ آہستہ ایک گالی بنا دیا۔ حالانکہ خرابی اس لفظ میں نہیں بلکہ اس لفظ کا استعمال کرنے والوں میں ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر وفاقی وزارت تعلیم کے جریدے میں اسلام کے خلاف ایک گستاخانہ تحریر کا دینی جماعتیں اور حکومت فوری طور پر نوٹس لیتیں اور ذمہ دار عناصر کو سخت سزا ملتی تو ''نیا زمانہ'' کے ایڈیٹر محمد شعیب عادل ایک گستاخ اسلام عورت کی حمایت میں احمد سلیم کا مضمون شائع کرنے کی جرات نہ کرتے اور اگر یہ مضمون شائع نہ ہوتا تو شاید فرنٹیئر پوسٹ پشاور کا عملہ بھی مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ نہ کرتا۔ دیانتداری سے تجزیہ کیا جائے تو فرنٹیئر پوسٹ میں قابل اعتراض خط کی اشاعت کے ذمہ دار صرف اس اخبار کے چند صحافی اور انتظامیہ نہیں بلکہ دینی جماعتیں اور حکومت بھی ہیں۔ اگر توہین اسلام کے اس سلسلے کو ''پیامی'' سے روکا جاتا تو یہ فرنٹیئر پوسٹ تک نہ پہنچتا بلکہ بہت پہلے ختم ہو جاتا۔ اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ اسلام دشمن عناصر صرف اخبارات کے دفاتر میں نہیں بلکہ وفاقی وزارت تعلیم اور یونیسکو کے دفاتر میں بھی بیٹھے ہیں۔

ابوبکر قدوسی

توہین رسالت ﷺ کے واقعات کا تسلسل

پچھلے دنوں پشاور سے نکلنے والے انگریزی روزنامہ فرنٹیر پوسٹ میں ایک خط شائع ہوا ہے جو مبینہ طور پر کسی یہودی کا خط ہے جس کا عنوان ہے ''مسلمان یہودیوں سے نفرت کیوں کرتے ہیں؟'' خط کے مندرجات انتہائی اشتعال انگیز تھے اور جناب رسالت مآب ﷺ کے بارے میں توہین آمیز الفاظ استعمال کیے گئے تھے۔ خط کے شائع ہونے کے بعد پشاور میں ہنگامے پھوٹ پڑے اور مظاہرین نے اخبار کا دفتر' پریس اور ایک سینما جلا ڈالا۔ اگرچہ اخبار کی انتظامیہ نے خط کے شائع ہونے پر معذرت کا اظہار کیا اور اس کے ذمہ دار افراد کے خلاف مقدمہ درج کروا دیا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اخبار کی انتظامیہ کی محض مجرمانہ غفلت اس خط کی اشاعت کا سبب بنی یا دانستہ اس کو شائع کیا گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سارا کچھ ایک سوچا سمجھا منصوبہ اور گھناؤنا کھیل ہے جو پوری دنیا میں امت مسلمہ کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے۔ یہودی اور عیسائی جانتے ہیں کہ ہمارے نزدیک نبوت کی حرمت کے لحاظ سے پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اور جناب حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ' حضرت عزیر اور دیگر انبیاء میں کوئی فرق نہیں اور ان کو پتہ ہے کہ اگر وہ توہین رسالت مآب ﷺ کریں گے تو ہم ان کے محترم انبیاء کے بارے میں پھر بھی کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان کی رسالت بھی ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ چنانچہ وہ گاہے بگاہے اس طرح کی حرکتیں کرتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتے رہتے ہیں۔ جواباً جب مسلمان اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں تو ان کو بنیاد پرست' رجعت پسند اور نہ جانے کیا کیا خطاب دیئے جاتے ہیں۔ حالانکہ بنیاد پرستی اور رجعت پسندی میں یہ لوگ خود کہیں آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

آج بھی امریکہ کا صدر حلف اٹھانے کے بعد چرچ ضرور جاتا ہے۔ عراق کے خلاف جنگ کے آغاز سے پہلے صدر بش ساری رات چرچ میں دعائیں مانگتے رہے۔ بوسنیا میں مسلمانوں کے خلاف جنگ میں امریکہ کا جانبدارانہ کردار' مسلمانوں پر اسلحے کی ناجائز پابندی' افغانستان کے خلاف حالیہ ناجائز پابندیاں' اسرائیل کے حق میں ہمیشہ ناجائز ووٹ کا استعمال' امریکہ کی بنیاد پرستی کی چند مثالیں ہیں اور اس

امریکہ میں جمہوریت کو اتنا تقدس دیا گیا ہے کہ اس کے خلاف لکھنا قابل سزا جرم ہے۔ انگلینڈ کے قانون کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی سزا عمر قید ہے۔ یہ ان کے اپنے عمل کا تضاد ہے۔

پوری دنیا میں مسلم اور غیر مسلم ممالک کی تفریق بہت واضح ہو چکی ہے اور مسلم قوم کی بنیاد پرستی کا طعنہ دینے والے خود سب سے بڑے بنیاد پرست ہیں۔ جہاں تک دہشت گردی کی بات ہے' روس' امریکہ' اسرائیل اور بھارت سے بڑا دہشت گرد کون ہے؟ توہین رسالت کے یہ مسلسل واقعات دنیا میں جاری اس مسلم اور غیر مسلم سرد جنگ کا یہ ایک حصہ ہیں۔ سلمان رشدی ہو' تسلیمہ نسرین یا پاکستانی قادیانی عاصمہ جہانگیر یہ سب ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اور ان کی پناہ گاہ یورپ اور امریکہ ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ توہین رسالت کرنے والے افراد کے دفاع سے امریکہ اور انگریز بہادر کو اتنی دلچسپی کیوں ہوتی ہے۔ آج اگر کسی مذہبی جماعت کے کارکنوں کو پھانسی کی سزا دی جاتی ہے یا کسی عرب ملک کے مجاہد کو اس کا ملک گرفتار کر کے قتل بھی کروا دیتا ہے تو کبھی امریکہ سے انسانی حقوق کی صدا بلند نہیں ہوتی۔ آج ہم بھی یہ سوال پوچھتے ہیں کہ ''امریکہ کو مسلمانوں سے اتنی نفرت کیوں ہے؟''

ہمارے ملک پاکستان میں توہین رسالت کے قانون کے نفاذ کے بعد سے ایک تسلسل کے ساتھ ہر چار یا چھ ماہ بعد کوئی نہ کوئی شوشہ ضرور چھوڑا جاتا ہے۔ کبھی کسی کتاب کا معاملہ سامنے آ جاتا ہے اور کبھی کہیں تقریر یا بیان کے ذریعے اسلامیان پاکستان کے جذبات پہ چوٹ لگائی جاتی ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس سارے سوچے سمجھے کھیل کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ جب عوام الناس حب رسول ﷺ کے جذبات کے تحت اپنے ردعمل کا اظہار کریں گے۔ اور اگر ''خوش قسمتی'' سے پرتشدد مظاہروں پر اتر آئیں گے تو اس سارے سلسلے کو پوری دنیا میں یہ کہہ کر کیش کروایا جائے گا کہ دیکھیں کہ یہ مسلمان آزادی تحریر و تقریر کے کس قدر مخالف ہیں۔ بلکہ تشدد پسند بھی ہیں اور پھر توہین رسالت کے قانون کے خلاف اخبارات میں بیان بازی شروع کر دی جاتی ہے اور اتنا کیچڑ اچھالا جاتا ہے کہ اصل تصویر دھندلا جاتی ہے۔ ایسے میں یہودیوں اور عیسائیوں کے پاکستانی تنخواہ دار ملازم اور ملازمائیں بھی بولنے لگتی ہیں۔ سارے لوگ انسانی حقوق کا واویلا بلند کرنے لگتے ہیں۔ ان کی ساری بیان بازی اور شور وغل کا نقطہ عروج یہ ہوتا ہے کہ ہر انسان کو آزادئ اظہار کا حق حاصل ہے۔ یہ لوگ اس حد تک جانبدار اور کج بحثی کرنے والے ہیں کہ اس بات پر تو بڑا اصرار کرتے ہیں کہ ہر انسان کو آزادی اظہار کا حق حاصل ہے۔ ہم بھی اسی نقطہ نظر کے حامی ہیں کہ آزادی اظہار کا حق ضرور ملنا چاہیے لیکن آزادی اظہار کی آڑ میں گالیاں دینا' بدتمیزی کرنا' نبی کریم ﷺ کی توہین کرنا' کسی کے جذبات سے کھیلنا' یہ کسی حالت میں بھی قابل برداشت نہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے ایک شخص نبی کائنات ﷺ کو گالی دے تو کہا جائے کہ یہ اس کا حق ہے اور اگر دوسرا شخص اس پر احتجاج کرے تو کیا یہ اس کا حق نہیں؟ وہ گنہگار' رجعت پسند اور بنیاد پرست کیوں؟

ان تام نہاد آزادی پسند لوگوں کی حالت یہ ہے کہ کچھ عرصہ قبل ترکی کے صدر سلیمان ڈیمرل

پاکستان کے دورے پر تشریف لائے تو ایک تقریب میں روزنامہ "پاکستان" کے ایڈیٹر جناب مجیب الرحمٰن شامی اور ایک خاتون جاگیردارنی سیاست دان عابدہ حسین بھی وہاں موجود تھیں۔ بات سر پہ دوپٹہ لینے کے موضوع پر چل نکلی۔ جناب مجیب الرحمٰن شامی کا موقف یہ تھا کہ اگر کوئی عورت اپنے سر پر سکارف لینا چاہے تو یہ اس کا بنیادی انسانی حق ہے۔ اس کے سکارف پر پابندی کیوں لگائی جاتی ہے؟ یاد رہے کہ مجیب الرحمٰن شامی صاحب کوئی مولوی نہیں ہیں۔ پھر بھی یہ بات ان لوگوں کے لیے اس قدر تکلیف دہ ہے کہ عابدہ حسین کہنے لگیں جناب صدر اصل میں شامی صاحب زبردستی میرے سر پہ چادر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ"۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ توہین رسالت کے قانون کی بے جا مخالفت کرنے والوں نے حالات کو بہت کشیدہ کر دیا ہے۔

ان حالات میں ہمارا حکومت وقت کو یہ مخلصانہ مشورہ ہے کہ توہین رسالت کے روز افزوں ہونے والے واقعات کے تسلسل اور ان کے پیچھے سازشی ہاتھ کو بے نقاب کرے تاکہ اسلامیان پاکستان کے جذبات سے کھیلنے والے ان گھناؤنے کرداروں کو ان کے انجام تک پہنچایا جاسکے۔ اسی میں مشرف حکومت کے لیے بہتری ہے۔ ورنہ اس گئے گزرے دور میں بھی اہل پاکستان اپنے نبی ﷺ کی حرمت پر جان نچھاور کرنا اپنے لیے بڑی سعادت کی بات سمجھتے ہیں۔

محمد عطا اللہ صدیقی

اشتراکی ظلمت کدے کے بے نور دماغ

مارچ کے ''نیا زمانہ'' میں سب سے قابل اعتراض مضمون محمد شعیب عادل کی طرف سے تحریر کردہ اس کا اداریہ ہے۔ موصوف نے پشاور سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامہ ''فرنٹیئر پوسٹ'' میں دریدہ دہن گستاخ رسول ایک یہودی کے خط کو محض ایک سطر میں ''لغو اور بے ہودہ'' کہنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ لکھتے ہیں ''فرنٹیئر پوسٹ میں جو لغو اور بے ہودہ خط شائع ہوا' بلاشبہ ہم اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔'' اداریہ کا پورا صفحہ جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ کے مبینہ ''غنڈہ گردی'' کی مذمت میں سیاہ کیا گیا ہے۔ جماعت اسلامی سے اگر ''نیا زمانہ'' کے مدیر کو کوئی دیرینہ عداوت'' دشمنی یا کدورت ہے' تو اس میں وہ منفرد نہیں ہیں۔ پاکستان میں کارل مارکس کی ساری روحانی اولاد اس مرض میں مبتلا ہے۔ مگر جہاں معاملہ محسن انسانیت ﷺ کی شان میں دریدہ دہنی اور گستاخی کا ہو' وہاں ذاتی عناد کو بیچ میں لانا ایک بدترین اور گھناؤنا فعل ہے۔ خط فرنٹیئر پوسٹ میں شائع ہوا' مگر ''نیا زمانہ'' کے مدیر صاحب کو اس میں بھی جماعت اسلامی کا کردار ''مشکوک'' لگتا ہے۔ لکھتے ہیں ''پشاور میں ہونے والے واقعہ میں جماعت اسلامی کا مجرمانہ اور مشکوک کردار سامنے آتا ہے''۔ یہی مدیر صاحب ہیں جو اپنے تئیں ''عدم تعصب' رواداری اور روشن خیالی'' کے مشن پر لگے ہوئے ہیں۔ کیا اس سے زیادہ تعصب کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

''نیا زمانہ'' کے مدیر نے نہایت ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ دعویٰ بھی کیا ہے:

> ''اب تک جتنے بھی توہین رسالتؐ کے مقدمے دائر ہوئے ہیں' ان میں تقریباً ننانوے فیصد جھوٹے ہیں' جن کے پیچھے جائیداد یا عیسائیوں کی زمین پر قابض ہونا وغیرہ ہوتا ہے''۔

اس مکروہ اور صریحاً جھوٹ پر مبنی واہیات دعویٰ کی بنیاد کیا ہے۔ اس کا حوالہ دینا انہوں نے

گوارا نہیں کیا۔ انہوں نے اگر آنکھوں پر دروغ گوئی اور تعصب کی پٹی نہ باندھی ہوتی' تو چند ہفتے پہلے قومی اخبارات میں وزارت داخلہ کی طرف سے 295 سی کے تحت درج کردہ مقدمات کی جو فہرست شائع ہوئی تھی' کم از کم اس کو ہی دیکھ لیتے۔ اس فہرست کے مطابق اس قانون کے تحت کل 211 درج کردہ مقدمات میں سے 95 فیصد مقدمات مسلمانوں کے خلاف درج ہیں۔ تقریباً ''ننانوے فیصد'' مقدمات کو جھوٹا کہنے کی جرأت تو آج تک عاصمہ جہانگیر اور کسی ''انسانی حقوقئے'' تک کو نہیں ہوئی۔ گزشتہ سالوں میں یوسف کذاب' ریاض گوہر شاہی' سندھی زبان کے ایک شاعر اور کئی دیگر ''مسلمانوں'' کے خلاف مقدمات کا ذکر تو اخبارات میں تواتر کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ راقم الحروف خدا خوفی کے بھرپور احساس کے تحت پوری ذمہ داری سے یہ کہنے پر تامل محسوس نہیں کرتا کہ سلامت مسیح' رحمت مسیح' ایوب مسیح اور اس طرح کے چند دیگر عیسائی افراد کے خلاف توہین رسالتؐ کے جو مقدمات درج کرائے گئے تھے' وہ سو فیصد درست تھے۔ عاصمہ جہانگیر اور ''فرنٹیئر پوسٹ'' کے اسلام دشمن پراپیگنڈے اور یہودی ذرائع ابلاغ کے منفی پراپیگنڈا کی وجہ سے ان مقدمات کی صحیح طور پر سماعت نہیں کی جا سکی۔

''نیا زمانہ'' کے مدیر پوچھتے ہیں ''آخر توہین رسالتؐ کے واقعات پاکستان میں کیوں ہوتے ہیں' دوسرے اسلامی ممالک میں یہ سب کچھ کیوں نہیں ہوتا؟ ہم اس کا سادہ سا جواب یہی دیں گے ''کیونکہ ان ممالک میں عاصمہ جہانگیر' خالد احمد جیسے افراد اور ''فرنٹیئر پوسٹ'' جیسے اخبارات نہیں نکلتے''۔ نیا زمانہ کے مدیر میں حمیت اسلامی کی اگر ایک رمق بھی باقی ہوتی' تو وہ ایک دریدہ دہن گھٹیا عورت تسلیمہ نسرین کی تعریف میں کبھی مضمون شائع نہ کرتے۔ حامد میر جیسا لبرل صحافی بھی یہ لکھنے پر مجبور ہوا ''سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر وفاقی وزارت تعلیم کے جریدے میں اسلام کے خلاف ایک گستاخانہ تحریر کا دینی جماعتیں اور حکومت فوری طور پر نوٹس لیتی اور ذمہ دار عناصر کو سخت سزا ملتی تو ''نیا زمانہ'' کے ایڈیٹر شعیب عادل ایک گستاخ اسلام عورت کی حمایت میں احمد سلیم کا مضمون شائع کرنے کی جرات نہ کرتے اور اگر یہ مضمون شائع نہ ہوتا تو شاید فرنٹیئر پوسٹ پشاور کا عملہ بھی مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ نہ کرتا''۔

(اوصاف' یکم فروری 2001ء)

مجھے معلوم نہیں ہے کہ ''نیا زمانہ'' کے مدیر کی نگاہ سے ''فرنٹیئر پوسٹ'' میں شائع ہونے والا وہ خط گزرا ہے یا نہیں۔ مگر راقم الحروف نے مارچ کے دوسرے ہفتے میں پشاور کے دورے کے دوران یہودی دریدہ دہن کا یہ غلیظ خط پڑھا۔ اس کے پڑھنے کے بعد راقم جس ذہنی اذیت سے دوچار ہوا' اس کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ راقم الحروف کی یہ سوچی سمجھی رائے ہے کہ اس خط کی اشاعت کے بعد پشاور کے شمع رسالتؐ کے پروانوں نے جو احتجاج کیا' وہ جذبات کا ایک فطری ردعمل ہے۔ اس احتجاج کو محض جماعت اسلامی کی سازش' کوئی دشمن رسول ہی قرار دے سکتا ہے۔ پشاور میں جس طرح کی فضا بنی ہوئی ہے وہاں ایک یہودی کا خط تو کیا ''نیا زمانہ'' کا کوئی شمارہ نکالا جاتا تو اس کا حشر بھی ''فرنٹیئر پوسٹ'' سے مختلف نہ ہوتا۔

رفیع اللہ شہاب اور اشتراکی مفکرین کو روایتی علما سے یہ گلہ ہے کہ وہ عقل اور درایت کا استعمال نہیں کرتے۔ محض روایت پر زور دیتے ہیں۔ ان کے مرشد غلام احمد پرویز کی پوری زندگی درایت کی اہمیت بیان کرتے گزری ہے۔ مگر ''نیا زمانہ'' کے صفحہ نمبر 22 کی یہ سطور ان کی درایت پسندی کا نوحہ رقم کرتی نظر آتی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے درایت کی شاندار مثال۔ ''مسٹر ضیاء کے عہد سلطنت میں پشاور کی پی ایچ ڈی کی ایک طالبہ نے اپنی تحقیق میں لکھا تھا کہ ہمارے امیر المومنین نے 22 لاکھ ہندوستانی بلا کر یہاں آباد کیے''۔ اگر کسی کی عقل نہیں ماری گئی تو وہ ''22 لاکھ'' کے ان اعداد و شمار پر یقین ہرگز نہ کرے گا اور اگر پی ایچ ڈی کی مذکورہ طالبہ اپنی یہ تحقیق کسی صاحب عقل کو پیش کریں تو وہ ان کی پی ایچ ڈی کی ڈگری کو ان کے سر پر ضرور مارے گا' کیونکہ 1947ء میں برصغیر کی تقسیم کے دوران 16 لاکھ کے قریب مہاجرین پاکستان آئے تھے تو ضیاء الحق کے دور میں 22 لاکھ افراد کیسے پاکستان میں داخل ہوگئے۔ ان سولہ لاکھ افراد سے تو کراچی' حیدر آباد' سکھر' میر پور' ملتان اور دیگر شہر بھرے پڑے ہیں مگر وہ ضیا الحق کے 22 لاکھ مہاجرین کہاں غائب ہوگئے ہیں۔ اس کا جواب تلاش کرنے کے لیے پشاور یونیورسٹی کی کسی دوسری طالبہ کو پی ایچ ڈی کا جعلی مقالہ لکھنا پڑے گا۔ یہ ہے ان لوگوں کی درایت اور عقلیت پسندی کا حال جو اٹھتے بیٹھتے مولویوں کو ''جہالت'' کا طعنہ دیتے ہیں۔

شعیب عادل صاحب! آپ کی یہ ساری ''ترقی پسندی'' اور روشن خیالی ایک بہت بڑا فریب ہے۔ ''نیا زمانہ'' کا اصل مشن اسلام دشمنی ہے۔ ہمارا مشن اسلام دشمنوں کی سرکوبی ہے۔ آپ اپنا مشن جاری رکھیے اور ہم اپنے مشن سے کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ آپ یہ یاد رکھیے کہ اشتراکی میکدے کے بے نور دماغ اسلامی فکر کے روشن چراغ کو کبھی ماند نہیں کر پائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

محمد عطاء اللہ صدیقی

فرنٹیئر پوسٹ کی بحالی

29 جنوری 2001ء کو پشاور سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامہ "دی فرنٹیئر پوسٹ" میں ایک یہودی دریدہ دہن کا توہین رسالتؐ پرمبنی خط شائع ہوا تھا اس کے خلاف عوام نے شدید احتجاج کیا، جس کے نتیجے میں سرحد حکومت نے "فرنٹیئر پوسٹ" کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی تھی اور اس کے پرنٹنگ پریس کی بندش کے احکامات بھی صادر کر دیئے تھے۔ اب یہ اخبار دوبارہ شائع ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اگرچہ اس کی دوبارہ اشاعت کا آغاز 20 جون 2001ء کو ہوا، مگر 27 جون 2001 تک عملاً یہ اخبار پشاور کے نیوز سٹال پر فروخت ہونا شروع نہ ہوا تھا۔ اس ایک ہفتہ کے دوران اخبار کی "ڈمی" چھپتی رہی۔ پنجاب اور سندھ میں تو یہ اخبار ان دنوں محدود پیمانے پر ارسال کیا جاتا رہا، مگر پشاور میں ممکنہ ردعمل کے خدشہ کے پیش نظر انتظامیہ نے اس کی کھلے عام اشاعت کی اجازت اس وقت دی جب اسے یقین ہو گیا کہ اب عوامی احتجاج کے بھڑک اٹھنے کا امکان نہیں ہے۔ 27 جون کو فرنٹیئر پوسٹ معمول کے مطابق پشاور میں بھی اخبار سٹال پر فروخت کیا جانے لگا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "تیرے خدا کی پکڑ بہت سخت ہے"۔ اسے سوئے اتفاق کہا جائے یا پھر قدرت کی بے آواز لاٹھی، 27 جون کو جب فرنٹیئر پوسٹ دوبارہ منظر عام پر آیا، اسی دن اخبارات میں صفحہ اول پر یہ خبر نمایاں طور پر شائع ہوئی کہ "فرنٹیئر پوسٹ" کے مالک اور چیف ایڈیٹر رحمت شاہ آفریدی کو ڈرگ کورٹ نے دو مرتبہ سزائے موت اور دس لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی ہے۔ اس دن دیکھنے والی آنکھوں نے یہ عبرت ناک منظر بھی دیکھا کہ گستاخان رسول کی حمایت کرنے والا آفریدی عدالت سے سزا سننے کے بعد جب پولیس کی معیت میں باہر آ رہا تھا تو زار و قطار رو رہا تھا۔ اس کی یہ عبرت آموز تصویر بھی اخبارات میں صفحہ اول پر شائع ہوئی۔

رحمت شاہ آفریدی کا اخبار گزشتہ کئی برس سے قانون توہین رسالتؐ 295 سی کو انسانی حقوق کے منافی قرار دے کر اس کی منسوخی کی مہم چلائے ہوئے تھا۔ جب بھی کسی گستاخ رسول کے خلاف

مقدمہ قائم کیا جاتا' فرنٹیئر پوسٹ نے ہمیشہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ تاریخ گواہ ہے کہ گستاخان رسولؐ اور ان کی اعانت کرنے والے رسوائی اور ذلت سے دوچار ہوتے ہیں۔ بظاہر رحمت شاہ آفریدی کو یہ سزا ڈرگ کورٹ نے دی ہے' مگر راقم الحروف کا وجدان کہتا ہے یہ سزا اسے اس ''عدالت'' نے دی ہے' جس سے ہمیشہ عدل کا مطالبہ نہیں' بلکہ اس کے فضل کی درخواست کی جانی چاہیے اور جس کی غیرت اپنے محبوب پیغمبرﷺ کی شان میں گستاخی کو کبھی برداشت نہیں کرتی۔ رحمت شاہ آفریدی کا پچھلے دنوں ایک ماہنامہ میں کالم شائع ہوا جس میں وہ رات کو اٹھ اٹھ کر جیل کے درختوں سے مخاطب ہوتا اور ستاروں سے باتیں کر کے اپنی قید کی داستان سناتا ہے۔ شاید کہ جیل میں رات کی تاریکی میں ضمیر کا چراغ روشن کر کے وہ دیکھ سکے کہ آقائے نامدارﷺ کے دشمنوں کو تحفظ دینے میں اس سے کہاں کہاں اور کس قدر کوتاہیاں ہوئی ہیں اور پھر شاید اس کی آنکھیں اس سے کہیں زیادہ آنسو بہائیں۔ جس قدر ڈرگ کورٹ سے سزا سننے کے بعد اس نے آنسو بہائے۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ ''فرنٹیئر پوسٹ'' میں شائع ہونے والا یہودی خبیث کا توہین آمیز خط اگرچہ ایک بہت بڑی جسارت تھا' مگر یہ اپنی نوعیت کا پہلا ''واقعہ'' نہیں تھا' جو اس اخبار کے حوالے سے منظر عام پر آیا۔ اس سے پہلے نسبتاً کم درجہ کی توہین آمیز جسارتیں تسلسل کے ساتھ وقوع پذیر ہوتی رہیں۔ چونکہ ان کا کسی نے نوٹس تک نہ لیا' لہٰذا ان کی جرات' گفتار و جسارت اظہار میں بے باکانہ اضافہ ہوتا گیا۔ مذکورہ اہانت آمیز خط سے چند ہفتے پہلے ایک ریٹائرڈ میجر' جو قادیانی ہے' کی جانب سے تین چار ایسے خطوط فرنٹیئر پوسٹ میں شائع ہوئے' جن میں مسلمانوں کی دل آزاری کا بہت مواد موجود تھا۔ مارچ 2001ء کے تیسرے ہفتے میں جب راقم الحروف پشاور گیا' تو وہاں ایک صاحب نے بتایا کہ یہ میجر صاحب اس معروف قادیانی فوجی جنرل کے صاحبزادے ہیں' جنہوں نے آپریشن جبرالٹر کے ذریعے کشمیر پر قابض ہو کر وہاں قادیانی ریاست کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کی حتی الامکان کوشش کی تھی۔ لاہور میں بھی ایک دو صحافیوں کی زبانی کچھ اس طرح کے خیالات سننے میں آئے۔ پھر ذرا ذہن میں لائیے۔ سلامت مسیح اور رحمت مسیح کا مقدمہ' تو ماضی قریب کا معاملہ ہے۔ ان گستاخان رسولﷺ پر جب مقدمہ چل رہا تھا' پوری سیکولر لابی ان کے دفاع کے لیے دیوانہ وار میدان میں کود پڑی تھی' مگر اس مجنونانہ مہم میں فرنٹیئر پوسٹ نے اپنے اداریوں میں جس قدر زشت خوئی اور جنون خیزی کا مظاہرہ کیا' اس کا موازنہ کسی اور سیکولر اخبار یا میگزین سے نہیں کیا جا سکتا۔ راقم الحروف کو تعجب تھا کہ جب ایک مقدمہ عدالت میں زیر سماعت ہے' تو پھر ایک انگریزی اخبار میں دفعہ 295 سی کے خلاف اس قدر مکروہ شر انگیزی کیوں کی جا رہی ہے؟ اس مقدمہ کی آڑ میں نہ صرف قانون توہین رسالتؐ کو نشانہ بنایا گیا تھا' بلکہ علمائے دین اور دین پسند طبقہ کے خلاف سخت بدزبانی اور ہرزہ سرائی کا مظاہرہ بھی کیا گیا۔ رحمت مسیح اور سلام مسیح کیس کی تفصیلات بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے مگر اپنے علم و یقین کی بنیاد پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے خلاف 295 سی کے تحت مقدمہ کا اندراج سو فیصد درست تھا۔ راقم کی نگاہ سے وہ خط

گزرا ہے، جس میں سلامت مسیح کے چچا نے کراچی سے مولوی فضل حق صاحب خطیب مسجد سے درخواست کی تھی کہ بچوں سے نا سمجھی میں غلطی ہوگئی ہے، جس پر وہ معافی مانگتے ہیں۔ عدالتوں میں سے کسی کے بری ہونے نہ ہونے کا لازمی مطلب کسی کی بے گناہی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ عدالتیں فیصلے پیش کردہ شہادتوں اور ان پر جرح کو پیش نظر رکھ کر کرتی ہیں۔

'دی فرنٹیئر پوسٹ' میں اس قدر توہین آمیز خط کیسے شائع ہوگیا؟ اس کے اصل محرکات کیا تھے؟ رحمت شاہ آفریدی اور اس کے بیٹے جلیل آفریدی کی طرف سے جو وضاحت اشتہارات کی صورت میں اخبارات میں شائع ہوئی اور جو انہوں نے اے پی این ایس کے سامنے بیان دیا' اس میں انہوں نے کہا کہ یہ ایک معاصر اخبار کی ان کے خلاف سازش ہے اور دوسرا ان کی طرف سے یہ بھی کہا گیا کہ ''فرنٹیئر پوسٹ'' کو افغان پالیسی کی مخالفت کی سزا دی جارہی ہے۔ یہ دونوں وضاحتیں محض سوئے تاویل اور اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے مترادف ہیں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ معاصر اخبار سے ان کی مراد "Statesman" ہے' جو پشاور سے نکلتا ہے۔ یہ اخبار اردو روزنامہ ''مشرق'' کی انتظامیہ کے زیر اہتمام شائع ہوتا ہے۔ فرنٹیئر پوسٹ کے مالکان اور انتظامیہ نے الزام تراشی کی کہ انگریزی اخبار ''سٹیٹس مین'' نے اپنی اشاعت بڑھانے کے لیے فرنٹیئر پوسٹ میں مذکورہ خط شائع کرایا۔ کوئی آدمی بقائمی ہوش و حواس ان کی یہ دلیل کیسے قبول کرسکتا ہے؟ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک معاصر اخبار فرنٹیئر پوسٹ کے ایک ملازم کے توسط سے کسی سازش کو عملی جامہ پہناتا ہے' پھر اکیلا ایک ملازم اتنی بڑی جسارت کا مرتکب کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ صرف ایڈیٹر کی ڈاک کا انچارج ہی تو نہیں' جس کی آنکھ سے کوئی مواد گزر کر شائع ہوتا ہے۔ کسی اور آدمی نے اسے کمپوز بھی کرنا ہوتا ہے۔ آخر وہ بھی تو اسے دیکھ سکتا ہے' لہذا یہ سازش کسی بھی وقت طشت از بام ہوسکتی ہے۔ افغان پالیسی کی مخالفت کو اس کی وجہ قرار دینا بھی ایک نامعقول دلیل بازی ہے۔ اگر افغان پالیسی کی مخالفت ہی فرنٹیئر پوسٹ کی بندش کی اصل وجہ ہوتی تو یہ اخبار کئی سال پہلے بند ہوچکا ہوتا۔ مزید برآں افغا پالیسی کی مخالفت صرف فرنٹیئر پوسٹ کی جانب سے ہی نہیں کی گئی' پاکستان کا سارا سیکولر پریس یہ نقطہ نظر رکھتا ہے' دیگر انگریزی اخبارات بھی اس معاملہ میں بہت Vocal ہیں' مگر آج تک کسی اخبار کو بند نہیں کیا گیا۔ پھر یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ افغان پالیسی کی مخالفت کی وجہ سے عوام کا اس قدر شدید احتجاج کبھی سامنے نہ آتا۔ اصل حقیقت یہ نہیں' جو رحمت شاہ آفریدی یا فرنٹیئر پوسٹ کی انتظامیہ بیان کرتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے' اگرچہ افسوس ناک بھی کہ پاکستان میں رشدی نسل کے کچھ ''دانشور'' موجود ہیں جو بالخصوص انگریزی اخبارات میں گھسے ہوئے ہیں۔ وہ نام کے تو مسلمان ہیں' مگر ان کے قلوب مسلمان اور ان کے محبوب پیغمبر ﷺ کے خلاف نفرت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ وہ اسلام دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ پھر ان میں سے کچھ ایسے افراد بھی موجود ہیں' جن کے ذہن میں انسانی حقوق کا مسخ شدہ تصور موجود ہے۔ وہ ہر بات کو شائع کرنا' اظہار رائے کی آزادی کا عین تقاضا سمجھتے

ہیں۔ چاہے اس میں توہین رسالت پر مبنی مواد کیوں نہ موجود ہو۔ سیکولر دانشور تو ایک طرف ہندوستان کے ایک معروف مذہبی سکالر مولانا وحید الدین خان نے تو سلمان رشدی کے اظہار رائے کے حق کے دفاع میں باقاعدہ ''شتم رسول کا مسئلہ'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھ ماری ہے۔ ''فرنٹیئر پوسٹ'' کی ہمیشہ یہ پالیسی رہی ہے کہ وہ ایسے گستاخان رسول کی تحریروں کو شائع کرتا رہا ہے۔ فرنٹیئر پوسٹ کا وہ متعلقہ شخص' جس پر ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ اس نے ہی خط شائع کیا' وہ یہ خط کبھی شائع نہ کرتا اگر اسے ذرہ برابر بھی خدشہ ہوتا کہ رحمت شاہ آفریدی یا اخبار کے دیگر ذمہ داران اس حرکت کو ناپسند کریں گے۔ اسے اخبار کی پالیسی' پسند ناپسند کا بخوبی علم تھا اسی لیے کسی خوف' ملامت یا جواب دہی کے تصور سے بے پروا ہو کر اس نے یہودی دریدہ دہن کا خط شائع کر دیا۔ رحمت شاہ آفریدی تو اس خط کے پیچھے ''مشرق'' کا ہاتھ بتاتے ہیں مگر ان کا ذہن صیہونی لابی کی طرف کیوں نہ گیا' جو تمام دنیا میں پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف مواد شائع کرنے میں کروڑوں ڈالر خرچ کر رہی ہے۔ یہی یہودی لابی ہی تو تھی' جس نے سلمان رشدی کی کتاب کا معاوضہ دس کروڑ روپے تک ادا کیا۔ یہی لابی ہی تو ہے جو تسلیمہ نسرین جیسی بے حیا اسلام دشمن عورت کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ فرنٹیئر پوسٹ میں کام کرنے والے صحافی کو یہودی لابی نے خرید لیا ہو۔ آج کل ای میل اور انٹرنیٹ کے ذریعے اس طرح کے رابطے استوار کرنا ایک معمولی بات ہے۔ راقم الحروف نے پشاور میں قیام کے دوران بہت کوشش کی کہ اس یہودی خبیث کا ای میل نمبر معلوم ہو جائے مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔

فرنٹیئر پوسٹ کا سب ایڈیٹر منور محسن جو ایڈیٹر کی ڈاک والے حصہ کا انچارج تھا' نے گرفتاری کے بعد یہ عذر تراشا کہ ڈاک کے رش کی وجہ سے وہ اس یہودی کے خط کا صرف پہلا پیراگراف ہی دیکھ سکا' تمام خط نہ پڑھ سکا۔ اس کا یہ عذر دیوار پر اٹھا کر مار دیئے جانے کے قابل ہے۔ راقم الحروف نے وہ غلیظ خط دیکھا ہے اور ہر وہ شخص جسے اس دل آزار خط کے پڑھنے کی اذیت سے گزرنا پڑا ہے' اتفاق کرے گا کہ اس خط کے پہلے پیراگراف میں ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف لکھا جا رہا ہے اور اس خط کا عنوان ہی چونکا دینے والا ہے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ کوئی روٹین کا خط تھا؟ کیا اس میں کسی گلی' محلے میں پانی کے مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گئی تھی؟ نہیں ایسا نہیں۔ اس میں واضح طور پر یہودیت بمقابلہ اسلام کی بات کی گئی تھی۔ آخر وہ کون سا صحافی ہے جو اس طرح کے غیر معمولی خط کو بغیر پڑھے ہوئے شائع کرا دے؟ پھر یہ خط کوئی بہت مفصل بھی نہیں تھا پانچ چھ پیراگراف پر مبنی ہے' آخر اسے پڑھنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ ایک شخص اپنے پیشہ ورانہ فرائض میں جس قدر بھی مصروف ہو' دو تین منٹ آخر نکال ہی لیتا ہے۔ صحافت کے پیشہ سے وابستہ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ خبروں کا صفحہ ہو یا ادارتی صفحہ' ان صفحات کے انچارج ایک ایک سطر پڑھنے کے بعد اسے فائنل کرتے ہیں۔ اخبارات کے دفاتر میں مدیر صاحبان کے خلاف گالی گلوچ پر مبنی سینکڑوں خطوط موصول ہوتے ہیں' آج تک غلطی سے اور ناسمجھی میں اس طرح کا تو کوئی ایک خط بھی شائع نہیں ہو سکا۔ آخر یہ ''ناسمجھی'' کے افسانے اس مقدس ہستی کے

خلاف دریدہ ذہنی کی اشاعت کے لیے کیوں تراشے جاتے ہیں' جو محسن انسانیتﷺ اور وجہ تخلیق کائنات ہے؟ اور یہ افسانے بھی تب ہی تراشے گئے' جب مسلمانوں نے اس خط کے خلاف شدید احتجاج برپا کیا اور ہنگامہ آرائی کی۔ اگر اس کے خلاف احتجاج نہ کیا جاتا' تو یہی خط انسانی حقوق اور آزادی اظہار کی بھی پاسداری کے اعلیٰ معیار اور شاندار کارناموں کے ناقابل تردید ثبوت کے طور پر پیش کیا جاتا۔ پورے یورپ اور امریکہ میں ڈھنڈورا پیٹا جاتا کہ دیکھئے پاکستان میں بھی صحافت کس قدر ''آزاد'' ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبرﷺ کے خلاف خط کو شائع کر سکتی ہے۔ انہیں بتایا جاتا کہ آپ نے سلمان رشدی کی ''شیطانی آیات'' شائع کر کے آزادی اظہار کا عظیم ''کارنامہ'' انجام دیا ہے۔ ہماری اس ''حقیر کاوش'' کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہیے اور شاید رحمت شاہ آفریدی کو ان ''خدمات'' کے عوض اس قدر مال ہاتھ آتا' جو وہ ڈرگ کی سمگلنگ میں اب تک نہ کما سکا۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ فرنٹیئر پوسٹ میں شائع ہونے والے مذکورہ خط کے خلاف جس قدر احتجاج اور ردعمل ظاہر کیا گیا اس کی مثال پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس احتجاج نے حکومت کے ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ توہین رسالت کا غالباً یہ پہلا واقعہ تھا جب وفاقی کابینہ کا ہنگامی اجلاس بلا کر اس کا نوٹس لیا گیا اور چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے اس کی فوری عدالتی تحقیقات کا حکم دیا۔ جنرل مشرف نے کہا کہ یہ ''قطعی طور پر ناقابل برداشت ہے'' انہوں نے نہایت زوردار الفاظ میں اس خط کی مذمت کی۔

پشاور ہائی کورٹ کے ایک جج کا عدالتی کمیشن مقرر کیا گیا جنہوں نے تحقیقات کے بعد اپنی رپورٹ سرحد حکومت کو پیش کر دی۔ قابل اعتماد ذرائع کے مطابق عدالتی کمیشن نے فرنٹیئر پوسٹ کے صرف ایک صحافی منور حسن کو اس واقعہ کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف 295 سی کے تحت کارروائی کرنے کی سفارش کی ہے۔ اس سال بارہ ربیع الاول کو سیرت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے کہا تھا کہ اگر اسلام پر کوئی حرف آیا تو سب سے پہلے میں آگے بڑھ کر اس کا دفاع کروں گا۔ جب ناموس رسالتﷺ پر حملہ ہوتا ہے تو یہ براہ راست اسلام پر حملہ تصور کیا جاتا ہے۔ کیا صدر پرویز مشرف اپنے اس اعلان کی روشنی میں توہین رسالت کے مرتکب اس صحافی کو سزا دلانے میں اپنا کردار ادا کریں گے؟ فخر الانبیاءﷺ کے کروڑوں پیروکار بڑی بے تابی سے انتظار کر رہے ہیں کہ پاکستان میں توہین رسالت کے مرتکب شخص کو قرار واقعی سزا دی جائے تاکہ دیگر گستاخانِ رسول اس طرح کی جسارت سے باز رہیں۔

ابوسلمان

یورپ کی اسلام دشمنی

یورپی قائدین اور ارباب سیاست اپنے استعماری مقاصد کے حصول کے راستے میں اسلام کے ماسوا کسی دوسری تہذیب و ثقافت یا نظریہ و نظام کو کوئی رکاوٹ خیال نہیں کرتے جبکہ اسلام کو وہ ایک آہنی دیوار تصور کرتے ہیں اور اب تو انہیں اس امر کا یقین ہو چکا ہے کہ اسلام اپنی حقانیت اور صداقت کے حوالے سے خود یورپی ممالک کے عوام کے قلوب و اذہان میں دن بدن اپنے اثر و نفوذ پکڑنے کی وجہ سے ان کے لیے ایک مہیب خطرہ بنتا جا رہا ہے۔ ہم اپنے اس نکتہ کی وضاحت اور اس دعوے کی صداقت کے لیے نہایت معتبر اور ذمہ دار یورپی اصحاب علم و حکمت اور رجال سیاست و حکومت کے کچھ اقتباسات یہاں نقل کرتے ہیں۔

لارنس براؤن اسلام کے اس خطرے کے حوالے سے یوں رقم طراز ہے:

> ''ہمارے قائدین' ہمارے عوام کو کئی طرح کے خطرات سے ڈرایا کرتے تھے لیکن جب ہم نے ذرا گہرائی میں اتر کر ان کے بارے میں تحقیق و تفتیش سے کام لیا تو پتہ چلا کہ وہ سارے کے سارے خطرات اوہام و وساوس کے ماسوا کچھ نہ تھے۔ یہ قائدین ہمیں یہودیت' زرد جاپانیت اور سرخ اشتراکیت کے ہوؤں سے ڈرایا کرتے تھے لیکن جب ہم نے اپنے طور پر تحقیق و تفتیش کی تو پتہ چلا کہ یہ سب کچھ جھوٹ ہے۔ کیونکہ یہودی تو ہمارے پکے دوست ہیں۔ کمیونسٹ بھی ہمارے سچے حلیف ہیں البتہ جاپانیوں کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ کسی حد تک کسی وقت ہمارے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ لیکن خود جاپان ہی کے قرب و جوار میں ایسی بڑی بڑی جمہوریتیں موجود ہیں جو ہماری جانب سے جاپانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمارے لیے کفایت کر سکتی ہیں لیکن ان سب موہوم خطرات کے برعکس جو چیز بالفعل ہمارے لیے خطرہ ہے وہ صرف اسلام ہے۔ اسلام ہی

صحیح وحقیقی معنی میں ہمارے لیے' ہمارے وجود کے لیے' ہماری تہذیب وثقافت کے لیے حقیقی طور پر خطرہ ہے۔ کیونکہ تنہا اسی کے اندر آگے بڑھنے' پھیلنے اور دوسری تہذیبوں اور ثقافتوں' دوسری اقوام اور ان کے عوام کے قلوب و اذہان کو مسخر کرنے اور انہیں اپنے زیر سایہ لانے اور اپنے اندر جذب کرنے کی بدرجہ اتم استعداد و صلاحیت پائی جاتی ہے۔ مزید برآں یہ کہ زندہ رہنے اور دوسروں کو زندہ رکھنے کی جو قوت و صلاحیت اسلام میں پائی جاتی ہے وہ اپنی ذات میں بے نظیر اور اپنے اثرات کے حوالے سے تسخیر کن ہے''۔

اسی طرح مسٹر گلیڈ سٹون (سابق وزیر دفاع و وزیر خارجہ اور وزیراعظم برطانیہ) نے ایک مرتبہ برطانوی پارلیمنٹ کے ارکان سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

''جب تک یہ قرآن مسلمانوں کے ہاتھوں یا ان کے قلوب و اذہان میں موجود رہے گا اس وقت تک یورپ اسلامی مشرق پر اولاً تو اپنا غلبہ وتسلط قائم نہیں کر سکتا اور اگر قائم کر لے تو وہ اسے برقرار رکھنے میں زیادہ دیر تک کامیاب نہیں رہ سکتا' حتیٰ کہ خود یورپ کا اپنا وجود بھی اسلام کی جانب سے محفوظ نہیں رہ سکتا''۔

ایک اور بہت بڑا مستشرق گارڈنر اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہے:

''وہ استعداد و صلاحیت اور قوت و طاقت جو کہ اسلام کے اندر مضمر ہے' اسی کے اندر یورپ کے لیے حقیقی خطرہ پوشیدہ ہے''۔

اب رجال سیاست کے ایک نہایت کامیاب نمائندہ یعنی فرانس کے ایک سابق وزیر خارجہ ہانوتو کے بیان کے ایک اقتباس پر غور فرمائیں۔

''روئے زمین پر کوئی ایسا علاقہ نہیں ہے کہ جہاں کسی نہ کسی صورت میں اسلام پہنچ نہ چکا ہو اور وہاں کے لوگوں کے قلوب و اذہان میں اتر کر ان کے اوپر اپنا اثر ونفوذ قائم نہ کر چکا ہو کیونکہ تمام ادیان میں سے یہ صرف اسلام ہی ہے کہ جسے قبول کرنے کی لوگوں کے دلوں اور دماغوں میں اس قدر کشش اور جاذبیت پائی جاتی ہے کہ اس حوالے سے کوئی بھی دوسرا دین اس کے ہم پلہ ہونے کا کوئی ادنیٰ ترین دعویٰ بھی نہیں کر سکتا''۔

اسی طرح ایک اور یورپی دانشور اور سکالر البر مشادور اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہتا ہے:

''کسے معلوم کہ کل کلاں کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ تمام یورپی ومغربی ممالک مسلمانوں کی زد میں آ جائیں اور یوں نظر آنے لگے کہ جیسے مسلمان مغربی ممالک پر آسمانوں سے نازل ہو رہے ہیں تاکہ وہ ان پر دوبارہ چڑھائی کر سکیں''۔

یہ شخص اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے مزید لکھتا ہے کہ:

''میں کوئی نبی تو ہوں نہیں کہ پیشین گوئی کر سکوں لیکن مذکورۃ الصدر امکان امر واقعہ بن جانے کے اپنے اندر بے پناہ آثار وشواہد رکھتا ہے اور یہ امکان یا احتمال کسی وقت بھی حقیقت کا روپ دھار سکتا ہے اور جب یہ احتمال حقیقت کا روپ دھار کر ہمارے اوپر یلغار کرے گا تو اس کا مقابلہ کرنے یا اس یلغار کو روکنے میں نہ تو ہمارے میزائل کامیاب ہوسکیں گے اور نہ ہی ایٹم بم۔ میرے یورپی ہم وطنو! میری آواز توجہ سے سنو۔ مسلمان بیدار ہو چکا ہے۔ دیکھو اس نے چیخنا شروع کر دیا ہے۔ دیکھو وہ چیخ کو کہہ رہا ہے کہ وہ موجود ہے اور یہ کہ وہ ہرگز مرا نہیں ہے اور یہ کہ وہ کٹھ پتلی نہیں ہے کہ جسے یورپ کی استبدادی حکومتیں اور استعماری ایجنسیاں اپنے اشاروں پر اپنے اپنی مقاصد کے لیے ناچ نچواتی رہیں''۔

اشعیا بومان جو کہ یورپ کا ایک معروف دانشور اور ایک جانی پہچانی شخصیت ہے اس نے اپنا جو مقالہ (مجلة العالم الاسلامی التبشیریة) میں شائع کرایا تھا اس میں اس نے یورپ کو اسلام کے خطرہ کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے تحریر کیا تھا:

''یورپ کے لیے واجب ہے کہ وہ اسلام کو اپنے لیے خوف وخطرہ کا سبب قرار دے اور اسلام کو خوف وخطرہ کا سبب قرار دینا بلا جواز اور بلا اسباب نہیں ہے۔ ان اسباب میں سے صرف یہی سبب کافی ہے کہ اسلام اپنے ابتدائی ایام ظہور سے لے کر آج تک مسلسل وپیہم نہ صرف اپنا وجود باقی رکھے ہوئے ہے بلکہ وہ آگے بڑھ رہا ہے اور باقاعدگی کے ساتھ براعظموں کے براعظموں میں پھیلتا چلا جا رہا ہے اور اسلام سے خوف محسوس کرنے کا ایک اور اہم ترین سبب یہ ہے کہ اسلام کے اساسی و بنیادی ارکان میں سے ایک اہم ترین رکن جہاد ہے''۔

اسی طرح یورپ کی ایک اور علمی شخصیت ''انطوئی ناتج'' اپنی کتاب العرب میں یوں رقم طراز ہے:

''اس وقت سے کہ جب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں اپنے اردگرد اہل ایمان متبعین کو اکٹھا کیا اور جب سے اسلام نے اپنے فروغ واشاعت کے بالکل ابتدائی اقدامات کیے ہیں' اس وقت سے آج تک اہل ایمان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ فروغ اشاعت کے محاذ پر اسے کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں لہذا یورپ کے لیے واجب ہے کہ وہ اسلام کو ایک دوامی دہمہ گیر قوت اور سخت وجاندار طاقت کے طور پر ایک خطرہ کی چیز تصور کرتا رہے اور اس کی قوت وطاقت کا صحیح طور پر اندازہ لگا کر اس کے سدباب کے لیے لازمی تدابیر اختیار کرتا رہے۔ یورپ کے لیے واجب ہے

کہ وہ اسلام کے بارے میں اس حقیقت پر ہمیشہ نظر رکھے کہ یہ صرف اسلام ہی ہے جو بحر متوسط (Mediterranean Sea) کے آر پار کی اقوام کے قلوب واذہان پر اپنی مضبوط گرفت رکھتا ہے اور یورپ کا بڑی قوت اور جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کر رہا ہے اور خود یورپ کو قدم قدم پر اس کے مقابلے میں دشواریوں سے دو چار ہونا پڑ رہا ہے۔

آیئے ذرا ہم آپ کی ملاقات سالازار سے کرائیں۔ دیکھئے وہ ایک اخباری کانفرنس کو خطاب کر رہا ہے۔ آیئے ذرا سنیں وہ اپنے معزز صحافی سامعین کے سامنے بڑی فصاحت و بلاغت کے ساتھ کس نکتہ کی وضاحت کر رہا ہے۔

''ہماری یورپی تہذیب و ثقافت کے لیے وہ حقیقی خطرہ جس کے ظہور کا کسی وقت بھی امکان ہے وہ خطرہ اسلام ہے جس کا مظہر مسلمان ہے اور یہ خطرہ اس وقت حقیقت کا روپ دھار کر یورپ کے سامنے آ دھمکے گا جب مسلمان موجودہ نظام عالم کو تبدیل یا اسے تہہ و بالا کرنے کا عزم بالجزم کر لیں گے۔

جب ایک صحافی نے اس سے یہ سوال کیا کہ ایسا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کیونکہ مسلمان تو خود اپنے اختلافات اور جھگڑوں ہی کے چنگل میں بری طرح گرفتار ہیں تو اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اس نے کہا کہ آپ نے صحیح کہا ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ کل کلاں مسلمانوں کے اندر کوئی ایسا شخص ظاہر نہ ہو جائے جو مسلمانوں کو اپنے ان باہمی اختلافات کو نظر انداز کرنے پر مجبور کر دے اور پھر ان باہمی اختلافات کو پس پشت ڈال کر وہ شخص مسلمانوں اور یورپ کے اختلافات کو سامنے لے آئے اور پھر ان تمام اختلافات کا رخ یورپ کی طرف پھیر دے''۔

فرانس کی وزارت خارجہ کے ایک ذمہ دار افسر نے 1952ء میں مسلمان اور یورپ کے اختلافات پر گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ

''جہاں تک میری معلومات کا یا میرے نقطہ نظر کا تعلق ہے تو مجھے تو بادی النظر میں یورپ کے لیے مستقبل قریب یا بعید میں اشتراکیت کا کوئی خطرہ نظر نہیں آتا۔ اس کے برعکس جو چیز ہم یورپ والوں کے لیے ایک مہیب اور تباہ کن خطرے کے طور پر ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے اور جو لازماً پورے یورپ کے لیے خطرہ بن کر ان کے اوپر مسلط ہو جانے والی ہے وہ اسلام اور صرف اسلام ہے۔ کیونکہ مسلمان ہماری دنیا سے بالکل ایک الگ تھلگ دنیا میں رہتے ہیں۔ وہ ایک آزاد و خود مختار دنیا کے مالک ہیں۔ ان کے پاس ان کی اپنی ایک

مخصوص و منفرد و عالمی و دوامی نوعیت کی تہذیبی و ثقافتی، مادی و روحانی میراث موجود ہے جو کہ اپنی ذات میں بالکل اصلی اور حقیقی ہے۔ لہٰذا مسلمان صحیح اور جائز طور پر اس امر کے حقدار ہیں کہ وہ عالم نو کی بنیادیں استوار کر سکیں۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو اس امر کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ یورپی تہذیب و ثقافت کے اندر اپنی تہذیبی و ثقافتی یا روحانی و معنوی شخصیت کو ضم یا جذب کریں۔ اگر مسلمانوں کو صحیح اور وسیع طور پر صنعتی پیداوار کو پیدا کرنے کے لیے سازگار حالات اور مؤثر اسباب حاصل ہو جائیں تو وہ یقیناً ایک نئی دنیا تعمیر کرنے اور اسے اپنی شاندار قیمتی تہذیب و ثقافت منتقل کرنے پر کمر بستہ ہو کر اپنے لیے ایک شاندار مستقبل تعمیر کر سکتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں مسلمان پوری دنیا پر چھا جائیں گے اور پھر پوری دنیا پر چھا کر پوری دنیا سے یورپی تہذیب و ثقافت کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ اس طرح یورپی تہذیب و ثقافت کو مع اس کی اساس اور روح کے صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے اور اسے انجام کار آئندہ نسلوں کی عبرت کے لیے تاریخ کے عجائب گھر کی زینت بنا دیں گے۔ ہم فرانسیسیوں نے مسلمانوں کا بہت اچھی طرح تجربہ کیا ہے۔ ہم نے الجزائر میں ایک مدت سے اپنا قبضہ اور تسلط جما رکھا ہے۔ ہم نے اپنی اس حکمرانی کے دوران ہر طرح کے وسائل کو بروئے کار لا کر دن رات ہر ممکن کوشش کی کہ مسلمانوں سے ان کی اسلامی شخصیت چھین لیں لیکن ہمیں بڑے افسوس اور ندامت کے ساتھ یہ اعتراف کرنا پڑ رہا ہے کہ ہماری ان لمبی چوڑی اور شب و روز کی محنتوں کا انجام اور نتیجہ سوائے ہماری ناکامی و نامرادی کے اور کچھ نہیں نکلا"۔

اس فرانسیسی افسر نے مزید کہا کہ:

"عالمِ اسلام صحیح معنی میں ایک ایسا جن ہے کہ جسے ہم یورپ والوں نے فی الحال مقید کر رکھا ہے۔ یہ جن ہماری آہنی زنجیروں میں ابھی تک اس لیے گرفتار ہے کہ اس کی اصل حقیقت ابھی تک خود اس پر منکشف نہیں ہوئی ہے اس لیے وہ ابھی تک ہمارے سامنے دست بستہ حیران و پریشان کھڑا ہے لیکن اب اس نے آہستہ آہستہ اپنے اس موجودہ انحطاط اور ہمہ جہت پس ماندگی کو نفرت و کراہیت کی نظر سے دیکھنا شروع کر دیا ہے اور اس کے اندر ایک بہتر اور شاندار مستقبل کے لیے کشش و جاذبیت بیدار ہو چکی ہے۔ اس نے اگرچہ مکمل طور پر سستی اور کسلمندی سے چھٹکارا حاصل نہیں کیا ہے تو بھی کم از کم اس سے نجات پانے کی امنگ اس کے اندر انگڑائیاں لینے لگی ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے اس

کے اس نصب العین تک پہنچنے سے روکنے کے لیے ہر ممکن تدبیر کو بروئے کار لائیں۔ اسے ہر طرح کا ساز وسامان عطا کریں تاکہ وہ صنعتی میدان میں ترقی نہ کر سکے۔ کیونکہ اگر ہم مسلمانوں کو انحطاط و پسماندگی کے حالات میں مبتلا رکھنے کے نصب العین کو چھوڑ دیں گے اور اس طرح اس مقید جن کو اپنی جہالت' پسماندگی اور عجز و احتیاج کی زنجیروں میں اسے پختہ سے پختہ تر کرنے کے منصوبے میں ذرا سی بھی سستی یا غفلت کا مظاہرہ کریں گے تو اس طرح اس جن کو صحیح معنی میں آزاد ہو جانے کا موقع اگر فراہم ہوگیا تو پھر اس کے نتیجہ میں ہماری ناکامیوں اور نامرادیوں کا بدترین دور شروع ہو جائے گا اور پھر اس طرح عالم عربی اور اس کے بعد اسلام کی بے پناہ طاقتوں کا ایک ایسا خطرہ تاریک و سیاہ رات کے طور پر ہمارے اوپر مسلط ہو جائے گا کہ جس کے نتیجہ میں آخرکار یورپ کا غلبہ وتسلط بالکلیہ ناپید ہو جائے گا۔ اور پھر اس غلبہ وتسلط کے خاتمہ کے ساتھ یورپ کی اس قیادت و رہبری اور اس کی تہذیب وثقافت کے وجود اور اس کے اس راہنمایانہ کردار کا بھی بالکلیہ خاتمہ ہو جائے گا جسے وہ آج پوری دنیا میں انجام دے رہا ہے"۔

یورپ کی ایک اور نامور شخصیت مورو برگر اپنی کتاب (العالم العربی المعاصر) میں اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہے:

"عربوں کی جانب سے خوف وخطرہ کا احساس اور امت عربیہ کے بارے میں ہمارے خصوصی اہتمامات کا سبب عربوں کے ہاں وافر مقدار میں پایا جانے والا پٹرول یا دیگر مادی ومعنوی ذخائر نہیں ہیں بلکہ حقیقتاً اس خطرہ کا اصل سبب خود اسلام ہے۔ ہمارے لیے اسلام کے خلاف مسلسل وپیہم جنگ جاری رکھنا واجب ہے کیونکہ اسی صورت ہی میں ہم عربوں کی وحدت کے خواب کو شرمندۂ تعبیر ہونے سے روک سکتے ہیں۔ ہمیں یاد رہنا چاہیے کہ اگر عربوں کے اندر اسلام کی بنیاد پر وحدت پیدا ہوگئی تو اس سے عربوں کی قوت اور طاقت میں کئی ہزار گنا اضافہ ہو جائے گا۔ پھر جب اس عرب قوت کے ساتھ اسلامی قوت کا بھی الحاق ہوگیا تو یہ نہ صرف اسلام کی قوتوں اور طاقتوں میں بے پناہ اضافے کا سبب بن جائے گا بلکہ اس سے اسلام کی عزت وعظمت' شان وشوکت اور فروغ اشاعت کو بھی چار چاند لگ جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ہم اسلام کا براعظم افریقہ کے اندر فروغ پذیر ہونا سنتے ہیں تو اس سے یقیناً ہم سب خوفزدہ ہو جاتے ہیں"۔

اسی طرح فرانس کا وہی سابق وزیر خارجہ "ہانوتو" جس کا حوالہ اس سے پہلے بھی دیا جا چکا ہے' وہ اسلامی خطرہ کے موضوع پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"باوجودیکہ ہمیں امت اسلام پر غلبہ و تسلط حاصل ہے اور یہ اب مکمل طور پر ہمارے قبضہ و تصرف میں ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی جانب سے خطرے کے امکانات بالکلیہ معدوم نہیں ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس ان مقہورین کی جانب سے بغاوت کا کسی وقت بھی امکان موجود ہے۔ اگرچہ ہم نے اس امت کے اوپر جو طرح طرح کے مصائب و آلام اور بلائیں نازل کی ہیں انہوں نے اسے درماندہ و پس ماندہ بنا رکھا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اس کے اٹھ کھڑے ہونے اور کسی وقت بھی آمادۂ بغاوت ہو جانے کا بہرحال ہر وقت امکان موجود ہے کیونکہ ان تمام مصیبتوں اور آفتوں کے باوجود امت اسلام کے اندر سے عزم و ارادے کے چراغ بالکل گل نہیں ہوئے ہیں۔"

الجزائر کے فرانسیسی استعمار سے آزاد ہو جانے کے بعد مڈریڈ میں ایک بہت بڑے فرانسیسی مستشرق نے اس عنوان کے حوالے سے ایک لیکچر دیا تھا کہ ہم فرانسیسی الجزائر کے اندر باقی رہنے کے لیے کیوں سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ اس نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی اور پوری وضاحت و صراحت سے اس کا جواب دیا۔ اس کے جواب کا لب لباب یا خلاصہ کچھ یوں تھا کہ:

"فرانس نے اپنی پانچ لاکھ فوج کو الجزائر میں' اس کی شراب' زیتون اور صحراؤں پر قابض رہنے کے لیے متعین نہیں رکھا تھا۔ اس کے برعکس ہم اپنے آپ کو یورپ کی فصیل سمجھتے ہوئے یورپ کے دفاع کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے یہ خدمات انجام دے رہے تھے۔ ہم جانتے تھے کہ الجزائر بحر متوسط کو عبور کر کے اور پھر اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو اپنے ساتھ شریک کر کے یورپ پر یلغار کر دے گا لہذا ہم اس کو یورپ پر یلغار کرنے سے روکے ہوئے تھے۔ ہم جانتے تھے کہ اگر الجزائر نے بحر متوسط کو عبور کر لیا تو وہ دوبارہ اپنے گمشدہ اندلس کو ہم سے واپس لینے کے لیے سرتوڑ کوششیں کرے گا۔ پھر فرانس کے عین درمیان میں اپنا اثر ونفوذ پیدا کر کے ایک نئے معرکۂ بواتیہ میں داخل ہو کر ہمارے خلاف گھمسان کی جنگ لڑتے ہوئے فتح و کامرانی حاصل کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ اس طرح وہ کمزور و پامال شدہ یورپ کو ہڑپ کر کے اس پر اپنا قبضہ و تسلط جما لے گا۔ اس طرح ایمویوں کے دور سے مسلمانوں کے ہاں جو خواب چلا آ رہا ہے کہ وہ بحر متوسط کو خالصتاً ایک اسلامی سمندر بنانا چاہتے ہیں۔ اس طرح صدیوں پر محیط اس اسلامی خواب کو الجزائر اپنے مسلمان

بھائیوں کے اشتراک وتعاون سے ایک زندہ اور جیتی جاگتی حقیقت میں تبدیل کر دے گا۔ یہ ہے وہ اصل سبب جس کی وجہ سے ہم فرانسیسی الجزائر پر مسلط رہ کر الجزائریوں کے خلاف مسلسل وپیہم یکہ وتنہا لڑ رہے تھے۔"

نومبر 1974ء کی بات ہے کہ فرانس کے اس وقت کے وزیر خارجہ سوفیا ینارک نے اسرائیل کا دورہ کیا اور اس دورے میں اس نے اسرائیلی حکمرانوں اور سیاست دانوں کے ساتھ کافی مفصل اور مطول مذاکرات کیے۔ اس کے بعد یہی وزیر خارجہ بیروت پہنچا اور وہاں پر اس نے پی ایل او کے قائد جناب یاسر عرفات سے بھی مذاکرات کیے۔ ان مذاکرات کے بعد یہ وزیر خارجہ جب لندن پہنچا تو وہاں لندن ریڈیو والوں نے اس کے ساتھ انٹرویو لینے کا پروگرام رکھا۔ انٹرویو لینے والوں نے آغاز ہی میں فرانسیسی وزیر خارجہ پر بڑے شدید لہجے میں تند وتیز تنقید شروع کر دی۔ انٹرویو لینے والوں نے بالاتفاق اس امر کا اظہار کیا کہ فرانس اسرائیل کا دشمن بن کر عربوں کے موقف کا موید وحامی بن چکا ہے۔ اسی لیے اس نے پی ایل او کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کر رکھے ہیں اور اس کے قائد یاسر عرفات کے ساتھ مذاکرات کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ ان تبصرہ نگاروں نے فرانسیسی وزیر خارجہ کی ذات پر شدید نوعیت کے اعتراضات کیے اور اسے یورپ اور اسرائیل کا دشمن اور عربوں اور بالخصوص پی ایل او کا زبردست حامی قرار دیا۔ انہوں نے فرانسیسی وزیر خارجہ سے پوچھا کہ اگر وہ عربوں کا حامی اور موید نہیں ہے تو پھر وہ پی ایل او کے سربراہ کے ساتھ ابھی ابھی بیروت میں مذاکرات کیوں کر چکا ہے؟ یہ سب کچھ سن کر فرانسیسی وزیر خارجہ نے اپنے جوابات کا آغاز کیا۔ وزیر خارجہ نے پہلے تبصرہ نگاروں کے اس طرز عمل پر احتجاج کیا۔ اس کے بعد اس نے کہا: اے میرے دوستو! تمہیں چاہیے کہ تم بھی فرانس کی طرح پی ایل او کو تسلیم کر لو۔ کیونکہ اگر تم نے اسے تسلیم نہ کیا تو اس کا نتیجہ انجام کار یہ برآمد ہوگا کہ عرب سارے کے سارے ہم یورپ والوں کے خلاف ہو جائیں گے اور پھر آخری حیلے اور حربے کے طور پر ہم سب کے خلاف جہاد شروع کر دیں گے۔"

عجیب بات یہ ہے کہ اس انٹرویو کو دوبارہ نہ کبھی لندن ریڈیو نے نشر کیا اور نہ ہی کسی عرب ریڈیو یا اخباری ایجنسی ہی نے اس کی اہمیت کی جانب کبھی کوئی اشارہ کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی یورپی ملک یا سیاست دان عربوں یا مسلمانوں کے کسی موقف کی حمایت کرتا ہے یا ان کے بارے میں کسی نرم رویے کا اظہار کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ عربوں یا مسلمانوں کا دل وجان سے بہی خواہ ہے بلکہ اس کا سبب یہ خوف ہوتا ہے کہ یورپ کی عرب اور اسلام دشمنی عربوں اور مسلمانوں کے اندر انجام کار روحِ جہاد کے بیدار ہو جانے کا سبب بن جائے گی اور اس طرح یہ عرب اور مسلمان مل کر مشترکہ طور پر یورپی تہذیب وثقافت کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہوئے جہاد کا آغاز کر دیں گے۔ اور یہ جہاد آخر کار یورپی دنیا کی تباہی اور مسلمانوں کی فتح وکامرانی پر منتج ہوگا۔ اسی خطرے کے پیش نظر فرانس اس پالیسی کا قائل یا اس پر عمل پیرا ہے کہ عربوں کے ساتھ ذرا نرمی

کے ساتھ کام لیا جائے اور دوسرے یورپ ممالک کو بھی عربوں کے ساتھ نرم روی اختیار کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس طرح مسلمانوں کے اندر روحِ جہاد کے بیدار ہونے کے امکانات کو بروئے کار آنے سے جہاں اور جب تک ممکن ہو روکا جاسکے۔

1976ء میں لندن میں ایک اسلامی نمائش کا اہتمام کیا گیا۔ اس نمائش کے افتتاح کی مناسبت سے لندن ریڈیو نے 10 اپریل 1976ء کو ایک خصوصی پروگرام نشر کیا۔ اس پروگرام میں جو تقاریر اور بیانات نشر کیے گئے ان کا خلاصہ یہ تھا کہ

> ''اب یہ تصور یا رائے مغربی دنیا میں عام ہوتی جا رہی ہے کہ اگر عیسائیت یا عیسائیوں نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اپنے سابقہ نقطۂ نظر میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی اور دنیا میں موجود شر اور فساد کو ختم کرنے کے لیے انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی جانب دست تعاون نہ بڑھایا اور وہ اپنی اسی سابقہ پالیسی اور رائے کے ساتھ چمٹے رہے کہ اسلام تو بذات خود شر اور فساد کی قوتوں کا سب سے بڑا مصدر یا منبع ہے تو پھر عیسائیت اور عیسائیوں کو یہ بات اچھی طرح نوٹ کر لینی چاہیے کہ اس کا انجام نہ صرف پوری دنیا کے لیے برا ہوگا بلکہ یہ پالیسی بالخصوص خود عیسائیت کے لیے بھی تباہ کن ثابت ہوگی۔

عبدالرشید انصاری

امریکہ میں گستاخانہ فلم اور مسجد اقصیٰ کے سامنے یہودیوں کا ناچ

دین اسلام فرزندانِ توحید اور پروانگان شمع رسالت کو انسانی اخوت و مساوات کے قیام کا درس دیتا ہے اور اس کا واضح حکم ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن ہستیوں کو پکارتے ہیں انہیں سب وشتم گالم گلوچ کا نشانہ نہ بناؤ ورنہ جواباً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے لگیں گے۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ متکلمین اسلام اور داعیانِ اسلام نے عقل و دانش اور حجت و برہان سے دنیا کے سامنے اسلام کی صداقت اور قبولیت حق کی دعوت پیش کی ہے اور فکر انگیز دلائل قاطعہ سے باطل کے تار پود بکھیر کر رکھ دیئے ہیں۔ مگر باطل چونکہ عقل سے پیدل ہوتا ہے اس لیے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ہر دور میں مجروح کیا جاتا رہا ہے۔ اسلام کا راستہ ظلم' دھونس' بدتہذیبی' اشتعال انگیزی اور بدزبانی سے روکنے کی سازشیں کی جاتی رہی ہیں۔ حال ہی میں جب یہودی صیہونی فوجوں نے فلسطینی لیڈر یاسر عرفات جن کے درونِ خانہ معاملات ان کی عیسائی بیوی انجام دیتی ہیں کو جب ان کے صدر دفتر میں کئی روز سے محصور ومقید کر رکھا تھا اور ان کے بلڈوزر اور ٹینک مسلمانوں کے گھروں کو مسمار کر کے ملبے کا ڈھیر بنائے جا رہے تھے۔ اس اثناء میں اوباش یہودی مردوں اور عورتوں نے سرکاری اجازت کے ساتھ فوجیوں کے حصار میں مسجد اقصیٰ کی مغربی دیوار کے ساتھ ناچ گانے کی محفل منعقد کی۔ دو دن اور دو راتیں لاؤڈ سپیکروں پر یہودیوں کی ہڑبونگ اور گانے بجانے کی آوازیں مسجد اقصیٰ کا تقدس پامال کرتی رہیں۔ مسجد اقصیٰ کے امام فضیلۃ الشیخ عکرمہ صابری جو صبر و استقامت علی الحق کا جبل عظیم ہیں' نے صیہونی غاصبوں کی حکومت سے احتجاج کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا کہ دو دن سے دس نمازوں میں ہمیں ایک نماز بھی سکون سے پڑھنے نہیں دی گئی۔ یہودیوں نے عقیدہ بنا لیا ہے کہ صرف انہیں دنیا میں من مانی کرنے اور دیگر تمام مذاہب کے ماننے والوں کو اذیت پہنچانے کا حق حاصل ہے۔ ان سے پوچھا جائے کیا وہ مٹی

۔سے پیدا نہیں کیے گئے؟

یہودیوں کی مذکورہ مذموم حرکت کے چار دن بعد ایک عربی ویب سائٹ ''مفکرۃ الاسلام'' نے امریکی ہفت روزے ہوسٹن پریس کے حوالے سے بتایا کہ امریکہ کی ایک فلم ساز کمپنی نے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی گھریلو زندگی پر ایک فلم بنائی ہے جس میں نعوذ باللہ آپ کی ازدواجی زندگی کے تمام گوشوں کو ظاہر کرنے کی اشتعال انگیز جسارت کی گئی ہے۔''ہوسٹن پریس'' نے ایک اشتہار میں اعلان کیا ہے کہ فلم ساز کمپنی گستاخانہ فلم کو پورے ملک میں ریلیز کرے گی۔ ٹیکساس کے ایک سو مسلمانوں نے فلم ساز ادارے اور مذکورہ ہفت روزہ کے خلاف فلم کا اشتہار شائع کرنے پر شدید احتجاج کرتے ہوئے معافی مانگنے کا مطالبہ کیا جس پر ہوسٹن پریس کی انتظامیہ نے مسلمانوں کے موقف کو تسلیم کرتے ہوئے معافی نامہ شائع کرنے کا وعدہ کیا۔

امریکی حکومت اور مغربی معاشرہ جسے 11 ستمبر 2002ء تک مذہبی رواداری اور انسانی حقوق و جذبات کی پاسداری کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا اب وہ صرف صدر بش یا ٹونی بلیئر اور رمز فیلڈ کے ارمانوں اور چونچلوں کا نگہبان بن کر رہ گیا ہے۔ انہیں یہ باور کرانے اور سمجھانے کی شدید ضرورت ہے کہ یہ کرۂ ارض تمہاری جاگیر نہیں ہے۔ اربوں انسان تمہارے بندے نہیں ہیں' صرف تمہارا مادر پدر آزاد معاشرہ ہی اس زمین پر آباد نہیں ہے اور بھی سماج ہیں' جن کی اپنی اپنی تہذیبی اور مذہبی روایات ہیں۔ تم اپنے گھر میں جو چاہو کرو۔ بندروں کی طرح اچھلو کودو یا شرم و حیاء کا لباس اتار کر ماں بہن بیٹی کے رشتوں کے تقدس کا دھیان کیے بغیر خنزیروں کی طرح جس کے ساتھ چاہو گھومو پھرو۔ انجوائے کرو' مگر اسلام اور پیغمبر اسلام کی عزت و ناموس کے بارے میں تمہاری زبانیں تمہارے دو جبڑوں کے اندر رہنی چاہئیں۔

جرمنی کے دانشور نے اپنا خیال ہی تو ظاہر کیا تھا کہ صدر بش خوئے خونریزی اور امن عالم برباد کرنے میں ہٹلر کے مشابہ ہیں تو صدر امریکہ کو برا کیوں لگ گیا۔ وہ اس قدر برافروختہ کیوں ہو گئے' انہیں کسی بچھو نے کاٹ تو نہیں لیا تھا۔ بش صاحب کو اتنا غصہ چڑھا کہ اسے اتارنے کے لیے امریکی حکومت کو جرمنی سے احتجاج کرنا پڑا۔

ہمارے صدر محترم جناب پرویز مشرف صاحب کا تو بش صاحب سے بڑا یارانہ دوستانہ ہے۔ بے تکلفی سے اول تو خود زحمت فرمالیں اور اس نیک کام کے لیے ایک فون کال کر لیں یا کسی وقت بش صاحب کا فون آ جائے تو اپنے مخصوص پیرایۂ بیان میں انہیں سمجھائیں کہ مسلم ممالک میں پائپ لائن بچھا کر تیل لے جاؤ۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کا ہمیں غلام بنا دو بلکہ جب چاہو' جہاں چاہو مسلمانوں پر کروز میزائلوں' کلسٹر اور ڈیزی کٹر بموں کی بارشیں برسا دو۔ ممکن ہے یہ سب کچھ جھیل لیا جائے اور تمہاری مکارانہ اور جانبدارانہ دوہری پالیسیاں یوں ہی چلتی رہیں۔ لیکن حبیب کبریا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت و ناموس کا معاملہ اتنا نازک ہے کہ اگر تم نے ان کی شان میں سلمان رشدیوں کو دریدہ دہنی کی کھلی چھوٹ دے دی تو اس گئے گزرے دور کے مسلمان بھی یوں تڑپ اٹھیں گے کہ ان کا

تڑپتا دیکھ کر تم بھی تڑپ جاؤ گے۔ جب ان کی فریاد عرشِ الٰہی تک پہنچے گی تو یہ ساری دنیا آفت زدہ علاقہ قرار پائے گی۔

ہمارا مطالبہ ہے کہ حکومت پاکستان سفارتی ذرائع سے معاملے کی تحقیقات کر کے امریکی حکومت سے احتجاج کرے اور گستاخانہ فلم بنانے والی کمپنی کو خلاف قانون قرار دینے کا سنجیدگی سے مطالبہ کرے۔ نیز اپنے ہاں یہاں بھی انسداد توہین رسالت کی دفعہ 295 سی پر عملدرآمد کو آسان بنایا جائے تاکہ دریدہ دہنوں کے منہ میں لگام ڈالی جا سکے۔ نیز جو لوگ آئین کی اسلامی دفعات کے پیش نظر نئے سیکولر آئین کے لیے غیروں کے اشاروں پر سرگرم عمل ہیں' انہیں بے نقاب کر کے ناکام بنا دیا جائے اور دنیا پر واضح کر دیا جائے کہ پاکستان اسلام کے مقدس نام کا ثمر ہے یہاں کفر و الحاد کے کیڑوں مکوڑوں کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

ایم ایم احسن

اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی

امریکہ اب ایسا ہاتھ دھو کر مسلمانوں کے پیچھے پڑ گیا ہے کہ اس کی پیروی میں مغربی دنیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہوگئی ہے اور اس کے دین کی مذمت میں کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ ان کور باطنوں کو اسلام میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔

اس روش کی تازہ مثال اوریانہ فلاسی کی کتاب ''اینگر اینڈ پرائڈ'' ہے۔ یہ محترمہ وہی خاتون ہیں جنہوں نے سن ستر کی دہائی میں کاسترو' قذافی' کسنجر' گولڈ مائر اور بھٹو کے انٹرویو لیے تھے اور اپنی دریدہ دہنی کے سبب عالمی شہرت حاصل کی تھی۔ انہوں نے اپنی موجودہ تصنیف میں اہلِ مغرب کو للکارا ہے اور کہا ہے کہ نہ جانے تمہاری عقلوں کو کیا ہوگیا ہے کہ نہ تو یہ سمجھتے ہو اور نہ ہی سمجھنا چاہتے ہو کہ اب صلیبی جنگ کی جگہ ہلالی جنگ کا آغاز ہوگیا ہے۔ یہ ایسی لڑائی ہے جسے مسلمان ''جہاد'' کا نام دیتے ہیں اور اسے اپنا دینی فریضہ تصور کرتے ہیں اور ان کی دانست میں دیارِ مغرب ایک ایسی دنیا ہے جسے فتح کرنا' سزا دینا اور غلام بنانا لازم ہے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مسلمان ایک متعصب اقلیت ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں اور یہ کٹر قسم کے انتہا پسند لوگ ہیں جن کا سیلاب اسلام آباد کی سڑکوں' نیروبی کے چوراہوں اور تہران کی مسجدوں میں اس حال میں موجزن ہے کہ ان کا حلیہ بھیانک ہے اور ان کی مٹھیاں دھمکی آمیز انداز میں بھنچی ہوئی ہیں اور وہ ہم پر کم از کم روحانی طور پر غلبہ حاصل کرنے کی جستجو میں ہیں۔ اوریانہ فلاسی نے اپنی اس کتاب میں دنیا بھر کی مشہور تاریخی عمارتوں اور فن کے نادر نمونوں کی ایک ایسی طویل فہرست شائع کی ہے جنہیں اس کے خیال میں مسلمان تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس فہرست میں جیفرسن کی یادگار' ایفل ٹاور اور لیننگ ٹاور آف پیسا شامل ہیں۔ اسے یقین ہے کہ یہ لوگ اقتدار حاصل کرنے کے بعد گرجا گھر کی گھنٹیوں کی جگہ اپنی اذان رائج کریں گے اور لباس میں منی سکرٹ کی بجائے برقعہ کا رواج ہو جائے گا جبکہ برانڈی کا بدل اونٹ کا دودھ قرار دیا جائے گا۔

اس خاتون کی دانست میں تمام مسلمان گھٹیا لوگ ہیں اور وہ جاہل اور غیر مہذب انسان ہیں جو خواتین پر ظلم وستم کرتے ہیں۔ انہوں نے کبھی تہذیب کی کوئی خدمت نہیں لی ہے۔ ان کے کسی ملک میں جمہوریت نام کو نہیں ہے اور وہ اخلاق اور مذہب کے متعلق بالکل جداگانہ نظریہ رکھتے ہیں اور اس معاملہ میں وہ اصلاح و تحقیق و تفتیش کے سخت مخالف ہیں۔ اس کا یہ کہنا ہے کہ اسلامی معاشرے میں آزادی' انصاف اور ترقی پسندی کا گزر نہیں ہے۔ مسلمانوں کے متعلق فلاسی کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ ان کے ساتھ گفت وشنید لاحاصل ہے کیونکہ انہیں قائل کرنا ناممکن ہے اور ان کے ساتھ رواداری برتنا یا کسی خیر کی توقع رکھنا خودکشی کے مترادف ہے۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ جب چیدہ چیدہ دانشور تعصب سے بالاتر ہو کر اسلام کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا کرتے تھے۔ نپولین بوناپارٹ نے اسلام کی مدح سرائی کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ دن دُور نہیں ہے جب اسلام دنیا بھر کے تمام سمجھدار اور تعلیم یافتہ انسانوں کو متحد کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اور ایک ایسا نظام حکومت رائج کرے گا جس کی بنیاد قرآنی احکامات پر مبنی ہوگی۔ کیونکہ صرف وہی انسانیت کی فلاح کے ضامن ہیں اور اُنہی کی پیروی میں خوشی وانبساط حاصل ہوگا۔

جارج برنارڈ شا نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ ''میں محمد ﷺ کے دین کا ہمیشہ سے بڑا مداح ہوں کیونکہ اسلام میری دانست میں واحد مذہب ہے جو مختلف ادوار میں بدلتے ہوئے حالات سے عہدہ برآ ہونے کی حیرت انگیز صلاحیت رکھتا ہے اور اسی لیے وہ ہر زمانے میں نہایت مقبول رہا ہے۔ میں نے محمد ﷺ کی زندگی کا غور سے مطالعہ کیا ہے۔ اس لاثانی انسان کو انسانیت کا نجات دہندہ قرار دینا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ان جیسا کوئی شخص اس دور جدید میں دنیا کا مطلق العنان حاکم بن جائے تو وہ اس ڈھنگ سے تمام پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا کہ امن و آشتی سے گریزاں لوگ بازیاب ہو جائیں گے۔ میں محمد ﷺ کے دین کے متعلق یہ پیشین گوئی کرتا ہوں کہ وہ آج جس طرح یورپ میں مقبول ہوتا جا رہا ہے کل کو اس کی مقبولیت میں اور اضافہ ہوگا۔''

شہرہ آفاق مورخ آرنلڈ ٹائن بی نے اپنی تصنیف ''سولائزیشن آن ٹرائل'' میں یہ اظہار خیال کیا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان رنگ ونسل کی تفریق مٹانا اسلام کے اخلاقی نظام کا طرۂ امتیاز ہے اور موجودہ دور میں اسلام کی اس خوبی کو رائج کرنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ رنگ ونسل کے اختلاف کو برداشت کرنے کی حس رفتہ رفتہ معدوم ہوتی جا رہی ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ مذکورہ اسلامی جذبے کو پروان چڑھانا ضبط و تحمل اور امن و امان کے حق میں فیصلہ کن ثابت ہو۔

اسی طرح معروف فرانسیسی مستشرق' پروفیسر میسکنن کا یہ قول ہے کہ اگر مستقبل میں کبھی مشرق اور مغرب کے عظیم معاشروں کے درمیان کشمکش کی فضا بدلی اور باہمی تعاون اور صلح جوئی کے جذبات پیدا ہوئے تو یہ صرف اسلام کا کرشمہ ہوگا۔

حد تو یہ ہے کہ اسلام کے ازلی دشمن' اہلِ ہنود میں بھی ایسی سربرآوردہ شخصیات پیدا ہوئی ہیں

جنہوں نے دین اسلام کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ مسز سروجنی نائیڈو کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے یہ کہا تھا کہ عدل و انصاف کا شعور اسلام کے مثالی تصورات میں سے ایک ہے اور انہیں قرآن مجید کے مطالعہ کے بعد یہ احساس ہوا کہ اس متبرک صحیفہ میں بیان کردہ اصول پراسرار نہیں ہیں بلکہ روزمرہ کی زندگی میں تمام انسانیت کے لیے قابلِ تقلید ہیں۔

اسلام کے متعلق غیر مسلم، شہرہ آفاق ہستیوں کے مذکورہ تبصرے، فلاسی جیسی متعصب مصنفہ کے مفروضات کی پرزور نفی کرتے ہیں۔

✿……✿……✿

حامد سلطان

عالم اسلام کے خلاف مغربی میڈیا کا گھناؤنا کردار بے نقاب

پاکستان کے ہر شہری کے دل میں اکثر یہ سوچ اُبھرتی ہے کہ کشمیر فلسطین' عراق جیسے مما لک پر مظالم اور دیگر مسلم مما لک کو اس وقت اقتصادی طور پر خوشحال' سیاسی طور پر غالب مغرب کی جن سختیوں کا سامنا ہے کیوں اسلامی مما لک میں یہ جذبہ نہیں ابھرتا کہ نبی کریم ﷺ کی بیشتر احادیث مبارکہ جن کا مفہوم کچھ یوں ہے' تمہارا خدا ایک ہے' تمہارا باپ ایک ہے' تمہارا عقیدہ ایک ہے' عربی کو عجمی پر کالے کو گورے پر کوئی فوقیت نہیں۔ کیوں مسلم مما لک مشترکہ طور پر مل کر سختیوں کے شکار مسلمانوں کا ساتھ نہیں دے رہے؟ پہلی جنگ عظیم میں (18-1914) ڈیڑھ کروڑ انسان لقمہ اجل بنے' دوسری جنگ عظیم میں (45-1939) میں یہ تعداد 5 کروڑ دو لاکھ ہے۔ ان کے علاوہ سینکڑوں لسانی' نسلی فسادات اور جنگوں سے 3 کروڑ افراد لقمۂ اجل بنے۔ کیا یورپ اور دیگر عالمی امن کے دعویداروں کے پاس اس دہشت کا کوئی نام ہے؟ آج امت مسلمہ کو ہر قسم کی سختیوں سے آزمایا جا رہا ہے۔ اصل حقائق یہ ہیں کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد مشرق سے مغرب تک بہت سی مسلمان قومیں آزاد ہوئیں جو ایک مدت سے مغربی استعماریت کا شکار تھیں لیکن آزاد ہونے کے باوجود یہ سب ریاستیں قومیت اور قوم پرستی کے انہی تصورات کی پیروی کر رہی ہیں جن کی تعلیم انہوں نے اپنے سابق مغربی آقاؤں سے حاصل کی تھی اور ان کے اندر ابھی تک یہ شعور نہیں ابھر سکا کہ ان کے درمیان اسلام کا رشتہ موجود ہے۔ بادشاہت اور آمریت والے مسلم مما لک کی تعداد زیادہ ہے۔ بادشاہت والے مما لک میں سعودی عرب' قطر' بحرین' کویت' عمان' متحدہ عرب امارات' برونائی' مراکش اور اردن شامل ہیں جبکہ فوجی آمریت والے مما لک میں شام' لیبیا' مصر' الجزائر' سوڈان' گنی بساؤ' ماریطانیہ اور نائیجیریا شامل ہیں۔ وہ مما لک جنہوں نے برطانیہ سے آزادی حاصل کی ان میں اردن 1946' عرب امارات 1971' بحرین 1971' پاکستان 1947' کویت 1961'

مالدیپ 1965' ملائیشیا 1957' نائیجیریا 1960' یوگنڈا 1962۔ ان کے ساتھ ساتھ 16 مسلم ممالک جنہوں نے فرانس سے آزادی حاصل کی ان میں لبنان 1946' شام 1946' الجزائر 1962' چاڈ 1960' سینیگال 1960' کوموریں 1975' کیمرون 1960' گنی 1958' مراکش 1956' ماریطانیہ 1960' نائیجیریا 1960 شامل ہیں۔ ان سب مسلم ممالک میں ایک منظم سازش کے تحت مسلمانوں کے اندر احساس کمتری اس طرح پیدا کیا جا رہا ہے کہ انسانی مادی طاقت کو افرادی قوت کا احساس نہ ہونے پائے۔ 1 کروڑ 30 لاکھ مربع میل پھیلے ہوئے مسلم ممالک کی 90 لاکھ مسلم افواج 80 فیصد پیٹرول کے ذخائر اور 65 فیصد دیگر معدنی وسائل رکھنے والے مسلم ممالک جو ایک دوسرے کے ساتھ مکمل طور پر بیگانہ ہیں' ایک ملک اسرائیل کو لگام نہیں دے سکے۔ مٹھی بھر ظالم سربوں کے آگے بوسنیا کے مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے اور وہ عیسائی پوپ پال سے مدد کی اپلیں کر رہے ہیں۔ فلسطین کے مسلمان گرجا گھر میں پناہ لینے پر مجبور ہیں۔ عالم اسلام کی مسلم آبادی ایک ارب پچاس کروڑ کے قریب ہے جو عالمی آبادی کا 24 فیصد ہے۔ ان سب اہداف کے باوجود بھی عالمی معیشت' تجارت' صنعت میں مسلم ممالک کا حصہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ مغربی میڈیا' ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر مسلم ممالک کے عوام کو بیمار مرغیوں کے روپ میں اجاگر کر رہا ہے۔ مسلم ممالک کے لیڈروں کی چنداں عزت نہیں کی جاتی۔ 11 ستمبر کے واقعات سے قبل اخباری اطلاعات کے مطابق امریکہ کی اکثر بڑی شخصیات کو پاکستان کے صدر کے نام تک کا پتہ نہیں تھا۔ اب سب سے بہترین دوست کا اعزاز دیا جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن ممالک سے مفادات وابستہ ہیں صرف ان کو ترجیح دی جاتی ہے۔

مسلم معیشت کے فروغ اور ترقی کے لیے بننے والی تنظیمیں' اسلامی کانفرنس 1969' رابطہ عالم اسلامی 1960' عرب لیگ 1945' خلیج تعاون کونسل 1945' اسلامی ترقیاتی بینک 1975' اوپیک 1960۔ یہ سب ادارے ابھی تک وہ اہداف حاصل نہیں کر پائے جن کے تحت انہیں قائم کیا گیا تھا۔ ہمارا ملک اپنے کمزور معاشی خدوخال کی وجہ سے فرنٹ مین کا رول ادا نہیں کر سکا۔ باوجود اس کے کہ ہم نے کروڑوں روپیہ کے اخراجات سے کئی کانفرنسیں بلائیں لیکن ان کے نتائج مایوس کن رہے۔ ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ شاید ہمیں نمائندگی کا شرف اس لیے بھی نہ حاصل ہو سکا کہ ہنوز۔ ہمارا معیار تعلیم بہت پست ہے جس کی شرح 26 فیصد ہے جبکہ ملائیشیا 80 فیصد' لبنان 75 فیصد' انڈونیشیا 72 فیصد' اردن 71 فیصد' کویت 71 فیصد' عراق 70 فیصد ہے۔ یہ بھی اللہ کی شان ہے کہ امریکی تھنک ٹینک مشوروں کی بدولت ہم شرح تعلیم میں تو تبدیلی نہیں لا سکے۔ خواتین کی نمائندگی 33 فیصد اور دن 25 گھنٹے کا کر کے ہم نے ایک ریکارڈ ضرور قائم کیا ہے' ایک فلاحی نظام حکومت کے لیے اسلام نہ تو بادشاہت' نہ فوجی نظام کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی سرمایہ دارانہ اشتراکی نظام کو پسند کرتا ہے اسلام کا اپنا ایک نظام ہے جس میں حاکم اعلیٰ اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات اور اس کا بندہ اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت سے اس کی مرضی کے مطابق قرآن و حدیث کی روشنی میں نظام حکومت چلاتا ہے۔ جیسا کہ عہد نبوی ﷺ اور خلافت راشدہ

میں تھا اور حقیقت بھی یہی ہے مسلم امہ کی بقا اسلامی نظام ہی سے وابستہ ہے اور اس کا عدم نفاذ وہ خامی کی جڑ ہے جس کی وجہ سے مسلم ممالک کو عالمی طاقتوں کا غلام بن کر رہنا پڑ رہا ہے اور سب بے بس و مجبور ایک دوسرے کی مدد تک کرنے سے گھبراتے ہیں۔

اگر ہم عالمی سطح پر شائع ہونے والے جرائد پر نظر ڈالیں تو ہر آنے والے دن ایسی تصاویر اور سٹوری بیان کی جاتی ہے جن میں مسلمان ممالک کی تضحیک واضح اور نمایاں ہے۔ فلسطین میں مسلمانوں کے قتل کے بارے میں ٹائم امریکہ نے جو مضمون شائع کیا اس میں یاسر عرفات کو زنجیر میں لپیٹ کر الٹا کر کے دکھایا گیا۔ ٹائم ہی نے اپنے امریکی ایڈیشن میں قرآن اور بائبل والے مضمون میں قرآن پاک کو الٹا کر کے دکھایا جبکہ جو ایڈیشن اسلامی ممالک میں فروخت ہوتا ہے اس میں یہ مضمون شائع نہیں کیا گیا۔ حال ہی میں برطانیہ سے شائع ہونے والی عالمی مذہب کے بارے میں کتاب میں مسلمانوں کو غلط انداز سے ٹوپی پہنے وضو کرتے دکھایا گیا ہے۔ ان سب حرکتوں کا مقصد مسلمانوں کو دبا کر رکھنے سے ہے اور انہیں مشتعل ہونے کے باوجود بے یار و مددگار کر کے رکھا جا رہا ہے۔ سقراط کا کہنا ہے کہ عوامی قوت کو بیدار کرنے کے لیے ضروری نہیں کہ اسے جھنجوڑا جائے۔ جس طرح گھوڑے کو بے چین کرنے کے لیے تنگ کرنے والی ایک مکھی ہی کافی ہے اس طرح لوگوں کو اکسانے کے لیے چھوٹے چھوٹے نقاط کام کر جاتے ہیں جن سے ان کی طاقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ہمارا پڑوسی ملک بھارت' اسے مسلمان ممالک کا وجود کسی طور پر گوارا نہیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی کتاب (Discovery of India) ''دریافت ہند'' میں لکھا تھا ہندوستان جیسا کہ فطرت نے اسے بنایا تھا دنیا کے امور میں ایک ثانوی درجہ کا رول ادا نہیں کر سکتا۔ وہ یا تو عظیم قوت تسلیم کیا جائے گا اور یا پھر کچھ نہیں ہوگا۔ کوئی درمیانی چیز اس کے لیے جاذبیت نہیں رکھتی۔ اس طرح بھارت کے ایک چوٹی کے ادیب ڈاکٹر رام داس پٹیل نے ہندوستان کی خارجہ پالیسی پر ایک کتاب ''فارن پالیسی آف انڈیا'' میں لکھا ہے ''جغرافیائی عوامل ایک فیصلہ کن چیز نہیں۔ ہندوستان کا مفاد ان علاقوں میں ہے جو اس کے قریب ہیں۔ پاکستان' افغانستان' سیلون سری لنکا' انڈونیشیا اور یہ علاقے اس کے لیے بہت اہمیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ تاہم امام کعبہ کا کہنا کہ معاشی طور پر خوشحال ملک ہی مغرب کی چیرہ دستیوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں' ایک ایسی سوچ ہے جو اسلامی ملکوں کے حکمرانوں کے لیے لمحہ فکریہ کا درجہ رکھتی ہے۔

حافظ شفیق الرحمٰن

امریکہ اور توہین رسالت ﷺ ایکٹ

مغربی حلقوں کے خفی وجلی دباؤ اور ''پراسرار'' سیاست دان ملک غلام جیلانی کی دختر بلند اختر عاصمہ جیلانی کی پراسرار سرگرمیوں کے نتیجے میں سلامت مسیح کے پاکستان سے ''محفوظ فرار'' کے بعد امریکہ نے توہین رسالت ایکٹ کے حوالے سے ڈائریکٹ ڈکٹیشن دینا شروع کر دی ہے۔ توہین رسالت ایکٹ مغرب کے کلیجے میں خنجر کی طرح ترازو ہے۔ جب بھی کج فکری کا شکار کوئی پاکستانی توہین رسالت کے ناقابل معافی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو مغربی میڈیا اس کا وکیل صفائی بن کر چیخنا' چلانا' رونا دھونا اور بلبلانا شروع کر دیتا ہے اور مغرب کے اسلام دشمن یہودی سرمایہ کاروں کے سرمائے پر این جی اوز کی ہٹی چلانے والے سوداگروں کو بھی اختلاجِ قلب اور دردِ قولنج محسوس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ مغرب چاہتا ہے کہ راجپال' تسلیمہ تسرین اور سلمان رشدی جب چاہیں اپنے اندر کی خباثتیں اور ضمیر کی سیاہیاں قرطاس پر انڈیلتے رہیں۔ انہیں کوئی غازی علم الدین شہید روکے نہ ٹوکے۔ علامہ اقبال اور قائداعظم سے بڑا روشن خیال' فکری اور سیاسی رہنما کون ہوگا؟ انہوں نے غازی علم الدین کے موقف اور اقدام کو درست اور اسے منجانب حق سمجھتے ہوئے اس کی قانونی' اخلاقی اور عدالتی معاونت کی۔ قائداعظم اور علامہ اقبال کا غازی علم الدین کے لیے نرم گوشہ رکھنا اور اس کی قانونی جنگ لڑنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ بانیِ پاکستان اور مصورِ پاکستان دونوں توہین رسالت کو ناقابل معافی جرم سمجھتے تھے۔

قائداعظم نے ایک سے زیادہ مرتبہ یہ بات کہی اور ببانگ دہل کہی کہ ''ہم پاکستان کا مطالبہ فقط زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کر رہے بلکہ ہم تو اس خطے کو اسلامی قوانین اور ضابطوں کی تجربہ گاہ بنانا چاہتے ہیں''۔ قائداعظم کے اس فرمان کے بعد ہمارے ترقی پسند دانشور چاہیں تو دور کی کوئی کوڑی لاتے ہوئے قائداعظم کو بھی کٹھ ملا قرار دے دیں۔ ستم ظریفی ملاحظہ کیجئے کہ جو شخص بھی دینی اقدار' روایات' تعلیمات اور شعائر کا تمسخر اڑائے' وہ ترقی پسند' لبرل' ماڈرن اور روشن خیال ہے اور جو ملت اسلامیہ کے بدن سے روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکالنے کی سازش کے خلاف نالۂ احتجاج بلند کرے وہ

رجعت پسند' بنیاد پرست' دقیانوسی' تاریک خیال اور جنونی ہے۔

کہتے ہیں کہ یورپ کا مذہب ''آزادی'' ہے۔ ہوس کی آزادی' دشنام طرازی کی آزادی' الزام تراشی کی آزادی' غلام سازی کی آزادی' چھوٹے ملکوں میں جارحیت اور دہشت گردی کی آزادی' مشرقی اقدار کو پامال کرنے کی آزادی' اسلام کی انسانیت ساز تعلیمات کا مذاق اڑانے کی آزادی...... مغرب جب چاہے' جہاں چاہے' جیسے چاہے' جب تک چاہے' کھل کھیلے...... کوئی صدائے احتجاج نہ بلند کرے...... صیاد کو آزادی ہے کہ وہ آزاد پرندوں کو زیر دام لا کر ان کی آزادی سلب کرے اور ان کی شہ رگ' لبرلزم کی چھری سے کاٹ کر رکھ دے' لیکن زخمی اور نیم بسمل پرندوں کو تڑپنے' پھڑکنے اور پھڑپھڑانے کی بھی آزادی نہیں...... باؤلے کتوں کو شریف شہریوں پر بھونکنے اور معصوم راہگیروں کو کاٹ کھانے کی آزادی ہے لیکن باؤلے کتوں کو کچلہ دینے اور انہیں نمدا باندھنے کی آزادی نہیں۔ کیونکہ اس سے مذکورہ معزز کتوں کے کاٹ کھانے اور بھونکنے کے بنیادی اور پیدائشی ''حقوق'' پر زد پڑتی ہے......

امریکہ اور مغربی حلقے توہین رسالت کے جس قانون کی آڑ لے کر اتنا شور شرابہ پیدا کر رہے ہیں اور ہلا گلا مچا رہے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ اس قانون کے نفاذ سے تمہیں کیا تکلیف ہے؟ اس قانون کا نفاذ ایک ایسے ملک میں ہو رہا ہے جہاں 97 فیصد آبادی مسلمان ہے۔ یہ ملک اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ یہ معاشی' سماجی اور جدلیاتی مسائل کا ناٹک تو 1970ء کے بعد رچایا گیا۔ روٹی تو ہندوستان کے مسلمان کو یو پی' سی پی' بہار' دکن' مشرقی پنجاب اور بنگال میں بھی مل رہی تھی...... پاکستان امریکہ کی طرح مہم جوؤں اور طالع آزماؤں کی حادثاتی دریافت نہیں۔ یہ تو بقول قائداعظم یہاں کے مسلمانوں کا فطری مطالبہ تھا اور ہے۔ اس پر ''احتجاج'' اگر ملک کے اندر موجود چند جنونی مغرب پرست کر رہے ہیں تو ان کی تعداد انگلیوں کی پوروں سے بھی کم ہے......

یہ تو بتایئے کہ جب سے یہ قانون منظر عام پر آیا ہے' سلمان رشدی اور راجپال کے کتنے پیروکاروں کی دریچوں پر صلیبیں آویزاں کی گئی ہیں؟ کتنے سلامت مسیحوں کو تختہ دار پر لٹکایا گیا ہے؟ رشدی' نسرینیں اور راجپال آج جیلوں کی کال کوٹھڑیوں اور پھانسی گھاٹ کے ڈیتھ سیلوں میں روسو کے ''اعترافات'' لکھنے میں مصروف ہیں؟ یوں محسوس ہوتا ہے کہ مٹھی بھر مغرب پرستوں اور امریکی چنڈو خانے کے ان طاغوتی چوہوں کے نزدیک کسی بھی ''انسان کا سب سے بڑا بنیادی حق'' توہین رسالت کرنا ہے۔ توہین رسالت ایکٹ کی وجہ سے ذہنی اور فکری عدم توازن کے شکار یہ دانشور اپنے اس بنیادی حق سے محروم ہو رہے ہیں اس لیے وائٹ ہاؤس کے مندر میں براجمان آزادی کے مندر کے ''چیف پروہت'' کو مدد کے لیے پکار رہے ہیں۔

ان امریکہ پرستوں کو کیوں بھول گیا ہے کہ انسانی حقوق کا چیمپئن یہ وہی انکل سام ہے جس نے 20 لاکھ ویتنامیوں (کمیونسٹوں) کو موت کے گھاٹ اتارا' 25 لاکھ کو اپاہج' لولا لنجا اور بیکار بنا دیا۔ 70 ہزار کے اعضا کاٹ ڈالے' ایک ویتنامی گوریلے کو ختم کرنے کے لیے اوسطاً دو ہزار سات سو گولیاں

چلائیں۔ 56 فیصد باغوں اور 80 فیصد گھروں کو جلا کر راکھ کر دیا...... جی ہاں بنیادی انسانی حقوق کا پرچم بردار یہ وہی امریکہ ہے جس کے 6 لاکھ فوجیوں نے ہر ویتنامی عورت کی عصمت کئی کئی بار لوٹی...... اڑھائی لاکھ شیر خوار بچوں کو ہلاک کر دیا...... انسانی عظمت کے اس اکلوتے ٹینڈر ہولڈر نے معصوم شہریوں کو لقمہ اجل بنانے کے لیے کئی سال تک روزانہ کئی لاکھ من نیپام بم کھیتوں' بازاروں' کھلیانوں اور وادیوں پر گرائے......

امریکی گماشتوں اور سامراج کے زلہ رباؤں کو شور ڈالنے دیں۔ ان کے شور ڈالنے سے کیا ہوتا ہے۔ پاکستان دشمن طاقتیں لاکھ چاہیں-- لاکھ ایڑی چوٹی کا زور لگائیں-- بھارت کے سیکولر مزاج رکھنے والے نام نہاد ''علماء'' کی کتابوں کے کروڑ حوالے دیں--- پاکستان کے چودہ کروڑ عوام اور عالم اسلام کے ایک ارب انسانوں کی عظیم قوت اس ایکٹ کی پشت پناہ ہے۔ روشن خیالی کی تھالی کے بینگو! لڑھکتے رہو! یوں تو بہت جمہوریت کی باتیں کرتے ہو۔ جاؤ' حکومت کو دعوت دو کہ اس ایکٹ کے موضوع پر ریفرنڈم کروالے۔ 14 کروڑ شمع رسالت کے پروانے اس ایکٹ کی حمایت میں رائے دیں گے۔ اس سے بڑا جواز کسی قانون کی بقاء کے لیے اور کیا ہوسکتا ہے۔ سچ کہا ہے دفتر خارجہ کے ترجمان نے...... ''ہر ملک خودمختار ہے کسی دوسرے ملک کے قوانین کے بارے میں کوئی ملک مداخلت نہیں کر سکتا۔ توہین رسالت کا قانون قرآن وسنت کی روشنی میں ہے۔ ہم اس کے بارے میں کسی اور سے ڈکٹیٹ کیسے ہوسکتے ہیں''۔ اب اس دوٹوک جواب کے بعد امریکہ کو بھی ہوش کے ناخن لینا چاہئیں۔ اگر سرخ سامراج کے 16 ٹکڑے ہوسکتے ہیں تو امریکہ کے بھی 510 ٹکڑے ہونا بعید از امکان نہیں-- نشہ قوت میں سرشار بڑی طاقت کی ہیبت...... لینن کے مجسمے اور دیوار برلن کی طرح پاش پاش بھی ہوسکتی ہے اور بقول سید مودودی اکیسویں صدی کا آغاز امریکی غلبے کے خاتمے اور اسلام کی برتری سے ہوگا۔ حکومتی ایوانوں میں متمکن لیگی سیاست دانوں کو اس ایشو پر واضح موقف اپناتے ہوئے امریکی حکومت کو بتا دینا چاہیے کہ توہین رسالت ایکٹ ایمل کانسی نہیں کہ اس کے بارے میں فیصلے کا حق تمہیں دے دیا جائے۔

عزیز الرحمٰن ثانی

امریکہ میں توہین رسالت ﷺ کے واقعات میں تسلسل

پیغمبر اسلامؐ کے خلاف امریکی ٹی وی فاکس نیوز کی ناپاک مہم

واشنگٹن (نمائندہ خصوصی) امریکی ٹیلی ویژن چینل فاکس نیوز نے بنیادی اخلاقیات اور مذہبی رواداری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہایت گستاخانہ اہانت امیز اور اشتعال انگیز زبان استعمال کرنا شروع کر دی ہے۔ تفصیلات کے مطابق فاکس نیوز چینل نے بدھ 18 ستمبر کو اپنے پروگرام ''ہانیٹی اینڈ کالمز'' میں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا۔ جب پروگرام کے مہمان اور مشہور امریکی عیسائی مذہبی رہنما پیٹ رابرٹسن نے اپنے جنونی اور اہانت آمیز ریمارکس کے دوران اسلام کو ایک بوگس مذہب قرار دیا جبکہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انتہائی ہتک آمیز الفاظ استعمال کیے۔ پروگرام کا پروڈیوسر اور کمپیئر شاون ہانیٹی اس مخبوط الحواس عیسائی رہنما کو روکنے کے بجائے اس کی مزید حوصلہ افزائی کرتا رہا۔ جس کی وجہ سے اسلام، مسلمانوں، قرآن کریم اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اس کی زبان مزید گھٹیا ہوتی چلی گئی۔ اس پادری نے قرآن کریم کو یہودی مذہبی کتاب کا چربہ قرار دیا اور کہا کہ قرآن میں کہیں بھی غیر مسلموں کے خلاف قتال کا حکم وارد نہیں ہوا ہے۔ عیسائی رہنما نے اسلام کو انسانیت کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار دیتے ہوئے اسے بیخ و بن سے اکھاڑنے کا مطالبہ کیا۔ ادھر امریکی مسلمانوں کی تنظیم کونسل برائے امریکی اسلامی تعلقات نے فاکس نیوز سے فی الفور اپنی پالیسی بدلنے کا مطالبہ کیا ہے اور اسے خبردار کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے نہ کھیلے ورنہ مسلمان ناموس رسالتؐ پر قربان ہوتے ہوئے پوری دنیا کو بھسم کر ڈالیں گے۔

رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی پر فلم بنانے کی ناپاک جسارت

واشنگٹن (نمائندہ خصوصی) امریکی ریاست ٹیکساس کے ایک فلم ساز ادارے نے (نعوذ باللہ)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی پر ایک فلم بنائی ہے۔ اس بات کا انکشاف عربی ویب سائٹ ''مفکرۃ الاسلام'' نے امریکی ہفت روزے ہوسٹن پریس کے حوالے سے کیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق اس فلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی کے تمام گوشوں کو ظاہر کرنے کی مذموم سعی کی گئی ہے۔ گزشتہ دنوں ''ہوسٹن پریس'' نے ایک اشتہار شائع کیا جس کے مطابق امریکہ کا ایک فلم تقسیم کار ادارہ یہ فلم نمائش کے لیے جاری کرے گا۔ اس اشتہار کی اشاعت کے بعد ٹیکساس کے مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور تقریباً ایک سو مسلمانوں نے مذکورہ ادارے کے دفتر کے باہر ایک احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے مذکورہ فلم کو ریلیز نہ کرنے اور فلم سازوں سے اس گستاخی پر مسلمانوں سے معافی مانگنے کا مطالبہ کیا مگر مذکورہ فلم ساز ادارے کے ذمہ داروں نے ان مطالبات کو رد کرتے ہوئے مظاہرین کو روکنے کے لیے پولیس سے امداد طلب کر لی۔ دریں اثناء مسلمانوں نے اس دل آزار فلم کی نمائش کا اشتہار شائع کرنے پر اخبار ہوسٹن پریس سے بھی معافی مانگنے کا مطالبہ کیا۔ رپورٹ کے مطابق اخبار نے اس مطالبے کو تسلیم کرتے ہوئے اسے پورا کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

امریکہ میں مسلمانوں کی دل آزاری کے واقعات میں اضافہ

واشنگٹن (نمائندہ خصوصی) امریکہ میں متعصب اسلام دشمن تنظیموں اور شخصیات کی جانب سے اسلام اور نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گستاخانہ اور دل آزاری پر مبنی ریمارکس دینے کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ دائیں بازو کے انتہا پسند عیسائی رہنما جیری فال ویل نے پیغمبر اسلام کے خلاف انتہائی گھٹیا زبان استعمال کی ہے۔ امریکی ٹی وی چینل سی بی ایس کے ایک پروگرام میں فال ویل نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا کو امن و محبت کا پیغام دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے آگے بڑھایا جبکہ بقول فال ویل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو اس کے برعکس پیغام دیا۔ فال ویل نے کہا کہ دائیں بازو کے عیسائی اسرائیل کو اس کے مسلمان دشمنوں کے خلاف مدد دیتے رہیں گے اور اس مقصد کے لیے ہم اسرائیل سے متعلق امریکی پالیسی پر بھی اثر انداز ہو رہے ہیں۔ واضح رہے کہ اس سال کے اوائل میں جب صدر بش نے اسرائیل پر فلسطینی علاقوں سے فوج واپس بلانے کے لیے زور دیا تھا تو فال ویل نے اس پر ذاتی طور پر احتجاج کیا تھا اور اس کے حامیوں نے وائٹ ہاؤس کو ایک لاکھ احتجاجی ای میل ارسال کیے تھے۔ سی بی ایس ٹی وی نے فال ویل کے توہین آمیز انٹرویو پر مشتمل پروگرام اتوار 6 اکتوبر 2002ء کو پیش کیا۔ امریکی مسلمانوں کی تنظیم نے جیری فال ویل کے گستاخانہ ریمارکس پر شدید احتجاج کیا ہے۔ امریکی مسلمانوں کے مرکز ''کیئر'' کے چیئرمین ابراہیم ہوپر نے کہا کہ اس پروگرام سے امریکہ میں مذہبی آزادی کا تاثر سخت مجروح ہوگا اور مسلمانوں میں اشتعال پھیلنے کا خطرہ ہے۔

ڈھاکہ میں توہین رسالت پر مبنی سٹیج ڈرامہ کی نمائش پر شدید احتجاج' ملزمان گرفتار

ڈھاکہ (نمائندہ خصوصی) بنگلہ دیش کے دارالحکومت ڈھاکہ کے قریب ضلع تری پور میں

مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے والے ڈرامے کو تھاکر کرشنا کولی کے سٹیج پر پیش کیے جانے کے خلاف ہزاروں افراد نے زبردست احتجاج کیا۔ اس ڈرامے میں ایک مسلمان لڑکی کو جسم فروشی کے لیے بھارت جاتا دکھایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مظاہرین کا کہنا ہے کہ ہندو ڈرامہ رائٹر سندیپ سہنا نے ڈرامے میں نعوذ باللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شریک کیا ہے۔ زبردست احتجاج کے بعد حکام نے ہندو ڈرامہ رائٹر اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔

فال ویل ''لسانی دہشت گردی'' کے مرتکب ہوئے ہیں: امریکن مسلم کونسل

نیویارک (نمائندہ خصوصی) نیویارک سے شائع ہونے والے امریکہ کے معروف اخبار ''نیویارک ٹائمز'' کے مطابق امریکی مسلمانوں کی تنظیم ''امریکن مسلم کونسل'' کے ڈائریکٹر اطلاعات فیض رحمٰن نے عیسائی رہنما جیری فال ویل کو ''لسانی دہشت گردی'' کا مرتکب اور نفرت پھیلانے کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ فیض رحمٰن نے کہا کہ جیری فال ویل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسوہ کی پیروی نہیں کر رہے' وہ امن نہیں پھیلا رہے بلکہ نفرت پھیلا رہے ہیں۔

امریکی صدر توہین رسالت کے واقعہ کے خلاف اپنا ردعمل ظاہر کریں

واشنگٹن (نمائندہ خصوصی) امریکہ کے دارالحکومت واشنگٹن سے شائع ہونے والے کثیر الاشاعت روزنامے ''واشنگٹن پوسٹ'' نے اپنی 6 اکتوبر 2002ء کی اشاعت میں جیری فال ویل کی جانب سے پیغمبر اسلام کی شان میں توہین آمیز الفاظ کے استعمال اور انہیں دہشت گرد قرار دینے پر اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے اپنے اداریہ میں امریکی صدر بش پر زور دیا ہے کہ وہ جیری فال ویل سمیت دیگر عیسائی مذہبی رہنماؤں فرینکلن گراہم' پیٹ رابرٹسن وغیرہ کے اسلام کے بارے میں متنازعہ بیانات کے بارے میں خاموشی اختیار کرنے کے بجائے اپنے موقف کی وضاحت کریں کہ یہ ان کا موقف نہیں ہے۔ یہ افراد صدر بش کے قریب ترین سیاسی حلیف شمار ہوتے ہیں۔ صدر بش کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان افراد کی جانب سے اسلام کی غلط عکاسی کرنے پر اپنی خاموشی توڑیں اور برداشت اور رواداری کے اپنے مسلک اور ان افراد کی بدزبانی کے درمیان فاصلہ پیدا کریں۔ فال ویل' رابرٹسن' گراہم وغیرہ کی ان حرکتوں سے صدر بش کا نظریں چرا لینا ان کی ان غلط تعلیمات کو جائز قرار دے دینا ہے جس کی وجہ ان کے امریکی صدر سے تعلقات ہیں۔ اداریہ میں کہا گیا ہے کہ بعض اہم مذہبی رہنما جو صدر بش کے قریب ترین سیاسی حلیف شمار ہوتے ہیں' ان کی جانب سے مذہبی عدم برداشت اور اسلام دشمن رویہ اختیار کیے جانے پر صدر بش نے خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔ گیارہ ستمبر کے بعد صدر بش کا سب سے اہم اقدام یہ تھا کہ انہوں نے امریکیوں پر زور دیا تھا کہ وہ مذہب کا نام لینے والے شدت پسندوں کی وجہ سے اسلام کی مذمت نہ کریں۔ صدر بش نے اپنی جنگی حکمت عملی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے واشنگٹن کے اسلامک سینٹر میں واقع مسجد کا دورہ کیا جہاں انہوں نے امریکی قوم کو یہ یاد دلایا کہ اسلام امن کا مذہب ہے اور

انہوں نے امریکیوں کو خبردار کیا کہ وہ بے گناہ امریکی عربوں اور مسلمانوں پر اپنا غصہ نہ اتاریں۔ مسلمان تصور کیے جانے والے افراد کے خلاف دھمکی اور تشدد کے متعدد واقعات کے باوجود امریکیوں نے صدر کے اس پیغام پر کان دھرتے ہوئے مذہبی عدم رواداری اور نفرت کے خلاف مزاحمت کی لیکن صدر بش کے قریب ترین سیاسی حلیف شمار کیے جانے والے عیسائی مذہبی رہنماؤں کے بارے میں یہ بات نہیں کہی جا سکتی، جن کی جانب سے مذہبی عدم برداشت اور اسلام دشمن رویہ اختیار کیے جانے پر صدر بش کی خاموشی کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی ہے۔ عیسائی مذہبی رہنما فرینکلن گراہم نے اسلام کو ''بہت برا اور خراب مذہب'' قرار دیا تھا جبکہ ایک دوسرے عیسائی رہنما پیٹ رابرٹسن نے کہا تھا کہ ''یہ تصور کرنا کہ اسلام ایک امن پسند مذہب ہے، غلط ہے''۔ پیٹ رابرٹسن نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ''مکمل جنونی، رہزن اور قاتل'' قرار دیا تھا جبکہ اس شیطنت کی تکمیل عیسائی مذہبی رہنما جیری فال ویل نے امریکی ٹیلی وژن سی بی ایس (CBS) کے پروگرام ''سکسٹی منٹس'' (Sixty Minutes) میں (جو کہ 6 اکتوبر بروز اتوار کو دکھایا جانا تھا) پیغمبر اسلام ﷺ کو ''دہشت گرد'' قرار دے کر کی۔ یہ محض کسی شدت پسند تحریک کے الفاظ نہیں بلکہ یہ الفاظ کہنے والے عیسائیوں کے مذہبی رہنما ہیں جن کی تحریک ایک ایسے صدر سے قربت رکھتی ہے جو انہی کی زبان بولتا ہے۔ اس لیے یہ صدر بش کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسلام کی اس غلط عکاسی پر اپنی خاموشی توڑیں اور برداشت اور رواداری کے اپنے مسلک اور ان افراد کی اس بدزبانی کے درمیان فاصلہ پیدا کریں۔ فال ویل، رابرٹسن، گراہم وغیرہ کی ان حرکتوں سے صدر بش کا نظریہ چرا لینا ان کی ان غلط تعلیمات کو جائز قرار دے دینا ہے جس کی وجہ سے ان کے امریکی صدر سے تعلقات ہیں۔ اگر صدر بش کا موقف وہ نہیں جو ان افراد کا ہے تو صدر بش کو اس کی وضاحت کرنی چاہیے۔

برطانوی وزیر خارجہ جیک سٹرا نے جیری فال ویل کے ریمارکس کو توہین آمیز قرار دے دیا

تہران (نمائندہ خصوصی) برطانوی وزیر خارجہ جیک سٹرا نے امریکہ کے عیسائی رہنما جیری فال ویل کی جانب سے توہین رسالت کے ارتکاب کی مذمت کرتے ہوئے فال ویل کے ریمارکس کو توہین آمیز قرار دیا ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے اپنے دورۂ ایران کے دوران ایرانی وزیر خارجہ کمال خرازی کے ہمراہ ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے حوالے سے نازیبا فلم کی نمائش کے خلاف امریکی مسلمانوں کا مظاہرہ

ہیوسٹن، امریکہ (نمائندہ خصوصی) امریکی ریاست ہوسٹن میں بالغان کے لیے مخصوص ایک سینما کے باہر سینکڑوں مظاہرین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی سے متعلق فلم ''محمد نبی کی جنسی زندگی'' (Sex Life of Prophet Muhammad) کی نمائش اور اخبار ''ہیوسٹن پریس'' میں اس

فلم کا اشتہار چھاپنے کے خلاف ایک پرامن مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے سڑکوں پر قطاریں بنا کر مظاہرے میں حصہ لیا۔ مظاہرین نے ہاتھوں میں پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے جن میں ''آزادی کا مضحکہ نہ اڑائیں'' اور ''تمام مذاہب کا احترام کریں'' تحریر تھا' جبکہ بعض پلے کارڈوں پر اخبار ہیوسٹن پریس کے خلاف نعرے بھی تحریر تھے۔ اس دوران سینما کو کئی ٹیلی فون کالیں بھی موصول ہوئیں جن میں اس فلم کی نمائش روکنے کا مطالبہ کیا گیا۔ مظاہرہ کے موقع پر بہت بھاری تعداد میں پولیس موجود تھی جس کی موجودگی پر سینما کے منیجر نے پولیس کا شکریہ ادا کیا۔ مظاہرین نے اس موقع پر اس عزم کا اظہار کیا کہ اگر مذکورہ اخبار اس اشتہار کی اشاعت کو بند نہیں کرے گا اور اس گستاخانہ فعل پر معافی نہیں مانگے گا تو وہ اس کا گھیراؤ کریں گے۔ اخبار ہیوسٹن پریس کے ناشر نے کہا کہ انہوں نے مستقبل میں اس اشتہار کی اشاعت بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اگر وہ معاشرہ کے کسی فرد کے خلاف جارحیت کے مرتکب ہوئے ہیں تو وہ لازمی طور پر اس پر معافی مانگیں گے۔

امریکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ناپاک جسارت' ازدواجی زندگی پر مبنی فلم کی نمائش

واشنگٹن (نمائندہ خصوصی) امریکہ کی یہودی' عیسائی لابی مسلمانوں کی دل آزاری کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی' وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین کر کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتی رہتی ہے۔ امریکہ میں حال ہی میں پھر ایک مذموم کوشش کی گئی ہے جس کے تحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی کے بارے میں معاذاللہ ایک فلم بنائی گئی ہے جس کے اشتہارات امریکی رسائل میں شائع ہو رہے ہیں۔ ہیوسٹن کے سٹارز تھیٹر سینما میں یہ مذموم اور ناپاک جسارت پر مبنی فلم دکھائی جا رہی ہے۔

امریکی شاتم رسول کے خلاف مقبوضہ کشمیر میں ہڑتال' مظاہرے

سری نگر' اسلام آباد (نمائندہ خصوصی) امریکی وزیر کی طرف سے پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی کے خلاف گزشتہ روز مقبوضہ کشمیر میں احتجاجی ہڑتال اور بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہرے کیے گئے۔ کشمیر میڈیا سروس کے مطابق امریکی ایونجلسٹ منسٹر جیری فال ویل نے امریکی ٹی وی چینل ''سی بی ایس'' کو انٹرویو دیتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں انتہائی غیر ذمہ دارانہ' قابل مذمت اور توہین آمیز الفاظ کہے ہیں۔ یہ انٹرویو اتوار 6 اکتوبر 2002 کو سی بی ایس ٹیلی ویژن پر نشر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی خبر پھیلتے ہی مقبوضہ کشمیر کے مختلف قصبوں اور شہروں میں ہڑتال ہوئی اور احتجاجی مظاہرے شروع ہو گئے۔ سری نگر' سوپور' بارہ مولا' اسلام آباد' پلوامہ' ہندواڑہ' کپواڑہ اور دیگر علاقوں میں بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہرے ہوئے اور لوگوں نے گستاخ رسولؐ اور امریکہ کے خلاف

نعرے لگائے۔ سری نگر میں ڈاؤن ٹاؤن' نوہٹہ' گوجوارہ' بھوری کدل' حول جبکہ ضلع پلوامہ میں پامپور سے پلوامہ تک' اسلام آباد قصبے اور ہندواڑہ میں ہندوارڑہ قصبے' ماور' قلم آباد' سوپور' کپواڑہ اور بارہ مولا قصبوں میں حضورؐ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے خلاف مظاہرے کیے گئے۔ کئی مقامات پر مظاہرین نے بھارتی فوجیوں اور پولیس اہلکاروں پر پتھراؤ کیا۔ مظاہرین نے اس موقع پر صحافیوں کو بتایا کہ اس قسم کے توہین آمیز واقعات ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ہو رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا جاسکے۔ گزشتہ روز انٹرویو کے کچھ حصے نشر کیے گئے۔ امریکی خبر ایجنسی ایسوی ایٹڈ پریس نے اپنی ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ ایسوی ایٹڈ پریس کے ایک نمائندے نے جب ٹیلی فون کے ذریعے جیری فال ویل سے اس انٹرویو کے بارے میں پوچھا تو فال ویل نے اپنے توہین آمیز ریمارکس کے بارے میں اسے بتایا کہ اس نے اپنی یہ رائے دیانت داری سے دی ہے۔ جیری فال ویل اسرائیل نوازی کی وجہ سے مشہور ہے۔ کونسل برائے امریکی اسلامی تعلقات کے ترجمان نے کہا کہ اگر کوئی شخص کمینگی کرنا چاہتا ہے تو کیا کیا جاسکتا ہے؟ البتہ ہمارے لیے پریشانی کا بڑا سبب یہ ہے کہ مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کی اکثریت نے اس طرح کے لوگوں کے تبصروں پر اپنا ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ امریکی گستاخ رسولؐ کی اس جسارت پر دنیا بھر کے مسلمانوں میں شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے۔

امریکی ٹی وی سی بی ایس کے دفتر کے باہر امریکی مسلمانوں کا زبردست احتجاجی مظاہرہ

نیویارک (نمائندہ خصوصی) منگل 8 اکتوبر کو سینکڑوں مظاہرین نے سی بی ایس کے دفتر کے باہر ایک احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر مظاہرین نے سی بی ایس ٹی وی کو اسلام دشمنی اور نفرت پھیلانے کا ذمہ دار قرار دیا۔ مظاہرین نے جو ''شیم شیم سی بی ایس'' کے نعرے لگا رہے تھے' سی بی ایس پر مسلم مخالفت کا الزام بھی عائد کیا۔ اس مظاہرہ کا انتظام اسلامک سرکل نارتھ امریکہ کی جانب سے کیا گیا تھا جو مسلمانوں کی ایک معروف تنظیم ہے۔ اس تنظیم کے ڈائریکٹر نعیم بیگ نے مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ کے رسول تھے' وہ امن کے پیغامبر تھے۔ پوری تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ نہیں جس میں انہوں نے (نعوذ باللہ) دہشت گردوں کا سا عمل کیا ہو۔ اس موقع پر کئی مظاہرین نے ہاتھوں میں پلے کارڈ بھی اٹھا رکھے تھے جن میں عیسائی رہنما جیری فال ویل اور سی بی ایس ٹی وی کے خلاف احتجاجی نعرے تحریر تھے۔ ایک احتجاجی پلے کارڈ پر تحریر تھا کہ ''میڈیا مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانا بند کرے''۔ اس موقع پر نعیم بیگ نے کہا کہ سی بی ایس کو خود کو اسلام دشمن خیالات پیش کرنے کا ایک پلیٹ فارم نہیں بننے دینا چاہیے اور کم از کم کسی ایک مسلمان کو فال ویل کے بیان کی تردید کا موقع دینا چاہیے۔ سی بی ایس ٹی وی نے انصاف نہیں کیا۔ ایسی صورت میں جبکہ آپ کسی ایک فرد کو نفرت پھیلانے کا موقع دیں اور دوسرے کو اس کی تردید کا موقع نہ دیں تو یہ ذمہ دارانہ طرز صحافت نہیں ہے۔ سی بی ایس نیوز کی ترجمان سینڈی جینیلیکس کا اس انٹرویو رپورٹ کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ وہ صحیح اور

درست ہے اور وہ اس پر قائم ہیں۔

نعیم بیگ اس خیال سے متفق نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سی بی ایس نے اسلام کے بارے میں میڈیا کی روایتی بے ادبی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اگر جیری فال ویل نے یہودیوں یا دیگر عیسائی فرقوں پر تنقید کی ہوتی تو سی بی ایس ٹی وی کسی نہ کسی کو اس کا جواب دینے کی اجازت دیتا لیکن چونکہ معاملہ اسلام کا تھا' اس لیے انہوں نے سوچا کہ فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسے جانے دو۔ سی بی ایس کے ٹی وی پروگرام "سکسٹی منٹس" کے ترجمان کیون ٹیڈیسکو نے احتجاج کے بارے میں کہا کہ لوگوں کا اپنے خیالات کا اظہار کرنا کسی جمہوریت کا ایک لازمی حصہ ہے اور ہم ان کے اس حق کا احترام کرتے ہیں۔

امریکی رہنما کے گستاخانہ کلمات کے خلاف دنیا بھر میں شدید احتجاج

سری نگر/ واشنگٹن (نمائندہ خصوصی) ایک امریکی وزیر کے گستاخی رسول کلمات پر دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں نے احتجاج کیا ہے جبکہ مقبوضہ کشمیر میں شدید مظاہرے ہوئے جن پر بھارتی پولیس نے آنسو گیس کے شیل فائر کیے۔ امریکہ میں عیسائیت کے وزیر جیری فال ویل نے امریکی ٹیلی وژن سی بی ایس کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ (نعوذ باللہ) حضرت محمدؐ دہشت گرد تھے اور میں نے پڑھا ہے کہ وہ ایک تشدد پسند جنگجو انسان تھے۔ ملائیشیا کے وزیراعظم مہاتیر محمد نے فال ویل کے بیان کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ بیان جہالت کا ثبوت ہے۔ میں پوری عیسائی برادری کو الزام نہیں دینا چاہتا لیکن اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائی اسلام کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ بیان پر سب سے سخت ردعمل مقبوضہ کشمیر میں سامنے آیا جہاں شمالی قصبہ سوپور میں 5 ہزار افراد نے ایک جلوس نکالا جس میں امریکہ کے خلاف نعرے بازی کی گئی۔ جنوبی کشمیر میں بھی ایسا ہی مظاہرہ ہوا۔ ادھر شوپیاں اور قاضی غنڈ علاقوں سے بھی مظاہروں کو منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس کا اندھا دھند استعمال کیا گیا۔ مظاہرین نے امریکی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ پادری کے خلاف دہشت گردی مخالف قانون کے تحت مقدمہ چلائے کیونکہ اس کے بیان سے عالمی امن کو خطرہ لاحق ہوا ہے۔ تاہم سرکاری طور پر مسلم دنیا اس معاملے میں خاموش ہی رہی۔ واشنگٹن میں امریکی اسلامی تعلقات کونسل کے ایک ترجمان نے کہا کہ اگر کوئی شخص متعصب ہونا چاہے تو اسے روکا نہیں جاسکتا۔ لیکن ہمیں تشویش اس بات پر ہے کہ مسلم مذہبی حلقے اور سیاسی رہنما ایسے بیانات پر مناسب ردعمل ظاہر نہیں کرتے۔ کراچی میں جمعیت علماء اسلام کے مقامی رہنماؤں مولانا عبدالصمد' مولانا عبدالکریم اور دیگر نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کہا کہ محسن انسانیت کی شان میں یہ گستاخی اس صدی کا بدترین واقعہ ہے۔ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ صرف مسلم امہ ہی نہیں بلکہ پوری دنیا عیسائی اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کو اس کی مذمت کرنی چاہیے۔

عزیز الرحمٰن ثانی

اسلام...... غیر مسلموں کا اصل نشانہ

خاصے عرصے سے دنیا بھر میں اسلام' قرآن' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ جو توہین آمیز سلوک روا رکھا جا رہا ہے اور توہین قرآن اور توہین رسالت کا جس طرح کھلے بندوں ارتکاب کیا جا رہا ہے' اس حوالے سے ایک نئی روش کا گزشتہ دنوں اخبارات کے ذریعہ اس وقت انکشاف ہوا جب کراچی کے لنڈا بازار میں خواتین کے ایسے سکرٹ برآمد ہوئے جن میں قرآنی آیات چھپی ہوئی تھیں۔ اس حوالے سے اخبارات میں جو خبر شائع ہوئی وہ درج ذیل ہے:

> ''اسلام دشمنی کا کھلا ثبوت' یورپ قرآنی آیات کی بے حرمتی میں تمام حدود پار کر گیا۔ قرآنی آیات لکھے ہوئے کپڑے کے لیڈیز سکرٹ بنوا کر مارکیٹ میں پھیلا دیئے۔ تفصیلات کے مطابق جمعرات کے روز معروف لنڈا مارکیٹ لائٹ ہاؤس کے باہر ایک ٹھیلے سے جارجٹ کے کپڑے کا ایک استعمال شدہ لیڈیز سکرٹ ملا ہے جس پر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سورۂ بقرہ کی ابتدائی 4 آیات اور بعض قرآنی آیات کے حصے واضح طور پر تقریباً 20 مقامات پر بڑے بڑے حروف میں لکھے ہوئے ہیں۔ سکرٹ پر کسی بھی کمپنی یا ملک کے نام کا سٹکر موجود نہیں ہے۔ یاد رہے کہ مال تیار کرنے والی تمام کمپنیاں اپنے مال کے ساتھ سٹکر لگا دیتی ہیں۔ سکرٹ کس ملک یا کمپنی کا بنا ہوا ہے؟ کوئی پتہ نہیں۔ تاہم ٹھیلے والوں کا کہنا ہے کہ ہمارے پاس تمام مال یورپ سے آتا ہے' جس میں استعمال شدہ کپڑے' پینٹیں' جوتے' کوٹ' ٹی شرٹیں اور دیگر سامان شامل ہے جو بڑی بڑی گانٹھوں کی صورت میں آتا ہے۔ واضح رہے کہ گزشتہ ایک عرصے سے یورپ میں شعائر اسلام کی بے حرمتی کے واقعات مسلسل پیش آ رہے ہیں۔ اس کو بھی انہی واقعات کا تسلسل قرار دیا جا رہا ہے۔ (روزنامہ ''اسلام'' 25 اکتوبر 2002ء)

اسی اثناء میں معاصر روزنامے جنگ کراچی کی ایک اشاعت میں بی بی سی کے حوالے سے

ایک خبر شائع ہوئی ہے جس کے مطابق مختلف امریکی ٹی وی چینلوں نے اسلام مخالف پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے اور امریکی مسلمان وہاں کی انتظامیہ اور میڈیا کی کارروائیوں کا نشانہ بن گئے ہیں۔ اس حوالے سے خبر کی تفصیل درج ذیل ہے:

''بی بی سی نے ہفتے کو اپنی ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ مختلف امریکی ٹی وی چینلو نے اسلام مخالف پراپیگنڈا شروع کر دیا ہے۔ امریکی مسلمان بھی انتظامیہ اور میڈیا کی کارروائیوں کا مرکز بن گئے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق فوکس، سی بی ایس، ایم ایس این بی سی ٹی وی چینلو نے جمعہ کو متعدد علمائے دین کے علاوہ امور دہشت گردی کے ماہرین سے بھی گفتگو کی اور دوران بحث کہیں نہ کہیں یہ ذکر ضرور آیا کہ امریکہ کو اسلام سے خطرہ لاحق ہے۔ افریقی نژاد معروف امریکی مسلمان رہنما امام سراج وہاج نے کہا کہ مذہب کو بنیاد بنا کر کسی پر الزام تراشی کرنا اخلاقی انحطاط کی علامت ہے۔ کونسل آف امریکن اسلامک ریلیشنز کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا کہ 11 ستمبر کے واقعات کے بعد امریکی ذرائع ابلاغ کی جانب سے اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش کی امریکی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ دہشت گردی پھیلانے والوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق واشنگٹن میں دس افراد کو ہلاک اور تین کو زخمی کرنے کے شبہ میں جن دو افراد کو جمعہ کی صبح گرفتار کیا گیا ان میں سے ایک مبینہ طور پر اسلام قبول کر چکا تھا۔ ابھی تک پولیس کی طرف سے نہ تو ان پر حالیہ ہلاکتوں کا الزام لگایا گیا ہے اور نہ دونوں میں سے ایک کی پوری طرح شناخت ہو سکی ہے لیکن امریکی ذرائع ابلاغ نے جان ایلن ولیم جو جان محمد ولیم کے نام سے بھی پہچانے جاتے ہیں، کے مذہبی نظریات و عقائد کو نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے۔ امریکہ میں قائم مختلف اسلامی تنظیموں اور مذہبی رہنماؤں نے ذرائع ابلاغ پر تنقید کرتے ہوئے اس تشویش کا اظہار کیا ہے کہ اسلام کو نشانہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ (روزنامہ ''جنگ'' کراچی 27 اکتوبر 2002ء)

اسلام کے خلاف جاری مہم کے حوالے سے اقوام متحدہ میں متعین پاکستان کے مستقل سفیر منیر اکرم نے جو پالیسی بیان جاری کیا، وہ درج ذیل ہے:

''اقوام متحدہ (اے پی پی) پاکستان نے دنیا کی مختلف سوسائٹیوں کے درمیان غلط فہمیاں ختم کرنے پر زور دیا ہے اور کہا ہے کہ دنیا میں تہذیبوں اور ثقافتوں کے تصادم کی سازش کی جا رہی ہے۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل سفیر منیر اکرم نے جمعرات کو اپنے پالیسی بیان میں کہا کہ بدقسمتی سے بعض مذہبی شخصیات اور دوسرے لوگوں کی طرف سے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا تبصرے کیے جا رہے ہیں جو مذہبی تعصب اور اشتعال انگیزیوں کی بدترین صورت ہے۔ پاکستانی سفیر نے کہا کہ یہ بدقسمتی ہے کہ میڈیا کو آزادیٔ اظہار کے نام پر ہمارے مذہب کے خلاف اور توہین رسالتؐ پر مبنی گفتگو کی اجازت دے دی گئی ہے۔ یہ بھی بدقسمتی ہے کہ جو لوگ مذہبی رواداری اور عدم امتیاز کی بات کرتے ہیں، انسانی حقوق کے حکام، اقوام متحدہ اور لبرل سیاست دان خاموش رہ کر اس پر تعصب ہرزہ سرائی کی حمایت کر رہے ہیں۔ (روزنامہ ''جنگ'' کراچی 27 اکتوبر 2002ء)

دریں اثنا امریکہ اور دیگر یورپی ممالک کے بعد اب آسٹریلیا میں بھی مسلمانوں کے خلاف

تعصب پر مبنی واقعات زوروں پر ہیں جس کی مثال درج ذیل واقعات ہیں:

''سڈنی (انٹرنیٹ نیوز) آسٹریلیا میں علمائے دین کی تحقیر' مساجد پر حملوں' توڑ پھوڑ اور مسلمان خواتین کے چہروں سے نقاب اور سکارف نوچنے کے واقعات میں اضافہ ہوگیا ہے۔ واضح رہے کہ انڈونیشی جزیرے بالی میں بم دھماکے کے بعد' جس میں تقریباً 200 افراد ہلاک ہوئے تھے' سڈنی میں مسلمانوں کے خلاف اس قسم کے چالیس سے زائد واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ بالی کے دھماکے میں مرنے والے افراد میں زیادہ تر آسٹریلوی باشندے تھے۔ یہ بات ساؤتھ ویلز کی ریاست کے کمشنر مورونی نے پیر کے روز بتائی۔ اس نے ان واقعات کو جہالت' لاعلمی کا شاخسانہ قرار دیا اور کہا کہ مسلم خواتین کو ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ اس قسم کے واقعات پولیس کے علم میں لائیں۔ پولیس کمشنر نے آسٹریلیا کے مسلمانوں پر ہونے والے حملوں کی تفصیلات نہیں بتائیں۔ صرف اتنا بتایا کہ گزشتہ منگل کو بلوائیوں نے شاہ عبدالعزیز اسلامک سکول کی متعدد کھڑکیوں اور دیواروں کو نقصان پہنچایا۔ یہ سکول مغربی سڈنی میں واقع ہے۔ دہشت و بربریت کے اس مظاہرے کے دوران متصلہ مسجد کے ساتھ ساتھ مسلم عالم دین کی رہائش گاہ کو بھی خاصا نقصان پہنچا۔ علاوہ ازیں جنوبی شہر ملبورن میں گزشتہ ہفتے آگ لگانے والا بم پھینکا گیا۔ پولیس نے ان واقعات کے کسی ملزم کو گرفتار نہیں کیا۔ آسٹریلیا میں رہنے والے مسلمانوں کو نیویارک اور واشنگٹن میں 11 ستمبر کو ہونے والی تباہی کے بعد سے ہی حقارت آمیز سلوک اور حملوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ بالی کے حملوں کے بعد ان واقعات میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا ہے اور مساجد کو نذر آتش کرنا' باپردہ مسلم خواتین کی توہین آئے دن کا معمول بن چکے ہیں۔ چند دن قبل اسلامک سکول جانے والی بچیوں سے بھری ہوئی بس پر پتھراؤ بھی کیا گیا تھا۔ (روزنامہ ''اسلام'' 29 اکتوبر 2002ء)

ان واقعات پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں بلکہ یہ خود اسلام کے خلاف بین الاقوامی مہم چلانے والوں' انسانی حقوق کے علمبردار لیکن درحقیقت شیطانی حقوق کے پاسداروں کی گھٹیا ذہنیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ کیا ان واقعات کے بعد بھی مسلمانوں اور مسلم حکمرانوں کو جاگنے کے لیے کسی نئے واقعہ کا انتظار ہے؟ یاد رکھئے! غیر مسلم نہ کبھی اسلام اور مسلمانوں کے طرفدار ہو سکتے ہیں اور نہ ان کا ایسا کوئی ارادہ ہے۔ وہ صرف اسلام' قرآن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ناموں کو کرۂ ارض سے مٹانے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ ان کی ان کوششوں کا ہر صورت میں راستہ روکنے کے لیے تیار ہو جائیے۔ ورنہ یہ آپ کے دین کو غارت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔

ابراہیم ابو خالد

اسلام کے خلاف مغربی ہتھکنڈے

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد سے ''مغربی نظریہ'' کو ایک اور ابھرتے خطرے کا احساس ہو رہا ہے۔ مغربی اقوام کا نیا دشمن اور امریکی خارجہ پالیسی کا موجودہ نقطہ ارتکاز ''سبز خطرہ'' یا ''اسلامی خوف'' ہے۔ اس خطرے کی بنیاد کیا ہے؟ اس خطرے کا اسلام سے کیا تعلق ہے جس سے مغرب کا سیاسی نظام برسرِپیکار ہے اور اسلام سے وابستہ ہر چیز کے خلاف نہ ختم ہونے والی جنگ جاری رکھے ہوئے ہے!

مغرب کے منفی رویوں نے مغربی ذہن کو صدیوں کی غلط فہمی' پراپیگنڈے اور خوف کے نتیجے میں بری طرح متاثر کیا ہے۔ اسلام کے متعلق منفی تصورات ہر ممکنہ ذرائع مثلاً لوک داستان' تعلیم' صحافت' سمعی و بصری آلات اور داخلی و خارجی پالیسیوں سے بیان کیے گئے ہیں۔ 12 ویں صدی سے لگاتار عیسائی چرچ نے نبی کریم ﷺ کو طاقت و ہوس کے جنون میں مبتلا فرد باور کرانے کی کوشش اور مسلمانوں کو خون کے پیاسے اور شہوت پرست مطلق العنان عربوں کے روپ میں پیش کرنے کی کامیاب سعی کی ہے۔ یہ نقوش جان بوجھ کر اپنے تحریف شدہ تراجم قرآن' وعظ و تبلیغ حتیٰ کہ ممتاز یورپی ادبا وشعرا جیسے دانتے' شیکسپیئر' والٹیئر' بائرن اور شیلے اور ریکولڈس آف منٹی کروس جیسے عیسائی علما کے ذریعے پھیلائے گئے۔

یہ باعث تعجب امر نہیں کہ اسلام کو صدیوں تک اس طرح کے نازیبا انداز میں' اسلامی تعلیمات کی مخالف لذت پسندی سے متہم کیا جاتا رہا۔ نبی اکرمؐ کے وصال کے بعد ایک صدی کے اندر اندر اسلام نے آدھی سے زیادہ عیسائی سلطنتوں کو ختم کر دیا تھا۔ دوسروں کے لیے اس شکست کو قبول کرنا سخت دشوار تھا۔ اسی لیے اسلامی لشکروں کو روکنے کے لیے صدیوں تک جدوجہد ہوتی رہی حتیٰ کہ خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا اور اسلامی سلطنت کے حصے بخرے ہوئے اور لادین آمرانہ ممالک کے قیام سے مغرب کی اسلام کو ضرر پہنچانے کی طمع ٹھنڈی ہوئی۔ تب 1400 سال میں پہلی مرتبہ مغرب نے اپنی توجہ ''سرخ خطرے'' کی جانب مبذول کی لیکن (اس کے مٹ جانے کے بعد) اس کی ''نظر کرم'' اب دوبارہ اسلام پر ہی آ ٹکی ہے۔

مغرب کے ہاتھوں میں سب سے مضبوط ہتھیار ''ذرائع ابلاغ'' ہیں جنہیں وہ اسلام کی بھیانک تصویر کشی کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی اسلام کی کردار کشی کرنے کی خواہش آپ ملاحظہ کریں کہ ''اوکلا ہاما'' میں بم دھماکے کے دو روز بعد تک یہ ذرائع ابلاغ واقعاتی ثبوت کے بغیر مسلمانوں کو اس میں بالواسطہ ملوث قرار دے رہے تھے' یہی انگلیاں TWA کے فضائی حادثے کے موقع پر پھر مسلمانوں پر دوبارہ اٹھائی گئیں۔ چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی ذرائع ابلاغ کسی مسلمان کے مذہبی پس منظر کی نشاندہی کرنے میں مستعد نظر آتے ہیں۔

ہالی وڈ نے بھی توہین اسلام کا ارتکاب کیا ہے۔ اس کا اسلام پر جدید بہتان Tactical Combat نامی فلم ہے جس میں عراقی مسلمانوں کی حالتِ زار سے صرف نظر کرتے ہوئے خلیج میں امریکی دستوں کی مظلومیت دکھائی گئی ہے۔ Executive Decision نامی فلم ہالی وڈ کا ایک اور حالیہ کارنامہ ہے جس میں چیچن مسلمانوں کو جہاز اغوا کرتے ہوئے ''اللہ اکبر'' کے نعرے بلند کرتے دکھایا گیا ہے اور ان روسی فوجیوں کا کوئی ذکر نہیں جنہوں نے چیچن بچیوں کے ساتھ ''گینگ ریپ'' کیا۔ یہ دو فلمیں True Lies اور Delta Force جیسی فلموں کی طویل قطار میں ایک تازہ اضافہ ہیں۔

اس قسم کی بے ہودگیوں کے خلاف مسلمانوں کی کسی بھی کاوش کو پہلا سانس لیتے ہی درگور کر دیا جاتا ہے۔ اسلام اور اس کے شاندار ماضی پر بننے والی ہر دستاویزی فلم کا مسلمانوں کو بڑے خودغرض اور دولت پرست ظاہر کرنے والی فلموں سے موازنہ کیا جاتا ہے۔ سربیائی قتل عام کا نشانہ بننے والوں کی ایک جھلک کا الجزائر میں ''مسلمانوں'' کے ہاتھوں قتل ہونے والے معصوم بچوں کی سینکڑوں قسطوں سے تقابل کیا جاتا ہے۔

اسلام کے پیغام کو مسدود کرنے کا ادبی طریقہ اس کے ماخذوں کو بدلنا یا ٹکڑوں میں بانٹنا ہے۔ غیر مسلموں کے تراجم قرآن میں اب بھی مضحکہ خیز مفاہیم اور حاشیوں کی بہتات ملتی ہے۔ ایک مغربی زبان میں قرآن مجید کا پہلا ترجمہ 1142ء میں رابرٹ آف کیٹن نے کیا تھا۔ اس کام میں زبردست معاونت ایک عیسائی (خانقاہ کے صدر) راہب پیٹر ویزیلے نے کی تھی جو اکثر کہا کرتا تھا:

''میں تم (مسلمانوں) تک اسلحہ سے نہیں الفاظ سے' طاقت سے نہیں دلیل سے' نفرت سے نہیں محبت کے لبادے میں پہنچوں گا''۔

دلچسپ بات ہے کہ اس نے اپنے کام کا عنوان رکھا ''قابل نفرت'' ''کفر'' یا ''عربوں کا فرقہ'' ...... دیگر تراجم میں 1734ء میں جارج سیلے کا ترجمہ' 1861ء میں راڈویل کا ترجمہ' 1880ء میں پالمر اور 1882ء میں ویرے کا ترجمہ سامنے آئے۔ مغربی علماء کی استعمال کردہ اصطلاحات جیسے ''محمڈن'' اسلامی اصولوں کے غلط مفہوم کو مزید بڑھاتی چلی آ رہی ہیں۔ جامعات میں پڑھی اور پڑھائی جانے والی تاریخ کی کتب غیر مسلم مستشرقین کی لکھی ہوئی ہیں جن میں انہوں نے اپنے مذہبی تعصب کا اظہار کیا ہے حتیٰ کہ اسلامی علوم کے استاد بھی عموماً غیر مسلم ہوتے ہیں جو اسلام کا ''مخصوص'' مفہوم اپنائے ہوئے ہیں

جو مسلم اکثریت کے عقائد کے خلاف ہے۔ مثلاً آسٹریلیا کی بہت سی جامعات میں اشتعال انگیز تصورات کی تعلیم دی جاتی ہے جیسے کہ حجاب اسلامی حکم نہیں بلکہ صرف ایک تہذیبی مظہر ہے۔ معاملات میں سود بھی جائز ہے۔ اگر اس کی شرح بدلتی رہے اور عورت سے متعلق بہت سے اسلامی قوانین محض تہذیبی قوانین ہیں یا پھر نبی اکرم کی بجائے حضرت عمر بن خطابؓ کے عقیدے کا حاصل ہیں۔ (یعنی حضرت عمر نے انہیں اسلامی شریعت کا حصہ بنایا) متعصب مصنفین جیسے فاطمہ مرنیسی کا نصاب میں کثیر حصہ ان اداروں میں تعلیم کے محرکات کے افسوسناک پہلوؤں کا عکاس ہے۔ حتیٰ کہ قرآن کے نام نہاد تضادات کو نمایاں کرنے کی کوشش میں لکھی گئی کتابیں بھی فریب خوردہ اور جھوٹ سے لبریز ہوتی ہیں۔ ان میں سیاق و سباق کو نظر انداز کرنے کا غیر اخلاقی اصول بھی اپنایا جاتا ہے۔ رابرٹ مورے اپنی کتاب ''اسلامی حملہ'' دنیا کے تیزی سے بڑھتے ہوئے مذہب کا مقابلہ'' میں قرآن کی بعض آیات اور فرمودات نبویؐ کو اپنے ناشائستہ محرکات کی تائید کے لیے لاتا ہے۔ ایک مسلمان اس قسم کی کتب کو پڑھ کر ان کے غیر علمی معیار اور کھلی دشنام طرازی پر شدید افسوس کا اظہار کرے گا۔ تاہم ایک غیر مسلم ان دلائل سے دام فریب میں باآسانی آسکتا ہے۔ ذیل میں اس کے خلاف چند ثبوت ہیں:

1- وہ کہتا ہے کہ نبیؐ نے سیاہ فاموں کو ''منقہ سر والے'' کہہ کر نسل پرست ہونے کا ثبوت دیا۔ (ص182) حالانکہ اصل حدیث کا مطلب و مفہوم اس سے یکسر مختلف ہے۔
''سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر ایک منقہ سر والا حبشی غلام امیر بنا دیا جائے''۔
(صحیح بخاری)

2- آپؐ نے کعبہ کے سیاہ پتھر کی پرستش کی (ص187) جبکہ نبیؐ نے کبھی اللہ کے سوا کسی کی عبادت کا اشارہ تک نہ دیا۔

3- وہ (مورے) نبیؐ کی طہارت کا مذاق اڑاتا ہے کہ آپؐ اس قدر وہمی (معاذ اللہ) تھے کہ رفع حاجت کے بعد اپنے جسم کو کئی بار دھوتے تھے۔ کوئی بھی مہذب آدمی اس بہتان پر مصنف کی دانش پہ کیا حکم لگائے گا!

4- وہ کہتا ہے کہ نبیؐ نے خودکشی کرنے کی کوشش کی (ص77) لیکن اس نامعلوم واقعہ کا کوئی حوالہ پیش نہیں کرتا ہے یہ اس کی اسلام کی تضحیک کی ایک اور اوچھی حرکت ہے!

5- بائبل کو قرآن کا ماخذ قرار دے کر گویا قرآن کی تحقیر کرتا ہے۔ تضادات سے لبریز بائبل قرآن کا ماخذ کیسے ہوسکتی ہے؟

امریکی فوج نے اپنے یورپی اتحادیوں کے ساتھ مل کر کبھی بھی کسی اسلامی نشاۃ ثانیہ کی تحریک کو دبانے کا موقع ضائع نہیں کیا بلکہ اس نے تو مسلمانوں کو اپنے وقار، خطے یا مذہب کے دفاع کے لیے لڑنے کے مسلمہ حق سے بھی محروم کر رکھا ہے۔ اس کی مثال بوسنیا کی جنگ ہے جہاں مسلمانوں کو نہ صرف ہر قسم کی بین الاقوامی فوجی معاونت سے محروم رکھا گیا بلکہ مکمل طور پر اپنا دفاع خود کرنے کا پابند کر دیا گیا۔

جو ملک مسلمانوں کے مفادات کی نمائندگی یا قرآن کو اپنا قانون قرار دے کر اٹھنے کی کوشش کرتا ہے ہر طرف سے ''حملوں'' کی زد میں آ جاتا ہے۔

جب افغان مجاہدین کی حمایت سے مغربی اقوام کے مفادات وابستہ نہ رہے تو انہوں نے مسلمانوں کی ایک اسلامی ریاست کی امید کو سبوتاژ کرنے کے لیے داخلی خانہ جنگی شروع کرا دی۔ مالی مدد روک دی اور مسلمانوں (مجاہدین) کو وطن واپسی پر گرفتار کیا گیا۔ تشدد کا نشانہ بنایا گیا' پابند سلاسل کیا گیا حتیٰ کہ موت کے گھاٹ اتارنے سے بھی دریغ نہ کیا گیا۔ سعودی عرب جیسا ملک بھی جس نے افغان جہاد کی زبردست حمایت کی تھی' امریکی پالیسیوں کے زیر اثر آ کر ایسے افراد کو گرفتار کرنے کے لیے تیار ہے جس کا مجاہدین سے کوئی تعلق ہو۔ اس دوران امریکی حکومت ان ممالک کو فوجی مدد کے ذریعے اور مسلم معاشروں کی تذلیل کے لیے مسلم حکمرانوں کو استعمال کر کے مسلم نقوش کو پراگندہ بنانے کا غلیظ عمل جاری رکھے ہوئے ہے۔ نابینا مذہبی رہنما ڈاکٹر عمر عبدالرحمن کی اسیری اس کی ایک مثال ہے۔ ڈاکٹر عمر پر ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں بم دھماکے کا الزام لگایا جاتا ہے۔

قابل غور سوال ہیں کہ اخبار ''واشنگٹن پوسٹ'' کو وہ مضامین شائع کرنے پر کیا چیز اکساتی ہے جن میں اس قسم کے بیانات ہوتے ہیں: ''اسلامی بنیاد پرستی فوجی اور متشدد حیثیت سے ایک جارح انقلابی تحریک ہے جیسے ماضی میں بالشویک' فاشسٹ اور نازی تحریکیں تھیں''۔ مشہور کالم نویس ایسی دہائیاں کیوں دیتے ہیں کہ ''اسلام کی جمہوریت دشمن قوت کی حیثیت سے شناخت ضروری ہے جو کہ سرد جنگ کے بعد اب امریکہ کا نیا عالمی دشمن ہے'' یا آسٹریلوی سیاست دان گریم کیمپ بیل کیوں یہ اعلان کرتے پھرتے ہیں ''میں اپنے ملک میں اسلامی لوگوں کو رکھنا نہیں چاہتا اور ان کے لیے کوئی فنڈ نہیں ہے۔ اگر یہ ہی مجھے نسل پرست بناتا ہے تو میں نسل پرست ہوں''۔ ان سوالات کا ٹھوس جواب مسلسل صدیوں سے جاری ''برین واشنگ'' کے ساتھ ساتھ ''نیا سبز خطرہ'' ہے جسے امریکی ایجنڈے میں مرکزیت حاصل ہے۔ امریکی کانگریس پہلے ہی اسلامی بنیاد پرستی کے عالمی خطرے پر کئی فیصلے صادر کر چکی ہے۔ وسط ایشیا میں ترکی زیر نگرانی رہنے والی ''قوت'' بن چکا ہے۔ سعودی عرب میں امریکی رسوخ بہت بڑھ گیا ہے۔ سوڈان پہلے ہی پابندیوں کی زد میں ہے اور الجزائر کی سوشلسٹ فوجی آمریت کے بھی غیر ملکی مدد سے ہاتھ مضبوط کیے جا رہے ہیں۔

جیسے سرخ خطرے کو مٹانے میں تیسری دنیا کے ممالک نے امریکہ کی خوب مدد کی ہے' اسی طرح اب یہ ممالک ''سبز خطرہ'' کو روکنے کی کوششوں کے ذریعے امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوششیں بھی کر رہے ہیں۔ خلیجی جنگ نے مصر' ترکی' اسرائیل' پاکستان اور بھارت جیسے ممالک کو موقع دیا کہ مغرب کے اسلامی بنیاد پرستی کے خوف سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اسرائیل اپنے دفاعی ساز و سامان کے لیے امریکی فنڈ لینے کے زیادہ قابل تھا۔ وہ عراق کے نیوکلیائی مراکز پر حملے کی توجیہ کرنے کی اہلیت بھی رکھتا تھا اور متاثرین کو تل ابیب میں اترنے کی پیشکش بھی کر سکتا ہے۔ ترکی نے عراقی پائپ لائنوں سے

تیل کے بہاؤ کو روکنے میں تیزی دکھائی اور اپنے "انجرلک" Incirulk ہوائی اڈے تک امریکی فوجی طیاروں کو کامل رسائی فراہم کی جس کے بدلے میں ترکی یورپی برادری سے جا ملنے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ مصر کو امریکہ کی مالی مدد دفاعی وفکری تعاون کی سخت ضرورت تھی' تا کہ اپنی غیر مقبول حکومت کو جاری رکھ سکے۔ یہ امریکہ سے اپنا 7 ارب ڈالر کا قرض معاف کرا چکا ہے اور خطے کی سلامتی میں اہم کردار ادا کرنے کے وعدے کرتا پھرتا ہے۔ سعودی عرب اپنی داخلی سلامتی کے لیے امریکہ سے اتحاد برقرار رکھنے میں گہری دلچسپی رکھتا تھا۔ سرد جنگ کے بعد کے دور میں بھارت کو خود کو مغرب سے مربوط کرنے میں دلچسپی تھی تا کہ خود کو ایشیا اور پاکستان کے "اسلامی خطرے" کے خلاف ایک متحرک قوت کی حیثیت سے پیش کرے۔

مسلم معاشرے اپنے آپ کو مغربی تسلط کا ہدف سمجھ رہے ہیں کیونکہ دنیا کا سب سے "مقدس ذخیرہ" تیل ان کے پاس ہے۔ آج کی جنگوں میں تیل اور اس کی فراہمی کے راستے پر قبضہ ایک اہم نقطہ ہے اور خلیج میں امریکی مفادات کی پس پردہ اسباب میں بھی ایک اہم سبب یہی ہے۔ جس مسلم آبادی کے ملک نے بھی اپنے تیل کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے' جواب میں اسے مغرب کے زبردست فوجی یا ابلاغی ایکشن کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہی معاملہ عراق اور لیبیا کا ہے۔ ان امور کا ایک المناک پہلو یہ بھی ہے کہ "ظالم حکومتوں / حکمرانوں" کو تو سزا نہیں دی جاتی ہے بلکہ عام آبادی کو "انقلابی" یا "امن و استحکام کے لیے خطرہ" کے القاب دے کر تجارتی پابندیوں یا گولہ بارود کے حملوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

اسلام کی بدنامی بڑی حد تک یہودیوں کے "کارناموں" کی بدولت ہے۔ اس کی تاریخ نبی ﷺ کی وفات کے وقت سے شروع ہو جاتی ہے۔ انہوں نے آپؐ سے معاہدہ شکنی کی۔ نبیؐ کے کردار کے متعلق جھوٹ پھیلائے اور بعد ازاں جھوٹی احادیث تراشیں اور پھر فیصلہ کن لمحہ اس وقت آیا جب 1901ء میں یہودیوں کے ایک وفد نے خلیفہ سلطان عبدالحمید دوم کو فلسطین کے بدلے ہتھیار اور سلطنت کے قرض کی ادائیگی کی پیشکش کی۔ ان کے انکار پر یہودی تلملا اٹھے۔ فلسطین کی سرزمین پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے باسیوں کو بے وطن کر ڈالا۔ یہودی مغربی دنیا کا دل جیتنے کے لیے ہر گندے سے گندا حربہ اختیار کرنے میں عار نہیں سمجھتے۔ دنیا کی توجہ قتل عام کی روح فرسا تاریخ سے ہٹانے کے لیے آگ پر ماتم کرنے کا ڈھونگ ہی ایک سازش رہی۔ ہالی وڈ' ذرائع ابلاغ اور کانگریس میں ان کی مداخلت سے "صیہونی مقاصد" کو زبردست تقویت ملی ہے۔ اسرائیل مسلمانوں کی ناموس' زمین اور خون کی قیمت پر دنیا کی ہمدردی' مدد اور تائید وصول کرنا جاری رکھتا ہے۔ انسانی حقوق کی پامالی کے بھیانک ریکارڈ کی توجیہ کے لیے انہیں اسلام سے بہتر قربانی کا کوئی اور بکرا میسر نہیں ہے جو صیہونی عزائم کی بھینٹ چڑھ سکے۔ انہیں اپنے نیوکلیائی اسلحہ خانے کی تعمیر کے لیے "بنیاد پرستی کے جن" کی ضرورت ہے وگرنہ انہیں اب کوئی "عرب خطرہ" درپیش نہیں ہے۔

اس بات سے زیادہ اخلاق سوز کوئی اور بات نہیں کہ "اسلام کا نام بکتا" ہے۔ بم دھماکے یا ہائی جیکنگ میں "مسلم بنیاد پرستوں" کے ملوث ہونے کا اشارہ کر کے اسے صفحہ اول کی خبروں میں گھسا دیا

جاتا ہے۔ ناقص مواد اور سستی تصویریں اس اشارے کے ساتھ پھیلائی جاتی ہیں کہ نیوکلیائی ہتھیاروں کے ''پجاری'' مسلمان انقلاب پرست عالمگیر سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اسلامی عسکریت سے لڑنے کے نعرے کے ساتھ سیاسی مہم لڑی اور انتخابات جیتے جاتے ہیں۔ سابق امریکی صدر بش کی انتظامیہ نے بھی یہی داؤ کھیلا جب انہیں امریکی سیاسی تاریخ میں انتہائی کم حمایت حاصل تھی اور اس داؤ نے خلیج کی جنگ کے بعد ان کی مقبولیت میں اضافہ کر دیا جس کا ایک ثبوت حالیہ امریکی صدر جارج واکر بش ہیں جو انہی سابق صدر بش کے فرزند ہیں اور جن کی انتظامیہ کو عہدوں کے لیے جس میرٹ سے گزرنا پڑا' اس کا انحصار خلیج کی جنگ میں کارکردگی پر تھا۔

شاتم رسول سلمان رشدی ایک ایسی کتاب کو فروخت کرنے کے قابل ہوا جسے تنقید نگاروں نے درخور اعتنا نہیں سمجھا تھا' جیسا کہ ایک نامور ادبی تجزیہ نگار جولین سموئیل کہتا ہے:

> ''شیطانی آیات' حفاظت اور بین الاقوامی ادبی شرافت کے نازک پردوں کے لیے بنائی گئی ایک عالمانہ و شائستہ مصلحت ہے جس کا کم از کم ایک مقصد تو ''سرلیزم'' کے بلند آہنگ کے ساتھ مربوط اور بھاری ادبی تخلیق ہے لیکن اس کا بڑا حصہ بے توجہی سے بیان کیے ہوئے بے ضرر تجربے پر مشتمل ہے۔ افسوس ناک امر ہے کہ کتاب بے مزہ ہے کیونکہ ٹھوس تاثر تخلیق کرنے کی کوشش غیر معیاری اور زیادہ تر بدتر اور غیر تجرباتی ہے''۔...... مزید ''یہ کتاب من گھڑت' غیر اہم اور اکتا دینے والی ہے۔ یاد رکھنے کے لائق کوئی بھی بات یہ پیدا نہیں کرتی ہے''۔

دراصل سلمان رشدی کی کتاب ملول اور رنجیدہ کر دینے والوں کی کتابوں کی فہرست میں آتی ہے۔ ''شیطانی آیات'' محض مسلم معاشروں کو اپنے مذہب کی ناموس پر اشتعال دلا کر جو کہ ایک فطری امر تھا' بیچی گئی اور جلتی پر تیل کا کام میڈیا نے کیا جس نے نبی مہربان ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات کی شان اقدس میں نازیبا کلمات کی تشہیر کر کے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ بکنے والی کتب کے ساتھ لا کھڑا کیا۔

اسی طرح نائک (Nike) ایک کمپنی ہے جو اسلام کے ذریعے نفع کما رہی ہے۔ ان کا مسئلہ 1997ء میں ''ایئر نائک'' کے نام سے مشہور ہوا جس میں Air کو لفظ ''اللہ'' سے ملتے جلتے انداز میں عربی رسم الخط میں لکھا گیا تو مسلم معاشروں کی طرف سے غم و غصے اور احتجاج کی ایک لہر دوڑ گئی۔ امریکہ میں انہیں بند کر دیا گیا لیکن آسٹریلیا میں ان کی مصنوعات کی فروخت جاری رہی اور نائیک آسٹریلیا نے اس اشتعال انگیز پروڈکٹ پر پابندی کی درخواستوں کو مسلسل نظر انداز کیا۔ اسی طرح امریکہ میں دسمبر 1990ء میں Ancheuser-Busch's Budwiserbeer نامی ٹی وی اشتہار میں ایک اداکارہ کو اپنی چھاتی پر (عربی میں) ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھ کر دکھایا گیا اور خوب نفع سمیٹا گیا۔

''اسلام'' نے ہمیشہ مغرب کے لیے ایک مفید کاروباری مشین کی خدمت سرانجام دی ہے۔ صلیبی جنگوں کے دور میں اس نے کمزور اور منتشر ریاست اور مذہبی نظام کو یکجا کرنے کا کام کیا۔ اس نے

چرچ کو اپنے عوام پر دوبارہ کنٹرول کا موقع دیا اور اس کے اندھا دھند ٹیکسوں کو ایک جواز فراہم کر دیا۔

اسلامی عظمت کا خسارہ خلافت کے نقصان کی صورت میں ہوا ہے کیونکہ خلیفہ نے ہی ایسی فوج بھیجنے کی دھمکی دی تھی جس کا آخری سپاہی بغداد اور پہلا روم کے دروازے میں کھڑا ہوگا' اگر ایک بھی مسلم عورت کو رومی فوج نے آزاد نہ کیا۔ سلطان عبدالحمید نے اپنی حکومت کے آخری ایام میں بھی اسلام کے دفاع سے نہ ہٹنے کا فیصلہ برقرار رکھا تھا۔ فرانسیسی مصنف والٹیئر کی تصنیفات کی بنیاد پر فرانس اور برطانیہ میں ایک ''کھیل'' سٹیج ہوا جس کا عنوان تھا ''محمدؐ یا جنونی؟'' جس میں نبیؐ کے کردار پر حضرت زینبؓ و زیدؓ کے نکاح کے ذریعے گرد اڑائی گئی۔ جب خلیفہ کو اس ''کھیل'' کی اطلاع ملی تو انہوں نے فرانس میں اپنے سفیر کے ذریعے فرانسیسی حکومت کو کھیل جاری رکھنے کی صورت میں سنگین ردعمل کی تنبیہ کی۔ فرانس نے فوراً ''کھیل'' روک دیا اور یہ گروہ انگلینڈ چلا گیا۔ جب یہی وارننگ انگلینڈ پہنچی تو جواز تراشا گیا کہ ٹکٹیں فروخت کر دی گئی ہیں اور اب ''کھیل'' پر پابندی شہریوں کی آزادی پر قدغن لگانے کے مترادف ہے۔ اس پر سلطان عبدالحمید نے دوٹوک الفاظ میں یہ فرمان جاری کر دیا:

''میں اسلامی امہ کو ایک فرمان جاری کر دوں گا کہ برطانیہ ہمارے رسولؐ کی توہین کر رہا ہے۔ میں جہاد کا اعلان کر دوں گا''۔

اس الٹی میٹم پر اظہار رائے کی آزادی کے سب دعوے بھلا دیئے گئے اور فی الفور ''کھیل'' روک دیا گیا۔ شاید مسلمانوں کے پاس اس طرح کی آزمائش میں سرخرو ہونے کا یہ واحد حل ہے!!

اسلام اب دنیا کا تیزی سے پھیلتا ہوا دین ہے۔ اس کے پیروکار' ذرائع ابلاغ سے اپنی تصویر کشی کے برعکس' غربت یا قوت کے باعث مذہب تبدیل نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ مختلف اقوام' مناصب' مالی ترقیوں اور تعلیمی کارکردگیوں سے تعلق رکھتے ہیں اور صدیوں کی برین واشنگ کے باوجود کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے پتہ چلے کہ یہ رجحان رکے یا سست روی کا شکار ہو جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ متروک چرچ فروخت ہو رہے ہیں جنہیں مسلمان عموماً خرید کر مسجدوں میں بدل رہے ہیں۔ نفرت اور خوف بھی واضح سے واضح تر ہوتا جا رہا ہے۔ افریقہ کی ایونجلسٹ تحریکیں مسلم سماجی بہبود کی تنظیموں اور مجاہد گروہوں کے ظہور پر ٹتی جا رہی ہیں۔ عیسائی عقائد کی خامیاں اب بہت سے مسلمانوں کو ازبر ہیں۔ ہم احمد دیدات جیسے لوگوں کے شکرگزار ہیں جو کسی بھی پادری کو کسی بھی جگہ چیلنج کرنے اور لاجواب کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں لیکن اب عیسائی مفادات یا طرز زندگی کے تحفظ کے کھیل میں بے ایمانی اور گندگی در آئی ہے۔ اسلام' نبیؐ کے کردار' اسلامی تاریخ یا اسلام سے متعلق کسی بھی چیز کو حقیر ظاہر کرنے کے لیے کتب تصنیف کی گئیں' ویڈیوز بنائی گئیں' مضامین لکھے گئے اور کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ یہ ساری کوششیں افسوس ناک ہیں مگر اس فریب اور جھوٹ کا سب سے المناک حصہ وہ ہے جس میں اس دعوت کو دھندلا کر اس کے نام وہ سب کچھ لگا دیا گیا جو اس میں کسی طور موجود نہ تھا۔

دوسری طرف مغربی اقوام کو اپنے موجودہ طرز حیات سے دلچسپی ہے۔ حکومتیں اپنے مالی

مفادات اور قومی مقام سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ بڑی بڑی کارپوریشنیں جو دوسروں پر بدحالی ٹھونستی جا رہی ہیں اپنے وجود سے محروم ہو جائیں گی۔ اگر اس آبادی نے اسلام قبول کر لیا۔ مجرموں کو اسلام کے نظام عقوبات سے خطرہ ہے۔ جوئے' ناجائز تعلقات اور الکحل میں ملوث لوگ اسلام سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ اسلام معاشرے میں ایسی برائی برداشت نہیں کرتا۔ سیاست دانوں کو اسلام سے خار ہے کیونکہ یہ ان سے ان کی قوت چھین لے گا۔ مگر عام آبادی کو اسلام سے صرف اس لیے نفرت ہے کہ انہیں یہی کچھ سکھایا گیا۔ اسی لیے بہت سے ''تھنک ٹینکس'' بنائے گئے ہیں۔ مثلاً صیہونیوں کے پاس ''فری میسن سنٹر فار سٹریٹجک سٹڈیز'' ہے جو عام لوگوں کو اسلامی خطرے سے متنبہ کرنے کے لیے ان گنت کتابیں چھاپتا ہے۔ 26 جنوری 1995 کو سابق امریکی صدر بل کلنٹن نے ایک انتظامی حکم کے ذریعے کانگریس سے امریکہ میں موجود مشتبہ دہشت گردوں پر سازشی الزامات عائد کرنے' ان پر چندہ جمع کرنے کی ممانعت' ان کی جبری جلاوطنی کی تائید کے لیے کہا۔ امریکی ہاؤس سپیکر نیوٹ گنرچ نے مسلح افواج کی ایک کانفرنس میں بتایا کہ امریکی فوج اور انٹیلی جنس کے اہلکار اسلام کے عالمگیر پھیلاؤ سے لڑنے کی حکمت عملی تیار کریں۔

کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ اسلام طویل المیعاد بنیاد پر اپنے دشمنوں کے حملوں سے محفوظ ہوگا۔ مسلمان تاحال ظالموں کے زیر عتاب ہیں جو ناانصافی سے حکومت کرتے ہیں اور کسی طرح بھی اسلام کے پیروکاروں کے نمائندہ نہیں ہیں۔ مسلمان ہر جگہ ملامت کا شکار ہیں۔ ''سی بی ایس'' کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ شکاگو کے مسلمان منشیات فروش' انشورنس میں دھوکہ دہی کرنے والے اور دھماکوں میں ملوث ہیں۔ اسرائیلی ایجنٹ سٹیون ایمرسن کی تیار کردہ پی بی ایس کی ''جہاد ان امریکہ'' کا دعویٰ ہے کہ امریکہ کے سارے اسلامی بنیاد پرست بنیادی طور پر دہشت گرد ہیں۔ بین الاقوامی شہرت رکھنے والے ''ریڈرز ڈائجسٹ'' نے کئی توہین آمیز مضامین کے ذریعے مسلمانوں اور اسلام پر دشنام طرازی کی ہے۔ جس میں دسمبر 1993ء میں شائع ہونے والا مضمون ''ہم ہیں دہشت گرد.....'' جنوری 1994ء میں شائع ہونے والا ''سب اسلام کے نام پر'' اور جنوری 1995ء کا مضمون ''مقدس جنگ ہمارا راستہ بناتی ہے!'' شامل ہیں۔ بوسنیائی جنگ کے دوران ہزاروں مسلم بچوں کو عیسائیوں نے پرورش کے لیے لیا اور بچوں کو مذہب بدلنے پر مجبور کر دیا حتیٰ کہ جب اصل خاندان نے اپنے بچوں کی واپسی کا مطالبہ کیا تو برطانوی عدلیہ نے انکار کرتے ہوئے انہیں مستقل طور پر ''مغربی والدین'' کے حوالے کر دیا۔

اب اس کا انحصار مغربی قوم پر ہے کہ اسلام کو سمجھنے کے لیے پیش قدمی کرے اور ہیڈر کے الفاظ میں ''اسلامی بنیاد پرستوں کو وہ مرض نہیں سمجھنا چاہیے جو ساری آبادی کو متاثر کرنے کے لیے پھیلتا ہے''۔

اسلام کو سمجھنے کے لیے ذرائع ابلاغ کو پر خلوص رویے کی عکاسی کرنی چاہیے۔ مسلم عوام کی مظلومیت کو واضح کرنا چاہیے اور اعتراف کرنا چاہیے کہ کیسے اسلام نے جدید تہذیب کی ترقی میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ نبیؐ کے اوصاف حمیدہ پر تہمت درازی کی بجائے مغرب کو آپؐ کے اعلیٰ اخلاقی معیار کا ادراک کرنا چاہیے۔ انہیں سمجھنا چاہیے کہ اسلام نے 1400 سال حکومت کی جس کے زیر سایہ یہود و

نصاریٰ پرسکون اور محفوظ زندگی بسر کرتے رہے۔ انہیں ان کے عقائد کی بنا پر نشانہ ستم نہ بنایا گیا جیسا کہ مسلمانوں کو سقوط غرناطہ کے موقع پر اندلس (سپین) میں بننا پڑا۔ انہیں شیروں کے آگے نہیں ڈالا گیا جیسا کہ عیسائیوں نے روم میں مخالف عقائد کے لوگوں کو ڈالا۔ انہیں گھروں سے نکال کر جھونپڑوں میں پناہ لینے پر مجبور نہیں کیا گیا جیسا کہ صرف 50 سال قبل فلسطین میں مسلمانوں کے ساتھ ہو چکا ہے۔ عیسائی علماء بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ معاشرے میں یہود و نصاریٰ مالی لحاظ سے خوشحال اور ترقی یافتہ تھے حتیٰ کہ بعض مسلم حکومت کے زیر سایہ اعلیٰ انتظامی عہدوں پر بھی فائز تھے۔

موجودہ اسلامی نشاۃ ثانیہ غربت کے خلاف کوئی ردعمل نہیں ہے جیسا کہ بہت سوں کا خیال ہے بلکہ اس حقیقت کی بیداری ہے کہ اسلام دور حاضر کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ لوگ اپنی آزادانہ مرضی اور خوشی سے مذہب تبدیل کر رہے ہیں۔ اسلام کو عورت کی فلاح و بہبود کے لیے خطرہ سمجھا گیا لیکن اس کی کیا توجیہ کی جائے کہ قبول اسلام کی شرح 4 عورتیں اور ایک مرد ہے۔ اگر قرآن واقعتاً تضادات سے بھرا ہوا ہے تو کم از کم ایک کتاب ایسی آنی چاہیے تھی جو گمراہ جائزوں کے بغیر ٹھوس ثبوت فراہم کر سکے!

اسلام انفرادی و اجتماعی ہر سطح پر انسانیت کے مسائل کا حل پیش کرتا رہا ہے۔ اسلام ہر فرد خواہ مرد ہو یا عورت کے حقوق اور وقار کا تحفظ کرتا ہے۔ یہ ہر اس محرک کا انسداد کرتا ہے جو معاشرے کے کسی بھی رکن کے لیے مضر ہو اور اس کے قوانین کسی بھی نئے رجحان، انتخابی مراحل یا سیاسی رہنماؤں کی مرضی کے مطابق تبدیل نہیں ہوتے ہیں۔ نسلی امتیاز پر مغرب میں مشکل سے 60ء کے عشرہ میں قابو پایا گیا جب آسٹریلیا میں **Aborigines** کو ووٹ کا حق دیا گیا جبکہ اسلام نے ہر قوم کو مساوی حقوق دیئے۔ اسلام میں بدعنوانی، چوری، دھوکہ دہی، عصمت دری، جنسی آزادی کی لعنت اور والدین اور بزرگوں کی تحقیر کو کسی صورت برداشت نہیں کیا جاتا۔ اسلام فیصلہ کرتے وقت ہر قسم کے امتیاز برتنے سے سختی سے منع کرتا ہے اور اس کا نظام عدل دوسروں سے بہتر ہے۔ جسے مغرب رفتہ رفتہ اختیار کر رہا ہے۔ کسی شخص سے رعایت نہیں برتی جاتی، کسی رہنما، صدر، فوجی اہلکار یا پولیس افسر کو کسی قسم کی رعایت میسر نہیں ہوتی۔ عورت کو اپنے بچے اپنی تحویل میں رکھنے کا حق ہے، اگر وہ بچے کے مفاد میں بہتر ہے۔ ایک شخص کو مجرم ثابت ہونے سے پہلے بے گناہ سمجھا جاتا ہے اور کسی کو مجرم کہنے کے لیے ٹھوس ثبوت ہونا ضروری ہے۔

اسلام کا معاشی و انتظامی پہلو بھی مغربی معیارات سے بہت آگے ہے۔ اسلام نے منڈی میں مسابقت مخالف رویے سے ہمیشہ منع کیا ہے۔ اس اصول پر چلنے کے لیے مغرب کو 1300 سال لگے جس کی مثال 18 ویں صدی کے اواخر میں امریکہ کا ''شرمن ایکٹ'' اور 1970ء کے آخر میں سامنے آنے والا آسٹریلیا کا ''ٹریڈ پریکٹسز ایکٹ'' ہیں۔ آسٹریلیا کا 1970ء میں متعارف ہونے والا جدید ویلفیئر سسٹم مسلسل تبدیل ہو رہا ہے اور تبدیلیاں بھی زیادہ تر اس کے اصل متن کے برعکس کی جاتی ہیں لیکن خلیفہ ثانی عمر بن خطابؓ کا متعارف کردہ نظام زیادہ مساوات پر مبنی اور خوشحالی کا ضامن ہے۔ یہ اس وقت منتہائے کمال کو پہنچ گیا تھا جب کوئی ایسا فرد نہیں ملتا تھا جو حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے دور میں ریاست سے اپنی

ضروریات کے لیے رقم یا خیرات لے سکے۔ صرف اسلامی اصولوں کو جدید سودی نظام سے بدلنے کے وقت موجودہ بدحالی کا آغاز ہوا کیونکہ سودی نظام نے کئی اقتصادیات بالخصوص ایشیائی خطوں کو دیوالیہ کر کے رکھ دیا ہے۔

آج کے حکمران ''انوکھی مخلوق'' ہیں۔ وہ فخر و غرور کے ساتھ سلامتی و عیش میں زندگی بسر کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے کم کام کرتے ہیں جن کے وہ نمائندے ہیں۔ ان کی کم سے کم آمدن بھی آسٹریلیا میں اپنے عام آدمی کی نسبت دس گنا زیادہ ہے۔ اور یہ شرح 50 فیصد تک بھی پہنچی ہوئی ہے۔ وہ اپنے لوگوں سے فاصلے پر رہتے ہیں اور ان کی ضروریات کا انہیں کوئی احساس اور تجربہ نہیں ہے جبکہ نبیؐ نے کبھی سیر ہو کر کھانا نہ کھایا' فاقے کرتے رہے' وہی کھاتے جو دوسروں کو کھانے کے لیے میسر ہوتا تھا۔ آپؐ نے اونٹ یا گھوڑے کی سواری کی اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ ایک ہی سواری پر سوار کرنا پسند فرمایا۔ آپؐ کے دروازے ہمیشہ حاجت مندوں کے لیے کھلے رہتے اور آپؐ انہیں جانے کے لیے کہنے میں شرم محسوس کیا کرتے تھے۔ اگر جنگ کا موقع آتا تو آپؐ بھی اپنے صحابہؓ کے ساتھ لڑتے۔ آپؐ خود کھانا پکا لیتے' کپڑے سی لیتے' جوتوں کو گانٹھ لیتے اور خود سودا سلف لے آتے۔ آپؐ اپنے لوگوں میں اس انداز سے رہے کہ عام آدمی کے لیے یہ جاننا مشکل ہوتا تھا کہ ان میں نبی کون ہے۔ اور آپ ﷺ کا یہ معمول تادمِ آخر برقرار رہا۔ پھر آپؐ کے جانشین آپؐ کے اوصاف عالیہ پر عمل پیرا رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس قدر قلیل سامان چھوڑ کر سفرِ آخرت پر روانہ ہوئے کہ آپؐ کے جانشین عمرؓ بن خطاب کو بھی یہ کہنا پڑا ''اے ابوبکرؓ! آپ نے میرے لیے ایسی سخت مثال قائم کر دی ہے جس پر چلنا میرے لیے بہت مشکل ہے''۔ عمرؓ خود رات کے وقت گلیوں میں گھومتے پھرتے اور ضرورت مندوں' مظلوموں اور اسلامی ریاست کے زیرِ سایہ حقوق سے محروم لوگوں کو تلاش کرتے اگر لوگ اس انداز میں خوش ہیں اور نبیؐ یا آپؐ کے جانشینوں کی صفات رکھنے والے رہنما سے خوف زدہ ہیں تو پھر مانا جاسکتا ہے کہ اسلام ان کے لیے خطرہ ہے۔ لیکن اگر وہ خود اس طرح کا رہنما چاہتے ہیں تو پھر یہ ذہنی پسماندگی کی علامت ہے کہ وہ اسلام اور اس کے پیروکاروں سے خوف رکھتے ہیں۔

بطور مسلمان ہمارا مقصد ایک کٹھن اور دشوار گزار ''راہِ حق'' ہے۔ انفرادی سطح پر ہمیں کردار و اخلاق کا بلند ترین نمونہ قائم کرنا اور اسے ترقی دینا چاہیے۔ معاشرتی سطح پر کسی بھی ذریعہ ابلاغ سے ہمیں اسلام کے متعلق خالص اور آسان مواد کی فراہمی کو عام کرنا چاہیے۔ اگر ہم غلطی کو دیکھیں تو نتائج سے بے پروا ہو کر اس کی اصلاح ہمارا فرض ہے۔ خلافت کے انہدام کے بعد اب یہ کردار ادا کرنا اور بھی مشکل ہے کیونکہ غیر مسلم اسلام اور اس کے نظام کو وسیع پیمانے پر حالت تنفیذ میں دیکھنے سے محروم ہیں۔ وہ اس کی دیگر نظامات سے برتری کا تقابل نہیں کر سکتے کیونکہ اسے نافذ نہیں کیا گیا ہے۔ صرف خلافت کی بحالی ہی اسلام مخالف تحریک کا زور توڑ سکتی اور عالمی برادری کو صحیح اسلام کے متعلق آگاہ کر سکتی ہے!

عبداللہ

ایک اور فلم مگر کس لیے......؟

"Empire of Faith" اسلام پر بنائی جانے والی دستاویزی فلم کی ریلیز کے لیے 8 مئی کی تاریخ کا اعلان ہوا ہے۔ اس فلم کے بنانے والوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اسلام کے متعلق رائج ''منفی تصویر کشی'' سے گریز کرتے ہوئے عیسائی مسلم مفاہمت کے لیے قدم بڑھانے کی کوشش کی ہے جو امریکیوں کے ذہن پر پڑی گرد صاف کیے بغیر ممکن نہیں جو طبی پیش رفت یا ہر حد عبور کرتی ہوئی ٹیکنالوجی کی ترقی سے مسلمانوں کا تعلق تسلیم کرنے سے عموماً انکار کرتے ہیں حالانکہ انہیں جاننا چاہیے کہ ہسپتال اسلامی ایجادیں ہیں۔ مسلمانوں نے ہی ارسطو اور دیگر یونانی فلاسفہ کے تخلیقی کام کو محفوظ کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا اور وسیع پیانے پر کاغذ کے استعمال کو متعارف کرانے کا سہرا بھی مسلمانوں کے سر ہی ہے۔ مگر فلم کے پروڈیوسر اور ہدایت کار راب گارڈنر کے الفاظ میں ''امریکہ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پائی جاتی ہے۔ لوگ افغانستان کے اس نوجوان کے متعلق تو سوچتے ہیں کہ جو مجسمے گرا رہا ہے لیکن اس پر دھیان نہیں دیتے جو گلی کوچوں میں ڈاکٹر یا دندان ساز کے روپ میں لوگوں کا درد رفع کر رہا ہے''۔

اڑھائی گھنٹے کے دورانیہ پر محیط ایک ہزار سالہ اسلامی فتوحات کے ''مثبت'' نقوش ابھارنے والی اس فلم کے خالق گارڈنر نے جو انقلاب ایران کے بعد سے وہاں کام کرنے والے پہلے فلم ساز ہیں' بتایا کہ ایرانی سب مسلمانوں سے زیادہ تعاون کرنے والے ہیں۔ انہوں نے اس فلم کا کام تیونس' مصر' اسرائیل' شام' سپین اور ترکی میں بھی کیا ہے۔ یہ فلم بھی (جیسا کہ اکثر مغربی ذرائع ابلاغ میں اسلام کے متعلق منفی پراپیگنڈہ ہوتا ہے) کسی حد تک منفی تاثرات کو ابھارتی ہے جس کا اعتراف اسلامی فنون کی تاریخ کے ماہر Esimatil نے ان الفاظ میں کیا ہے ''یہ سخت گیر ہو سکتی ہے لیکن اس نے عثمانیوں کے لیے مفید کام کیا ہے''۔ خصوصاً فلم میں عثمانی سلطان کے ہاتھوں غلام بنائے جانے والے عیسائی بچوں کا منظر واقعی دلخراش اور دل آزار ہے لیکن اس فلم کے ہدایت کار کا اصرار ہے کہ فلم بنیادی طور پر عیسائیوں' مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین اشتراک باہمی مثلاً توحید ربانی وغیرہ پر زور دیتی ہے اور اختلافات سے

صرف نظر کرتی ہے۔ گارڈنر توجہ دلاتا ہے کہ یہودی و عیسائی مخاصمت کی ایک طویل تاریخ کے بعد اب آپس میں وہ امریکہ میں تقریباً شیر و شکر ہو چکے ہیں اور یہی مسلمانوں کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ عیسائیوں کے ساتھ محبت و مودت کا رشتہ استوار کرلیں۔

ہدایت کار کے دعویٰ کے مطابق پہلی مرتبہ اس فلم میں توحید اور اسلامی عدل اجتماعی کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کو اس قدر مفصل انداز میں سکھانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کا اپنا بیان ہے "یہ سارا مذہب نہیں ہے۔ اس کی وضاحت کے لیے وقت درکار ہے"۔ دوسری طرف سنجیدہ مسلم حلقوں نے اس فلم کو "محمد ﷺ" کے چہرۂ مبارک کی پینٹنگ دکھانے پر شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ آغاز اسلام سے لے کر سلطنت عثمانیہ کے سلطان سلیمان کے عہد تک کی عکاسی اس فلم میں کرنے کے علاوہ جزوی طور پر مسلم دنیا کے دیگر مسائل مثلاً مسلم ممالک کے کسانوں کے' مغرب کے کسانوں سے زیادہ نفیس اور صاف ستھرے ہونے کے باوجود ان پڑھ اور غریب رہ جانے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

مغربی دنیا سے اس قسم کی فلموں کی تیاری و اجراء کوئی نئی بات نہیں۔ ان سے مسلم عیسائی مفاہمت کا وہ ہدف بھی اس وقت تک ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا جب تک اہل مغرب کی کم از کم اسلامی بنیادی تعلیمات اور محسن انسانیتؐ کے روشن کردار کے متعلق معاندانہ روش میں تبدیلی نہیں آتی۔

✿……✿……✿

ادار یہ روزنامہ ''اسلام''

محسن انسانیت ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی ناپاک جسارت

ایک امریکی مذہبی رہنما اور امریکی صدر بش کے قریبی حلیف سینئر جیری فال ویل کی جانب سے امریکی ٹیلی وژن سی بی ایس (CBS) کو دیئے گئے انٹرویو کے دوران محسن انسانیت حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں انتہائی گستاخانہ زبان استعمال کرنے پر ملک بھر کے مشاہیر علمائے کرام' مذہبی رہنماؤں اور مسلمان عوام کی جانب سے سخت ردعمل سامنے آیا ہے' جبکہ پاکستان کے مختلف شہروں' مقبوضہ کشمیر اور عالم اسلام میں اس ناپاک جسارت پر شدید غم و غصے کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ ملک کے ممتاز علمائے کرام نے امریکی مذہبی رہنما کی اس ہرزہ سرائی کو کھلی دہشت گردی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ دراصل امریکی پیشوا کی زبانی امریکیوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف چھپا ہوا غبار نکل کر سامنے آیا ہے۔ علماء نے حکومت سے اپیل کی ہے کہ وہ امریکی حکومت سے گستاخ رسول کو لگام دینے کا سرکاری طور پر مطالبہ کرے۔ دارالعلوم کراچی کے صدر اور ممتاز عالم دین مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی نے روزنامہ ''اسلام'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ امریکی مذہبی پیشوا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخانہ زبان استعمال کر کے دنیا کے سوا ارب مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے جو سراسر مغرب کی تنگ نظری پر مبنی ہے حالانکہ مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کے انبیاء علیہم السلام کے احترام کو اپنے ایمان کا لازمی جزو سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ناقابلِ معافی جرم ہے جس پر عالم اسلام اور بالخصوص مسلم حکمرانوں کو امریکہ سے امریکی رہنما پیشوا جیری فال ویل کی زبان بندی کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ دیگر علمائے کرام نے بھی اپنے اپنے بیانات میں جیری فال ویل کی جانب سے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے اور امریکی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ مذکورہ عیسائی رہنما کے خلاف عالمی امن تباہ کرنے کی کوشش کرنے پر دہشت گردی کا مقدمہ چلائے۔

دنیا کو مذہبی رواداری کی تعلیم دینے اور مذہبی انتہا پسندی کے خلاف عالمی جنگ لڑنے والے ملک امریکہ کے ایک بڑے مذہبی پیشوا اور رہنما کی جانب سے رحمۃ للعالمین محسن انسانیت سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کی ناپاک' مذموم اور قابل نفرین جسارت کا ارتکاب اسلام دشمنی کی اس غلیظ' گندی اور بدبودار ذہنیت کی علامت ہے جس میں یہود و نصاریٰ 14 سو سال سے مبتلا ہیں۔ یہ ناپاک جسارت بلاشبہ دنیا کے سوا ارب مسلمانوں کے جذبات کے ساتھ کھیلنے کے مترادف ہے۔ عالم اسلام اس پر جتنا بھی سخت اور شدید ردعمل ظاہر کرے کم ہے۔ کائنات کی مقدس ترین ہستی حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والے نام نہاد عیسائی پیشوا اور امریکی رہنما کو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ مسلمان اپنی بے شمار عملی کمزوریوں کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کے معاملے میں ہمیشہ انتہائی حساس رہے ہیں اور یہ ان کا دینی فرض بھی ہے۔ مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے تحفظ کے لیے جتنی قربانیاں دی ہیں' تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔ اس کے باوجود سوا ارب سے زائد مسلمانوں کی محبتوں اور عقیدتوں کے مرجع ومحور سید الاولین و آخرین جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کھلے الفاظ میں گستاخی کرنے کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہوسکتا ہے کہ عیسائی رہنما دیدہ و دانستہ پوری دنیا کے امن کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ علماء نے بجا طور پر مطالبہ کیا ہے کہ مذکورہ عیسائی پیشوا کے خلاف پوری دنیا کا امن تباہ کرنے کی کوشش کرنے پر دہشت گردی کا مقدمہ قائم کیا جانا چاہیے۔ یہ دہشت گردی نہیں تو اور کیا ہے کہ دنیا کی ایک چوتھائی آبادی کے جذبات کو چیلنج کیا جا رہا ہے اور عالم اسلام کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے تحفظ کے لیے سربکف ہوکر میدان میں اتریں۔ امریکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا یہ پہلا واقعہ نہیں ہے۔ گزشتہ سال گیارہ ستمبر کے واقعات اور صدر بش کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ شروع کرنے کے اعلان کے بعد امریکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے مسلسل واقعات ہو رہے ہیں۔ لیکن آج تک امریکی حکومت نے ان واقعات کی روک تھام کے لیے کوئی اقدام نہیں کیا۔ ان واقعات سے مذہبی رواداری اور دوسروں کے جذبات اور عقائد کے احترام کے علمبردار امریکہ کا اصل چہرہ بے نقاب ہوگیا ہے اور دنیا پر یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ مذہبی انتہا پسندی کے خلاف جنگ کرنے کا دعویٰ کرنے والے خود پرلے درجے کے مذہبی انتہا پسند اور متعصب ہیں۔ خود امریکہ کے دارالحکومت واشنگٹن سے شائع ہونے والے کثیر الاشاعت روزنامے ''واشنگٹن پوسٹ'' نے اپنی 6 اکتوبر 2002ء کی اشاعت میں جیری فال ویل کی جانب سے پیغمبر اسلام کی شان میں توہین آمیز الفاظ کے استعمال اور انہیں دہشت گرد قرار دینے پر اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے اپنے اداریے میں امریکی صدر بش پر زور دیا ہے کہ وہ جیری فال ویل سمیت دیگر عیسائی مذہبی رہنماؤں فرینکلن' گراہم پیٹ رابرٹسن وغیرہ کے اسلام کے بارے میں متنازعہ بیانات کے بارے میں خاموشی اختیار کرنے کی بجائے اپنے موقف کی وضاحت کریں کہ یہ ان کا موقف نہیں ہے۔ واضح رہے کہ یہ افراد

صدر بش کے قریب ترین سیاسی حلیف شمار ہوتے ہیں اور گزشتہ سال گیارہ ستمبر کے بعد سے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہرزہ سرائیاں کرنے میں مصروف ہیں۔ نے لکھا ہے کہ صدر بش کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان افراد کی جانب سے اسلام کی غلط عکاسی کرنے پر اپنی خاموشی توڑیں اور برداشت اور رواداری کے اپنے مسلک اور ان افراد کی بدزبانی کے درمیان فاصلہ پیدا کریں۔ فال ویل، رابرٹسن گراہم وغیرہ کی ان حرکتوں سے صدر بش کا نظریں چرا لینا ان کی ان غلط تعلیمات کو جائز قرار دے دینا ہے جس کی وجہ ان کے امریکی صدر سے تعلقات ہیں۔ اداریہ میں کہا گیا ہے کہ بعض اہم مذہبی رہنما جو صدر بش کے قریب ترین سیاسی حلیف شمار ہوتے ہیں، ان کی جانب سے مذہبی عدم برداشت اور اسلام دشمن رویہ اختیار کیے جانے پر صدر بش نے خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ ان صلیبی سورماؤں نے دنیا کے سوا ارب مسلمانوں کی غیرت کو للکارا ہے۔ عالم اسلام کو چاہیے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے تحفظ کے مسئلے کی اہمیت اور اس سلسلے میں مسلمانوں کی تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے عالمی سطح پر پرزور اور موثر صدائے احتجاج بلند کرنے میں دیر نہ کرے۔ سردست مسلم حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ امریکہ سے امریکی مذہبی وسیاسی رہنما کی جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر سرکاری طور پر سخت احتجاج کریں اور امریکہ سے مطالبہ کریں کہ وہ مذکورہ شرپسند پیشوا کے خلاف سخت کارروائی کرے۔ مسلمان عوام پر بھی فرض بنتا ہے کہ وہ ناموس رسالتؐ کے تحفظ کی خاطر اپنا بھرپور احتجاج ریکارڈ کروانے کے لیے ہر ممکن طریقہ اختیار کریں اور یہود و نصاریٰ پر یہ بات واضح کر دیں کہ مسلمانانِ عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر کٹ مرنے کے لیے آج بھی تیار ہیں اور اگر عالم کفر نے شانِ رسالت میں ہرزہ سرائیاں بند نہ کیں تو پھر عالمِ اسلام دنیا میں امن برقرار رہنے کی ضمانت نہیں دے سکتا۔

عزیز الرحمٰن ثانی

محسن انسانیت ﷺ کی کردار کشی کی مذموم مہم

امریکہ کے عیسائی رہنماؤں اور امریکی ذرائع ابلاغ نے اخلاقیات اور مذہبی رواداری کی تمام حدود کو پھلانگ کر اب براہ راست پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہایت گستاخانہ اہانت آمیز اور اشتعال انگیز زبان استعمال کرنا شروع کر دی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عیسائی رہنما پیٹ رابرٹسن کی جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ "مکمل جنونی' رہزن اور قاتل" قرار دینے کے بعد حال ہی میں ایک دوسرے عیسائی رہنما جیری فال ویل نے 6 اکتوبر 2002ء کی شام 7 بجے امریکی ٹیلی ویژن سی بی ایس (CBS) کے ایک پروگرام "سکسٹی منٹس" (Sixty Minutes) میں ایک انٹرویو میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدترین گستاخی کرتے ہوئے انہیں نعوذ باللہ "دہشت گرد' جارح اور جنگجو" قرار دیا۔ جیری فال ویل نے مزید کہا کہ وہ سمجھتا ہے کہ "(حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) نے محبت کی مثال قائم کی اور یہی کچھ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کیا' لیکن (نعوذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے بالکل اُلٹ مثال قائم کی"۔ اس سے چند روز قبل امریکی ریاست ہیوسٹن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی کے حوالے سے ایک انتہائی نازیبا فلم کی ایک مقامی سینما میں نمائش کی گئی' جس کا نام نعوذ باللہ "محمد نبی کی جنسی زندگی" تھا جبکہ بنگلہ دیش میں ایک ہندو ڈرامہ نگار سندیپ سنہا کی جانب سے ڈرامے میں نعوذ باللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شریک کرنے کے خلاف زبردست احتجاج کے بعد مقامی حکام نے ہندو ڈرامہ نگار رائٹر اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ ان واقعات کے خلاف امریکہ' برطانیہ' پاکستان' بنگلہ دیش' ملائیشیا' ایران' ہندوستان اور مقبوضہ کشمیر سمیت دنیا بھر میں شدید احتجاج اور مظاہرے ہوئے اور دنیا کے مختلف ممالک سمیت دنیا بھر کی مسلم تنظیموں کے علاوہ غیر مسلم تنظیموں نے بھی توہین رسالت کے ان واقعات پر شدید احتجاج کیا۔ برطانیہ کے وزیر خارجہ جیک سٹرا نے اس حرکت کو "توہین آمیز" قرار دیا ہے جبکہ پاکستان نے امریکہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر مبنی فلم کی ٹیکساس تھیٹر میں نمائش پر سخت احتجاج کرتے ہوئے

اس معاملہ کو او آئی سی میں اٹھانے کا فیصلہ کیا اور تمام مسلم ممالک سے اپیل کی کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکانے کی اس سازش کے خلاف متحد ہو کر لائحہ عمل طے کرتے ہوئے سخت قسم کا ایکشن لیں۔ پاکستان کے دفتر خارجہ کے ترجمان عزیز احمد خان نے پاکستان کی جانب سے ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اس فلم کی نمائش سے نہ صرف مسلم امہ اور امریکہ کے درمیان فاصلے بڑھیں گے بلکہ امریکہ کے مفادات کو بھی اس سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ امریکی حکومت فلم بنانے والوں کے خلاف سخت کارروائی کرے۔ انہوں نے کہا کہ اس قسم کی ناپاک اور گندی حرکت مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے لیے کی گئی ہے۔ امریکہ جہاں مذہبی آزادیوں کے حقوق کو مکمل تحفظ حاصل ہے وہاں اس قسم کی قبیح حرکت کرنے والوں کو سخت سزا ملنی چاہیے اور یہ لوگ مسلمانوں سے اپنی اس ناپاک جسارت پر معافی بھی مانگیں۔ پاکستان کے ممتاز علمائے کرام اور دینی جماعتوں کے قائدین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں اور دنیا بھر کے ایک ارب بیس کروڑ سے زائد مسلمانوں کی توہین قرار دیا اور کہا کہ مغربی دنیا اسلام کے بارے میں اپنا متشددانہ اور توہین آمیز رویہ ترک کر دے ورنہ اس کے انتہائی بھیانک نتائج برآمد ہوں گے۔ مسلمانوں کو قوت سے کچلنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ انہیں پیغمبر اسلام کی توہین کر کے دوہری اذیت کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ مسلمان شاتمِ رسول کو کسی صورت چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ پیغمبر اسلام کی توہین کا جواب ہر صورت میں دیا جائے گا۔ مسلمانوں کے خلاف جنگ کو صلیبی جنگوں کا نام دینے والے انسانیت کی سطح سے گر کر توہین رسالت پر اُتر آئے ہیں۔ مغرب دہشت گردی کے خلاف جنگ کا رخ اسلام کے خاتمے کی طرف موڑ چکا ہے۔ مسلمان دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد کا ساتھ دینے کی بہت بھاری قیمت ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے صدر مشرف سے مطالبہ کیا کہ وہ امریکی حکومت سے توہین رسالت کے واقعہ پر احتجاج کریں اور حکومتی سطح پر اس واقعہ کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کریں۔ انہوں نے تمام مسلم ممالک بالخصوص او آئی سی پر زور دیا کہ وہ ایسے واقعات کی روک تھام کے لیے امریکہ اور دیگر مغربی ممالک سے قانون سازی کا مطالبہ کریں۔ انہوں نے امریکی حکومت سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ تمام مذاہب کی مقدس شخصیات کی توہین کے سدباب کے لیے امریکہ میں توہین رسالت کا قانون نافذ کرے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو دہشت گردی سے منسلک کرنے کو پوری انسانیت کی توہین قرار دیتے ہوئے امریکی مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر امریکہ کی سپریم کورٹ میں عیسائی رہنما جیری فال ویل کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ دائر کریں۔

سلیم یزدانی

نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے۔ قرآن کریم کا ایک ایک لفظ ایک ایک نکتہ محفوظ ہے۔ قرآن کریم ہی دین مبین کا ماخذ ہے بلکہ قرآن مجید ہی دین حنیف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں دین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے وہاں نبی ﷺ کی شخصیت' عمل اور قول کو بھی قیامت تک کے لیے محفوظ فرما دیا ہے۔ جو لوگ اسلام اور اس کی تاریخ سے واقفیت رکھتے ہیں وہ اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ہر موقع پر اور کوئی ایسا لمحہ ایسا نہیں چھوڑا جب اس نے اپنے محبوب نبی ﷺ کی ناموس کی حفاظت نہ کی ہو۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ بنی نوع انسان کے لیے سراپا خیر اور مجسم رحمت ہے۔ آپ ﷺ کی ذات' آپ ﷺ کا عمل اور آپ ﷺ کا قول ہر نقص سے پاک ہے۔ اسلام کی تاریخ اور سیرت پاک ﷺ کے مطالعے سے یہ بات بڑی آسانی سے معلوم ہو سکتی ہے اور جانی جا سکتی ہے کہ جس شخص یا جماعت نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی اللہ تعالیٰ نے خود اس گستاخ کو سزا دی حتیٰ کہ اگر کسی مشرک اور کافر نے دل آزاری فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی دلجوئی فرمائی اور دل آزاری کرنے والے شخص کو عبرت نگاہ بنا دیا۔ ابولہب اور اس کی بیوی کی مثال سب کے سامنے ہے۔ سورۂ لہب کی تفسیر ہمیں بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس پر گرفت کی اور وہ ہلاک و برباد ہو گیا۔ سورۂ کوثر پڑھ لیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دشمنوں کو کس طرح وعید سنائی ہے اور آپ ﷺ کے لیے انعام و خیر کثیر کا وعدہ کیا ہے۔

یہ مثالیں حضور ﷺ کے دور کی ہیں لیکن ان سے ایک اصول وضع ہوتا ہے کہ کسی بھی زمانے میں اور کبھی بھی اگر کوئی انتہا پسند اور جنونی شخص حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوگا تو دنیا اسے چھوڑ بھی دے اللہ اس کو معاف نہیں کرے گا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جو ظہور اسلام سے اب تک صحیح ثابت ہوتی چلی آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کرم و عنایت ہے کہ اس نے مجھ جیسے گنہگار بندے کو بار بار خانہ

کعبہ کی زیارت کا موقع عطا فرمایا اور اپنے نبی ﷺ کے حرم مقدس یعنی مسجد نبوی میں رسول پاک ﷺ کے کاشانۂ مبارک کے سامنے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ مجھے یہ توفیق بھی عطا کی گئی کہ میں سیرت پر کتاب لکھ سکا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن' تقریباً ہر سال خانہ کعبہ کی زیارت اور حضور ﷺ کے اس غلام کو حضور ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضری اور سلام پیش کرنے کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔ یہ شاید 86-1985 کا واقعہ ہے کہ میں عمرے کے لیے گیا ہوا تھا۔ وہاں جدہ میں ایک مہربان دوست نے دعوت کا انتظام کیا اور ان کے بہت اصرار پر جناب دیدات اور ایک عیسائی پادری کے درمیان مناظرے کی فلم دیکھی۔ اس فلم میں اس پادری نے حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں سخت نازیبا کلمات ادا کیے۔ میں نے میزبان سے کہا کہ وہ وی سی آر بند کر دیں میں ویڈیو نہیں دیکھ سکتا۔ میرے سخت احتجاج اور اصرار پر ویڈیو روک دی گئی۔ میں نے ان سے کہا کہ گو ہم اس شخص کو کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اپنے رسول ﷺ کی ذات اور شخصیت و کردار پر حملہ کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کرتا اور آپ دیکھیں گے کہ رسوائی اس پادری کا مقدر ہو چکی ہے اور وہی ہوا۔ چند سال بعد TIME اور نیوز ویک کے صفحوں پر اس کی رسوائی اور ذلت کی کہانیاں پھیلتی چلی گئیں۔ امریکہ کے الیکٹرانک میڈیا نے اس پادری کی رسوائی کے کسی پہلو کو عوام سے نہیں چھپایا۔ وہ انتہا پسند اور جنونی شخص جو شہرت کی بلندیوں پر تھا پستی میں جا پڑا وہاں سے کبھی نہ نکلنے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ وہی کیا جو اس نے ولید بن مغیرہ کے ساتھ کیا تھا۔ وہ عیسائی پادری بھی ایک عیسائی بنیاد پرست تھا اور یہ عیسائی پادری بھی بنیاد پرست ہے۔ REV. JERRY FAL WEL نے چند دن پہلے نبی کریم ﷺ کی شان میں ایک ٹیلی وژن انٹرویو میں سخت نازیبا کلمات کہے تھے۔ اس پر امریکہ کے مسلمانوں نے جن کی تعداد امریکہ میں ستر لاکھ سے بھی زیادہ ہے سخت احتجاج کیا۔

اس کا فوری طور پر ردعمل مقبوضہ کشمیر میں ہوا جہاں اننت ناگ' پلوامہ اور سوپور میں امریکہ مخالف جلوس نکالے گئے۔ ملائیشیا کے وزیراعظم مہاتیر محمد نے کہا ہے کہ یہ اسلام کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اس لیے یہ گستاخی کی گئی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ امریکیوں کی اکثریت اسلام' قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے واقف نہیں ہے۔ علم و آگہی کے اس دور میں اس سے بڑا المیہ کوئی نہیں ہوسکتا لیکن "CHRISTIAN BAPTIST FUNDAMENTALIST MINISTER REV. JERRY FAL WEL" کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے لاعلمی کی وجہ سے نازیبا کلمات ادا کیے۔ وہ الفاظ بتاتے ہیں کہ اس نے بنیاد پرستی' مذہبی تعصب اور حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ میں یہ بات پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کا انجام بھی ویسا ہی ہوگا جیسا جناب دیدات سے مناظرے کے دوران حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا ہوا تھا' بلکہ اس سے بھی زیادہ خراب ہوگا اور سلمان رُشدی جس کو مغرب بچانے کی کوشش میں ہے اللہ تعالیٰ سے بھاگ نہ سکے گا۔

امریکہ میں بنیاد پرست عیسائیوں کا ایک گروہ اور اس سے اتفاق رکھنے والے لوگ 11 ستمبر کی دہشت گردی کے بعد بہت زیادہ سرکشی پر اُتر آئے ہیں۔ انہوں نے وہاں مسلمانوں کے گھروں' تجارتی مراکز اور مساجد پر حملے کیے ہیں اور ایک منصوبہ بندی کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے عقائد' ان کے طرز زندگی اور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس پر بہتان تراشی کر رہے ہیں۔

انتہا پسند اور جنونی لوگ کہیں بھی ہوں ان کا کردار قابل مذمت ہے۔ امریکی حکومت شاید آج اس بات کو طاقت کے نشے میں نہ سمجھ سکے لیکن یہ ایک تاریخی موڑ ثابت ہوگا۔ امریکی حکومت کو اس کا نوٹس لینا چاہیے اور اگر وہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں نازیبا کلمات کہتا تو جو سزا اس کو دی جاتی وہی سزا JERRY FAL WEL کو حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی ملنی چاہیے۔ اس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں جو گستاخی کی ہے اگر امریکی حکومت نے اسے سزا نہ دی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے' بہت جلد وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ جائے گا۔

یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ جیسے جیسے مسلمانوں کو اس واقعے کے بارے میں علم ہوگا ان میں اضطراب بڑھے گا۔ ان میں امریکہ مخالف جذبات بھڑکیں گے۔ مسلمانوں کو یہ جذبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کسی قیمت پر برداشت نہیں کرتے اور ناموس رسالت پر اپنی جان بھی قربان کر دیتے ہیں۔ اس واقعے کے سیاسی نتائج ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے اور تمام مسلمان ملکوں میں امریکہ مخالف نظریات پھیلنے لگیں گے جو مستقبل میں امریکہ کے لیے نقصان دہ ہوں گے۔ امریکہ ایک ایسا ملک ہے اور امریکی ایسی قوم ہیں جو صبر و تحمل اور برداشت کے لیے ساری دنیا میں مشہور ہیں لیکن اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ کے لوگوں میں دوسروں کو برداشت کرنے کا حوصلہ کم ہوتا جا رہا ہے جو خود امریکہ کے اندر بڑے خلفشار کا باعث ہوسکتا ہے۔ امریکہ میں انتہا پسند رجحانات کتنی تیزی سے طاقتور ہوتے جا رہے ہیں' اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے اور یہ قیاس وزن رکھتا ہے کہ پاکستان میں سابق امریکی سفیر وینڈی چیمبرلین کا تبادلہ پاکستان سے انتہا پسند عیسائی اور یہودی لابی کے دباؤ میں آ کر کیا گیا۔ یہ لابی امریکہ کی وزارت خارجہ اور وزارت دفاع میں خاصی متحرک نظر آتی ہے۔

پاکستان میں سفیر ہونے کے بعد وینڈی کے طرز عمل اور مسلمانوں کے بارے میں ان کی سوچ کو امریکہ کے انتہا پسندوں میں جن کے اثرات حکومتی حلقوں میں ہیں تشویش کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جس قسم کی رپورٹیں ارسال کیں اور پاکستان و امریکہ کے درمیان معاونت کا نیا باب کھولنے کے بارے میں جو اظہار کیا وہ انتہا پسندوں اور بنیاد پرستوں کے مفادات کے مطابق نہیں تھا۔ انہوں نے مذہبی تعلیم گاہوں کا دورہ کیا۔ ان کی کارکردگی کی تعریف کی۔ انہوں نے ایک موقع پر کہا کہ انہوں نے رمضان میں پورے روزے رکھے ہیں۔ وہ پاکستان اور امریکہ کو قریب لانا چاہتی تھیں۔ وہ مسلمانوں کو دہشت گرد نہیں سمجھتی تھیں۔ امریکہ میں بنیاد پرستوں کی لابی نے

ان کا تبادلہ کرایا۔ اس ایشو پر وزیر خارجہ مسٹر پاول ان عناصر سے اتفاق نہیں رکھتے تھے اور وہ اختلافات کی وجہ سے استعفیٰ دینے پر بھی تیار تھے جس کی خبریں ساری دنیا میں پھیل رہی تھیں۔ ان کے اختلافات کی وجوہات اور بھی ہو سکتی ہیں لیکن بحیثیت وزیر خارجہ وہ اس علاقے میں امریکی مفادات کی خاطر وینڈی ہی کو پاکستان میں سفیر رکھنے کے حق میں تھے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر امریکہ میں انتہا پسندی کو جڑیں پکڑنے کا موقع دیا گیا تو امریکہ کا معاشرہ انتشار کا شکار ہو جائے گا۔ امریکہ نے جو جنگ امریکہ سے باہر چھیڑ رکھی ہے اس کی امریکہ کے اندر ضرورت ہے۔

جاوید محمود

جیری فال ویل کا مکروہ بیان

ایک مدت سے عیسائی اہل علم اپنی تحریروں اور تقریروں میں آنحضرت ﷺ، قرآن اور اسلام پر حملے کر رہے ہیں۔ چھ اکتوبر کو امریکی ٹی وی پر 60 minutes کے پروگرام میں پادری جیری فال ویل کی جانب سے آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ اس شام جیری فال ویل کی ناپاک زبان سے آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخانہ جملے ہر مسلمان کے دل میں چھرے کی طرح اتر گئے۔ موجودہ حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جیری فال ویل نے دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک موقع پر آنحضرت ﷺ اور ان کے صحابہؓ کو دہشت گرد قرار دیا اور ان کے پیروکاروں کے لیے بھی یہی جملے کہے۔ اس مکروہ بیان نے دنیا بھر کے ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کے دلوں میں ایک زخم چھوڑ دیا ہے جسے کوئی احتجاج اور کوئی انتقام نہیں بھر سکتا۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے وہ حضرت مریم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتہائی ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہیں اور ان کے متعلق کوئی خلاف ادب بات زبان سے نکالنا کفر سمجھتے ہیں۔ عیسائی دنیا کا کوئی اہل علم اور پادری کوئی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتا جس میں کسی مسلمان نے عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی ہو۔ اگرچہ ہم حضرت مسیح کی الوہیت کے قائل نہیں ہیں مگر ان کی نبوت پر ہمارا ویسا ہی ایمان ہے جیسا حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر۔ لہٰذا ہمارے عیسائی بھائیوں کو ہم سے یہ شکایت کرنے کا کبھی موقع نہیں ملا ہے کہ ہم ان کے انبیاء کی یا ان کی کتب مقدسہ کی توہین کرتے ہیں، بخلاف اس کے مسلمانوں کو آئے روز یہ رنج پہنچتا رہتا ہے اور صدیوں کی یہ دل آزاری، اسلامی اور عیسائی برادریوں کے درمیان تعلق کی خرابی کا ایک اہم سبب ہے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ جیری فال ویل کے بیان کے فوراً بعد ہی امریکہ میں مقیم لاکھوں مسلمانوں نے اس مکروہ بیان کے خلاف پرامن احتجاج کا سلسلہ شروع کر دیا۔ امریکہ کی بڑی اسلامی تنظیمیں CNA اور ISNA نے خطوط اور ای میل کے ذریعے صدر بش کی توجہ اس توہین آمیز بیان کی

طرف دلائی اور مطالبہ کیا کہ جیری فال ویل مسلمانوں سے معافی مانگے۔

حقیقت یہ ہے کہ جیری فال ویل کا تعلق اُس انتہا پسند مذہبی گروپ سے ہے جنہوں نے اسرائیل کے بننے پر مٹھائیاں تقسیم کی تھیں اور جب حال ہی میں اسرائیل کی طرف سے جنین میں فلسطینیوں کا قتل عام ہو رہا تھا تو اس گروپ نے اس قتل عام کی بھرپور حمایت کی تھی بلکہ ایک موقع پر جب صدر بش نے اسرائیل سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اپنی فوجیں واپس بلائے تو اس موقع پر جیری فال ول کے انتہا پسند گروپ کی جانب سے صدر بش کو 100,000 ای میل بھیجی گئی تھیں جن میں صدر بش سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ اسرائیل پر دباؤ نہ ڈالیں۔ یہ وہ انتہا پسند مذہبی گروپ ہے جو مسلمانوں کی نسل کشی کے حق میں ہے۔ یہ وہ گروپ ہے جو آج کل صدر بش کو عراق پر حملہ کرنے پر اکسا رہا ہے۔ یہ وہی گروپ ہے جو سلمان رشدی کا حامی تھا۔ جب آیت اللہ خمینی نے سلمان رشدی کے خلاف فتویٰ دیا تھا تو عیسائی دنیا میں سب سے زیادہ احتجاج اس گروپ کی جانب سے کیا گیا تھا۔ آج بھی سلمان رشدی کے سر پر اس فتوے کی تلوار لٹک رہی ہے اور وہ زندگی کا کوئی لمحہ سکون سے نہیں گزار سکتا۔ امریکہ میں اسلامی تنظیموں کے ساتھ بہت سی عیسائی تنظیموں کی جانب سے بھی جیری فال ویل کے اس مکروہ بیان کی مخالفت کی گئی۔

نیشنل کونسل آف چرچز نے بھی صدر بش کو خط روانہ کیا اور اپیل کی ہے کہ وہ کوئی مثبت قدم اٹھاتے ہوئے ایسے بیانات دینے والوں کے خلاف اقدامات کریں تا کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان اختلافی فاصلہ بڑھنے نہ پائے۔

جیری فال ویل کے مکروہ بیان کا امریکی حکومت کو نوٹس لینا چاہیے۔ اگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نازیبا کلمات کہتا تو اس کو سزا دی جاتی۔ وہی سزا جیری فال کو ملنی چاہیے۔ اس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں جو گستاخی کی ہے امریکی ایسی قوم جو صبر و تحمل اور برداشت کے لیے ساری دنیا میں مشہور ہیں لیکن اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ کے لوگوں میں دوسروں کو برداشت کرنے کا حوصلہ کم ہوتا جا رہا ہے۔ یہ امریکہ کے اندر بڑے خلفشار کا باعث ہوسکتا ہے۔ امریکہ اگر دنیا سے دہشت گردی کا خاتمہ کرنے میں سنجیدہ ہے تو اسے سب سے پہلے اپنے ملک میں موجود انتہا پسند عیسائیوں کو ٹھکانے لگانا ہوگا۔ ان انتہا پسندوں میں جیری فال ویل کا نام سرفہرست آتا ہے جو امریکہ کی ساکھ کو مکروہ بیانات دے کر پوری دنیا میں خراب کر رہا ہے جو حقیقت میں اسلام تو کیا عیسائیت کا بھی علم نہیں رکھتا۔

پروفیسر شمیم اختر

جیری فال ویل کی ہرزہ سرائی!

عیسائی بپٹسٹ فرقے کے پادری جیری فال ویل نے امریکی ٹیلی وژن سی بی ایس کے "60 منٹ" نامی پروگرام میں رسول اللہ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں انتہائی گستاخانہ کلمات ادا کیے' جس سے کرۂ ارض پر بسنے والے ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے جذبات بہت مجروح ہوئے۔ اس گستاخ متعصب گورے پادری نے سردارِ انبیاء' نبی آخر الزماں ﷺ کا یسوع مسیح "حضرت عیسیٰ علیہ السلام" (جنہیں عیسائی خداوند کریم کا حقیقی بیٹا کہتے ہیں جو کفر کے مترادف ہے) اور موسیٰ علیہ السلام سے موازنہ کرتے ہوئے کہا کہ میں مسلم اور غیر مسلم مصنفین کی تصانیف پڑھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ پیغمبر اسلام ایک تشدد پسند اور جنگجو شخص تھے۔ یسوع مسیح اور موسیٰ نے محبت کی مثال قائم کی جبکہ میرے خیال میں محمد (نعوذ باللہ) دہشت گرد تھے"۔ حیرت ہے کہ امریکی ٹیلی وژن کمپنی سی بی ایس ایسا اشتعال انگیز پروگرام نشر کرتی ہے' جو علم و تحقیق تو کجا جہل اور تعصب پر مبنی ہے۔ اس سے امریکہ کے حکمران طبقے کے اندر کا تعصب باہر آ گیا اور ان کے آئین میں دی گئی مذہبی آزادی کی قلعی کھل جاتی ہے۔

امریکہ' برطانیہ اور یورپ میں آزادیِ تقریر کے نام پر شتم رسول کی روایت کوئی نئی نہیں ہے۔ یہ برسوں پرانی ہے اور بار بار کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ یاد رہے کہ جن دنوں شیطان رشدی امام خمینی کے فتوے کے بعد کسی چوہے کی طرح بل میں گھسا رہتا تھا تو برطانیہ اور امریکہ کی حکومتوں نے خاتمی حکومت کو مجبور کر دیا کہ وہ اس فتوے سے برات کا اظہار کرے' ورنہ یورپی برادری سے اس کے تعلقات معمول پر نہیں آ سکتے۔ چنانچہ صدر خاتمی کی کمزور اور مغرب نواز حکومت نے صلیبی صیہونی ٹولے کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔

مغربی عیسائی ممالک کا اصرار تھا کہ سلمان رشدی کو اپنے خیالات کے اظہار کا حق حاصل ہے اور اسے اس کے استعمال کا پورا پورا موقع فراہم کیا جانا چاہیے۔ بالفاظ دیگر رشدی اور تمام شاتمین رسول

کو ہمارے نبی کے خلاف ہرزہ سرائی کا بھرپور موقع فراہم کیا جائے گا اور مسلمانوں کو رواداری کے نام پر یہ سب دشنام سننا پڑے گا۔ یہ آزادی تقریر کا ایک انوکھا تصور ہے۔ ہم نے تو کتابوں میں پڑھا ہے کہ آزادی اظہار کے خیال کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جو جسے چاہے گالی دے دے' اس کے سدباب کے لیے مہذب دنیا میں واضح قوانین موجود ہیں۔

امریکہ کے ایک جج جسٹس ہولمس نے آزادی تقریر کے تصور کی وضاحت کرتے ہوئے یہ کہا کہ اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ کوئی شخص ناظرین سے بھرے ہوئے تھیٹر ہال میں ''آگ آگ'' کا شور مچا کر ''بھگدڑ کرا دے''۔ اسی طرح ہتک عزت اور کردار کشی کے انسداد کے لیے سخت قوانین رائج ہیں' جن کا نفاذ کیا جاتا ہے۔ اگر امریکہ میں کوئی شخص لوگوں کو تشدد کے لیے اکساتا ہے یا انہیں اشتعال دلاتا ہے یا نفرت پھیلاتا ہے تو یہ تعزیری جرم ہے۔

خود برصغیر میں تعزیرات ہند میں تقریر و تحریر میں کسی مذہب کے پیروؤں کے جذبات مجروح کرنے پر سزا دی جاتی ہے لیکن تہذیب کی علمبردار مغربی دنیا میں رائج قانون ایک فرقے کے فرد کو ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی دل آزاری کرنے کا حق دیتا ہے لیکن اس کے خلاف فطری ردعمل کو دہشت گردی اور قابل تعزیر جرم قرار دیتا ہے۔ یہ کیسی منطق ہے اور کون سا فلسفہ ہے؟ چنانچہ امریکہ اسلامی تعلقات کی تنظیم کے ترجمان ابراہیم ہوپر نے سی بی ایس کے مندرجہ بالا پروگرام کو الفاظ کی دہشت گردی قرار دیا۔ انہوں نے اس بات پر خاص طور سے اعتراض کیا کہ شاتم رسول فال ویل عیسائی اتحاد کے کنونشن سے واشنگٹن میں دوبارہ خطاب کرے گا اور اس کے ساتھ ایوان نمائندگان کی اکثریتی جماعت کا چیف وہپ Tim Delay اور دوسرے سیاست دان بھی اظہار خیال کریں گے۔

(ڈان 6 اکتوبر 2002ء)

اس سے ایک بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ پادری جیری فال ول اکیلا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ایوان نمائندگان کی اکثریتی جماعت بھی ہے۔ امریکہ میں ہمیشہ صلیبی عناصر کا غلبہ رہا ہے اور جن دنوں وہ اشتراکیت کے خلاف مقدس جنگ لڑ رہے تھے تو امریکہ میں مذہب کا بڑا چرچا تھا۔ انہوں نے تیل کے ذخائر سے مالا مال خلیجی رجواڑوں کو اس مقدس اتحاد میں شامل کر لیا تھا جو افغانستان میں روسی افواج کی موجودگی تک قائم رہا اور جونہی سوویت یونین شکست و ریخت کا شکار ہوا تو صلیبی صیہونی ٹولے کو مسلمانوں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ چنانچہ اس کے بعد سے اسلام نے اشتراکیت کی جگہ لے لی اور جس طرح سرد جنگ کے دنوں میں امریکی سی آئی اے چن چن کر آزاد خیال شہریوں کو تنگ کرتی تھی اب مسلمانوں کو ہراساں کر رہی ہے۔ چنانچہ ان کی من حیث القوم عزت نفس پامال کرنے کے لیے اس ہستی کو ہدف بنایا جو تمام مسلمانان عالم کے ایمان کا محور ہے یعنی رسول اللہ ﷺ۔

کہنے کو تو ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں' مگر جواباً بھی حضرت یسوع مسیح علیہ السلام اور حضرت مریمؑ کے تقدس پر آنچ نہیں آنے دیں گے' مگر ساتھ ہی ہم اس جاہل پادری کو بتا دینا چاہتے ہیں

کہ یسوع مسیح نے صرف یہ نہیں کہا کہ اگر کوئی ان کے ایک گال پر تھپڑ مارے تو وہ مارنے والے کے آگے اپنا دوسرا گال بھی پیش کر دیں بلکہ انہوں نے ایک موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ "میں تلوار لے کر آیا ہوں"۔ انہوں نے اپنے پیروؤں سے کہا کہ "اپنے لباس کے بدلے تلوار خرید لو"۔ اب اگر ہم ان کے آخری دو اقوال کو سیاق و سباق سے نکال کر ٹیلی وژن پر یہ کہہ دیں کہ نعوذ باللہ حضرت یسوع مسیح خونی' سفاک' شمشیرزن اور دہشت گرد تھے کیونکہ انہوں نے اپنے عقیدت مندوں کو لباس پر تلوار کو ترجیح دینے کی ہدایت کی تھی تو کیا یہ صحیح ہوگا؟ پادری فال ویل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی یسوع مسیح کی طرح اہنسا کا پرچارک کہا ہے جبکہ حضرت موسیٰ کا عصا بذات خود آلۂ تشدد ہے اور فرعون کے خاتمے کا سہرا بھی ان کے سر ہے۔ یہ ہماری کوتاہ بینی بلکہ جہل ہوگا کہ ہم ان پیغمبروں کے بارے میں ہرزہ سرائی کریں۔ اس کے برعکس یہ ہمارا ایمان ہے کہ ہم نبیوں میں تفریق نہیں کرتے' جبکہ عیسائی اور یہودی ہمارے رسول کو نہیں مانتے' بلکہ ان کے خلاف ٹیلی وژن پر دشنام تراشی کرتے ہیں۔

✿.....✿.....✿

سیف اللہ خالد

بے شرمی، بے حمیتی اور ڈھٹائی

بے شرمی، بے حیائی، بے حمیتی اور منافقت کی کوئی آخری حد نہیں ہوتی۔ اس سے زیادہ سفلہ پن، گھٹیا پن، ذہنی پسماندگی، بے شرمی، ڈھٹائی اور بے غیرتی کیا ہوگی کہ امریکی صدر بش کا قریبی یہودی نواز عیسائی رہنما زبانِ طعن دراز کرتا ہے اور دامن مصطفیؐ پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک جسارت کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایک ایسے معاشرے کا فرد جہاں ولدیت تک معلوم نہیں ہوتی۔ ایک گندے بدبودار اور گھٹیا اوصاف سے موسوم معاشرے کا فرد اپنی دُم سے چھینٹے اڑاتا ہے اور کوشش کرتا ہے اس نبیؐ کا کردار داغدار کرنے کی جو رحمۃ للعالمینؐ ہیں۔ جن کی رحمت اپنوں تک نہیں، بلکہ بیگانوں پر بھی سایہ فگن ہے۔ جہاں سے محبت، الفت، امن اور پیار کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ جس در سے دنیا کو آشتی، سکون اور روشنی دستیاب ہوئی۔ امریکہ کے بدکردار اور غلیظ معاشرہ کا ایک سرکردہ بلکہ سرغنہ اٹھتا ہے اور اس سراپا رحمت کے کردار کو دہشت گردی سے منسلک کرنے کی قبیح حرکت کا ارتکاب کرتا ہے۔

افسوس صد افسوس! پورے عالم میں پھیلے ہوئے ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ نہ کوئی وہ بولا جس کا رزق اسلام کے نام سے وابستہ ہے۔ نہ کوئی وہ بولا جس کا اقتدار نبیؐ کے نام پر استوار ہے۔ اسلام کے داعی ہونے کے دعویدار چپ ہیں کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ عشق مصطفیٰ ﷺ کے نعرہ باز مہر بلب ہیں۔ کسی کی رگ غیرت نہیں پھڑکی، کسی کے جوش ایمانی نے زور نہیں مارا، کوئی نہیں...... کوئی نہیں پورے عالم اسلام میں جو اس گماشتہ کا محاسبہ کر سکے۔ قلم ٹوٹ گئے، زبانیں گنگ ہوگئیں، قیادت سے لے کر نام نہاد دانشوروں اور نبیؐ کے نام پر مساجد کے منبر و محراب پر قابض مخلوق تک سب چپ کیے بیٹھے ہیں۔ سب کے کان بند ہیں، لکھنے والے منقار زیر پر ہیں کہ آرڈیننس کی لاٹھی نہ چل جائے۔ رہے ''قائدین'' تو انہیں اس وقت الیکشن کے سوا ہوش ہی کس بات کا۔ یہ تو پاکستان ہے۔ یاخدا! شرق و غرب، عرب و عجم کہیں بھی کوئی مرد صالح ایسا نہیں جو اُٹھے اور اس لعین کو لگام ڈالے۔

امریکہ کا بدکردار بش جس کی تھوتھنی اور پنجے مسلمانوں کے لہو سے لتھڑے ہوئے ہیں' جرمنی کے وزیر نے اسے ہٹلر کہا اور سچ کہا' لیکن امریکیوں نے اسے معذرت پر مجبور کر دیا۔ کیا آج کا مسلمان واقعی راکھ کا ڈھیر بن چکا؟ کیا آج کے مسلمانوں کو اپنے آقا و مولا سے اتنی بھی عقیدت نہیں جس کا اظہار روئے زمین کے بڑے شیطان کے چیلوں نے کیا۔ کیا آج ایک بھی ایسا مرد قلندر نہیں جس کی رگ حمیت جاگے اور وہ نبی رحمتؐ کی توہین پر اٹھ کھڑا ہو؟ کیا آج معاشرہ میں کوئی امیر شریعت بخاری نہیں جو راجپال کے مقابل میدان میں نکلے۔ اگر ایسا ہے' خدانخواستہ ایسا ہے تو پھر اے اللہ تو قیامت بپا کیوں نہیں کر دیتا؟ اے اللہ اس کائنات کو زیر و زبر کیوں نہیں کر دیتا؟ اے مولا تو ہم سے زندگیاں چھین کیوں نہیں لیتا؟ اے مالک تو صور پھونکے جانے کا اذن کیوں نہیں دے دیتا کہ ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے سر گردنوں پر قائم ہوں اور نبیؐ کی توہین کی جائے۔ اسلام کے نام پر سلطنتیں قائم رہیں اور نبیؐ پر کیچڑ اچھالا جائے۔ جہاد کے نام پر صدہا افواج دھرتی کے سینہ پر موجود ہیں اور نبی کو بدنام کیا جائے۔ دنیا کے خزانے مسلمانوں کے اموال سے بھرے پڑے ہوں اور آمنہ کے لال کو گالی دی جائے؟

بزدلی اور بے حسی اختیار کرنے والو! یاد رکھو میرا رب سب کچھ برداشت کر لے گا' مگر اپنے حبیبؐ کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ آج اگر کوئی نہ بولا تو قیامت آئے گی' سب کچھ فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ اگر تم اس لیے چپ ہو کہ بنیاد پرست قرار نہ دے دیئے جاؤ تو یاد رکھو خاموشی کے باوجود مارے جاؤ گے۔

یاد رکھو! امریکی تمہیں بے غیرت بنانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اسلام کو دہشت گرد کہا تم خاموش رہے۔ انہوں نے قرآن کو دہشت گردوں کی بائبل کہا تم پھر بھی نہ بولے۔ اب بھی چپ ہو کیا اس کے بعد بھی کچھ بچا ہے؟

نبی رحمتؐ کی شفاعت کی آس کے سوا تمہارے پاس ہے ہی کیا؟ اس ایک محبت کے سوا تمہارے دامن میں رکھا ہی کیا ہے؟

اگر تم نے نبیؐ کی عزت پر حملہ بھی برداشت کر لیا تو یاد رکھنا تمہاری بہن بیٹیوں کو گھروں سے گھسیٹا جائے گا اور تم چپ رہنے پر مجبور رہو گے اور یاد رکھو نبیؐ کی توہین پر آواز اٹھانا کسی حکمران' کسی مولوی یا کسی جرنیل ہی کی ذمہ داری نہیں۔ اگر چپ رہو گے تو امام کعبہ سے لے کر دو رکعت کے امام تک' جرنیل سے سپاہی تک' قائدین سے لے کر کارکنوں تک' خواص سے عوام تک سب مجرم ہوں گے۔ پھر رب کا عذاب نازل ہوگا اور کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

عثمان ولی اللہ

توہین رسالتؐ

برصغیر میں انگریز کے دور حکومت میں ایک بدبخت شاتم رسول راجپال نے رنگیلا رسول (نعوذ باللہ) کے نام سے ایک کتاب لکھی جسے غیرت مند ناموس رسالت پر مر مٹنے والے نوجوان غازی علم دین شہید نے جہنم واصل کر کے اپنے انجام کو پہنچا دیا۔

چند سال قبل سلمان رشدی Satanic Verses شیطانی آیات (نعوذ باللہ) کے نام سے کتاب لکھ کر آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا۔ 1994ء میں بنگلہ دیش کی تسلیمہ نسرین نے بھی اسلام کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ اب اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بنگلہ دیش کی ایک مقامی عدالت نے اس کی عدم موجودگی میں اسے ایک سال قید کی سزا سنائی ہے۔ تسلیمہ نسرین اور سلمان رشدی دونوں ہی واجب القتل ہیں۔ لہذا یہ اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔

آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کے بارے میں تازہ ترین جسارت امریکی پادری جیری فال ویل نے کی ہے۔ شاتم رسول نے امریکی ٹیلی وژن CBS کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ میں مسلم اور غیر مسلم مصنفین کی تصانیف پڑھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ پیغمبر اسلام ایک تشدد پسند اور جنگجو شخص تھے۔ اس نے کہا کہ یسوع مسیح اور موسیٰ نے محبت کی مثال قائم کی جبکہ میرے خیال میں محمد ایک دہشت گرد تھے۔ (نقل کفر کفر نباشد)

جیری فال ویل کی اس گستاخانہ جسارت کے جواب میں دنیا بھر میں اس کے خلاف شدید ردعمل ظاہر کیا گیا۔ دُنیا بھر میں مسلمانوں میں شدید قسم کا غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ بھارت میں اس مسئلے پر ہندو مسلم فسادات میں 8 افراد ہلاک ہوگئے۔ کشمیری مسلمانوں نے بھی زبردست مظاہرے کیے۔ انہوں نے اننت ناگ، پلوامہ اور سوپور میں امریکہ مخالف جلسے اور ریلیاں نکالیں۔ ملائیشیا کے وزیراعظم ڈاکٹر مہاتیر محمد اور ایران کے وزیر خارجہ کمال حرازی نے امریکی پادری کے اس بیان کی شدید مذمت کی۔

مسلمانوں کے شدید ردعمل سے خوفزدہ ہو کر جیری فال ویل نے ایک تحریری بیان میں کہا کہ اس کا مقصد مسلمانوں کی دل آزاری اور توہین کرنا نہیں تھا۔ اس لیے میں مسلمانوں سے معافی مانگتا ہوں۔ عالم کفر کا یہ وطیرہ اور طرز عمل ہی بن گیا ہے کہ وہ جب چاہتا ہے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نازیبا باتیں کر کے ہرزہ سرائی کرنا شروع کر دیتا ہے۔ کبھی آپ ﷺ کی شان میں گستاخانہ باتیں کر کے اور کبھی ہماری مقدس کتاب قرآن حکیم کو دہشت گردی پیدا کرنے والی کتاب قرار دے کر اپنی اسلام سے شدید دشمنی، تعصب، بغض و عناد اور خباثت کا ثبوت دیتا ہے۔

شاتم رسول امریکی پادری کو امریکہ کی دہشت گردی نظر نہیں آتی جس نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر 9 ہزار پونڈ وزنی ایٹم بم گرا کر اپنی بدترین بربریت کا مظاہرہ کیا۔ جس نے معصوم اور بے گناہ افغانیوں پر 11 ستمبر کا بہانہ بنا کر انتہائی مہلک اور ممنوعہ ہتھیار مثلاً Themobaric اور Asphxiating بم برسائے۔ ان کے علاوہ ویتنام پر فاسفورس، کلسٹر اور 15 ہزار پونڈ وزنی ڈیزی کٹر بم گرائے۔ اس طرح معصوم افغانیوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔

میرے نبی مکرم ﷺ کو دہشت گرد کہنے والا ذرا دور نبوت میں ہونے والے غزوات و سرایا پر نظر ڈالے۔ آپ ﷺ نے تقریباً 85 جنگوں میں شرکت کی لیکن ان غزوات و سرایا میں تقریباً 300 مسلمان ہی شہید ہوئے جبکہ کفار تقریباً 500 کے قریب جہنم واصل ہوئے۔ اس کے برعکس جنگ عظیم اول میں تقریباً 1 کروڑ انسان ہلاک ہوئے اور جنگ عظیم دوم میں تقریباً 4 کروڑ انسان لقمۂ اجل بنے۔ امریکہ خود لاکھوں معصوم جاپانیوں، ویت نامیوں اور افغانیوں کا قاتل ہے۔

عالم کفر کی یہ گستاخانہ جسارتیں کوئی نئی نہیں ہیں۔ اسلام کے آغاز سے ہی یہود و نصاریٰ اور مشرکین نے ایسی جسارتیں شروع کر دی تھیں۔ ہم اس کا اندازہ قرآن حکیم سے لگا سکتے ہیں۔ اللہ نے مسلمانوں کو لفظ راعنا کے کہنے سے منع کر دیا۔ عربی زبان میں راعنا کے معنی ہمارا خیال کرنے کے ہیں یعنی بات سمجھ میں نہ آئے تو سامع اس لفظ کو استعمال کر کے متکلم کو اپنی طرف متوجہ کرتا تھا لیکن یہودی اپنے بغض و عناد کی وجہ سے اس لفظ کو بگاڑ کر استعمال کرتے تھے۔ اس طرح آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کر کے اپنے جذبۂ عناد کو تسلی دیتے تھے۔ وہ راعنا کے بجائے راعینا یعنی اے چرواہے یا راعنا یعنی احمق کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال کرنے سے ہی منع کر دیا اور کہا کہ تم اُنظرنا کہہ لیا کرو۔

اسلام کی حقانیت سے خوفزدہ ہو کر عالم کفر ایسی جسارتیں کرتا رہتا ہے۔ ایسے شاتم رسول کا انجام اچھا نہیں ہوا کرتا۔ یہی اللہ کا فیصلہ ہے۔ امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ وہ عظیم ہستی ہیں جنہیں غیر متعصب غیر مسلموں نے بھی زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔ چنانچہ فرانس کا ڈکٹیٹر نپولین بونا پاٹ

اس انداز میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہے:

''محمد ﷺ دراصل سردار عظیم تھے۔ انہوں نے اہل عرب کو درس اتحاد دیا، اور ان کے باہمی تنازعات اور جھگڑے ختم کیے۔ تھوڑی مدت میں آپ ﷺ کی امت نے نصف دنیا فتح کر لی۔ پندرہ سال کے عرصے میں لوگوں کی بڑی تعداد بتوں اور جھوٹے دیوتاؤں کی پرستش سے تائب ہوگئی اور مٹی کے بت اور دیویاں مٹی میں ملا دیں۔ حیرت انگیز کارنامہ محض محمد ﷺ کی تعلیمات اور ان پر عمل کرنے کے سبب انجام پایا۔ اور وہ بھی صرف پندرہ سال کی قلیل مدت میں جبکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پندرہ سو سال کی مدت میں بھی اپنی امتوں کو سیدھے راستے پر لانے میں کامیاب نہ ہوئے''۔

جارج برنارڈ شا کہتا ہے:

''ازمنۂ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں نے جہالت وتعصب کی وجہ سے مذہب اسلام کی بڑی بھیانک تصویر پیش کی ہے۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی ہے۔ انہوں نے حضرت محمد ﷺ اور اسلام کے خلاف باقاعدہ تحریک چلائی۔ انہوں نے محمد ﷺ کو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کیا۔ میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ محمد ﷺ ایک عظیم اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ ہیں''۔

جارج سٹیفن سن کہتا ہے:

''اپنی قوم کے لیے محمد ﷺ کی ذات بڑے احسانات کی موجب تھی۔ انہوں نے مختلف قبیلوں کی جگہ ایک قوم بنا دیا۔ مختلف دیوتاؤں اور آقاؤں کی جگہ ایک اللہ پر ایمان کی تعلیم دی اور بڑی بڑی معیوب اور قبیح رسوم بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں۔ جوں جوں اسلام اپنے قدم عرب کی سرزمین سے باہر رکھتا گیا کئی وحشی قومیں جنہیں اس نے اپنی آغوش میں لیا' اسلام کی وارث بنتی چلی گئیں۔ اسلام نوع انسانی کے لیے برکات کا موجب' تاریکی سے نور اور شیطان سے اللہ کی طرف مراجعت کا باعث ہے''۔

اپنی تحریر کا اختتام مائیکل ہارٹ کے اس بیان سے کرتا ہوں۔ مائیکل ہارٹ نے غیر مسلم سکالرز کی ایک بڑی ٹیم کے ساتھ طویل تحقیق کرتے ہوئے جو کتاب لکھی اور ترتیب دی یعنی ''سو عظیم آدمی'' ان میں پہلا نمبر محمد ﷺ کو دیا۔ اس سے بے حساب لوگوں نے کہا تھا کہ یہ ترتیب بدل دو۔ مگر اس

نے جواب دیا:

''آپ ان سے برتر کوئی شخصیت ثابت کر دیں تو وہ ترتیب بدل دے گا''۔

آپ کی شان اقدس کی عظمت کے بارے میں ایک ہندو شاعر جگن ناتھ آزاد کو بھی کہنا پڑا۔

سلام اس ذات اقدس پر سلام اس فخر دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر
سلام اس پر جو حامی بن کے آیا غم نصیبوں کا
رہا جو بے کسوں کا آسرا مشفق غریبوں کا

عتیق صدیقی

منافقت' امریکیوں کے لیے آزار بن جائے گی!

کسی امریکی پادری کی جانب سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی ہو یا کسی متعصب عیسائی فلم ساز کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے حوالے سے قابل اعتراض فلم بنانا اور اس کی نمائش کرنا۔ سکرٹس' بیڈ شیٹس اور جوتوں کے تلوں پر قرآن کریم کی آیات اور اسم الٰہی کی چھپائی ہو یا اُسامہ بن لادن کے علاج کے جرم میں ڈاکٹر عامر عزیز کی ایف بی آئی کے اہلکاروں کے ہاتھوں گرفتاری' یہ امریکیوں' یورپیوں' عیسائیوں' یہودیوں کے ایسے گھناؤنے جرائم ہیں جن پر کسی بھی غیرت مند مسلمان اور قومی غیرت کے حامل پاکستانی کی جانب سے شدید ردعمل کا سامنے آنا عین فطری ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ان کی غیرت ایمانی اور قومی حمیت کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا ہوسکتے ہیں مگر اسلام اور مسلم دشمنی میں کانوں کانوں ڈوبے یہ منافق اسے گناہ عظیم سے کم نہیں سمجھتے۔ اسے بنیاد پرستی اور انتہا پرستی قرار دیتے ہیں۔ دہشت گردی اور انسان دشمنی گردانتے ہیں اور خود ہی مدعی اور خود ہی منصف بن کر فوری اور کڑی سزا دینے پر تل جاتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ امریکیوں' عیسائیوں' یہودیوں کی جانب سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے جو کھیلا جاتا ہے' وہ کیا ہے......؟ اس کی بھی کوئی سزا امریکیوں کے نزدیک ہے اور ہونی چاہیے یا نہیں......؟ امریکی پادری جب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات ادا کرتا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ پر توہین آمیز فلمیں بنائی اور دکھائی جاتی ہیں...... زنانہ ملبوسات' بستر کی چادروں اور جوتوں کے تلوں پر قرآنی آیات اور اسم الٰہی کی چھپائی ہوتی ہے تو کیا یہ لوگ اس ردعمل سے آگاہ نہیں ہوتے جس کا اظہار اپنے دینی اور مذہبی جذبات کی توہین پر مسلمانوں کی طرف سے یقینی ہوتا ہے...... اگر وہ اس حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں...... اور یقیناً ہوتے ہیں...... تو پھر جانتے بوجھتے ایسی حرکتوں کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے جذبات انگیخت کر کے انہیں ردعمل پر مجبور کریں اور بعد ازاں اس کو جواز بنا کر مسلمانوں کے خلاف فیصلے صادر کریں۔ اقتصادی و معاشی گھیراؤ

کریں' پابندیاں لگائیں اور ان پر فوجی چڑھائیاں کریں۔ کیا کپڑوں اور جوتوں پر چھاپنے کے لیے قرآنی آیات اور اسم مبارک کے سوا دنیا میں کچھ باقی نہیں رہ گیا......؟ کیا فلمیں بنانے کے لیے دیگر موضوعات ختم ہوگئے ہیں......؟ اور پھر...... کیا کبھی کسی مسلم عالم نے کسی یہودی' عیسائی مذہبی شخصیت کے حوالے سے ایسی کوئی بات کہی...... کوئی تحریر لکھی ہے' جس کا مظاہرہ مسلمانوں کے لیے قابل احترام اور اپنی اور اپنے ماں باپ' آل اولاد سے زیادہ عزیز ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں عیسائی' یہودی اور ہندو آئے دن کرتے رہتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر بتایا جائے کہ اصل مجرم شرارت کرنے والے کو قرار دیا جانا چاہیے یا شرارت پر ردعمل ظاہر کرنے والے کو......!

دوسری جانب ڈاکٹر عامر عزیز کی گرفتاری کا خالصتاً انسانی معاملہ ہے۔ انسان ہی نہیں' جانوروں اور درندوں تک کے حقوق کے خود ساختہ چیمپئوں کا ایک طرف تو یہ حال ہے کہ مہذب دنیا سے بہت دور افریقہ کے گھنے خوفناک جنگلوں اور تپتے ریگزاروں میں بسنے والے وحشی انسانوں میں پھیلے وبائی امراض کا علاج کرنے' ہزاروں میل کا دشوار گزار سفر طے کر کے جا پہنچتے ہیں...... اور طرح طرح کے امراض میں مبتلا لوگوں کا علاج' اپنی جانوں اور صحت کی پروا نہ کرتے ہوئے کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ''انسانیت کی اس خدمت'' کی آڑ میں ان کا اصل مقصود عیسائیت کی تبلیغ ہوتا ہے۔ تاریک جنگلوں سے جانوروں اور درندوں کو اور سمندروں سے بحری مخلوقات کو پکڑ پکڑ کر لاتے' ان کے طرح طرح کے ٹیسٹ کرتے اور علاج معالجے کے بعد واپس جنگلوں اور سمندروں میں چھوڑ آتے ہیں...... اور اپنے اس رویے کو وہ ''حیوان دوستی'' پر محمول کرتے ہیں...... ان کی یہ بات مان لی جاتی اگر ان کا رویہ اپنے ہی جیسے انسانوں سے محض مذہب کے اختلاف کی بنیاد پر وہ نہ ہوتا جو انہوں نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا ہے۔ جانوروں سے ان کا جو حسن سلوک ہے اسے ان کے ذاتی شوق اور ذریعہ اطمینان کے سوا کوئی اور نام نہیں دیا جاسکتا۔

اور اس کی سب سے بڑی اور تازہ مثال ڈاکٹر عامر عزیز کی گرفتاری کی ہے' جن کا جرم صرف اور صرف یہ بتایا گیا ہے کہ انہوں نے زخمی طالبان اور عرب مجاہدین کا علاج کیا تھا۔

یہ امریکی عیسائی خود تو عیسائیت کی تبلیغ کی آڑ میں تاریک براعظم میں علاج معالجے کرنے نکل جائیں' جانوروں' درندوں اور سمندری مخلوق کے علاج کا شوق پورا کرتے پھریں اور ایک مسلمان معالج کو ایک مسلمان یا چند ایسے مسلمانوں کے علاج کا فریضہ ادا کرنے پر جو امریکیوں کے لیے ناپسندیدہ ہیں' اسے قابلِ گردن زدنی قرار دیں۔ یہ منافقت کی انتہا ہے...... یہ دوغلا پن' یہ منافقت جاری رہی تو امریکیوں کو اپنے ملک ہی نہیں دنیا کے کسی مقام پر بھی سکون میسر نہیں آسکے گا۔ یہ بات امریکی جغادری جتنی جلد سمجھ لیں بہتر ہوگا......!

✿......✿......✿

عبداللہ

عیسائی تعلیمی اداروں کا مکروہ کردار

کراچی پریس کلب کے سامنے دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں پر مظالم اور عیسائی پادریوں کی جانب سے توہین رسالت کے ارتکاب کے خلاف احتجاجی مظاہرے میں شریک سینٹ پیٹرکس سکول کے طلبہ کے خلاف سکول انتظامیہ نے کارروائی کرتے ہوئے انہیں سزا کے طور پر ایک ہفتے کے لیے کلاسوں میں حاضری سے منع کر دیا جس پر سٹی ناظم نے نوٹس لیتے ہوئے سکول انتظامیہ سے رپورٹ طلب کی ہے۔ سینٹ پیٹرکس سکول کی انتظامیہ کا یہ اقدام پاکستان میں عیسائی تعلیمی اداروں کے مکروہ کردار کی ایک جھلک ہے۔ پادریوں کی جانب سے توہین رسالت کے ارتکاب اور دنیا بھر میں مسلمانوں کے اوپر ہونے والے مظالم کے خلاف احتجاج میں شریک ہونے والے طلبہ کو غیر تعلیمی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے الزام میں سکول سے نکالا گیا ہے۔ حالانکہ یہی تعلیمی ادارے توہین رسالت کے قوانین کے خلاف این جی اوز کی تحریکوں میں نہ صرف حصہ لیتے ہیں بلکہ مسلمان بچوں کو بھی ورغلا کر ان احتجاجی تحریکوں میں شریک کیا جاتا ہے۔ کرسمس کی تقریبات میں مسلمان طلبہ کو شریک ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے اور مسلمان بچوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی جاتی ہے۔ کیا یہ سب غیر تعلیمی سرگرمیوں میں شامل نہیں ہیں؟ کیا رواداری کی تعلیم صرف مسلمانوں کے لیے ہے؟

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو عیسائی مشنری سکولوں میں داخل کراتے ہوئے یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ جن لوگوں کو ہم اپنے بچوں کا مستقبل حوالے کر رہے ہیں وہ کون ہیں؟ اور ان کے کیا عزائم ہیں؟ شہر میں خودرو جھاڑیوں کی طرح پھیلے ہوئے عیسائی مشنری سکول نہ صرف ہماری نئی نسل کو دین و مذہب سے بیزار کرنے کے مشن پر عمل پیرا ہیں بلکہ ان کا اصل مقصد وطن عزیز پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کرنا اور اس کے اسلامی تشخص کی سزا دینا ہے۔ ناظم کراچی جناب نعمت اللہ خان نے سکول انتظامیہ کے اس ناروا اقدام کا نوٹس لے کر اچھا قدم اٹھایا ہے۔ توقع ہے کہ وہ اس سلسلے میں ایکشن بھی ضرور لیں گے۔ حکومت کو عیسائی مشنری سکولوں اور بیرونی این جی اوز کی سرپرستی میں چلنے والے سکولوں کے اصل مقاصد و عزائم سے آگاہ رہنا چاہیے اور ان کے مکروہ کردار کا نوٹس لینا چاہیے۔

محمد عطاء اللہ صدیقی

عیسائی پادری کی توہین آمیز جسارت!

سیالکوٹ کے ایک پادری ولیم مسیح نے حال ہی میں ایک پمفلٹ نما اشتہار شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے ''مسلمانو! جواب دو''۔ اس حد درجہ اشتعال انگیز اور توہین آمیز پمفلٹ میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شانِ اقدس میں بے حد نازیبا کلمات ادا کرنے کے ساتھ ساتھ تمام مسلمانوں کو بلا استثنا ''چمار سے بھی زیادہ ذلیل'' قرار دیا گیا ہے۔ اس پمفلٹ میں چند مسلمان علماء کی کتابوں سے بعض جملے سیاق و سباق سے ہٹا کر نقل کیے گئے ہیں اور انہیں گستاخانہ جسارتوں کی تائید میں پیش کیا گیا ہے۔

پمفلٹ میں من جملہ دیگر گستاخانہ کلمات کے لکھا گیا ہے (نقل کفر' کفر نباشد)

> ''مسلمانو! جب تمہارے نبی مر کر مٹی میں مل گئے' جب تمہارے نبی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا' جب تمہارے نبی کا علم بچوں اور پاگلوں جیسا ہے (نعوذ باللہ) تو ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ ہمارے عیسیٰ کا کلمہ پڑھو کیونکہ تمہارے مسلمانوں کے قرآن سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں اور ہمارے عیسیٰ مسیح اندھوں کو بینائی بخشتے' کوڑھیوں کو تندرستی بخشتے' مردوں کو زندہ کرتے تھے اور ہمارے نبی عیسیٰ مسیح نے اپنی ماں کی گود میں اپنے نبی ہونے اور کتاب ملنے کا بتایا اور اپنی ماں کی پاک دامنی کا اعلان فرمایا اور ہمارے نبی عیسیٰ مسیح ہر پوشیدہ بات کا علم رکھتے تھے''۔
>
> ''اس لیے آؤ اے مسلمانو! ہمارے نبی عیسیٰ مسیح کا کلمہ پڑھو جو زندہ با اختیار اور علم والے ہیں۔ ورنہ مردہ بے اختیار بے علم نبی پر تمہارا ایمان رکھنا بے سود ہے اور تم کافر ہی رہو گے۔ (استغفراللہ)..... مسلمان چھوٹا ہو یا بڑا' رب کے نزدیک چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے''۔ (یہ اشتہار ماہنامہ ''المذاہب'' کے مئی 2001ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے جسے ایک مسلمان خاتون نے بھجوایا تھا)۔

راقم الحروف کے علم کے مطابق اس شرانگیزی اور انتہا درجہ کی دل آزاری پر مبنی اشتہار کے متعلق نہ تو کسی معروف قومی روزنامے میں اب تک کوئی خبر شائع ہوئی ہے' نہ ہی سیالکوٹ یا قریبی علاقوں کے مسلمانوں کی جانب سے اس توہین رسالت پر مبنی اقدام کی مذمت میں کوئی بیان شائع ہوا ہے۔ گستاخ پادری ولیم مسیح کے خلاف ''توہین رسالت'' کے قانون کے تحت مقدمہ کے اندراج کا معاملہ تو بعید از قیاس ہے کیونکہ اس صورت میں این جی اوز نے طوفان بدتمیزی ضرور کھڑا کیا ہوتا!!

اسلام دشمن این جی اوز آئے دن واویلا کرتی رہتی ہیں کہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کی پامالی کی جا رہی ہے۔ اقلیتوں پر مبینہ ظلم وستم کی بڑی الم انگیز رپورٹیں تیار کر کے امریکہ اور یورپ بھجوائی جاتی ہیں۔ امریکی وزارت خارجہ' ایمنسٹی انٹرنیشنل اور دیگر یورپی انسانی حقوق کی تنظیموں کی جانب سے حکومت پاکستان پر مسلسل تنقید کی جاتی ہے کہ وہ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ میں ناکام رہی ہے۔

پاکستان میں متعصب قادیانی' عیسائی اور سیکولر دانشور اقلیتوں کا ذکر ایسے کرتے ہیں جیسے انہیں یہاں زندہ رہنے کا حق تک میسر نہیں ہے۔ یہودی لابیوں کے تنخواہ دار یہ ''دانشور'' مسلسل پاکستان اور مسلمانوں کو بدنام کر رہے ہیں کہ وہ اقلیتوں کو ان کے مذہبی حقوق نہیں دیتے۔ یہ شرانگیز پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ مسلم اکثریت کو نہ تو ان کے عقیدے کے مطابق مذہبی رسومات کی ادائیگی کی اجازت دیتی ہے نہ ہی انہیں اپنے عبادت خانوں میں آزادانہ عبادت کے حقوق میسر ہیں۔

انسانی حقوق کمیشن پاکستان کی تمام سالانہ رپورٹوں اور اس ادارے کے ماہانہ پرچے ''جہد حق'' میں قادیانی اور عیسائی اقلیت پر ظلم وستم کی مبالغہ آمیز رپورٹیں تسلسل کے ساتھ شائع ہوتی ہیں۔ عیسائیوں کی زیر ادارت نکلنے والے رسالوں ''شاداب'' ''کلام حق'' ''المکاشفہ'' وغیرہ میں عیسائی اقلیت کی زبوں حالی کے من گھڑت واقعات شائع کر کے عیسائی اقلیت کو احتجاج پر اُبھارا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ سے روزنامہ ''پاکستان'' میں اقلیتوں کے لیے کنول نصیر کی ادارت میں الگ سے ایک ہفتہ وار ایڈیشن چھپ رہا ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے سے بھی یہی بات سامنے آتی ہے کہ پاکستان میں عیسائی اقلیت کا ناطقہ بند کر دیا گیا ہے۔ انہیں کسی قسم کے حقوق حاصل نہیں ہیں۔

قارئین کرام! ذرا پادری ولیم مسیح کے مذکورہ بالا اشتہار کے لب و لہجے اور گستاخانہ کلمات کا موازنہ این جی اوز کی رپورٹوں سے کیجئے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کسی استدلال کے طومار کی ضرورت نہیں ہے کہ این جی اوز کی رپورٹیں پاکستان کے خلاف پراپیگنڈہ کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ جس ملک کا ایک معمولی پادری مسلمانوں کی عظیم اکثریت کے پیغمبر کے خلاف اس قدر آزادانہ اور بے باکانہ زبان درازی میں کسی قسم کا خوف محسوس نہ کرتا ہو' اس اقلیت کو اپنے مذہب کے مطابق عبادات سے آخر کیونکر روکا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیائے کرام قابل احترام ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی سچا نبی سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ انبیاء کے سلسلہ کی آخری کڑی ہیں' اِن کی

تشریف آوری کے بعد سابقہ انبیائے کرام کی شریعتیں منسوخ ہوگئی ہیں۔ اب الہامی تعلیمات پر اگر کوئی عمل کرنا چاہتا ہے تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کی شریعت پر ایمان لائے۔ مسلمان غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا نیک عمل سمجھتے ہیں مگر وہ اس مقصد کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور نبی کی تحقیر و تضحیک اور تخفیف کو حد درجہ قابل اعتراض سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے "تم مجھے دیگر انبیاء پر فضیلت نہ دو...... مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو"۔ وغیرہ (متفق علیہ)

مگر پادری ولیم مسیح نے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے "دعوت" کا جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ ایک ناپاک جسارت ہے اور 295-سی کے قانون کے مطابق توہین رسالت کے زمرے میں آتی ہے۔ پاکستان میں 295-سی کے مخالفین یہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اس قانون کے تحت 99 فیصد مقدمات غلط درج کرائے جاتے ہیں۔ اس کے پس پشت محرکات ذاتی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اکثر مسلمان عیسایوں کی زمینوں پر قبضہ کرنے کے لیے اس طرح کے بے بنیاد مقدمات درج کراتے ہیں وغیرہ۔ 295-سی کے قانون کے خلاف چیخ و پکار کرنے والی حقائق ناآشنا این جی اوز پادری ولیم مسیح کی اس جسارت کے متعلق سکوت اختیار کیے ہوئے ہیں۔ دیگر این جی اوز کو فی الحال ہم ایک طرف رکھتے ہیں۔ انسانی حقوق کمیشن پاکستان جو پاکستان میں این جی اوز کے نیٹ ورک کے لیے "کوآرڈی نیٹر" کا کام کر رہا ہے، ہم کمیشن کے چیئرمین افراسیاب خٹک سے دریافت کرتے ہیں:

1- کیا ولیم مسیح پادری کی طرف سے جاری کردہ مذکورہ بالا اشتہار کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری پر مبنی نہیں ہے؟

2- کیا اس اشتہار سے کروڑوں مسلمانوں کے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا ارتکاب نہیں کیا گیا؟

3- اگر یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے تو کیا انسانی حقوق کمیشن نے اس کے خلاف احتجاج کیا ہے؟ اگر پہلے نہیں کیا، تو اب نشاندہی پر وہ کیا اس مکروہ فعل کی مذمت کریں گے؟

4- اگر ولیم مسیح پادری کے توہین آمیز اشتہار پر اس کے خلاف قانون توہین رسالتؐ کے تحت مقدمہ درج کرایا جائے، تو کیا اس پر کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش ہو سکتی ہے؟

5- کیا پاکستان کی اقلیتوں کو اس قدر آزادی دی جا سکتی ہے کہ وہ مسلم اکثریت کے خلاف اس طرح کی اشتعال انگیز کارروائی کی جسارت کرتی پھریں؟

6- کیا انسانی حقوق کمیشن صرف اس وقت حرکت میں آتا ہے، جب کسی اقلیت کے حقوق کی پامالی کا خدشہ ہو، کیا مسلمانوں کے انسانی حقوق کی حفاظت اور وکالت اس کمیشن کے دائرہ کار سے باہر ہے؟

7- اگر کمیشن کے دائرہ کار میں مسلمانوں کے حقوق شامل نہیں ہیں، تو اس کمیشن کا نام اقلیتی حقوق کمیشن کیوں نہیں رکھا جاتا؟

8- اگر کسی مسلمان کی طرف سے عیسائیوں کو مسلمان بنانے کے لیے اس طرح کے اشتہار کے ذریعے دعوت دی جاتی تو کیا انسانی حقوق کمیشن اس طرح سکوت اختیار کرتا؟

قارئین کرام! ہم ابھی سے پیشین گوئی کرتے ہیں کہ این جی اوز اور انسانی حقوق کمیشن کے محققین اس واقعہ کی ''تحقیق'' فرمانے کے بعد اس کی ذمہ داری بھی مسلمانوں پر ڈالیں گے اور پادری صاحب کے ''اظہار رائے کی آزادی کے تحفظ'' کے لیے اپنا بھرپور تعاون پیش کریں گے۔

بعض افراد یہ کہہ کر ولیم مسیح پادری کا دفاع کر سکتے ہیں کہ اس نے یہ گستاخانہ کلمات بعض مسلمان علماء کی کتابوں سے نقل کیے ہیں۔ وہ یہ سوچنے کی زحمت ہرگز گوارا نہیں کریں گے کہ یہ اقتباسات سیاق وسباق کے بغیر نقل کیے گئے ہیں اور یہ کہ ان علماء پر یہ صریحا بہتان تراشی ہے کہ انہوں نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مثلاً اشتہار میں مولانا اشرف علی تھانوی کا نام گرامی بھی لکھا گیا ہے مگر ان کی کسی تصنیف کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔ مولانا تھانوی کی تصانیف' ان کے عقائد اور حب رسولؐ کے متعلق معمولی سا علم رکھنے والا شخص ولیم پادری کی ان سے منسوب اس طرح کی کسی بھی بات کو جھوٹ اور افترا پردازی ہی قرار دے گا۔ اسی طرح ''تقویۃ الایمان'' سے بھی ایک آدھ جملہ جو نقل کیا گیا ہے' مصنف کے پیش نظر اس کا وہ مفہوم ہرگز نہیں تھا جو افترا پرداز پادری نے سمجھا ہے یا دوسروں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

علم غیب کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف علماء کی جانب سے قرآن وحدیث کی روشنی میں مختلف تعبیرات پیش کی گئی ہیں۔ موحد علما کا ایک گروہ علم غیب کو اللہ تعالیٰ سے ہی مخصوص قرار دیتا ہے' اس میں کسی مخلوق کی شراکت کو وہ شرک قرار دیتا ہے جبکہ پاکستان کے علما بالخصوص بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے حضور اکرمﷺ کی ذات میں علم غیب کے ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں مگر وہ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ نبی اکرم کو یہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی دیا گیا تھا۔ ان کا اپنا نہیں تھا۔ گویا حقیقی عالم غیب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس موضوع پر ''تقویۃ الایمان'' میں مفصل بحث ملتی ہے۔ عیسائی پادری کا علمی درجہ اس قدر نہیں ہے کہ وہ ان دقیق بحثوں کو سمجھ پاتا' البتہ اپنے خبث باطن کے اظہار کے لیے اس نے ایک آدھ جملہ یا چند الفاظ عبارت سے الگ کر کے اپنے واہیات دعویٰ کی تائید میں پیش کر دیئے ہیں۔

پادری ولیم مسیح نے جو منطق' استدلال' عقلیات جیسی علمی صلاحیتوں سے بے بہرہ لگتا ہے' اپنے تئیں چند الفاظ نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ''ہر پوشیدہ بات کا علم رکھتے تھے مگر مسلمانوں کے پیغمبر کے پاس ہر پوشیدہ بات کا علم نہیں تھا''۔ نہیں معلوم' اس کوتاہ فکر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات طیبہ کا بغور مطالعہ کیا بھی ہے یا نہیں۔ اگر وہ ان کی سیرت کے متعلق واجبی علم بھی رکھتا تو یہ لغو دعویٰ کبھی نہ کرتا۔ اسے اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ''ہر بات کا پوشیدہ علم رکھتے'' تو انہیں یہودیوں کی اپنے خلاف سازش کا بروقت علم ہو جاتا۔ انہیں تو آخر وقت تک معلوم نہ تھا کہ یہودی انہیں مصلوب کرنے کے ناپاک عزائم بھی رکھتے ہیں!!

سیالکوٹ کا پاکستانی عیسائیوں کے لیے وہی مقام ہے' جو چناب نگر (ربوہ) کا قادیانیوں کے

لیے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل ربوہ کا سیالکوٹ سے گہرا تعلق ہے۔ جھوٹی نبوت کے داعی مرزا قادیانی کی اٹھان سیالکوٹ شہر سے ہوئی تھی۔ وہ 1864ء سے لے کر 1868ء تک سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر آفس میں بطور کلرک ملازمت کرتا رہا تھا۔ یہیں سب سے پہلے اس کی ملاقات عیسائی پادریوں سے ہوئی تھی۔ سیالکوٹ شروع ہی سے عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کا اہم مرکز رہا ہے۔ یہ لاہور سے بھی بڑا عیسائی مرکز رہا ہے۔ ضلع سیالکوٹ میں عیسائیوں اور قادیانیوں کی اچھی خاصی تعداد اب بھی موجود ہے جو آئے روز فتنہ برپا کرتی رہتی ہے۔

گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کے درمیان ایک پٹی ہے جہاں عیسائی مشنری ''تاکستان'' کے نام سے اپنی سٹیٹ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ کئی صحافیوں نے اپنے کالموں میں عیسائیوں کے اس خفیہ ناپاک منصوبے کی نشاندہی کی ہے۔ ''تاک'' بائبل میں مقدس انگور کو کہتے ہیں' تاکستان کا نام اسی حوالہ سے ہے۔ یہ علاقہ عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کا گڑھ ہے جہاں وہ سادہ لوح مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا ہر فریب انگیز حربہ استعمال کر رہے ہیں جہاں ترقی اور مادی سہولیات کا لالچ دے کر غریب دیہاتیوں کو ان کے دین سے منحرف کر رہے ہیں۔ راقم الحروف کو ایک سی ایس پی آفیسر نے بتایا' جو ضلع سیالکوٹ کے چار سال ڈپٹی کمشنر رہے ہیں کہ ایک دفعہ عیسائیوں کا ایک گروہ ان سے ملنے آیا۔ انہوں نے درخواست پیش کی کہ انہیں ضلع سیالکوٹ کے فلاں فلاں گاؤں میں ''ترقیاتی'' کام کرنے کی اجازت دی جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اجازت دے دی۔ البتہ ایجنسیوں کو حکم دیا کہ ان کی سرگرمیوں کو نگاہ میں رکھیں۔

ایجنسیوں نے جو رپورٹ دی اس کے مطابق عیسائی مشنریوں کا طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے وہ ایک خاص گاؤں منتخب کرتے ہیں۔ شروع کے مرحلے میں اس گاؤں کی صفائی کرتے ہیں اور نالیوں کو پختہ بناتے ہیں۔ کوڑا کرکٹ جمع کرنے کا بندوبست کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد اس گاؤں میں ہیلتھ ڈسپنسری قائم کر کے وہاں کے باشندوں کا مفت علاج کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کچھ ہفتوں بعد وہاں سکول قائم کرتے ہیں۔ وہاں کے غریب والدین کے بچوں کی مفت تعلیم کے ساتھ ساتھ' ان کے لباس اور خوراک وغیرہ کا بندوبست بھی کرتے ہیں۔ اس دوران خفیہ غیر محسوس طریقے سے لوگوں کو عیسائیت کی طرف مائل کرتے رہتے ہیں۔ وہ لوگوں کو کہتے ہیں کہ دیکھیں جی! ہم مسلمان نہیں ہیں لیکن ہمیں آپ کا کس قدر خیال ہے۔ ہم آپ کی یہ امداد اس لیے کر رہے ہیں کیونکہ ہمارے مذہب کا ہمیں حکم ہے۔

ڈسپنسری کے ذریعے شعبدہ بازی کی جاتی ہے۔ پہلے دن آنے والے مریضوں کو بوتلوں میں پانی بھر کر دیا جاتا ہے یا ایسی دوائی دی جاتی ہے جس کا الٹا اثر پڑتا ہے۔ انہیں کہا جاتا ہے کہ وہ یہ دوائی استعمال کرتے ہوئے بار بار اپنے نبی محمد ﷺ کا ذکر بھی ضرور کریں۔ دو تین دن کے بعد جب وہ مریض واپس آتے ہیں تو وہ شکایت کرتے ہیں کہ مرض بدستور باقی ہے یا مزید بڑھ گیا ہے تو انہیں دوائی بدل کر دی جاتی ہے اور انہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ دوائی کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی کرتے رہیں۔ کچھ دنوں بعد وہ سادہ لوح آ کر بتاتے ہیں کہ اس طرح دوائی استعمال کرنے سے وہ ٹھیک ہوگئے ہیں تو

عیسائی پادری انہیں کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام میں اس قدر برکت ہے' تو ان کا مذہب اختیار کرنے میں کس قدر فائدہ ہوگا۔ اس کا آپ خود ہی اندازہ لگا لیں۔ بہرحال جب 20 کے قریب لوگ عیسائی بن جاتے ہیں تو اس بستی میں چرچ قائم کر دیا جاتا ہے۔

مسلمانوں کی دل آزاری پر مبنی سیالکوٹ میں عیسائی پادری کی جانب سے یہ پہلی واردات نہیں ہے۔ ایسی مکروہ سرگرمیاں تسلسل سے سامنے آتی رہتی ہیں۔ آج سے چند ماہ قبل سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں چند اوباش عیسائی نوجوانوں نے ایک مسلمان لڑکی کو اغوا کیا' اس کو مسلسل ایک ہفتہ تک ''ریپ'' کا نشانہ بناتے رہے۔ اخبارات میں اس کے متعلق خبر شائع ہوئی تو ہم نے اخباری تراشہ عاصمہ جہانگیر کو اس درخواست کے ساتھ ارسال کیا کہ انسانی حقوق کمیشن اس مظلوم مسلمان لڑکی کے حقوق کے لیے جدوجہد کرے اور اس واقعہ کی خبر اپنے رسالہ ''جہد حق'' میں شائع کرے' مگر اس پر کوئی قدم نہ اٹھایا گیا۔ Marital Rape کے لیے عمر قید کی سزا تجویز کرنے والی حقوق نسواں کی یہ نام نہاد علمبردار ایک حقیقی ریپ شدہ مسلمان لڑکی کو انصاف دلانے کے لیے کوئی قدم اٹھانے کو تیار نہیں ہے!!

تعزیرات پاکستان کی رُو سے کوئی ایسا لٹریچر شائع کرنا سنگین جرم ہے جس میں کسی قسم کا فرقہ وارانہ مواد پایا جاتا ہو یا اور اس سے کوئی فرقے کے دل آزاری ہوتی ہو۔ 295-سی کے مطابق گستاخ رسول کی سزا موت ہے۔ حکومت آئے دن قابل اعتراض مواد کی اشاعت پر مقدمے درج کرتی رہتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ گستاخ رسول پادری مسیح کی طرف سے توہین رسالت پر مبنی مذکورہ بالا اشتہار حکومت پنجاب کے نوٹس میں نہیں ہے؟ اگر ایسا ہے تو تسلیم کر لینا چاہیے کہ حکومتی ایجنسیاں اپنے فرائض کی بجا آوری میں غفلت سے کام لے رہی ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ حکومت اس وقت کارروائی کرے جب لوگ احتجاج کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئیں یا کسی گستاخ رسول کو خود ہی سزا دے دیں۔ سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر صاحب جو اپنے ضلع میں قانون کی عملداری کے ذمہ دار ہیں اور اس طرح کے قابل اعتراض مواد کو فوری ضبط کرنا بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ کیا وہ اب تک اس واقعہ سے بے خبر ہیں؟ کیا وہ انتظار کر رہے ہیں کہ اس گستاخانہ جسارت پر مشتعل ہو کر مسلمانوں کا کوئی گروہ ان کے دفتر کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کرے تو وہ کوئی قدم اٹھائیں گے......!!

اگر حکومت بوجوہ ایک گستاخ رسول پادری کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کرنے میں کسی قسم کے تامل کا شکار ہے تو سیالکوٹ میں موجود دینی جماعتوں کے راہنما بے عملی کا شکار کیوں ہیں؟ انہوں نے اب تک توہین رسالت کے اس واقعے کا نوٹس کیوں نہیں لیا؟ درخواست گزار خاتون نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اس اشتہار سے کافی لوگ متاثر ہو کر گمراہ ہو رہے ہیں۔ کیا علمائے دین اپنے ہم مذہب مسلمانوں کے عیسائی بننے کا یونہی خاموشی سے تماشہ دیکھتے رہیں گے؟ کیا سیالکوٹ میں عیسائی پادریوں کی توہین رسالت پر مبنی ذلیل حرکتیں یونہی جاری رہیں گی......؟ حکومت اور مسلمانوں کے لیے مقامِ فکر ہے!!

اداریہ ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی

''مقابلہ حسن'' اور توہین رسالت کا ارتکاب

امسال جس بڑے پیانے پر اور منظم انداز میں دنیا بھر میں توہین رسالت کے واقعات کا ارتکاب ہو رہا ہے اس سے اس شبہ کو تقویت ملتی ہے کہ ان واقعات کا ارتکاب کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہو رہا ہے جس کا مقصد اسلام کی تضحیک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے حوالے سے پائے جانے والے مذہبی جذبات کو سرد کرنا اور آپؐ کی ذات سے مسلمانوں کو دُور کرنا ہے۔ نائیجیریا میں توہین رسالت کا حالیہ واقعہ ''مقابلہ حسن'' کے موقع پر رونما ہوا۔ ذرائع ابلاغ کے مطابق ''دِس ڈے'' نامی ایک اخبار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نعوذ باللہ جو انتہائی بے ہودہ اور توہین آمیز الفاظ شائع کیے ہیں انہیں پڑھ کر ایک مسلمان کا تو وجود ہی لرز جاتا ہے' چہ جائیکہ انہیں یہاں تحریر کیا جائے۔ ان الفاظ کی اشاعت کے بعد نائیجیریا میں جو ردعمل سامنے آیا' اخبارات میں شائع ہونے والی اس کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں:

> نائیجیریا میں حسینۂ عالم کے مقابلے اور نبی آخر الزماںؐ کی شان میں گستاخی کے خلاف بدترین مذہبی فسادات پھوٹ پڑے ہیں۔ اس دوران 105 افراد ہلاک اور 200 سے زائد زخمی ہوئے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق نائیجیریا کے شہر کادونہ میں تین روز سے جاری پرتشدد مظاہروں نے جمعہ کے روز شدت اختیار کر لی۔ سینکڑوں مسلمان نوجوان نماز جمعہ کے بعد سڑکوں پر نکل آئے اور مس ورلڈ مقابلے کے انعقاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے اخبار کے خلاف نعرے لگائے۔ کادونہ شہر کی آدھی آبادی عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ مظاہرے کے دوران مسلمانوں اور عیسائیوں میں جھڑپیں شروع ہوگئیں۔ نوجوانوں نے کئی چرچوں' مسجدوں' گھروں اور عمارتوں کو آگ لگا دی اور لوٹ مار کی۔ مظاہرین نے ٹائر جلا کر شہر کی سڑکیں بند کر دیں۔ شدید فسادات سے خوفزدہ ہو کر سینکڑوں افراد نے پولیس بیرکوں میں پناہ لے لی ہے۔

شہر کی گلیوں اور سڑکوں پر مسلمانوں اور عیسائیوں میں لڑائی جاری ہے۔ عالمی ریڈ کراس نے تصدیق کی ہے کہ فسادات میں مرنے والے 105 افراد کی شناخت کر لی گئی ہے۔ 2 سو سے زائد زخمی ہیں۔ مزید ہلاکتوں کا خطرہ ہے۔ حکام نے کادونہ میں 24 گھنٹے کا کرفیو نافذ کر دیا ہے۔ واضح رہے کہ نائیجیریا کے علماء نے مقابلۂ حسن کو فحاشی کا فروغ قرار دیتے ہوئے حکومت سے اس پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا تھا تاہم حکومت نے اس کا جواب نہیں دیا۔ ادھر مس ورلڈ مقابلے کے منتظمین کا کہنا ہے کہ ان کا نائیجیریا کے فسادات سے کوئی تعلق نہیں۔ مقابلۂ حسن شیڈول کے مطابق منعقد ہوگا۔ اے ایف پی کے مطابق نائجیریا کے دارالحکومت ابوجا سمیت دیگر شہروں میں بھی صورت حال کشیدہ ہے جہاں مسلمانوں کے مظاہرے جاری ہیں۔ پولیس اور فوج کی بھاری نفری اہم جگہوں پر تعینات ہے۔ حکام نے مسافر بسوں اور گاڑیوں کی تلاشی کے دوران کئی افراد سے بھاری اسلحہ برآمد کر لیا ہے۔ عینی شاہدین کے مطابق ابوجا کی مرکزی جامع مسجد کے قریب عمارتوں سے دھواں اٹھتا دکھائی دے رہا ہے۔ اے ایف پی کے مطابق نائیجیریا کے دارالحکومت ''ابوجا'' میں نماز جمعہ کے بعد جلوس نکالنے والے مسلمانوں نے پولیس والوں پر حملے کیے اور مرکزی مسجد کے سامنے پولیس کی دو گاڑیاں جلا ڈالیں جبکہ شہر کے ایک اور علاقے میں درجنوں عام گاڑیاں نذر آتش کر دی گئیں۔ پولیس نے مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس استعمال کی اور درجنوں افراد کو گرفتار کر لیا۔ عینی شاہدین کے مطابق پولیس نے مظاہرین پر گولیاں بھی چلائیں۔ (روزنامہ ''خبریں'' کراچی 23 نومبر 2002ء)

شان رسالت میں گستاخی' نائیجیریا میں احتجاج دوسرے دن بھی جاری' 200 افراد ہلاک

لاگوس اور کادونہ میں احتجاجی مظاہروں اور جھڑپوں میں 600 سے زائد افراد زخمی' کادونہ میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ متعدد عمارتوں اور گرجا گھروں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ مختلف علاقوں میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جھڑپیں۔

لاگوس (ریڈیو رپورٹ) نائیجیریا کے دارالحکومت لاگوس اور شمالی شہر کادونہ میں شانِ رسالت میں گستاخی اور اگلے ماہ ہونے والے حسینۂ عالم کے مقابلے کے خلاف ہونے والے احتجاجی مظاہروں اور جھڑپوں میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد 200 سے زائد ہو گئی ہے اور شہر کادونہ میں فوری طور پر کرفیو نافذ کر دیا گیا ہے۔ ریڈ کراس والوں کا کہنا ہے کہ ہنگاموں میں 600 سے زائد افراد زخمی

ہوئے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمان نوجوانوں نے شہر کے مضافات میں توڑ پھوڑ اور ہنگامہ کیا' ٹائر جلائے اور متعدد عمارتوں اور گرجا گھروں کو نذرِ آتش کیا۔ اس موقع پر مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جھڑپیں ہوئیں۔ بی بی سی کے مطابق کادونہ میں گزشتہ دو سال سے امن و امان کی صورت حال انتہائی خراب ہے اور پورا شہر مسلمان اور عیسائی آبادی میں بٹا ہوا ہے۔ دو سال قبل بھی وہاں شدید فسادات ہوئے تھے جن میں دو ہزار سے زائد افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ (روزنامہ ''جنگ'' کراچی 23 نومبر 2002ء)

مقابلہ حسن ضرور ہونا چاہیے......صدر نائیجیریا

لاگوس (اے ایف پی) نائیجیریا کے صدر اولوسگن اوبانجو نے کہا ہے کہ مقابلۂ حسن کے منتظمین خود کو نائیجیریا میں ہونے والے فسادات کا ذمہ دار سمجھیں۔ منتظمین کو چاہیے کہ وہ مقابلے کے شرکاء کو تحفظ دیں اور محبت سے پیش آئیں۔ یہ مقابلہ ضرور ہونا چاہیے۔ نائیجیرین صدر نے کہا کہ ''دِس ڈے'' اخبار کا مضمون کسی اور موقع پر بھی چھپتا تو ایسی ہی صورتِ حال پیش آتی۔ (روزنامہ ''خبریں'' کراچی 23 نومبر 2002ء)

اس حوالے سے ہمارا تبصرہ وہی ہے جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ترجمان نے اپنے جاری کردہ ایک بیان میں اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کیا۔ ترجمان کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو مقابلۂ حسن میں حصہ لینے والی اخلاق باختہ خواتین سے متہم کرنا بدترین توہین رسالت ہے' جس کا مقصد مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کو معاف کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں کیونکہ یہ حقوق العباد کا معاملہ ہے۔ اس لیے جب تک صاحب معاملہ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے معاف نہ کر دیں اور کوئی شخص اسے معاف نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک اس جرم کی معافی کا تصور تھا لیکن اب اس جرم کی معافی ممکن نہیں۔ حقوقِ انسانی کا شور مچانے والے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے انسانی حقوق کو کیوں بھول جاتے ہیں۔ دنیا بھر میں توہین رسالت کے بڑھتے ہوئے واقعات قابل تشویش ہیں۔ دو سو افراد کی ہلاکت کے بعد مقابلۂ حسن کی منتقلی فسادات کا دروازہ کھول کر راہِ فرار اختیار کرنے کی کوشش ہے۔ نائیجیریا میں مقابلۂ حسن کے بہانے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا انسانیت سے گری ہوئی حرکت ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ مقابلۂ حسن کے منتظمین نے دو سو افراد کی ہلاکت پر افسوس تک ظاہر نہیں کیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں انسانی جانوں کی کوئی قیمت نہیں۔ متعدد وجوہات کی بنا پر ان مقابلوں کی مذمت کی جاتی ہے کیونکہ یہ ہر قسم کی حدود و

قیود سے آزاد ہو کر منعقد کیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے نہ صرف مذہبی بلکہ اخلاقی بنیادوں پر بھی ان کے انعقاد کا کوئی جواز نہیں ہوتا اور یہ محض اخلاق باختگی اور حیا سوزی کے فروغ کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں اور معاشرے کو جنسی ہیجان کی سمت لے جاتے ہیں۔ انہوں نے ان واقعات کو ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس کے پس پشت جو عناصر کارفرما ہیں عالمی سطح پر ان کی بیخ کنی ضروری ہے۔ واضح رہے کہ گزشتہ ماہ امریکی پادری جیری فال ویل نے بھی توہین رسالت کا ارتکاب کیا تھا جس کے خلاف پوری دنیا میں شدید احتجاج ہوا تھا اور اب پھر توہین رسالت کے اس نئے واقعہ کے خلاف شدید ردعمل سامنے آ رہا ہے۔ ہم اس میں یہ اضافہ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ توہین رسالت کے ارتکاب پر معافی چاہنا اس مسئلہ کا حل نہیں بلکہ یہ پتہ لگایا جائے کہ یکدم اس کا ارتکاب کیوں شروع ہو گیا ہے اور اس کا سدباب کیا جائے ورنہ اگر مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے تحفظ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو دنیا کی کوئی طاقت ان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکے گی۔ اسلامی دنیا کے سربراہوں کو چاہیے کہ وہ سرکاری سطح پر احتجاج کر کے توہین رسالت کے واقعات کا نوٹس لیں۔

قاضی کاشف نیاز

مسلمان ناموسِ رسالت ﷺ اور غیرت پر جان کیوں دیتے ہیں؟

نائیجیریا میں مقابلۂ حسن کے تنازعہ کے پس منظر پر تحقیقی تحریر

گزشتہ ماہ نائیجیریا میں مقابلہ حسن کے انعقاد کے خلاف مسلمانوں نے زبردست احتجاج کیا۔ کئی دنوں تک جاری مظاہروں میں 200 سے زائد افراد ہلاک ہوگئے۔ ہم اس بات پر متعجب تھے کہ ایک ایسے عالم میں جبکہ پورے عالم اسلام پر کفر کی جابرانہ و ظالمانہ یلغار ہو رہی ہے' ہر طرف مسلمانوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ جنوبی کوریا' امریکہ' فرانس اور جاپان کے لاکھوں غیر مسلم تو امریکی ظلم کے خلاف پرجوش صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں لیکن مسلمانوں کے کسی بھی ملک میں کوئی جاندار ردعمل نہیں۔ یوں لگتا ہے کہ ہم نے موت اور تباہی کو اپنی قسمت سمجھ کر قبول کر لیا ہوا ہے اور یہ کافر کسی جلاد اور قصائی کی طرح جب اور جس خطے کے مسلمانوں کو چاہتے ہیں' باری باری کاٹنا اور ذبح کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ہم بھی اپنے آپ کو بے زبان بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہونے کے لیے رضا کارانہ طور پر پیش کیے جا رہے ہیں۔ بوسنیا اور کوسووا سے لے کر افغانستان اور اب عراق کا مذبح خانہ ہمارا منتظر ہے تو ایسی بے چارگی و درماندگی کے عالم میں یہ بجلی کی سی کوندیں اچانک کہاں سے لپکنے لگیں..... یہ نائیجیریا کے مسلمانوں میں کس نے اس قدر غیرت وحمیت کا انجکشن بھر دیا کہ پوری دنیا میں لاکھوں مسلمانوں کے قتل پر تو یہ اتنا نہ بھڑکے لیکن ایک مقابلۂ حسن کو برداشت نہ کر سکے اور وہ بھی ایک ایسے ملک میں جس کا صدر بھی ایک عیسائی ہے۔ یہاں ہمارے ایک کلمہ گو صدر کے سایۂ صدارت میں اور ایک اسلامی جمہوریہ قرار دیئے گئے ملک میں تو مدارس و مساجد پر پابندیاں لگ رہی ہیں۔ نصاب تعلیم سے قرآن کو نکالا جا رہا ہے اور پورا ملک ہی امریکہ کی جھولی میں رکھ دیا گیا ہے کہ اس میں سے وہ جو چاہے

اور جسے چاہے اٹھا لے۔ جتنے چاہے ایمل کانسی اور یوسف رمزی ایسے کلمہ گو مسلمانوں کو اپنے آہنی شکنجوں میں کس لے اور جو چاہے ان کے ساتھ سلوک کرے لیکن یہ سارے چودہ کروڑ مسلمان ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کے مصداق محض ایک تماشائی کے کردار تک محدود ہیں' ان کی اکثریت دل سے ان پالیسیوں کے خلاف ہونے کے باوجود عمل کے میدان میں آنے کو تیار نہیں اور پورے عالم اسلام کی بھی مجموعی طور پر یہی صورت حال ہے تو پھر نائیجیریا کے مسلمان محض مقابلۂ حسن کے انعقاد پر اس قدر کیسے بھڑک اٹھے؟ ہماری یہ حیرت ابھی جاری تھی کہ اس قضیے کا عقیدہ آہستہ آہستہ وا ہوتا گیا۔ پہلے تو یہی معلوم ہوا کہ محض مقابلۂ حسن کے انعقاد کے خلاف مسلمانوں نے زبردست عمل کا اظہار کیا جس کے نتیجے میں سینکڑوں افراد مارے گئے اور کئی چرچ بھی نشانہ بنے۔ بعد میں یہ خبر بھی سامنے آئی کہ مسلمان دراصل توہین رسالت ﷺ کے خلاف مشتعل ہوئے تھے اور اس ردعمل میں مقابلہ حسن کو بھی ایسا روندا گیا کہ وہ بالاخر لندن جا کر انعقاد پذیر ہوسکا۔ معاملہ ابھی بھی واضح نہیں ہوا تھا کہ توہین رسالت ﷺ اور مقابلۂ حسن کا آپس میں کیا جوڑ ہے؟ توہین رسالت ﷺ کے خلاف ردعمل کا نزلہ آخر مقابلۂ حسن پر ہی کیوں گرا؟ اخبارات اس بات کو واضح نہیں کر رہے تھے۔ یہ گتھی بالاخر اس طرح سلجھی کہ ایک دن انٹرنیٹ پر بی بی سی کی سائٹ دیکھی تو اس میں نائیجیریا کے ان فسادات کی نہ صرف اصل وجہ آشکار ہوئی بلکہ توہین رسالت ﷺ اور مقابلہ حسن کا سارا باہمی تعلق واضح ہوگیا۔ بی بی سی کی اس سائٹ سے ان سارے فسادات کا پس منظر یہ معلوم ہوا کہ نائیجیریا کے غیرت مند مسلمان اپنے ملک میں عالمی مقابلہ حسن کے انعقاد پر برافروختہ تو تھے ہی اور اس سلسلے میں ان کا احتجاج بھی جاری تھا لیکن جلتی پر تیل کا کام ایک مقامی عیسائی اخبار دِس ڈے (This Day) میں ایک ملعونہ صحافی ازومہ ڈینیل (Isioma Daniel) کے اس تبصرے نے کیا جس میں مقابلۂ حسن کے خلاف مسلمانوں کے احتجاج کو نہ صرف رد کیا گیا اور اس کا تمسخر اڑایا گیا بلکہ اس پر زہریلا تبصرہ کرتے ہوئے زبانِ طعن ختمی المرتبت نبی اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ اقدس تک دراز ہوگئی اور بڑی گستاخی' بے باکی اور بے شرمی سے بداخلاقی کی تمام حدیں پار کرتے ہوئے ایک پیغمبر کی ردائے عزت پر الزامات کے چھینٹے اُڑاتے ہوئے لکھا گیا:

> "اگر پیغمبر اسلام ﷺ اس مقابلے کو دیکھتے تو شاید وہ اس مقابلے میں شریک ہونے والی خواتین میں سے کسی ایک سے شادی کر لیتے"۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
>
> (23-11-02-BBC urdu.com)

اب دنیا کا کوئی بھی غیر جانبدار منصفانہ ذہن رکھنے والا شخص یہ بتائے کہ کیا کسی مذہب کی سب سے مقدس ترین شخصیت پر اس قدر غیر اخلاقی اور وہ بھی فرضی الزامات لگانے کے بعد اس مذہب کے ماننے والوں کے جذبات نہ بھڑکنے کی امید رکھی جاسکتی ہے؟ حاشا وکلا حیرانی کی بات یہ ہے کہ نام نہاد مہذب عیسائی دنیا نے ایک بدکار سے بدکار اور کرپٹ ترین' لچے لفنگے' زانی' چور اور ڈاکو کی ہتک عزت کے قانون بنائے ہوئے ہیں لیکن اگر کسی کی عزت محفوظ نہیں تو وہ ان ہستیوں کی شخصیت ہے جس

سے زیادہ صاف ستھرا اور اُجلا و پاکیزہ کردار کوئی قیامت تک پیش نہیں کر سکتا۔

ہمارے ہاں اکثر یہ سمجھا جاتا ہے کہ عیسائی ہمارے پیغمبر کی ذات پر جو رکیک حملے کرتے ہیں تو یہ سب کچھ مذہبی تعصب کی وجہ سے ہوتا ہے اور ایسا ہر مذہب کے لوگ دوسرے مذہب کی اہم شخصیات کے خلاف کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ انبیاء کرام کے معاملے میں مسلمانوں کا معاملہ دوسرے اہل مذاہب سے بالکل جدا ہے۔ مسلمانوں کو تو اسلام نے یہاں تک تعلیم دی ہے کہ کسی دوسرے اہلِ مذاہب کے معبودوں کو بھی گالی نہ دو کہ اس طرح وہ تمہارے معبود کو برا بھلا کہیں گے"۔

(الانعام: 108)

اس لیے مسلمان کسی بھی مذہب کے پیغمبر کی کسی بھی مذہبی تعصب میں آ کر توہین کا تصور بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے ہاں تو محمد ﷺ کی طرح تمام پیغمبروں کا یکساں احترام ان کے ایمان کی مبادیات میں شامل ہے جس کے بغیر وہ مسلمان بھی نہیں رہ سکتے۔

دوسری بات یہ کہ آج ہم چاہتے ہیں کہ اس سارے معاملے کی پوری تحلیل نفسی کر دی جائے اور اصل حقائق دنیا کے سامنے کھول کر رکھ دیے جائیں تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ

- کیا عیسائی واقعی محض مذہبی تعصب میں آ کر مسلمانوں کے پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی گستاخی کرتے ہیں یا ان کے نزدیک کسی پیغمبر کی عزت کی کوئی اہمیت ہی نہیں؟
- اور آخر کیا وجہ ہے کہ عیسائیوں کے ہاں کسی پیغمبر کی توہین کر دینا کوئی مسئلہ نہیں لیکن مسلمان توہین رسالت ﷺ کو برداشت نہیں کر سکتے اور ناموس رسالت ﷺ اور غیرت پر جان دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

تو آج ہم اپنے قارئین اور ساری دنیا کے اہل فکر ونظر کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان دونوں سوالوں کا ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ عیسائی محض مذہبی تعصب میں آ کر ہمارے پیغمبر کی شان اقدس میں گستاخی نہیں کرتے بلکہ ان کے ہاں درحقیقت کسی بھی پیغمبر کی وہ عزت اور اخلاقی مقام ہی نہیں جو ایسی عظیم ہستی کا ہونا چاہیے۔ ان کے ہاں عام کتابوں میں نہیں بلکہ ان کی مقدس ترین کتاب "بائبل" میں شاید ہی کوئی پیغمبر ایسا بچا ہو جس پر شرمناک حد تک کوئی نہ کوئی قبیح اخلاقی الزام عائد نہ کیا گیا ہو۔ ہمارے ہاں تو پیغمبر کے اصحابؓ بھی دنیا کے مقدس ترین افراد ہوتے ہیں اور ان پر کوئی زبانِ طعن دراز کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا بلکہ ہمارے اولیاء کی گستاخی کا بھی کوئی تصور نہیں کر سکتا لیکن عیسائیوں کی مقدس کتابوں میں پیغمبروں کی ذات پر بے دھڑک ہر الزام ایسے لگا دیا جاتا ہے جیسے مغربی جمہوری انتخابات میں امیدوار ایک دوسرے کی پگڑیاں اُچھالنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے بلکہ اسے اپنا فرض منصبی سمجھتے اور یہ کھیل جیتنے کا لازمی حصہ گردانتے ہیں۔ عیسائیوں کی مقدس کتابوں میں جنہیں یہ الہامی بھی کہتے ہیں، پیغمبروں کو چور، ڈاکو، زانی، خائن، کذاب، بت پرست، حریص، دغاباز اور نجانے معاذ اللہ کیا کیا ... یا اور کہا گیا ہے۔ ہمارا قلم ان سب باتوں کو تفصیل کے ساتھ نقل تو نہیں کر سکتا کیونکہ پیغمبروں جیسی

عظیم ہستیوں پر یہ ایسے اخلاق سوز الزامات ہیں کہ جنہیں حیاء بھی بیان کرنے سے مانع ہے اور قلم بھی لرزاں ہو جاتا ہے۔ محض چند چیدہ چیدہ جھلکیاں اور حوالہ جات بطور ثبوت پیش کیے جائیں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عیسائیوں کے ہاں کسی بھی پیغمبر کا کوئی اخلاقی مقام نہیں ہوتا اور بس وجہ بھی یہی ہے کہ مسلمان تو ناموسِ رسالتﷺ پر جان دے دیتے ہیں اور توہین رسالتﷺ کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے لیکن عیسائیوں کے ہاں نہ صرف محمدﷺ بلکہ کسی بھی پیغمبر کی توہین کر دینا یا ہو جانا کوئی مسئلہ نہیں۔ ایک عام عقلی بات ہے کہ جسے اپنے ماں باپ کے بارے میں خیال ہو کہ وہ بدکار اور کرپٹ ہیں تو بھلا ان کے لیے وہ کبھی جان نثار کرنے کا جذبہ کیسے پیدا کر سکتا ہے؟ یہ جذبہ تو اس میں پیدا ہوتا ہے جو اپنے ماں باپ کو بے داغ اور اعلیٰ کردار کا مالک سمجھتا ہو۔ ماں باپ تو پھر خونی رشتہ ہوتا ہے جن کے کئی قصور انسان نظر انداز کر سکتا ہے لیکن جن کے ساتھ صرف روحانی رشتہ ہو'ان کے بارے میں جب تک سو فیصد یقین نہ ہو کہ وہ اخلاقی برائیوں سے پاک ہیں' انسان ان کے لیے جذبۂ جان نثاری پیدا کر ہی نہیں سکتا۔ عیسائیوں نے چونکہ اپنی نفس پرستی کے لیے بائبل میں تحریف کر کے انبیاء کا کردار حد درجہ مسخ کیا ہوا ہے' اس لیے وہ ناموسِ رسالتﷺ کے تقاضے اور اس پر مسلمانوں کے جذبات کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ذیل کے حوالہ جات سے نہ صرف ہمارے اس دعوے کی تصدیق ہو جائے گی بلکہ یہ بھی معلوم ہوگا کہ عیسائیوں کا یہ قدیم دعویٰ جھوٹا ہے کہ قرآن بائبل سے ماخوذ ہے۔ اگر قرآن بائبل سے ماخوذ ہوتا تو وہ بائبل کے برعکس تمام انبیاء کو یہود و نصاریٰ کے ہر الزام سے بری کیسے قرار دیتا۔ اس سے تو اُلٹا قرآن کے اس دعوے کی تصدیق ہوتی ہے کہ بائبل ایسی کتاب جس میں پیغمبروں پر ایسے قبیح اخلاقی الزامات موجود ہوں' وہ مکمل الہامی نہیں ہو سکتی۔ یقیناً وہ قرآن کے دعوے کے مطابق انسانی تحریف کا شکار ہوئی ہے ورنہ اس میں انبیاء کرام کی ذات پر ایسا کیچڑ نہ اچھالا گیا ہوتا۔ ویسے عیسائیوں نے برطانیہ اور کئی دوسرے عیسائی ملکوں میں قانون توہین مسیح علیہ السلام (Law of blasphemy) بھی بنایا ہوا ہے۔ لیکن اس معاملے میں بھی وہ دوہرے تضادات کا شکار ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ غیر عیسائیوں کو تو عیسیٰ کی توہین پر قابلِ سزا سمجھتے ہیں لیکن خود نہ دوسرے مذاہب کے پیغمبروں کو یہ مقامِ عزت دینے کے قائل ہیں اور نہ ہی اپنے پیغمبر کی ایسی ناموس کے قائل ہیں۔ ان باتوں کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ مسلمانوں نے جب قانون توہین مسیح علیہ السلام (Law of blasphemy) کی طرح قانون توہین رسالتﷺ بنایا تو اس کو عیسائیوں نے کبھی بھی تسلیم نہیں کیا۔ وہ نہ صرف پیغمبر اسلام محمد مصطفیٰﷺ کی آئے دن توہین جاری رکھے ہوئے ہیں بلکہ امریکہ' برطانیہ اور کئی دوسرے عیسائی ملکوں کے ذریعے پاکستان پر یہ قانون منسوخ کرنے کے لیے دباؤ ڈلوایا جاتا رہتا ہے۔ دوسری بات کا ثبوت یہ کہ عیسائیوں نے قانون توہین مسیح علیہ السلام بنانے کے باوجود خود اپنے پیغمبر کی توہین جاری رکھی ہوئی ہے' جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا احترام کرنے کی صرف غیر عیسائیوں پر پابندی ہے۔ خود عیسائیوں کو اس کی کوئی پروا نہیں۔ اس کا ثبوت بائبل میں داخل کیے گئے وہ مندرجات ہیں جن میں تمام انبیاءؑ سمیت خود عیسیٰ علیہ السلام کی بھی توہین کی گئی

ہے۔

ان مندرجات کے حوالہ جات پیش کرنے سے پہلے ہم یہ بات بھی واضح کرتے چلیں کہ مسلمان غیرت پر کیوں جان دیتے ہیں تو اس کا بھی مختصر جواب اتنا ہی ہے کہ عیسائیوں کی نام نہاد مہذب دُنیا تو غیرت کے لفظ سے ہی ناآشنا ہے۔ جی ہاں آپ انگلش کی تمام ڈکشنریاں اٹھا کر دیکھ لیں' ہر لفظ کا ترجمہ مل جائے گا لیکن غیرت کا کوئی متبادل لفظ نہیں ملے گا' کھینچ تان کر آج کل غیرت کی جگہ Honour کا لفظ لکھا جاتا ہے لیکن اہل اللغتہ والزبان جانتے ہیں کہ یہ غیرت کا متبادل ہرگز نہیں۔ Honour کا اصل مطلب عزت و احترام ہے۔ کسی کی عزت اور احترام کرنا اور کسی کا غیرت میں آنا' دونوں میں بہت فرق ہے۔ جو غیرت کے جذبے سے ہی ناآشنا ہو' وہ غیرت کے لیے کیا جان دے گا؟ اور پھر جن کے ہاں دنیا کی مقدس ترین شخصیات کی کوئی عزت نہ ہو' وہ کسی غیرت اور ناموس کے لیے جان دینا کیا جانیں؟

اب آیئے دل تھام کر وہ حوالہ جات بطور ثبوت پڑھیں کہ عیسائیوں کی تحریف شدہ الہامی کتاب بائبل میں انبیاء ایسی عظیم ہستیوں پر کیسے کیسے شرمناک الزامات لگائے گئے ہیں اور ہر نبی کی کس کس طرح توہین کی گئی ہے۔

آدم وحوا علیہا السلام کی توہین

قرآن میں آدم علیہ السلام اور حوا کے بارے میں آتا ہے کہ شیطان کے دھوکے میں آ کر ان سے بھول ہوئی اور انہوں نے ایک ایسے درخت کا پھل کھا لیا جس کے کھانے کی ممانعت تھی ورنہ عمداً ان دونوں کا ارادہ ہرگز اس درخت کا پھل کھانے کا نہ تھا۔ (بقرہ: 36' اعراف: 20 تا 21' طہٰ: 115) تاہم دونوں نے اپنی اس لغزش کی اللہ سے معافی مانگی۔ اللہ نے ان کو نوازا۔ ان پر مہربانی سے توبہ فرمائی اور سیدھی راہ بتائی۔ (طہٰ: 122-121)

قرآن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ درخت کا پھل کھانے کی لغزش ہمارے ماں باپ آدم و حوا علیہا السلام دونوں سے ہوئی تھی لیکن بائبل کے مطابق یہ غلطی حوا سے ہوئی۔ انہوں نے شیطان نہیں بلکہ چالاک سانپ کے بہکاوے میں آ کر نیک و بد کی پہچان والے درخت کا پھل کھا لیا اور اپنے شوہر کو بھی دیا۔ تب انہیں معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں۔ خداوند کے پوچھنے پر آدمی نے اپنی بیوی (عورت) کو قصوروار ٹھہرایا اور عورت نے سانپ کو قصوروار ٹھہرایا۔ خداوند کی طرف سے سانپ کو پیٹ کے بل رینگنے اور سر کے کچلے جانے کی سزا ملی۔ عورت کو دردِزہ کے ساتھ بچہ جننے اور اپنے شوہر کی محکوم بن کر رہنے کی سزا ملی جبکہ آدم علیہ السلام کو کہا گیا کہ

> ''زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ تو اب مشقت کے ساتھ اپنی عمر بھر اس کی پیداوار کھیت کی سبزی اور اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا''۔ (پیدائش باب

نمبر 3)

قارئین کرام! یہ ہے بائبل میں ہمارے سب کے ماں باپ آدم وحوا علیہا السلام کی عزت و تکریم کا انداز کہ پہلے تو حوا کو ساری لغزش کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا اور اس کی سزا بھی قیامت تک کی تمام عورتوں کو دردِ زہ اور شوہر کی محکومیت کی صورت میں بتائی گئی اور پھر آدم علیہ السلام کو توہین آمیز الفاظ کے ساتھ نوازا گیا کہ ''زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی''۔ (معاذ اللہ)

علاوہ ازیں بائبل میں یہ بھی کہیں نہیں لکھا ہوا کہ آدم اور حوا علیہما السلام نے ایک بار بھی اپنی اس لغزش کی معافی اپنے رب سے مانگی ہو اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی مل گئی ہو بلکہ بائبل نے کہا کہ وہ تو سزا کے طور پر زمین پر بھیجے گئے تھے۔ لیکن الحمدللہ قرآن میں اس سارے واقعے کے بیان میں کہیں بھی ایسا انداز نہیں ملتا کہ جس سے ہمارے سب کے ماں باپ علیہما السلام کی توہین کا ادنیٰ سا شائبہ بھی ملتا ہو۔ قرآن سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہوا' شیطان کے بہکاوے میں آ کر دونوں سے ہوا۔ فازلھما الشیطان میں جمع کا صیغہ ہے یعنی شیطان نے دونوں کو بہکایا تاہم دونوں نے جب اللہ سے معافی مانگ لی تو اللہ نے ان کی لغزش معاف فرما دی اور پھر ان پر اپنی خوب مہربانیاں کیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو نبوت اور خلافت ارضی کا تاج پہنا کر زمین پر بھیجا لیکن بائبل کے مطابق نہ تو آدم وحوا علیہما السلام نے اپنی غلطی کی معافی مانگی نہ اللہ نے انہیں معاف کیا بلکہ اللہ نے انہیں بطور سزا یہ کہہ کر زمین پر بھیجا کہ ''زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی''۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

نوح علیہ السلام کی توہین

نوح علیہ السلام کے بارے میں بائبل کے اندر لکھا ہوا موجود ہے کہ ''نوح علیہ السلام شراب کے نشے میں اپنے ڈیرے پر ننگے ہو گئے''۔ (العیاذ باللہ) (پیدائش 9:20 تا 21)

اس کا پس منظر بائبل میں یہ بتایا گیا کہ جب زمین ظلم سے بھر گئی تو خدا نے زمین سمیت تمام بشر کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا اور باقی سب ظالموں کو طوفان سے غرق کر دیا۔ جب زمین پر ہر جاندار شے ہلاک ہو گئی تو پھر اللہ تعالیٰ نے (خفت مٹانے کے لیے) نوح علیہ السلام اور ساری نسل انسانی سے عہد کیا کہ سب جاندار طوفان کے پانی سے پھر کبھی ہلاک نہ ہوں گے۔ اپنے اس عہد کا نشان اپنی یاددہانی کے لیے مقرر کرتے ہوئے کہا کہ اپنی کمان کو بادل میں رکھتا ہوں اور جب زمین پر بادل لاؤں گا تو میری کمان بادل میں (قوس قزح کی شکل میں دھنک کے سات رنگوں سمیت) دکھائی دے گی۔ (پیدائش 9:8 تا 17) اس کے بعد نوح علیہ السلام کاشتکاری کرنے لگے۔ انگور کا باغ لگایا اور اس کی مے (شراب) پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے پر برہنہ ہو گیا۔ (پیدائش 9:20 تا 27)

قارئین کرام! ایک تو اللہ کے ایک جلیل القدر پیغمبر کی اس قدر توہین کہ انہیں شرابی اور بے حیا ثابت کیا۔ پھر خود اللہ رب العزت کو انسانوں کے مقام پر لا کھڑا کیا کہ جس طرح انسان کوئی غلطی کر کے

پچھتاتا ہے اور آئندہ نہ کرنے کا عہد کرتا ہے' اللہ بھی معاذ اللہ اس طرح پچھتایا اور آئندہ طوفان سے مخلوقِ ارضی کو تباہ نہ کرنے کا عہد کیا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ایسے مندرجات والی کتاب مکمل الہامی نہیں ہوسکتی۔ اس لیے تو قرآن ان کتابوں کے لیے تصدیق کرنے والا بن کر آیا کہ ان کی جن باتوں کی قرآن تصدیق کر دے' وہی سچی اور اٹل ہیں جبکہ باقی کسی بات کے الہامی اور سچی ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ بائبل میں ایک ایسے پیغمبر کی ذات پر کیچڑ اچھالا گیا ہے کہ جس نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو توحید کی تبلیغ کی اور دعوت و تبلیغ کے میدان میں صبر و عزیمت کا ایک ریکارڈ قائم کیا۔ لیکن پوری بائبل میں ان کے اس عظیم الشان مشن اور دعوتِ توحید کا ذکر غائب ہے۔ قومِ نوح علیہ السلام کے کسی جرم اور گناہ کا بھی کوئی ذکر نہیں کہ جس کی پاداش میں وہ طوفان میں غرق ہوئے لیکن قرآن میں دیگر سورتوں میں نوح علیہ السلام کے عظیم مشن کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ان کی شان میں الگ سے پوری سورہ نوح بھی نازل کی گئی اور اس میں نوح علیہ السلام کے مشن کا تعارف کراتے ہوئے بتایا گیا کہ وہ شب و روز اپنی قوم کو صرف اللہ کو پکارنے کی تبلیغ کرتے رہے۔ وہ قوم ایک اللہ کو چھوڑ کر ''پنجتن'' (ودٔ سواع' یعوق' یغوث اور نسر) پانچ ولیوں کے بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ جب آپ کی صدیوں کی دعوت اور سرتوڑ کوششوں سے بھی قوم راہِ راست پر نہ آئی تو آپ نے اللہ سے ایسی مشرک و نجس قوم کو زمین سے تباہ کرنے کی بددعا کی۔ اس میں آپ کا بیٹا بھی ہلاک ہوگیا اور اللہ نے بتایا کہ آلِ نبی اور آلِ رسول ہونا بھی کسی کے لیے ذریعۂ نجات نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ ایمان نہ لائے لیکن افسوس بائبل ایسے افادات سے تو خالی ہے لیکن ان عظیم ہستیوں پر کیچڑ اُچھالنے سے خوب بھر دی گئی۔

جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین

تمام انبیاء کے جدِ امجد ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بائبل میں لکھا گیا......

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی سوتیلی بہن سارہ سے شادی کی۔ (معاذ اللہ) (پیدائش 12:20)

حالانکہ یہ آپ کی ذات اقدس پر بہت بڑا الزام ہے۔ آدم علیہ السلام کے وقت شروع شروع میں بہن سے نکاح جائز تھا لیکن نسلِ انسانی معقول تعداد میں ہوتے ہی یہ رخصت بہت جلد ختم ہوگئی۔ ابن کثیرؒ کے بیان کے مطابق سیدہ سارہ ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی صاحبزادی تھیں۔ (تفسیر ابن کثیر سورۃ انبیاء 71 تا 75) اس لحاظ سے وہ آپ علیہ السلام کی چچازاد بہن تو تھیں اور پھر جب آپ علیہ السلام سارہؓ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو ایک ملک سے گزرتے ہوئے وہاں کے بادشاہ کو معلوم ہوا کہ ایک مسافر کے ساتھ خوبصورت عورت ہے تو اس نے فوراً انہیں سپاہی کے ذریعے بلا بھیجا۔ اس کے پوچھنے پر ابراہیم علیہ السلام نے بتایا کہ یہ میری بہن ہے اور پھر سارہؓ کو بھی سمجھا دیا کہ جب بادشاہ کے محل میں جاؤ تو یہی بتانا اس لیے کہ دین کے اعتبار سے تم میری بہن ہی ہو۔ رُوئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مسلمان نہیں۔ چنانچہ جب سارہؓ بادشاہ کے محل میں پہنچیں تو اللہ نے ان کی خاص مدد کی

اور جوں ہی وہ بدنیت بادشاہ آپ کی طرف بڑھنے لگتا' اس کے ہاتھ پاؤں اینٹھ جاتے۔ آخر اس کو اپنا ارادہ ترک کرنا پڑا اور سارہؑ کے ساتھ اپنی کنیز ہاجرہؑ کو بھی بطور خدمت ان کے ساتھ واپس کر دیا۔

قارئین کرام! یہ اصل پس منظر ہے سارہؑ کے بہن بننے کا لیکن انبیاء کرام کے دامنِ عزت سے کھیلنے کے عادی یہود و نصاریٰ کے آوارہ مزاج ذہن نے بائبل میں تحریف کرتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ سارہؑ کو آپ کی سوتیلی بہن بنا دیا اور یوں اس نبی علیہ السلام کی توہین کے مرتکب ہوئے جسے اللہ نے تمام انسانوں کے امام کا منصب عطا فرمایا اور یہ اللہ کی طرف سے ان آزمائشوں کے صلے میں ملا جن میں ابراہیم علیہ السلام ہر لحہ پورا اترے۔ اللہ نے فرمایا:

واذا ابتلى ابراهيم ربه بكلمات فاتمهن قال انى جاعلك للناس اماما.

''جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے کئی باتوں سے آزمایا اور وہ اللہ کی ہر بات (پورے دین اسلام) پر پورے اترے تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دوں گا''۔ (البقرہ: 124)

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پورا اسلام ہے جس کے تیس حصے ہیں۔ دس کا بیان سورہ برات میں ہے **التائبون العابدون** سے مومنین تک۔ یعنی توبہ کرنا' عبادت کرنا' حمد کرنا' اللہ کی راہ میں پھرنا' رکوع کرنا' سجدہ کرنا' بھلائی کا حکم دینا' برائی سے روکنا' اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنا' ایمان لانا' دس صفات کا بیان قد افلح کے شروع سے یحافظون تک اور سورۂ معارج میں ہے یعنی نماز کو خشوع و خضوع سے ادا کرنا' لغو اور فضول باتوں اور کاموں سے منہ پھیر لینا' زکوۃ دیتے رہا کرنا' شرمگاہ کی حفاظت کرنا' امانت داری کرنا' وعدہ وفائی کرنا' نماز پر ہیشگی اور حفاظت کرنا' قیامت کو سچا جاننا' عذابوں سے ڈرتے رہنا' سچی شہادت پر قائم رہنا اور دس کا بیان سورۂ احزاب میں **ان المسلمين** سے **عظيما** تک ہے یعنی اسلام لانا' ایمان رکھنا' قرآن پڑھنا' سچ بولنا' صبر کرنا' عاجزی کرنا' خیرات دینا' روزہ رکھنا' بدکاری سے بچنا' اللہ تعالیٰ کا ہر وقت بکثرت ذکر کرنا' ان تینوں کاموں کا جو اہل ہو' وہ پورے اسلام کا پابند ہے اور اللہ کے عذابوں سے بری ہے۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ بقرہ: 124)

غرض جو پیغمبر پورے اسلام پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف تمام بنی نوع انسان بلکہ تمام پیغمبروں کے لیے بھی نمونہ اور اسوہ بن گیا' اور جس کی صفات میں شرم گاہ کی حفاظت اور بدکاری سے بچنا بنیادی وصف ہیں' اس کی ذات سے یہ توقع کہ وہ اپنی کسی سوتیلی بہن سے شادی رچائے گا' انتہائی رذیل حرکت ہے۔ حالانکہ اسی بائبل میں بہن سے نکاح کرنے پر بڑی وعیدیں ہیں۔ (احبار 18:9= 17:20' استثناء 22:27) تو پھر اللہ کا ایک پیغمبر کوئی حرام کام کیسے کر سکتا ہے؟ پھر ابراہیم علیہ السلام تو وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں کہ جن کی شان اور فضیلت کے متعلق موطا میں آتا ہے کہ سب سے پہلے ختنہ کرانے والے' سب سے پہلے مہمان نوازی کرنے والے' سب سے پہلے ناخن کٹوانے والے' سب سے پہلے مونچھیں پست کرنے

والے سب سے پہلے سفید بال دیکھنے والے ابراہیم علیہ السلام ہی ہیں۔ سفید بال دیکھ کر پوچھا کہ اے اللہ یہ کیا ہے؟ جواب ملا وقار و عزت ہے۔ کہنے لگے پھر تو اللہ اسے اور زیادہ کر۔ سب سے پہلے منبر پر خطبہ دینے والے سب سے پہلے قاصد بھیجنے والے سب سے پہلے تلوار چلانے والے سب سے پہلے مسواک کرنے والے سب سے پہلے پانی کے ساتھ استنجا کرنے والے سب سے پہلے پاجامہ پہننے والے سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر البقرہ: 124) اور یہ ابراہیم علیہ السلام ہی ہیں جنہیں اللہ نے اپنے دوست یعنی خلیل کا لقب دیا۔ کاش یہود و نصاریٰ اس قدر شانوں والے عظیم پیغمبر کے یہ فضائل و کردار سامنے رکھتے تو ان کی جناب میں ایسی گستاخی کی جرأت نہ کرتے مگر اس کا کیا کریں کہ انبیاء کی توہین تو روزِ اول سے ان کی فطرتِ خبیثہ کا حصہ بن چکی ہے۔ یہودی انبیاء کی شان میں ایسی گستاخیوں کی وجہ سے اللہ کی مغضوب ترین قوم بنے اور عیسائی بھی آنکھیں بند کر کے اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ جن لوگوں سے اپنے پیغمبر کی عزت محفوظ نہیں ان سے دوسرے کے کسی پیغمبر کی عزت و احترام کی کیسے توقع کی جاسکتی ہے؟

ایں خیال است و محال است و جنوں

اسی تحریف شدہ بائبل میں ابراہیم علیہ السلام کے عظیم الشان مشن توحید کا تو کوئی ذکر نہیں ملتا کہ کس طرح انہوں نے اپنے باپ سے لے کر اپنی قوم اور بادشاہ تک کو دعوتِ توحید ڈنکے کی چوٹ پر دی، مشرکین کے بتوں کو ڈھایا اور پھر اس جرم کی پاداش میں انہیں آگ میں ڈالا گیا۔ لیکن اللہ کے فضل سے وہ آگ گلزار بن گئی اور مشرکین خائب و خاسر ہوئے لیکن یہ سب کچھ چھوڑ کر ابراہیم خلیل اللہ کی زندگی کو کسی دنیادار کی بے مقصد زندگی کے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے ساری زندگی اپنی خوراک اور جانوروں کے چارہ کی تلاش میں گھومتے پھرتے پھونک ڈالی۔ اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام سے علیحدگی کی وجہ بھی ان سے مال مویشیوں کا (معاذ اللہ) جھگڑا تھا۔ (پیدائش باب نمبر 13) اور پھر (معاذ اللہ) انہوں نے پہلی بیوی کے کہنے پر اپنی دوسری بیوی ہاجرہؑ اور اس کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو دور جنگل بیابان میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا تاکہ پہلی بیوی کی خوشنودی حاصل ہو کیونکہ خداوند بھی پہلی بیوی سارہؑ کی حمایت کرنے لگ گیا تھا۔ (پیدائش 21:10 تا 14) غرض اس طرح کے بے سر و پا بیانات سے نہ صرف ابراہیم علیہ السلام کے عظیم کردار کو دھندلانے کی کوشش کی گئی بلکہ اللہ رب العزت کے رحم اور انصاف کا بھی عجیب تاثر بنایا گیا کہ جیسے وہ بھی معاذ اللہ دنیادار انسانوں کے سے جذبات رکھتا ہے۔

لوط علیہ السلام کی توہین

لوط علیہ السلام کی قوم دنیا کی وہ نجس قوم تھی جس نے ایک ایسے جرم کا ارتکاب شروع کیا جو اس سے پہلے کسی قوم نے نہ کیا تھا۔ یہ قوم ہم جنس پرستی کے رذیل فعل میں مبتلا تھی۔ لوط علیہ السلام انہیں

طویل عرصے تک وعظ ونصیحت کرتے رہے لیکن یہ قوم اتنی ہٹ دھرم تھی کہ مجلسوں میں بھی اس فعل کا ارتکاب کرتی اور لوط علیہ السلام کو بڑی ڈھٹائی سے کہتی کہ جو عذاب ہم پر لانے کی دھمکی دیتے ہو وہ عذاب لے ہی آؤ۔ چنانچہ قوم کی ہٹ دھرمی کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے لوط علیہ السلام نے مدد کی درخواست کی۔ (اعراف: 80 تا 82 عنکبوت: 29 تا 30)

لیکن بائبل میں لوط علیہ السلام کے اس عظیم الشان مشن کا تو کوئی خاص ذکر نہیں ملتا لیکن اس میں ایک پیغمبر کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کے مشن کو فراموش نہیں کیا گیا۔ اس میں لکھا گیا:

''لوط علیہ السلام کی دو بیٹیوں نے باپ کو شراب پلا کر باپ کی نسل برقرار رکھنے کے لیے ایک رات ایک بیٹی اور دوسری رات دوسری بیٹی نشے میں مدہوش باپ سے ہم بستری کر کے حاملہ ہوئیں''۔ (پیدائش 19:30 تا 38)

ایک پیغمبر پر اتنا بڑا بہتان کہ جس پر یقیناً زمین و آسمان بھی کانپ اٹھے ہوں گے لیکن اسے بائبل میں داخل کر کے یہود و نصاریٰ کی پیشانیوں پر آج تک کوئی شکن بھی نہیں آئی۔ حالانکہ سوچنے والی بات ہے کہ لوط علیہ السلام جو سدوم کی بستی میں رہائش کے باوجود قوم کی تمام برائیوں اور گناہوں سے اپنا دامن محفوظ کر کے رکھتے ہیں' تمام نجاستوں اور خباثتوں سے ہزاروں کوس دور تھے مگر کیا وہ بقول بائبل قوم کی تباہی کے بعد پہاڑی غار میں رہتے ہوئے اپنی بیٹیوں کی شیطانی حرکت سے بھی اپنے آپ کو محفوظ نہ کر سکے۔ اس شیطانی حرکت کے جواز میں بائبل کے اندر لکھا ہے کہ:

''پہلوٹھی بیٹی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ (پیدائش 19:31) حالانکہ قارئین! یہ دلیل بھی غلط ہے کیونکہ پہاڑی غار کے سامنے ہی ''ضغر'' کا چھوٹا سا شہر موجود تھا اور تباہی سے بچا لیا گیا تھا۔ (پیدائش 19:19 تا 23=19:30) پھر وہ لڑکیاں کیسے کہہ سکتی تھیں کہ زمین پر کوئی مرد نہیں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ داستان ہی من گھڑت اور بعد میں عیاشیوں کو تحفظ دینے کے لیے وضع کی گئی ہے۔

اسحٰق و یعقوب علیہما السلام کی توہین

اسحاق علیہ السلام کے بارے میں بائبل میں لکھا گیا' اسحاق علیہ السلام شرابی تھے۔ (پیدائش 27:25) یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام نے ''راخل اور لیاہ'' (جو آپس میں سگی بہنیں تھیں) کو ایک ہی وقت میں اپنے نکاح میں رکھا اور ان دو سگی بہنوں سے اولاد پیدا کی (پیدائش 29:16 تا 30) اللہ اور اللہ کے نبی یعقوب علیہ السلام دونوں کی توہین کرتے ہوئے لکھا گیا کہ یعقوب علیہ السلام نے ساری رات خدا سے کشتی کی اور انعام میں اسے یعقوب علیہ السلام کی بجائے ''اسرائیل'' نام عطا کیا گیا۔
(پیدائش 32:24 تا 30)

مزید ہفوات و خرافات' تہمتیں اور بہتان ملاحظہ ہوں: ''یعقوب علیہ السلام نے غیر محرم لڑکی

راخل کو چوما (پیدائش 29) اور اپنی ماں ربقہ کے کہنے پر یعقوب علیہ السلام نے دغابازی سے کام لیا۔ فریب، جھوٹ، مکاری اور سازشوں کے ساتھ اپنے ضعیف العمر نابینا باپ اسحاق علیہ السلام کو دھوکا دے کر اپنے بڑے بھائی ''عیسو'' کی برکت ہتھیا لی۔ (پیدائش باب نمبر 27) یعقوب علیہ السلام کے پہلوٹھے بیٹے ''روبن'' نے اپنی ماں سے بدکاری کی۔ (پیدائش 22:35) یعقوب علیہ السلام کے چوتھے بیٹے ''یہوداہ'' نے اپنی بہو ''تمر'' سے بدکاری کر کے اولاد پیدا کی۔ (پیدائش باب نمبر 38 مکمل)

غرض انبیاء اور ان کے اہلِ خانہ کا بائبل میں ایسے نقشہ کھینچا گیا ہے کہ آج کی ماڈرن اکیسویں صدی بھی ان سے ہیچ محسوس ہوتی ہے۔ دراصل بات یہی صحیح ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے مستقبل کی عیاشیوں کے جواز کے لیے ان پاکباز ہستیوں پر ایسی الزام تراشیاں کیں جن کا ثبوت یہ ہے کہ آج جنس کو انہوں نے اس قدر عام اور ننگا کر دیا ہے کہ ان کے ہاں رشتوں کی تمیز ختم ہوگئی ہے اور شاید وہ اسے اپنی تحریف شدہ بائبل کا حکم سمجھ کر کر رہے ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام کی توہین

موسیٰ علیہ السلام اللہ کے چند اولوالعزم رسولوں میں سے ایک تھے لیکن تحریف شدہ بائبل میں انہیں اللہ کا نافرمان اور نجانے کیا کیا لکھا گیا۔ گنتی میں ہے:

''موسیٰ علیہ السلام کو صحرا نوردی کے دوران خدا نے حکم دیا کہ چٹان سے کہو کہ وہ پانی دے لیکن موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور دوبار چٹان پر لاٹھی ماری۔ کثرت سے پانی بہہ نکلا۔ اس پر خدا نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں بھائیوں سے ناراض ہوا اور انہیں بتایا کہ وہ بطور سزا قوم کے ساتھ فلسطین یعنی وعدہ کی سرزمین میں نہیں پہنچ پائیں گے بلکہ راستہ میں ہی وفات پا جائیں گے''۔
(گنتی 1:20 تا 13)

موسیٰ علیہ السلام کے بھائی اور اللہ کے نبی ہارون علیہ السلام کو (معاذ اللہ) بت پرست ثابت کرتے ہوئے لکھا گیا:

ہارون علیہ السلام نے سونے کا بت بچھڑے کی شکل میں بنا کر اس کی پوجا پاٹ کرائی اور شرک جیسے گھناؤنے جرم کے مرتکب ہوئے۔ (خروج 1:32 تا 6)

بائبل میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا تعارف یہ پیش کیا گیا:

''اور عمرام نے باپ کی بہن ''یوکبد'' سے بیاہ کیا۔ اس عورت سے ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے''۔ (خروج 20:6)

حالانکہ بائبل میں ہی یہ صاف حکم موجود ہے:

''تو اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا۔ (احبار 12:18)

جبکہ قرآن میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں یہ درج ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی بھیجی (قصص:7۔ طہٰ:38)
قرآن کے مطابق دنیا میں اللہ سے براہ راست وحی کا شرف جن عورتوں کو ملا ان میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ (آل عمران:45) لیکن اسی بائبل میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا رشتہ ہی مشکوک کر دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

داؤد علیہ السلام کی توہین

بائبل میں داؤد علیہ السلام کے بارے میں سب سے زیادہ رطب و یابس جمع کیا گیا۔ ملاحظہ کریں:

"داؤد علیہ السلام بربط نواز (موسیقار) تھے۔ (نمبر 1 سیموئیل 16:14 تا 23)
داؤد علیہ السلام نے بت پرست بادشاہ کے ڈر سے اپنے آپ کو دیوانہ سا بنا لیا اور اس طرح کہ پھاٹک کے کواڑوں پر لکیریں کھینچنے لگا اور اپنی تھوک کو اپنی داڑھی پر بہانے لگا (نمبر 1 سیموئیل 21:10 تا 15) داؤد علیہ السلام نے اپنے ملازموں کی لونڈیوں کے سامنے اپنے آپ کو برہنہ کیا جیسے کوئی بانکا بے حیائی سے برہنہ ہو جاتا ہے اور خداوند کے صندوق کے سامنے اپنے سارے زور سے ناچنے اچھلنے لگا۔ اسرائیل کے سارے مردوں اور عورتوں کے علاوہ ساؤل کی بیٹی "میکل" نے خاص طور پر کھڑکی سے جھانک کر ننگا ناچ دیکھا۔ (نمبر 2 سیموئیل 6:12 تا 23) اور یہ میکل وہی ہے جس کو اس کے خاوند سے چھین کر داؤد علیہ السلام نے اپنی بیوی بنایا تھا۔ (نمبر 2 سیموئیل 3:14 تا 16)
داؤد علیہ السلام نے اپنے ہمسائے اُوریاہ کی بیوی کو اپنے محل کی چھت پر سے برہنہ نہاتے ہوئے دیکھ کر اپنے پاس بلوایا اور اس سے (معاذ اللہ) بدکاری کی۔ (نمبر 2 سیموئیل 11"2 تا 27) پھر اس کے خاوند "حتی اوریاہ" کو قتل کرا کے اس عورت کو اپنی بیوی بنایا۔ (نمبر 2 سیموئیل 12:9 تا 10) اسی عورت سے جس کا نام "بت سبع" تھا داؤد علیہ السلام کا بیٹا سلیمان علیہ السلام پیدا ہوا۔ (نمبر 2 سیموئیل 12:24، انجیل متیٰ 1:6) داؤد علیہ السلام کے بڑھاپے میں پہلو گرم کرنے کے لیے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ملک سے جوان کنواری لڑکی لائی گئی۔ (نمبر 1 سلاطین 1:1 تا 4)
قارئین کرام! یہ اس پیغمبر کی ذات اقدس پر تہمتوں کی بارش ہو رہی ہے جو روزانہ تہائی رات تک سجدے میں رہتا تھا۔ جو ایک دن چھوڑ کر ہر دوسرے دن روزہ رکھتا اور نفلی روزوں میں انہی کے روزوں کے طریقے کو ہمارے نبی آخر الزماں ﷺ نے بھی پسند فرمایا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ کو سب سے زیادہ پسند سیدنا داؤد علیہ السلام کی رات کی نماز اور انہی کے روزے تھے۔ آپ آدھی رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ رات کا پھر سو جاتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے اور دشمنانِ دین سے جہاد کرنے میں پیٹھ نہ دکھاتے اور اپنے ہر حال میں اللہ کی طرف رغبت و رجوع رکھتے۔ پہاڑوں کو ان کے ساتھ مسخر کر دیا تھا۔ وہ آپ کے ساتھ سورج کے چمکنے کے وقت اور

دن کے آخری وقت تسبیح بیان کرتے جیسے فرمان ہے یا جبال اوبی معہ یعنی اللہ نے پہاڑوں کو ان کے ساتھ رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح پرندے بھی آپ کی آواز سن کر آپ کے ساتھ اللہ کی پاکی بیان کرنے لگ جاتے۔ اُڑتے ہوئے پرندے پاس سے گزرتے اور آپ علیہ السلام (اپنے لحن داؤدی کے ساتھ) توراۃ پڑھتے ہوتے تو آپ کے ساتھ ہی وہ بھی تلاوت میں مشغول ہو جاتے اور اڑنا بھول جاتے بلکہ ٹھہر جاتے"۔

غرض ایسی شان اور قوت والے پیغمبر تھے کہ اس سے پہلے کسی پیغمبر کو اتنی طاقت وحکومت نہ ملی تھی لیکن اس کے ساتھ اللہ سے اس قدر ڈرنے اور رجوع کرنے والے تھے کہ ایک دفعہ دو شخص آپ کے گھر کی دیوار پھاند کر آپ علیہ السلام کے خلوت خانۂ عبادت میں آ گئے۔ آپ کا گھبرانا اور غصہ میں آنا جائز اور فطری امر تھا کہ یہ خلاف آداب تھا۔ تاہم انہوں نے جب بتایا کہ وہ آپ کے وقت فرصت میں آپ سے اپنے ایک باہمی جھگڑے کا حل چاہتے تھے اس لیے یہ طریقہ اختیار کیا۔ ایک کہنے لگا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس 99 دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے۔ لیکن یہ ایک دنبی بھی مجھ سے بالجبر چالاکی سے لینا چاہتا ہے۔ آپ نے ایک دنبی والے کے حق میں انصاف سے فیصلہ کر دیا لیکن اپنے وقتی غصے اور اس معمولی لغزش پر بھی اللہ سے اس قدر رجوع کیا کہ اللہ نے داؤد علیہ السلام کے اس رجوع کا ذکر قرآن کی جس آیت (ص 24) میں کیا' وہ آیت ہی سجدہ والی آیت بنا دی۔ لیکن اس قدر خشیت و للہیت والے پیغمبر پر بائبل میں سوقیانہ (بازاری) الزامات کی انتہا کر دی گئی۔ یہاں تک کہ دیوار پھاند کر آنے والے شخص کو بھی آپ کا ہمسایہ اُوریاہ بتایا گیا جس کی بیوی بقول بائبل داؤد علیہ السلام نے ہتھیا لی تھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

انہی بنی اسرائیلی خرافات کی بنا پر سیدنا علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جو کوئی داؤد علیہ السلام کا قصہ (اُوریاہ) بیان کرے گا (تائید کرے گا) میں اس کو ایک سو ساٹھ درے لگاؤں گا جو انبیاء علیہم السلام پر تہمت کی حد ہے۔ (تہمت کی عام حد 80 کوڑے ہیں اور علی علیہ السلام نے انبیاء کے مرتبہ کی وجہ سے یہ حد دوگنی یعنی 160 کوڑے مقرر کی)

حقیقت یہ ہے کہ آج انبیاء کے متعلق ایسی تمام روایات وخرافات کی تصدیق کرنے والوں کو 160 درے لگانا ہی ان کا علاج ہے ورنہ یہ ایسے کبھی باز نہ آئیں گے۔

سلیمان علیہ السلام کی توہین

سلیمان علیہ السلام وہ مظلوم پیغمبر ہیں جن پر یہود و نصاریٰ نے حسب عادت اخلاقی الزامات تو لگائے لیکن انہیں سرے سے پیغمبر ہی تسلیم کرنے میں ہمیشہ تامل سے کام لیا۔ ان کے بارے میں لکھا گیا "سلیمان علیہ السلام بوڑھے ہوگئے تو سات سو بیویاں اور تین سو لونڈیاں اپنے پاس ہونے کے باوجود فرعون کی بیٹی اور اجنبی عورتوں کی محبت میں گرفتار ہوئے اور ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگے۔ نتیجہ یہ نکلا

کہ ان بیویوں نے سلیمان علیہ السلام کا دل (معاذ اللہ) غیر معبودوں کی طرف مائل کر دیا۔ اس بات پر خداوند سلیمان علیہ السلام سے ناراض ہوا۔ (نمبر 1 سلاطین 11:1 تا 11)

اس قدر گھٹیا الزامات لگانے کے باوجود غنیمت ہے کہ اب جدید عیسائی محققین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ''سلیمان علیہ السلام خدائے واحد کے مخلص پرستار تھے'' (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا' ایڈیشن نمبر 14 جلد نمبر 2 صفحہ 952) اللہ انہیں باقی بھی سمجھ اور ہدایت دے۔ آمین۔

عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

مسیح ابن مریم علیہ السلام کو سینٹ پال مسیح خدا کا بیٹا' سچا آدمی' منجی عالمین اور الٰہی عزت کے لائق سمجھتے ہیں مگر دوسری طرف بائبل مسیح علیہ السلام کو بدکار' ناپاک' گناہ گار اور ملعون قرار دیتی ہے۔ مثلاً بائبل میں مسیح علیہ السلام سے یہ بیان منسوب ہے:

''کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ جو لکھا ہے کہ وہ بدکاروں میں گنا گیا' اس کا میرے حق میں پورا ہونا ضروری ہے اس لیے کہ جو کچھ مجھ سے نسبت رکھتا ہے' وہ پورا ہونا ہے''۔ (انجیل لوقا 37:22)

قارئین غور کریں کہ جب مسیح علیہ السلام بقول بائبل بدکاروں میں لکھے گئے تو وہ منجی عالم (تمام جہانوں کے لیے نجات دہندہ) کیسے بن سکتے ہیں؟

بائبل میں لکھا ہے ''جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا' وہ لعنتی ہے (گلتیوں 13:3) چاروں انجیلوں نے اعتراف کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے لکڑی کی سولی پر جان دی تو سینٹ پال رسول نے کہا ''اور مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا۔ اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ (گلتیوں 13:3)

قارئین! وہ جو تمام نبیوں کو چور' ڈاکو' زانی' بدکار اور خائن و دنیا دار ثابت کرنے کا سلسلہ تحریف شدہ بائبل میں شروع کیا گیا تھا' بالآخر عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حسب عادت بدکار ثابت کیا گیا لیکن انہیں ایک ایسے چکر اور فلسفے کے ذریعے ثابت کیا گیا کہ جس کے نتیجے میں عیسائیوں کے لیے قیامت تک تمام تر عیاشیوں' بدکاریوں اور گناہوں کے سب دروازے بھی کھل جائیں۔ چنانچہ آج اس فلسفے کا نتیجہ ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام نے سولی چڑھ کر سب انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔ اب قیامت تک انہیں چھٹی ہے کہ جو چاہے کریں' جیسے چاہیں گلچھرے اُڑائیں اور جتنا چاہیں دنیا میں فساد اور اودھم مچاتے پھریں' ان کی تمام غلطیوں کا کفارہ ادا ہو چکا۔ عملی طور پر آج یہ سب کچھ ہمارے سامنے ہے۔

قارئین کرام! یہ تو بائبل سے وہ مندرجات نقل کیے گئے ہیں جو انبیاء کے متعلق ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر خصوصاً یروشلم کے مشہور عام تذکرہ غزل الغزلات میں اس قدر فحش انداز بیان ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انسان کوئی انتہائی فحش جنسی ناول یا کوک شاستر پڑھ رہا ہو۔ یہ سب کچھ ناقابل بیان ہے۔ البتہ ''بائبل'' کے ایسے مندرجات سے یہ بات ایک بار پھر ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ کلام

سارے کا سارا اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یقیناً اس میں انسانی تحریفوں اور آمیزشوں کو ماننا پڑے گا۔ ہمارا ابھی یہ موضوع نہیں ورنہ خود بائبل سے ہی اس کا تحریف شدہ ہونا ثابت کیا جاسکتا ہے۔ فی الحال مشتے نمونہ از خروارے انبیاء کے متعلق آج کی بائبل کے درج بالا مندرجات ہی اس کے تحریف شدہ کتاب ثابت ہونے کے لیے کافی ہے۔

حیرانی ہے کہ ایک طرف بائبل میں لکھا گیا ہے:

> ''کیا تم نہیں جانتے کہ بدکار خدا کی بادشاہی کے وارث نہ ہوں گے۔ فریب نہ کھاؤ' نہ حرام کار خدا کی بادشاہی کے وارث ہوں گے نہ بت پرست' نہ زناکار نہ عیاش' نہ لونڈے باز نہ چور' نہ لالچی' نہ شرابی نہ گالیاں بکنے والے نہ ظالم۔ (نمبر 1 کرنتھیوں 9:6 تا 10) کوئی حرام زادہ خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو۔ (استثناء 2:23)

لیکن دوسری طرف خدا کی جماعت کے جو سب سے بڑے فرستادہ ہیں' انہی پر ایسے الزامات کے چھینٹے اسی بائبل میں اُڑائے گئے ہیں کہ جنہیں پڑھ کر آنکھ بھی حیاء سے پرنم ہو جاتی ہے۔ غرض اس موقع پر ماننا پڑے گا کہ قرآن بائبل کی جن باتوں کی تصدیق کرے' بس وہی ماننی چاہئیں اور باقی کسی کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ خصوصاً جو باتیں انبیاء کرام کی عظیم الشان پاکیزہ و مطہر اور بے مثال سیرت و اخلاق اور ان کے پیغام توحید کے منافی ہوں۔

عرضِ آخر اور مقام مصطفیٰ ﷺ

اس تفصیل سے اب یہ بات ہمیں بخوبی سمجھ آگئی ہوگی کہ مسلمان ناموسِ رسالت ﷺ پر اس لیے جان دینے پر تیار ہو جاتے ہیں کہ وہ کسی نبی ﷺ کی معمولی توہین کا بھی تصور نہیں کر سکتے جبکہ عیسائیوں میں یہ جذبہ اس لیے نہیں کیونکہ انہوں نے انبیاء کو اتنا مقام بھی نہیں دیا جتنا کہ آج کے وہ کسی دنیا دار شخص کو دیتے ہیں۔ اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے' کم ہے اور ہمارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کے کردار میں چونکہ وہ ڈھونڈے سے بھی کوئی غیر اخلاقی بات سامنے نہیں لا سکے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ خدانخواستہ باقی انبیاء میں فی الحقیقت کوئی غیر اخلاقی چیزیں تھیں بلکہ اس لیے کہ ان انبیاء کی لائی ہوئی کتابوں میں نفس پرست یہود و نصاریٰ نے تحریفیں کیں جبکہ اللہ نے اپنے آخری نبی محمد ﷺ کے پیغام و کردار (قرآن و حدیث) کو محفوظ کر دیا اور اس میں کوئی معمولی شبہ بھی ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو امام بخاریؒ' امام مسلمؒ' امام احمد بن حنبلؒ' امام ابن تیمیہؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ایسے انبیاء کے وارث اور دین کے چوکیدار علماء و محدثین اور غازی علم دین جیسے مجاہدین اسلام ان کی ہر ایسی کوشش کا منہ توڑ جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ عیسائی حضرات جب محمد ﷺ کے کردار پر فی الواقع کوئی اخلاقی الزام لگانے میں کامیاب نہ ہوسکے تو اپنی اس ناکامی سے جھنجلا کر اب وہ مقابلۂ حسن کی آڑ میں نبی آخر الزماں ﷺ پر

فرضی الزامات کا سہارا لینے پر مجبور ہو گئے۔ شاید انبیاء کے مرتبہ و مقام سے ناآشنا یہ مادہ پرست اور ہوا پرست عیسائی نہیں جانتے کہ نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ ﷺ کا تو یہ مقام تھا کہ نبوت سے بھی بہت پہلے جب ابھی وہ بچپن میں تھے' وہ اس زمانے کے لڑکوں کے عام کھیل تماشوں سے بھی دور رہتے تھے۔ یہاں تک کہ اس وقت شہر کے ایک میلے میں جہاں صرف کہانیاں سنائی جاتی تھیں' بکریاں چرانے والے اپنے ہم جولی ساتھیوں کے کہنے پر چل پڑے تو آپ ﷺ کو راستے میں ہی نیند آ گئی۔ ایسا دو بار ہوا اور دونوں بار آپ ﷺ کو راستے میں ہی نیند آ گئی۔

اور یوں اللہ نے آپ ﷺ کو لہو و لعب کے ہر کام سے محفوظ رکھا۔ پھر آپ کی ذات سے کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ آج کی کسی فاحشہ عورت کو منتخب کرنا تو دور کی بات ہے' ایسی حیا باختہ اور عصمت باختہ عورتوں کے میلے میں ہی شریک ہوں۔

نبی اکرم ﷺ پر سب سے زیادہ اعتراض تعدد ازدواج کے حوالے سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے لگایا جاتا ہے اور یوں آپ ﷺ کو عورتوں کا رسیا ثابت کرنے کی بھونڈی کوشش کی جاتی ہے لیکن اپنے دل میں ٹیڑھ رکھنے والے ان غیر مسلم معترضین کو نہیں معلوم کہ آپ ﷺ نے سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باقی سب شادیاں تقریباً عمر رسیدہ اور بیوہ و مطلقہ عورتوں سے کیں اور وہ بھی ان کا سہارا بننے اور اللہ کے دین کو زیادہ سے زیادہ قبائل میں پھیلانے کے دعوتی نقطۂ نظر سے کی تھیں۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے پہلی شادی بھی ایک چالیس سالہ بیوہ خاتون سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی جبکہ آپ ﷺ خود پچیس سال کی عمر میں عنفوانِ شباب پر تھے۔ بیوہ عورتوں سے شادی کرنا تو آج بھی بہت معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن آپ ﷺ نے یہ بت اس وقت توڑا جب اس کا کوئی تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ بجائے یہ کہ عورتوں کے اس گھمبیر مسئلے کے حل پر آپ ﷺ کی ذات کو یہ حقوق نسواں کا ڈھنڈورا پیٹنے والے خراجِ تحسین پیش کرتے' الٹا اس کا منفی پہلو نکالا گیا۔ یہ ہیں وہ کج فطرت لوگ جو بدکاریوں کو تو تحفظ دیتے ہیں لیکن شادیوں کو برا سمجھتے ہیں۔ نبی آخر الزماں ﷺ کو حسن پرست اور عیش پرست باور کرنے والے تاریخ کا وہ مشہور واقعہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ جس کی صحت کے بارے میں کم ہی کسی مورخ نے اختلاف کیا ہے۔ جب آپ ﷺ کی دعوتِ توحید بڑی تیزی سے لوگوں میں گھر کرنے لگی تو مشرکین مکہ نے تنگ آ کر آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کے ذریعے آپ ﷺ کو لالچ دیا کہ اگر آپ ﷺ کو مال و زر چاہیے تو ہم لاکھوں دینار ابھی جمع کر دیتے ہیں' اگر سرداری کی طلب ہے تو آج سارا قریش آپ کو سردار ماننے کے لیے تیار ہے اور اگر عورت کی خواہش ہے تو سارے عرب کی حسین ترین لڑکیاں آپ کے عقد میں لانے کو تیار ہیں لیکن اے ہوا و ہوس کے پجاریو! اس وقت آپ نے یہ ساری پیشکشیں حقارت سے ٹھکراتے ہوئے معلوم ہے کیا جواب دیا تھا' جو جواب انہوں نے کل دیا تھا' آج بھی تمہارے منہ پر یہی طمانچے دار جواب ہے۔ آپ ﷺ نے یہ تاریخ ساز الفاظ فرمائے:

''اے چچا' اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج رکھ دیا جائے تو اللہ

واحد کی قسم جو پیغام محمد ﷺ کے سپرد ہوا ہے اس کو کبھی ترک نہیں کر سکتا"۔

یوں آپ نے ثابت کر دیا کہ ان کی دعوت نہ تو دولت کے لیے ہے' نہ حسن کے لیے اور نہ ہی کسی سرداری اور حکومت کے لیے۔ آپ ﷺ نے تو خوشحالی کے دنوں میں بھی پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھائی تو پھر آپ عیش پرست کیسے ہوئے۔ ہائے افسوس ایسی عظیم ہستی پر کیچڑ اچھالنے والوں کو کیا معلوم کہ یہ تو وہ پیغمبر عالیشان تھے کہ کبھی عورتوں سے بیعت کے لیے بھی اپنے ہاتھ کو ان سے مس نہیں کرتے تھے بلکہ پردے کے پیچھے سے کپڑے کے ذریعے بیعت لی جاتی۔

آپ ﷺ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اگر ازواج مطہرات کے ساتھ نظر آتے اور اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ پہچانی نہ جاتیں تو کسی غلط فہمی سے بچنے کے لیے صحابہ ﷺ کو روک کر بتاتے کہ یہ میری بیویاں ہیں۔ (بخاری) حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں ادنیٰ سا شائبہ بھی نہ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کے شرم و حیاء کا یہ عالم تھا کہ کسی کو نظر ٹکا کر نہ دیکھتے اور کن انکھیوں سے بھی نہ دیکھتے۔

یہ پیغمبر احمد مجتبیٰ ﷺ ہی تھے جنہوں نے انسانوں کو تمام انبیاء کا یکساں احترام کرنا سکھایا اور انہیں بتایا کہ وہ سارے کے سارے اعلیٰ ترین اخلاق و کردار کے مالک تھے۔ کل من الصالحین (الانعام 85) ان سے بتقاضائے بشریت اور نادانستہ معمولی لغزشیں تو ہوسکتی ہیں اور وہ بھی ایسی جو ہمارے ہاں عام طور پر لغزش ہی نہیں سمجھی جاتیں لیکن شرک یا بدکاری ایسے گھناؤنے جرائم سے اللہ نے ان کو محفوظ و مبرا کیا ہوتا ہے۔ پھر محمد ﷺ کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ تمام انبیاء کے سردار و امام ہونے کے باوجود اپنے آپ کو دوسرے انبیاء سے افضل و برتر کہنے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع فرماتے تھے۔ (بخاری' مسند احمد)

آپ ﷺ کی یہی وہ ادائیں' تعلیمات اور اعلیٰ اخلاق تھے کہ آپ ﷺ کو نبوت سے پہلے ہی کفار مکہ نے صادق و امین کا خطاب دے دیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ سے اس قدر محبت ہوگئی کہ آپ ﷺ کے وضوء کے پانی کو بھی نیچے نہ گرنے دیتے تھے۔ (بخاری) آپ ﷺ کے حکم پر اپنے گھر کا سارا مال و متاع آپ کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیتے تھے اور جب ظلم و کفر کے خلاف جہاد کے لیے جانوں کی ضرورت پڑتی تو یہود و نصاریٰ کی طرح نبی ﷺ کو یہ نہ کہتے کہ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ تم جاؤ اور تمہارا خدا۔ بلکہ پروانہ وار جانیں نثار کرتے اور شہادت کی آرزو میں تڑپا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی ذات سے محبت اور جانثاری کا یہ جذبہ اس قدر مضبوط ہے کہ آج بھی الحمدللہ اس میں کمی نہیں آئی۔ اور کفار اپنی تمام تر سازشوں اور میڈیا کی حشر سامانیوں کے باوجود نبی ﷺ سے محبت کے اس جذبے کو سرد نہیں کر سکے اور نہ کر سکیں گے۔ ان شاء اللہ۔

بریگیڈیئر ریٹائرڈ شمس الحق قاضی

امریکہ کے بنیاد پرست صہیونی عیسائی

ہسپانیہ کے آخری مسلمان بادشاہ ابوعبداللہ نے 1492ء میں بغیر کسی لڑائی یا مزاحمت کے محض جان کی امان پر عیسائی بادشاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ایزابیلا کے آگے ہتھیار ڈال دیے تو ہسپانیہ کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ عیسائیوں نے فوری حکم جاری کر دیا کہ اب سارے ہسپانیہ میں صرف عیسائی ہی رہ سکتے ہیں۔ جو لوگ عیسائی نہیں بنتے وہ فوری طور پر ملک چھوڑ کر چلے جائیں لیکن شرط یہ ہے کہ ان کو خالی ہاتھ ملک سے جانا ہوگا۔

اب قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ برصغیر سائز کا بڑا ملک ہسپانیہ جہاں مسلمان آٹھ صدیوں سے بس رہے تھے۔ یہ لاکھوں خاندان چشم زدن میں گھربار چھوڑ کر کہاں جا سکتے تھے۔ لاکھوں کو شمالی افریقہ لے جانے کے بہانے کشتیوں میں سوار کر کے سمندر میں غرق کر دیا گیا۔ لاکھوں قتل ہوئے اور لاکھوں کو غلام بنا کر زبردستی نو دریافت شدہ براعظم امریکہ میں آبادکاری لیبر کے طور پر لے جایا گیا اور جو بدبخت جان و مال بچانے کے لیے مرتد ہو کر عیسائی بن گئے' ان کے لیے انکوی زیشن Inquisition قانون بنایا گیا' جس کی رو سے نئے عیسائیوں کو مذہبی کچہریوں میں منافقت کے الزام میں سرعام اذیتیں دے کر جلا دیا جاتا اور چونکہ ان کا تمام مال و متاع گرجاؤں کو مل جاتا' اس لیے پادری لوگ بلا استثنیٰ ان مرتد مسلمان عیسائیوں کو زندہ جلا دینے کی سزا دیتے اور چنانچہ آج تک ہسپانیہ کے عیسائی ادارے دنیا کے امیر ترین مذہبی ادارے ہیں۔ حتیٰ کہ غرناطہ کے جس مشہور ہوٹل Hotle Jon Duan میں راقم قیام پذیر تھا' وہ بھی غرناطہ کی ایک عیسائی Monastry کی ملکیت تھا۔ بہرحال فرڈیننڈ اور ایزابیلا نے انکوی زیشن کے لیے رجسٹریشن کا جو طریقہ مقرر کیا تھا۔ صدر ڈبلیو بش نے اسی طریقہ کار سے ایک ورق نکال لیا ہے۔ بش صاحب اکیسویں صدی کے مہاجر مسلمانوں کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ سرکاری عملے کے سامنے حاضری دے کر ہر فرد کی رجسٹریشن کرائیں جب کہ پندرھویں صدی کی تاریکی میں فرڈیننڈ نے اپنے پادریوں کی پارٹی سے مرتد مسلمان عیسائیوں کی Door to Door رجسٹریشن

کرائی تھی۔ ہسپانیہ کے بڑے بڑے شہروں میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کے پانچ سو سال پرانے مکانات اور مسجدیں اب تک اپنی اصلی حالت میں زیر استعمال ہیں۔ مسجدیں گرجا گھر بن گئی ہیں اور رہائشی مکانوں کے دروازوں پر انکوی زیشن کی کندہ مہریں اصلی حالت میں موجود ہیں۔ اشبیلہ Saville کے شہر میں مشہور زمانہ ماسٹر آرٹسٹ پینٹر E-L Murille کے مکان کے صدر دروازے پر ہمیں 30 مہریں دکھائی گئیں۔ انکوی زیشن کورٹ کی مہر کا مطلب یہ ہے کہ اس گھر کی تلاشی لی جا چکی ہے۔ دوسری مہر انکویزیشن جج کی تھی اس مہر کا مطلب یہ تھا کہ اس گھرانے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اگر کوئی شخص جعلی مہر لگانے کی حماقت کرتا تو اس کی سزا فوری موت تھی۔ سلطنت روما کے عروج و زوال کے مشہور مصنف پروفیسر گبن سمیت تمام مغربی مورخین لکھتے ہیں کہ گیارہویں سے تیرھویں صدی تک سرزمین فلسطین میں لڑی جانے والی صلیبی جنگوں کے دوران سفید یورپی اقوام نے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم روا رکھے' ان کے تصور سے بھی تاریخ شرما جاتی ہے۔

یہی سفید فام لوگ تھے جنہوں نے پندرھویں صدی کے آخر میں جنوب مغربی یورپ میں آٹھ سو سال تک بسے رہنے والے مسلمانوں کو ہسپانیہ سے اس طرح نکالا کہ آج اس وسیع و عریض برصغیر ہسپانیہ و پرتگال میں مسلمانوں کی ایک قبر بھی نہیں ملتی۔ کتنے لاکھ قتل ہوئے' کتنے لاکھ زندہ جلا دیئے گئے' کتنے لاکھ غرقِ دریا کیے گئے اور کتنے لاکھ غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر امریکہ لے جائے گئے' کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ اس مکمل تباہی کی داستان لکھنے کے لیے ہی کوئی نہیں بچا۔ ایک مغربی مورخ لکھتا ہے کہ ہسپانیہ میں مسلمان جس شکست سے دوچار ہوئے زمانے کی آنکھ نے ایسی مکمل شکست کبھی نہیں دیکھی۔ ایک اور مورخ الیگزنڈر سلویڈل 1829ء میں شائع کی گئی اپنی کتاب ''ہسپانیہ میں ایک سال'' میں لکھتا ہے کہ 1492ء میں ہسپانیہ سے مسلمانوں کا دیس نکالا عیسائیت کی فتح تو تھی لیکن یہ حقیقت میں تہذیب اور انسانیت کی شکست تھی۔ کیونکہ ہسپانیہ کے بہادر اور ہنرمند مسلمانوں کی مکمل نسل کشی کر کے عیسائیوں نے سپین کے عوام کو کوئی خوشی اور مسرت نہیں دی۔ بلکہ انکوی زیشن کے نام سے عیسائی مذہبی کچہریوں کے ذریعے ہسپانیہ میں 200 سال تک ظلم' جبر اور فریب کا وہ لمبا دور شروع کیا گیا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ انکوی زیشن کچہریوں کے بارہ میں ایک ہم عصر انگریز مورخ ''جین بلیڈی'' اپنی کتاب ''دی سپینش انکویزیشن'' میں لکھتی ہے کہ ہسپانیہ عیسائیت کے نام پر جس طرح اذیت دے دے کر لاکھوں انسانوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عیسائیت نے انسانی بھلائی کے لیے جتنے کام کیے ہوں گے اگر ان سب کا موازنہ عیسائی مذہب کے نام پر کی گئی برائیوں سے کیا جائے تو شاید برائیوں کا پلڑا بھاری رہے گا۔

یہاں پر قارئین کے دل میں بجا طور پر یہ سوال پیدا ہوگا کہ صدر ڈبلیو بش کا اس سے کیا جوڑ بنتا ہے۔ تو گزارش ہے کہ بش صاحب ریاست ٹیکساس کے رہنے والے ہیں جس کو ہسپانوی سفید فام لوگوں نے سولہویں صدی میں ہسپانوی مسلمانوں کی جبری غلام بنائی گئی لیبر سے آباد کیا تھا۔ اور اسی طرح

تین سو سال تک ریاست ٹیکساس میکسیکو کی ہسپانوی نو آبادی کا حصہ رہی ہے اور 1836ء میں امریکیوں نے میکسیکو کے خلاف بغاوت کرا کے ریاست ٹیکساس کو امریکہ میں شامل کرلیا تھا۔ تو اسی طرح بش خاندان کی بوباس میں صدیوں کی پرانی اسلام دشمنی رچی ہوئی ہے۔ حالانکہ موجودہ صدر ڈبلیو بش کی متنازعہ صدارت تو مسلمان ووٹوں کے سہارے پر قائم ہے کیونکہ سابقہ صدارتی الیکشن میں مسلمانوں اور خصوصاً پاکستانیوں نے باجماعت اپنے سارے ووٹ ڈبلیو بش کو دیئے تھے جب کہ بھارتی ہندوؤں اور یہودیوں نے اپنے سارے ووٹ ڈیموکریٹ الگور کو دیئے کیونکہ اس نے اپنا نائب صدر ایک بنیاد پرست یہودی کو نامزد کیا تھا۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ انگریزی بولنے والی تمام سفید فام اقوام اس وقت اسلام کے خلاف صف آرا ہیں۔ غالباً یہودیوں کی درپردہ ایما پر ان لوگوں نے پہلے انگلستان میں لوگوں کو روایتی عیسائی مذہب کیتھولک پوپ سے برگشتہ کر کے اپنا نیا مذہب قائم کیا۔ پھر ان لوگوں نے اٹھارہویں صدی سے یہودیوں کی سرپرستی کرتے ہوئے ان کو وزیراعظم کے مرتبہ تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد یہودیوں کی برپا کردہ پہلی جنگ عظیم کے نتیجہ میں مسلمانوں کی خلافت کو ختم کرتے ہوئے فلسطین کو یہودیوں کا وطن قرار دیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکی صدر ٹرومین نے فلسطین میں یہودی ریاست اسرائیل قائم کر دی۔ پھر انگریزوں اور امریکیوں کی ملی بھگت سے مسلمانوں کو اپنے چودہ سو سالہ وطن فلسطین سے بے دخل کرنا شروع کر دیا۔ تا آنکہ اب اکیسویں صدی میں یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا گیا ہے کہ حقیقت میں عیسائی مذہب تو یہودیت ہی ہے کیونکہ یسوع مسیح خود یہودی النسل تھے اور ادھر پوپ سے یہ اعلان کروایا کہ یسوع مسیح کو یہودیوں نے صلیب نہیں چڑھوایا تو گویا گزشتہ دو ہزار سال کے دوران عیسائی مذہب جس بنیاد پر قائم تھا اب وہ بنیاد ہی ختم کر دی گئی ہے اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عیسائیوں کی بائبل تو خود نصف سے زیادہ یہودیوں کی کتاب تورات پر مشتمل ہے جس کا نام عہد نامہ عتیق رکھا گیا ہے۔ جب عیسائیوں اور یہودیوں کی کتاب ایک ہی ہے تو دونوں میں کیا فرق رہ گیا ہے۔ اس لیے اب یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ موجودہ عیسائی دراصل یہودی عیسائی ہیں اور اس طرح برطانیہ اور امریکہ میں عیسائی لوگ بنیاد پرست یہودیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں برطانیہ کے وزیراعظم ٹونی بلیر نے اپنا آبائی عیسائی مذہب چھوڑ کر پوپ کیتھولک دین اختیار کرلیا ہے۔ چنانچہ 11 ستمبر کے واقعہ پر ٹونی بلیئر نے اعلان کیا کہ مسلمان اسرائیل کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اور ہم یہ نہیں ہونے دیں گے۔ ظاہر ہے کہ برطانیہ ہی نے اسرائیل کی بنیاد رکھی تھی تو وہی اس کی حفاظت بھی کر رہا ہے۔

دوسری طرف 11 ستمبر کو ہی صدر ڈبلیو بش نے اعلان کیا تھا کہ مسلمان ہماری تہذیب کو مٹانا چاہتے ہیں اور اس لیے ہم نے ایک صلیبی جنگ شروع کر دی ہے جو کہ ہم جیت کر رہیں گے۔ یہ بش صاحب کی زبان کی لغزش نہ تھی بلکہ یہ اپنے والد کے شروع کردہ یہودی ایجنڈے کی تکمیل کی طرف اشارہ تھا۔ اسلام آباد سے چھپنے والے ماہنامہ "بیت المقدس" نے اپنے فروری کے شمارہ میں مغربی سکالر گریس ہالیسل اور میتھو انجل کے مضامین کی تلخیص شائع کی ہے جس کے مطابق امریکی عوام میں بھی یہودی میڈیا

یہ عقیدہ پھیلانے میں کامیاب ہو رہا ہے کہ اسرائیل مشیت ایزدی سے قائم ہوا ہے اور عیسائیوں پر اس کی حفاظت فرض ہے، کیونکہ انجیل کی پیشگوئیوں (مکاشفات سینٹ جان) کے مطابق بالآخر یسوع مسیح آسمان سے نازل ہو کر اسرائیل میں تمام یہودیوں کو عیسائی بنا دیں گے۔ چنانچہ گزشتہ برس صدر بش نے اسرائیل کو مغربی کنارے سے فوجیں نکالنے کے لیے کہا تو ایک لاکھ سے زائد عیسائی یہودیوں نے صدر بش کو غم کے ای میل خطوط ارسال کیے۔

دوسری طرف قارئین کو یاد ہوگا کہ افغانستان میں جب روس کو شکست ہو رہی تھی تو یہود گزیدہ سابق صدر نکسن نے بیان دیا تھا کہ امریکہ اور روس کو باہمی چپقلش ختم کر کے اپنے کامن دشمن اسلام سے نمٹنے کی مہم شروع کرنی چاہیے۔ اسی سلسلہ کو بڑھاتے ہوئے رسالہ بیت المقدس کی تلخیصی رپورٹ کے مطابق سابق صدر کارٹر نے اسی موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بائبل کے علوم دینی کا ماہر عالم ہوں اور میں اپنی بصیرت کی بنا پر کہتا ہوں کہ اسرائیل کا قیام بائبل کی پیشگوئی کی تکمیل ہے۔ اسی طرح سابق صدر ریگن بھی بار بار کہتا رہا ہے اور ایک چرچ میں خطاب کے دوران بیان کیا کہ میرا عقیدہ ہے کہ آخری جنگ یروشلم میں لڑی جائے گی۔ جس میں کم از کم بیس لاکھ فوج مشرق سے مسلمانوں کی آئے گی جبکہ کروڑوں فوج مغرب سے عیسائیوں کی آئے گی اور بالآخر یسوع مسیح آ کر Forces of Evil پر فتح حاصل کریں گے اور پھر دنیا میں ایک ہی خدائی حکومت قائم کریں گے۔ انہی صدر ریگن کی حکومت کے دوران ایک یہودی سکالر کی شائع ہونے والی کتاب میں بتایا گیا تھا کہ موضوع ہر ہفتہ واشنگٹن میں واقع ایک یہودی گرجا میں عبادت کے لیے حاضری دیتے ہیں۔ اس گرجا گھر کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ وہاں اسرائیلی ایمبیسی کے بالمقابل بنایا گیا تھا تا کہ اسرائیلی سفارت خانہ کو قبلہ بنا کر عبادت کی جائے۔ دوسری خصوصیت تھی کہ یہاں پر اسرائیل کے لیے Land- Redemption یعنی مزید زمین کے اصول کے حصول کے لیے دعا کی جاتی تھی۔ الغرض اس وقت سے سارے امریکہ میں عیسائی یہودیت کے نام پر یہودی بنیاد پرستی کو فروغ دیا جا رہا تھا۔ اور امریکی حکومت اس مہم میں پیش پیش تھی۔ بنیاد پرستی جنگی جنون اور آرمیگا ڈون کے نام سے قیامت کے نظریے پر مبنی کتابیں اب لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہو رہی ہیں۔ واضح رہے کہ عیسائی عقیدہ کے مطابق Armageddon کے نام پر فلسطین ایک عظیم معرکہ خیر و شر ہوگا۔ جبکہ بالآخر یسوع مسیح آسمان سے نازل ہو کر حضرت داؤد علیہ السلام کے تخت پر بیٹھ کر ورلڈ گورنمنٹ قائم کریں گے اور فورسز آف ایول کو ختم کر دیں گے تو جب صدر ڈبلیو بش نے بدی کے محور کے خلاف صلیبی جنگ شروع کرنے کا اعلان کیا تھا تو وہ زبان کی لغزش نہیں تھی بلکہ وہ بائبل کی زبان بول رہے تھے۔

قارئین نے سابق صدر بل کلنٹن کا بیان پڑھا ہوگا کہ میری تمنا ہے کہ اسرائیل میں مورچہ لگا کر رائفل سے اسرائیل کے دفاع کے لیے لڑنے کی سعادت حاصل کروں۔ یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے

کہ ہم لوگ خون پسینہ ایک کر کے حقائق اخباروں میں چھپواتے ہیں تو قارئین تو پڑھ لیتے ہیں لیکن ارباب اختیار الا ماشاء اللہ ان کو ایک نظر سے دیکھتے ہی نہیں۔ ماضی میں صرف جنرل ضیاء الحق تھے جو میڈیا کو نظر میں رکھتے اور جہاں مناسب سمجھتے اپنی صوابدید کے مطابق میڈیا کے مشوروں پر عمل بھی کرتے۔ لیکن ماضی کے سب حکمران بیوروکریسی کی بھیجی ہوئی سمری پر ہی اکتفا کرتے رہے ہیں۔ ہم نے ایک ناول Holy of Holies میں درج مغربی عزائم کو اپنے مضمون مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت لاہور 11 مئی 1984ء میں بے نقاب کیا اور بتایا کہ اس سے قبل Crash of 77 ناول میں ایران عراق جنگ کی نقشہ گری کی گئی تھی اور پھر امریکی یہودی ریشہ دوانیوں نے یہ جنگ اسی نقشہ کے مطابق برپا کی اور اب زیرنظر ناول Holy of Holies میں برطانوی انٹیلی جنس کے ذریعے ایٹم بم سے مسلح RAF ہوائی جہازوں کو استعمال کرتے ہوئے عین حج کے موقع پر جمعہ کے دن جب کہ لاکھوں مسلمان حرم شریف میں جمع تھے حرم شریف میں بم گرا کر مکہ معظمہ کو نیست و نابود کرنے کی منظر کشی کی گئی تھی۔ ہم نے عرض کیا تھا کہ یہ ناول مسلمانوں کا ردعمل معلوم کرنے کے لیے چھاپا گیا ہے اور اگر کوئی ردعمل نہ ہوا تو کل کلاں اس مذموم تجویز پر عمل بھی کیا جاسکتا ہے اس لیے ابھی سے اس کے تدارک کے بارے میں پوری مسلم اُمہ کو سوچنا چاہیے۔ آج کل امریکی پادری مسلمانوں کے دونوں مقدس شہروں کو ایٹمی حملہ سے نیست و نابود کرنے کی تجویز پیش کر رہے ہیں تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری تو پھر جب مسلمانوں نے ان مذموم تجاویز پر نہ کوئی واویلا کیا نہ احتجاج تو پھر نوبت بایں جارسید کہ امریکی یہودی رسالہ نیوز ویک نے اپنے 14-10-02 کے شمارہ میں ایک امریکی پادری جیری فالویل کا پیغمبر اسلام کے بارے میں یہ مذموم بیان اپنے صفحہ اوّل پر جلی حروف میں چھاپا ہے کہ:

''میں سمجھتا ہوں...... دہشت گرد تھا۔''

اس سانحہ پر نہ تو کسی اسلامی حکومت نے کارروائی کی نہ رسالہ ضبط ہوا اور نہ کسی سیاسی یا دینی جماعت نے احتجاج کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اسی طرح جب جنگ خلیج کے اختتام پر سینئر بش نے امریکہ کا نیو ورلڈ آرڈر شائع کیا تو ہم نے عرض کیا تھا کہ اب یہ یہودیوں کے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے بنیاد رکھی جارہی ہے۔ کیونکہ یہودیوں کے ایجنڈا میں ورلڈ گورنمنٹ کا قیام شامل ہے اور اس ورلڈ گورنمنٹ کا ٹارگٹ صرف اسلام ہی ہوگا۔ اس لیے عالم اسلام کو حفظ ماتقدم کے لیے کوئی ٹھوس پروگرام بنانا چاہیے۔

راقم نے اپنے مضمون ''الحذر اقوام عالم الحذر'' مطبوعہ نوائے وقت 14 جولائی 1991ء میں اقوام عالم کو خبردار کیا تھا کہ ورلڈ گورنمنٹ یہودیوں کا دیرینہ خواب ہے جو کہ امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے پورا ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ اس کے متعلق صدر روز ویلٹ کے ایک یہودی سینئر ساتھی جیمز وار برگ نے 17 فروری 1950ء ہی میں سینٹ پر واضح کیا تھا کہ آپ یہ بات پسند کریں یا نہ کریں' دنیا میں

ایک یہودی ورلڈ گورنمنٹ قائم ہو کر رہے گی۔ سوال صرف یہ باقی رہ گیا ہے کہ یہ باہمی رضامندی سے ہوگا یا جنگی فتح سے۔ پھر 17 جنوری 1962ء کو اسرائیلی وزیراعظم بن گوریان نے رسالہ لائف کو انٹرویو دیتے ہوئے مستقبل کے عالمی نقشہ کے متعلق یہ پیش گوئیاں بیان کی تھیں:

''میں آپ کو 1987ء اور اس کے بعد عالمی نقشہ کا ہلکا سا تصور پیش کرتا ہوں۔ اگلے 25 برس بعد یعنی 1987ء تک سرد جنگ ختم ہو جائے گی۔ روس میں کیمونزم کے بدلے جمہوریت رائج ہو جائے گی۔ مشرقی اور مغربی یورپ آپس میں مل جائیں گے۔ اور بالآخر یروشلم میں ایک نئی اور حقیقی اقوامِ متحدہ قائم ہوگی جو ساری دنیا کے لیے سپریم کورٹ کا کام دے گی اور انسانیت کے لیے آخری کچہری بن جائے گی۔'' واضح رہے کہ یہودی پیش گوئیوں کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مستقبل کے لیے یہودی ایجنڈا مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ جیسا کہ ہم نے 1991ء میں عرض کیا تھا کہ سینئر بش نے نیو ورلڈ آرڈر بنا کر یہودی ایجنڈا کی تکمیل شروع کر دی ہے۔ تو اب دوسرے یعنی بش جونیئر نے نئی اقوام متحدہ بنانے کا عندیہ دے دیا ہے تو جہاں پر بش سینئر نے پروگرام کو چھوڑا تھا اب بش جونیئر کی کوشش ہے کہ بات کو آگے بڑھا کر یہودی ایجنڈا کی تکمیل اس کے ہاتھوں سے ہو جائے۔

اب یہ سارا تانا بانا مسلمانوں کے خلاف ہے تو پھر عالم اسلام کو سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کہ اس خطرہ سے کیسے نمٹا جائے۔ ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کو مٹا دینا تو یہودیوں کے بس کی بات ہے نہ امریکہ کے بس کی۔ لیکن اس کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ مسلمان مشترکہ خطرہ کے خلاف متحد ہو جائیں۔ اور موجودہ بیکار محض او آئی سی کی جگہ ایک مضبوط یونین قائم کر کے روٹین سے ایک امیر المومنین مقرر کریں جو کہ سارے عالم اسلام کے لیے Spokesman ہو۔ شروع میں ہماری نگاہیں ملائشیا کے وزیراعظم مہاتیر محمد کی طرف اٹھتی ہیں کیونکہ پورے عالم اسلام میں یہی ایک لیڈر ہیں جنہوں نے دلیری سے عالم اسلام کی نمائندگی کی ہے۔ دوسری طرف ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے ظلم کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا ہے اور سورہ محمدؐ میں فرمایا ہے کہ ''بزدلی سے Surrender مت کرو۔ اور تاریخ کا سبق بھی یہی ہے کہ جو قومیں بغیر مزاحمت کے سرنڈر کر جاتی ہیں ان کا نام ونشان مٹا دیا جاتا ہے اور ان پر نہ آسمان روتا ہے اور نہ زمین آنسو بہاتی ہے۔ مثال ہسپانیہ کے مسلمان ہیں۔ دوسری طرف سنٹرل ایشیا کے مسلمان جو لگاتار مزاحمت کرتے رہے ہیں آج تک زندہ اور بلکہ ترقی پذیر ہیں۔

ہم کئی بار لکھ چکے ہیں کہ سابقہ خلیج جنگ اور یہ متوقع جنگ نہ تو تیل کی وجہ سے ہے اور نہ ہی کسی مالی منفعت کی وجہ سے اور نہ یہ تہذیبوں کا ٹکراؤ ہے۔ یہ نظریاتی جنگیں ہیں جن کا مقصد اس کرہ ارض کو دنیا کے صرف ڈیڑھ کروڑ یہودیوں کے زیر تسلط لانا ہے جس کا ٹھیکہ عیسائی صیہونیوں نے اٹھا رکھا ہے کیونکہ ان کو یقین دلا دیا گیا ہے کہ اسرائیل کا قیام و دوام یسوع مسیح کے حکم سے عیسائیوں کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے اگرچہ دنیا میں کشمیر، چیچنیا، فلپائن وغیرہ میں کئی فلش پوائنٹ ہیں۔ لیکن دنیا کی قسمت کا

فیصلہ فلسطین سے وابستہ ہے اور اگر کوئی ملک بھی اسرائیلی حکومت کے لیے خطرہ بن سکتا ہے تو وہ بش صاحب کا ٹارگٹ ہوگا۔ چاہے عراق ہو ایران ہو پاکستان ہو باقی شمالی کوریا وغیرہ کو صرف ضرورت شعری کے طور پر ساتھ نتھی کیا ہوا ہے۔ چنانچہ اس مشکل وقت میں عالم اسلام کو محض سبز باغ دکھانے والے لیڈروں کی ضرورت نہیں بلکہ چرچل جیسے رہنماؤں کی ضرورت ہے جو قوم کو آنے والے کٹھن حالات کے لیے تیار کرے۔ اور آخر میں ہم عرض کریں گے کہ مسلمانوں نے اگر آنے والے خطرات کا صحیح ادراک نہ کیا تو پھر ۔

تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

حافظ عبدالمتین مسلم

اسلام کے خلاف یہود و ہنود اور صلیبیوں کا گٹھ جوڑ

امریکی صدر بش نے جب پہلی بار صلیبی جنگ کا اعلان کیا تو دنیا کے بیشتر علمی و سفارتی حلقوں نے اسے محض زبان کی لغزش سمجھا۔ لیکن اس اعلان کے بعد سے اب تک مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے پے در پے ظلم و ستم اس بات کا ثبوت ہیں کہ صیہونی و صلیبی قوتوں نے دنیا سے اسلام کے خاتمے (نعوذ باللہ من ذالک) کا مکمل تہیہ کرلیا ہے۔ اس صلیبی جنگ کا ایک محاذ تو وہ ہے کہ جس کا نظارہ ہمیں ٹیلی ویژن کی سکرین پر مسلسل کئی ہفتوں سے ہو رہا ہے اور جس کے تحت امریکہ و برطانیہ نے اپنی تمام تر عسکری و ٹیکنیکی فوجی قوت بے گناہ عراقی عوام کے خلاف جھونک دی ہے' لیکن اس صلیبی جنگ کے کئی اور محاذ ایسے بھی ہیں کہ جن کے بارے میں عام لوگ بہت کم جانتے ہیں۔ یہ محاذ ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلام کو پر تشدد مذہب کے طور پر پیش کرنے' انٹرنیٹ کی ویب سائٹس کے ذریعے اسلام کو ظالم' جھوٹا اور پس ماندہ مذہب بنا کر پیش کرنے اور بیشتر مسلمان ملکوں خصوصاً ترقی پذیر اسلامی ملکوں میں این جی اوز (NGOs) کے ذریعے جاسوسی کا ایک جال بچھانے کی صورت میں کھول دیئے گئے ہیں۔ یہ این جی اوز نہ صرف ذرائع ابلاغ کے ذریعے ان ملکوں میں اسلامی قوانین کے نفاذ کو روکنے اور اسلامی تشخص کو مسخ کرنے کے لیے علی الاعلان کام کرتی ہیں بلکہ در پردہ طور پر ان ملکوں میں موجود صحیح اسلامی سوچ اور دینی جذبہ رکھنے والے ''خطرناک'' لوگوں کی اطلاع خفیہ طور پر اپنے غیر ملکی صیہونی' عیسائی اور ہندو آقاؤں کو فراہم کرتی رہتی ہیں تاکہ بعد ازاں ضرورت پڑنے پر القاعدہ کے ساتھی ہونے کے الزام میں امریکی انہیں اپنے حوالے کرنے کا مطالبہ کرسکیں۔

چونکہ ایسی این جی اوز کی مالی امداد براہ راست غیر ملکی عیسائی اور یہودی اداروں سے آتی ہے اس لیے پاکستان میں این جی اوز کا نیٹ ورک کچھ اس طرح سے بنایا گیا ہے کہ یا تو عیسائیوں کو این جی اوز کے کلیدی عہدوں پر تعینات کیا جائے اور یا پھر این جی اوز کی مالی امداد (Funding) میں پاکستانی عیسائی افراد یا اداروں کو شامل کیا جائے۔ اس طرح یہ این جی اوز ہماری قومی و بین الاقوامی پالیسیوں پر

نہایت منفی اثرات مرتب کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی حلقوں میں اگر پتا بھی کھڑکے تو این جی اوز آسمان سر پر اٹھا لیتی ہیں' لیکن اگر پاکستانی مسلمانوں کو بلا جواز اور بغیر کسی قانون و ضابطے کے یہودی ایجنسیاں گرفتار کر کے اپنے غیر ملکی عقوبت خانوں میں پہنچا دیں تو انسانی حقوق کے ان ''علمبرداروں'' کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ آج کے مسلمانوں کو ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ جوش کی بجائے ہوش سے کام لیں' اپنے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کو شناخت کریں اور باہمی اختلافات کو پس پشت ڈال کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ اگر باہمی مفاد کے لیے دنیا بھر کے یہودی' عیسائی اور ہندو اکٹھے ہو سکتے ہیں تو مصیبت کی اس گھڑی میں تمام مسلمان متحد کیوں نہیں ہو سکتے؟ ہم یہاں بش کی جاری کردہ اس صلیبی جنگ میں اپنے بھارتی دوستوں کے تعاون سے کھولے گئے یہود و نصاریٰ کے متعدد محاذوں میں سے صرف چند ایک کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

افغانستان پر امریکہ کی چڑھائی کو عرصہ گزر چکا ہے اور اب صلیبی جنگ کا اگلا اقدام عراق کو بھیانک تباہی و بربادی سے دوچار کر چکا ہے۔ اقوام متحدہ اور دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں نے صرف بیان بازی کی حد تک اس اقدام کو مذمت کی ہے اور اس سنگین مسئلے کے کسی بھی سنجیدہ حل میں بری طرح ناکام رہی ہیں۔ کیا اس صدی کی یہ صلیبی جنگ یکے بعد دیگرے تمام اسلامی ممالک کو تباہی و بربادی سے دوچار کر دے گی؟ یہ جنگ کس قدر تنظیم' عیاری اور تیاری سے لڑی جا رہی ہے' اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے میناروں کے منہدم ہونے کے کچھ ہی منٹوں کے بعد ان بے شمار لوگوں کے خلاف اس جنگ کا آغاز ٹیلی ویژن سکرین' بین الاقوامی ذرائع ابلاغ اور جدید مواصلات کے ذریعے شروع ہو گیا تھا جو امریکہ کی نظر میں دہشت گردی کے واقعات میں ملوث تھے۔ اور پھر یہ اطلاع موصول ہوئی کہ اس واقعے کے دن ٹریڈ سنٹر میں کام کرنے والے تمام یہودی چھٹی پر تھے۔ لیکن جلد ہی اس اطلاع کی صدائے بازگشت دم توڑ گئی شاید اس لیے کہ عالمی ذرائع ابلاغ کسی ایسی خبر کو منظر عام پر نہیں لانا چاہتے تھے کہ جو امریکہ کی ناراضگی کا سبب بن سکتی ہو۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ''بن لادن'' اور ''دہشت گردی'' کو اسلام اور نام نہاد بنیاد پرستی کا متبادل قرار دے دیا گیا۔ مغربی میڈیا کی اس یکطرفہ اسلام مخالف مہم میں بڑھا چڑھا کر اسلام کو مغرب کا دشمن قرار دیا جاتا ہے' اس بات سے صرف نظر کرتے ہوئے کہ اسلام کی مغرب کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے۔ مغربی میڈیا ''دنیا کے خلاف مقدس جنگ'' ''اسلام کا جنگی مشن'' اور ''مغرب کے خلاف جہاد'' جیسی پر اثر تحریک دلانے والی نام نہاد اصطلاحات سے بھرا پڑا ہے۔

اپنی اس فرضی کہانی کو حقیقت کا رنگ دینے کے لیے بین الاقوامی ذرائع ابلاغ نے مسلمان کا ایک نام نہاد تصور تخلیق کیا جس میں ایک باریش سفید پگڑی والے قدیم طرز زندگی کے حامل ایک شخص کو ہاتھ میں بندوق پکڑے ہوئے دکھایا جاتا ہے۔ حالانکہ دنیا میں مسلمانوں کی اکثریت نہ تو ایسی وضع قطع کی حامل ہے اور نہ ہی ہاتھ میں بندوق رکھتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ باشرع اور اسلامی سوچ رکھنے والے

مسلمانوں کی اکثریت مہذب اور علوم جدیدہ مثلاً سائنس' طب اور قانون میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے اور بہت سے مسلمان بین الاقوامی اداروں میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔ اسی طرح جب کسی مسلمان فرد یا تنظیم کی جانب سے کسی حکومت یا نظام کے خلاف کوئی مسلح کارروائی سامنے آتی ہے تو اسے اسلامی تشدد اور اسلامی دہشت گردی کا نام دے دیا جاتا ہے' حالانکہ اس علاقائی یا مقامی جدوجہد کا اسلام کے مجموعی نظام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا' بالکل ایسے ہی جیسے یورپ میں آئرلیش ریپبلکن آرمی اور السٹر یونینسٹ' سپین میں ای ٹی اے اور اٹلی میں ریڈ بریگیڈ جیسی تنظیموں نے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے تشدد وانتہا پسندی کا راستہ اپنایا' لیکن ان تنظیموں کی کارروائیوں کو کبھی عیسائی دہشت گردی یا عیسائی تشدد کا نام نہیں دیا گیا۔

بش کی اسلام کے خلاف جاری کردہ اس صلیبی جنگ نے حق اور باطل کے درمیان تفریق واضح کر دی ہے۔ مختلف محاذوں پر لڑی جانے والی اس صلیبی جنگ کا ایک نہایت موثر اور کارآمد محاذ انٹرنیٹ ہے۔ اس لیے کہ اس محاذ کا ہدف مسلمانوں کی پڑھی لکھی اور بھرپور صلاحیتوں کی حامل وہ نئی نسل ہے کہ جس نے مستقبل میں اسلامی ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانا ہے۔ چونکہ انٹرنیٹ کا استعمال نوجوان اور تعلیم یافتہ افراد کرتے ہیں اس لیے ایسے مسلمانوں کا واسطہ ان عیسائی ویب سائٹس سے ضرور پڑتا ہے جو انتہائی بے شرمی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ کھلے عام مسلمانوں کے عقائد کو تضحیک کا نشانہ بنا رہی اور ان کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچا رہی ہیں۔ ان ویب سائٹس پر نہ صرف مسلمانوں کی مقدس ہستیوں کو (نعوذ باللہ) جھوٹا' فریبی' دہشت گرد اور خونی قرار دیا جاتا ہے بلکہ مسلمانوں کو عیسائیت قبول کرنے کا ''ہمدردانہ'' مشورہ بھی دیا جاتا ہے۔ آج تک کسی مسلمان ویب سائٹ پر کبھی کسی مذہب کے خلاف نازیبا' گستاخانہ اور ہتک آمیز الفاظ استعمال نہیں کیے گئے لیکن نام نہاد انسانی حقوق کے علمبردار' نہایت ''مہذب'' اور ایک ''پرامن'' معاشرے کے نقیب یہ عیسائی افراد کھلے عام مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچا رہے ہیں اور دنیا خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے۔

انٹرنیٹ پر عیسائیوں کی ایسی بے شمار ویب سائٹس میں سے ایک کا نام ''اسلام کا جذبہ'' **(The Spirit of Islam)** ہے اور جس کا پتہ **(URL)** درج ذیل ہے:

http://thespiritofislam.com/main/islamandchristianity.html

اس ویب سائٹ کی سرپرستی قاہرہ کے فیتھ مشن بائبل کالج کا سابق پروفیسر ڈاکٹر لابیب میخائیل کر رہا ہے اور یوں اس ویب سائٹ کا زیادہ تر مواد اسی نے تحریر کیا ہے۔ یہ شخص کھلے عام مسلمانوں کی مقدس ہستیوں اور کلام الٰہی پر بہتان طرازی کرتا اور مسلمانوں کے عقائد کا مذاق اڑاتا ہے۔ وہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) جھوٹا قرار دیتے ہوئے اسلام کو الہامی مذہب کے درجے پر فائز قرار نہیں دیتا۔ نہ صرف یہ بلکہ اسلام کو ایک خونی' متشدد اور غیر انسانی مذہب کہتے ہوئے خلفائے راشدین کو (نعوذ باللہ) مطلبی' جھوٹے اور قرآن میں تحریف کرنے والے بتاتا ہے۔ اس طرح ذوالنورین حضرت عثمان غنیؓ

کے بارے میں انتہائی گھٹیا لب و لہجہ اختیار کرتے ہوئے ان پر قرآن پاک میں (نعوذ باللہ) تحریف کرکے اسے جلانے کے بہیمانہ الزامات عائد کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی شہادت اور اس کے بعد کے واقعات کو اپنے شیطانی انداز میں بیان کرتے ہوئے اسلام کی بنیاد ہی کو تشدد و بہیمیت پر استوار قرار دیتا ہے۔ اور اس سارے بیان کے بعد عیسائیت کو پرخلوص' سچے اور دوسروں سے بے لوث محبت کرنے والوں کا مذہب قرار دیتا ہے اور یوں مسلمانوں کو قبولِ عیسائیت کا مشورہ دیتا ہے۔

اس سے پہلے آج تک کبھی کسی عیسائی شخص یا ادارے کو مسلمانوں کے عقائد' ان کی الہامی کتاب اور مقدس ہستیوں کے بارے میں اس قدر توہین آمیز' گھٹیا اور گندی زبان استعمال کرنے کی جسارت نہیں ہوئی تھی' لیکن موجودہ صلیبی جنگ کے آغاز کے بعد یکے بعد دیگرے مختلف محاذ کھلتے چلے جا رہے ہیں۔

اب ہم جس ویب سائٹ کا تذکرہ کر رہے ہیں اس کا نام ''اسلام کا جواب'' ہے اور اس کا پتہ (URL) درج ذیل ہے۔

http://www.answering-islam.org/

یہ ایک بہت بڑی امریکن ویب سائٹ ہے جس کا مواد دنیا کی دس اہم زبانوں عربی' چینی' ڈچ' انگریزی' فرانسیسی' جرمن' انڈونیشی' ملائی' روسی اور ترکی زبانوں میں موجود ہے۔ یہ ویب سائٹ امریکی عیسائیوں کی نمائندگی کرتی ہے اور اس کے ذریعے نہ صرف مسلمانوں کے عقائد' ان کے مذہب اور ان کی تاریخ کے حوالے سے سخت نازیبا اور توہین آمیز الفاظ استعمال کیے گئے ہیں بلکہ اس میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی شرپسند' پرتشدد اور دہشت گرد قرار دیا گیا ہے۔ اس ویب سائٹ میں موجود شرانگیز مواد کا اندازہ ان عنوانات سے ہوتا ہے جن کے تحت یہ مواد درج کیا گیا ہے۔ ان عنوانات میں ''قرآن میں تحریفات'' ''خاتم النبیین کون' یسوع یا محمد (ﷺ)؟'' ''محمد (ﷺ) کی غلط پیشین گوئیاں'' وغیرہ۔

مزید برآں اس ویب سائٹ کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سخت نفرت کا اظہار کرتے ہوئے ان کے خلاف سخت کارروائیوں کا مطالبہ اور عام لوگوں کو ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ عیسائیوں کی اس مسلمان دشمنی کا واضح اظہار امریکہ میں موجود مسجدوں میں عبادات' مسلمانوں کی تقریبات اور ان کے دوسرے لوگوں کے ساتھ معاشرتی میل جول پر فوری پابندی عائد کرنے کے ان کے مطالبے سے ہوتا ہے جس کے تحت اپنے مذموم جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا ہے ''یاد رکھئے! اسلام کے ماننے والوں نے ہمارے نیویارک کے ٹاورز کو گرایا اور پنٹاگون پر حملہ کیا' جس کے نتیجے میں 3000 اموات ہوئیں' ہزاروں افراد زخمی ہوئے جبکہ ہزاروں امریکیوں کی زندگیاں برباد ہوگئیں۔ آج مسلمان امریکیوں کو تمام دنیا میں موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں' اس لیے ہمیں اس دہشت گرد مذہب کی حقیقت لوگوں کے سامنے کھول کے رکھ دینی چاہیے۔''

اس ویب سائٹ میں آگے چل کر اسلام کے بنیادی نظریئے اور تعلیمات کے خلاف ایک پندرہ نکاتی مضمون ملتا ہے جس میں حضورِ انور ﷺ اور اسلامی عقائد کے خلاف سخت اہانت آمیز الفاظ کے ذریعے بدزبانی کی گئی ہے۔ ان پندرہ نکات میں حضرت محمد ﷺ کی پہلی وحی' خطہ عرب میں عربوں کی معاشرتی زندگی' اسلام میں خواتین کی ''حالت زار'' واقعہ معراج کی تردید' اُم المومنین حضرت عائشہؓ کی عمر اور سیرت کی توہین آمیز تصویر کشی' اسلام میں عورتوں کی ''قتل و غارتگری'' آپؐ کی ازواجِ مطہرات کی تعداد کی نسبت سے منفی بیان' آپؐ کی حکمت عملیوں کا شر انگیز تجزیہ' جہاد کا منفی بیان اور مسلمانوں کی عیسائیوں اور یہودیوں کے بارے میں ''تباہ کن رائے'' اور حضورِ اکرم ﷺ کی شخصیت بطور داعیٔ امن پر نہایت شر انگیز پراپیگنڈہ شامل ہے جس میں نہایت گھٹیا زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ میں مصروف ایسی بے شمار ویب سائٹس میں سے یہاں ایک اور ویب سائٹ کا تذکرہ بہت ضروری ہے' جس کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ اس میں عالمِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عیسائیت کے درپردہ عزائم کا کھل کر اظہار کیا گیا ہے اور جو ان کے ظاہری پر فریب چہرے سے نہایت مختلف ہے جس کا اظہار وہ خصوصاً مسلمانوں کے علاقوں میں کرتے ہیں۔ درحقیقت اس ویب سائٹ میں عیسائیوں کی جانب سے اسرائیل کے قیام اور اس کی توسیع پسندانہ پالیسیوں کی مکمل اور غیر مشروط حمایت کی گئی ہے اور فلسطینی مسلمانوں کے تمام مطالبات کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عیسائیوں کی جانب سے مسلمانوں کو یہ علاقے خالی کر دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس ویب سائٹ کا نام ''عیسائیوں کی اسرائیل کے لیے جدوجہد'' (Christians Action for Israel) ہے اور اس کا پتہ (RUL) درج ذیل ہے۔

http://christianactionforisrael.org/current.html

جہاں اس ویب سائٹ پر یہودیوں اور عیسائیوں کے دیرپا اور اٹوٹ رشتوں کا تذکرہ ملتا ہے وہیں دونوں مذاہب کے پیروکاروں کے مسلمانوں کے خلاف متحدہ عمل کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ اسی ویب سائٹ پر ایک تفصیلی مضمون ''عیسائی یروشلم پر اسرائیلی قبضے کی حمایت کرتے ہیں'' کے عنوان سے ملتا ہے' جس میں دنیا بھر کے مختلف ملکوں سے تعلق رکھنے والے ہر طبقۂ زندگی کے عیسائیوں کی طرف سے فلسطینی علاقوں پر اسرائیل کے جارحانہ اور غاصبانہ قبضے کو جائز قرار دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس مسئلے پر مسلمانوں کے موقف کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ اس مضمون میں اسرائیل کے مذہبی دن کے موقع پر دنیا کے 117 ملکوں کے ایک کروڑ چالیس لاکھ عیسائیوں کی طرف سے دستخط شدہ ایک عرضداشت کا ذکر ہے جس میں کہا گیا ہے:

''ہم دستخط کنندگان اسرائیل کے صدر مقام کے بارے میں اسرائیل کے مکمل اختیار کے دعوے کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔ فلسطینی اتھارٹی کے چیئرمین یاسر عرفات نے دعویٰ کیا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ مستقل سمجھوتے کی صورت میں انہیں شمالی یروشلم کا اختیار دیا جائے اور انہوں نے خود کو عیسائیوں

کے متبرک مقامات کا محافظ بھی کہا ہے' لیکن ان کے اس دعوے کو ویٹی کن (پوپ جان پال کا گرجا) نے مسترد کر دیا ہے۔"

اس ویب سائٹ میں بتایا گیا ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں سے 5000 عیسائی زائرین بین الاقوامی خطرات کو نظر انداز کرتے اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسرائیل کے ساتھ اپنی یکجہتی کا اظہار کرنے کے لیے اس ہفتے یروشلم میں اکٹھے ہوئے۔ ایک عرضداشت میں انہوں نے جذبات سے بھرپور مجمع سے کہا: "یہ اتحاد کا عظیم بیان ہے' یہ عقیدے کا بیان ہے' اور یہ خدا کی اس مرضی پر بھروسے کا بیان ہے کہ یروشلم ہمیشہ یہودیوں اور اسرائیل کی ریاست کا ایک متحد اور غیر منقسم صدر مقام رہے گا۔"

صلیبی جنگ کے اس بھرپور حملے کے دوران مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی کو کمزور کرتے ہوئے انہیں تشکیک کا شکار بنایا جا رہا ہے اور یوں انہیں فکری اور عملی لحاظ سے کمزور و اپاہج کیا جا رہا ہے۔ حال ہی میں ایک عیسائی ادارے "مکتبہ عناویم پاکستان" نے رحمان فیض نامی مصنف کی لکھی ہوئی ایک کتاب شائع کی ہے جس کا عنوان "کائنات' انسان اور مذہب" ہے۔ اس کتاب میں کھلم کھلا مسلمانوں کے نظریۂ جہاد کو دہشت گردی سے تعبیر کیا گیا ہے' مسلمانوں کی حالت زار کو تمسخر کا نشانہ بنایا گیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام کو دہشت گردی کا علمبردار ثابت کرتے ہوئے ہندو مت اور عیسائیت کو امن و سلامتی اور "بے لوث محبت کے پیامبر" ثابت کیا گیا ہے۔ 12 اپریل کو اس کتاب کی تقریب رونمائی لاہور میں منعقد ہوئی جس میں پاکستان کے چوٹی کے لادین (Atheist) "دانشوروں" کے علاوہ عیسائیوں' ہندوؤں اور بہائیوں نے بھی شرکت کی اور اس کتاب کی "امن کے فروغ" میں اہمیت پر زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ابھی تک کسی ذی حس مسلمان نے اس کتاب کی موجودگی کا کوئی نوٹس نہیں لیا اور نہ ہی ارباب اقتدار ہی میں سے کسی کو اس اسلام دشمن کارروائی کا کوئی احساس ہوا ہے۔ ذیل میں اس کتاب سے چند اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں جو اس کے حقیقی مقاصد کی بزبانِ خود ترجمانی کر رہے ہیں۔

ہندو مت کی بے شمار بتوں کی پوجا کی حمایت کرتے ہوئے اور اس کے "عظیم فلسفے" کی سبقت و برتری ثابت کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے "دنیا کا شاید سب سے قدیم اور انتہائی وسعت و ہمہ گیری کا حامل مذہب ہندو دھرم ہے۔ اگرچہ قدیم برہمنی مت کا آغاز تقریباً ڈیڑھ صدی قبل مسیح میں آریاؤں کی ہندوستان میں آمد کے ساتھ ہوا لیکن ہندو روایت کے آثار آریاؤں کی ہندوستان میں آمد سے کہیں پہلے تقریباً تین ہزار سال قبل مسیح میں بھی ملتے ہیں۔ ہندو دھرم کی متعدد منفرد خصوصیات میں ایک یہ ہے کہ اس روایت کے لیے مذہب کی بجائے لفظ دھرم استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ نہایت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ہندو روایت کے مطابق کائنات کی ہر چیز اپنے لیے ایک خاص مقصد لے کر آئی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے اسے ایک مخصوص نظام بھی عطا کیا گیا ہے۔ زندگی بسر کرنے کا ایک ایسا نظام جو مقصدِ حقیقی تک رسائی دلا دے ہندو اصطلاح میں دھرم کہلاتا ہے۔ اس نظریئے کے مطابق دنیا

کی ہر چیز اپنے اپنے دھرم پر عمل کر رہی ہے اور اسی طرح ہر انسان اپنے مخصوص دھرم پر کاربند رہتے ہوئے ابدی نجات کا حصول ممکن بنا سکتا ہے۔ "دھرم" کا اصل مفہوم سمجھنے کے بعد ہی اس بات کا صحیح ادراک ہوتا ہے کہ کیونکر مختلف دیوی دیوتاؤں اور عقائد پر یقین رکھتے ہوئے بھی اس مذہب کے پیروکار راہِ راست پر عمل پیرا ہوتے ہیں' اور ان کے درمیان مثالی اشتراک و ہم آہنگی برقرار رہتے ہیں۔"
(صفحہ نمبر 225)

"دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ عموماً ہندومت کو بیشمار دیوی دیوتاؤں پر مشتمل اور کثرتِ معبودی کا حامل یعنی ان گنت خداؤں کا مذہب گردانتے ہیں لیکن ہندو روایت کا عمیق مطالعہ "کثرت میں وحدت" کی تلاش سے روشناس کراتا ہے۔ ویدک دور کے اواخر اور پھر مہابھارت اور رامائن کے منظر عام تک آتے آتے دیوی دیوتاؤں میں سے ہر ایک اپنے اپنے ماننے والوں کے لیے خدائے واحد کے درجے پر فائز ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ رفتہ رفتہ شیو' ویشنو اپنے اوتارانہ مظاہر کے ساتھ اور دیوی ماں اپنے اپنے پیروکاروں کے لیے ایک معبود کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن اپنے اپنے الگ دیوتا کی پرستش کے باوجود ہندو مذہب کے مختلف مکاتب فکر کی کیفیت کسی مذہب کے مختلف فرقوں جیسی نہیں ہے کہ جہاں اپنے سوا باقی تمام روایتوں کو گمراہ کن تصور کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ہر ہندو پیروکار کا معبود ایک خاص دیوی یا دیوتا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود تمام دیوی دیوتاؤں اور ان کے پیروکاروں کو ایک ہی حقیقت کے مختلف مظاہر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس طرح بظاہرا کثرتِ معبودی کی حامل ہندو روایت درحقیقت ایک طرح کی وحدانیت پر یقین رکھتی ہے۔ خصوصاً رامائن اور مہابھارت تک آتے آتے مختلف دیوی دیوتا اپنے اپنے واضح اوصاف اور مکمل تصورات کے ساتھ جلوہ گر ہوتے نظر آتے ہیں۔ ان کے کردار انفرادیت لیے ہوئے اور ان سے وابستہ خصوصیات جامعیت کی حامل ہیں۔ اور یوں ان دیوی دیوتاؤں کا اپنے منفرد کرداروں اور جامع خصوصیات کے ساتھ اپنے اپنے پیروکاروں کے لیے رب اعلیٰ کا درجہ حاصل کرنا عین ممکن ہو جاتا ہے۔" (صفحہ نمبر 231)

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے اور ان میں موجود افکار کی تعریف کرتے ہوئے مصنف تبلیغی انداز میں کہتا ہے "ہندو دھرم میں ویدک ادب کے علاوہ بھی مقدس ادب موجود ہے جس کی اہمیت اگرچہ ویدک ادب جیسی نہیں ہے' لیکن اس میں موجود ابدی حقائق اور زندگی کے اعلیٰ فلسفے کی بدولت اس کا شمار بھی نہایت اہم مذہبی روایت میں ہوتا ہے۔ انسانی زندگی کے فلسفے سے متعلق ایسی ہی ایک رزمیہ نظم بھگوت گیتا اپنے مضامین اور بلند تر مذہبی فکر کی بدولت عالمگیر شہرت کی حامل ہے۔ اس طویل نظم کا تعلق ہندوستان کے قدیم رزمیئے مہابھارت سے ہے جو قدیم ہندوستان سے متعلق معلومات کا ایک خزانہ ہے۔ بھگوت گیتا' مہابھارت کی چھٹی کتاب کے اٹھارہ ابواب پر مشتمل ہے جو شری کرشن کے ان نصائح پر مبنی ہے جو انہوں نے ارجن کو اس پر زبردستی مسلط کی گئی جنگ کے آغاز کے موقع پر دیں۔ گیتا کا موضوع درحقیقت نیکی اور بدی کی جاری کشمکش میں بھلائی کے نقطۂ نظر کی عکاسی کرتا ہے۔

مہابھارت کی تخلیق کا زمانہ 1000 ق م سے 600 ق م کے درمیانی عرصے پر محیط ہے اور یہ وہی زمانہ ہے جب دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نئی زندگی عطا کرنے کے لیے مذاہب کی روشنی دنیا کے کونے کونے تک پہنچ رہی تھی۔

اسی طرح عیسائیت کے بارے میں لکھتے ہوئے مصنف اس قرآنی نقطہ نظر کو یکسر نظر انداز کر دیتا ہے جو مسلمانوں کے حضرت عیسیٰ اور عیسائیت کے بارے میں عقائد کی عکاسی کرتا ہے بلکہ عیسائیوں کے تحریف شدہ عقائد کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ کو صرف یسوع مسیح کہہ کر پکارتا اور برملا خدا کا بیٹا قرار دیتے ہوئے ان کو سبقت و برتری کا حامل قرار دے دیتا ہے۔ ''جب یسوع مسیح دریائے اردن کے پانی سے بپتسمہ لے کر باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ آسمان کھل گیا ہے اور روح القدس کبوتر کی شکل میں ان پر نازل ہوا اور پھر آسمان سے آواز آئی: ''یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں۔'' (صفحہ نمبر 9-268)

''ان لوگوں کے لیے یہ معجزات یسوع کی خصوصی حیثیت یعنی مسیح موعود اور خدا کا بیٹا ہونے کی خصوصی نشانیاں تھیں۔ ان معجزات میں مُردوں کو زندہ کر دینا' بیماروں اور معذوروں کو صحت یابی عطا کر دینا اور ارواحِ خبیثہ کے شکنجے میں پھنسے لوگوں کو ان سے رہائی عطا کرنا شامل تھا۔ ایسی ارواح اور بد روحیں یسوع کے مسیح اور ابن اللہ کا اقرار کرتی ہوئی وہاں سے راہِ فرار اختیار کر لیتیں۔''

اسلامی عقیدے کے برعکس مصنف حضرت عیسیٰ کو مصلوب کیے جانے کے بعد آسمان پر اٹھا لیے جانے کی بجائے وفات پانے اور دوبارہ جی اٹھنے کے عیسائی عقیدے کی کھلم کھلا تشہیر کرتا ہے۔ عیسائی فلسفے کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہوتے ہوئے مصنف وارفتگی میں کہتا ہے:

''یسوع مسیح نے خدا کو باپ کا درجہ دے کر ہر شخص کو خدا کی عظیم پدری شفقت و محبت سے بہرہ مند ہونے کا تصور عطا کیا۔ عظیم اور بے لوث محبت کے عالمگیر پیغام کے زیر اثر یسوع مسیح کی تعلیمات میں اخلاص' فقر' غنا' توکل' بے لوث محبت اور ایثار جیسی صفات بہت نمایاں نظر آتی ہیں۔'' (صفحہ نمبر 278)

محبت اور اخوت کے مسیحی جذبوں سے معمور مصنف کا قلم اس وقت زہر آلود ہو جاتا ہے جب اس کا مخاطب اسلام ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف مسلمانوں کو اپنی شدید تنقید کا نشانہ بناتا ہے بلکہ ان کی کارروائیوں کو باعث شرم قرار دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے: ''موجودہ دور میں مذہبی تشدد پسندی اور دہشت گردی کا سب سے بڑا اظہار 11 ستمبر 2001ء کو امریکہ کے دو شہروں نیویارک اور واشنگٹن میں ہونے والے بہیمانہ واقعات کی صورت میں ہوا' جن کے نتیجے میں تقریباً ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے ہزاروں معصوم و بے گناہ شہری لقمہ اجل بن گئے۔ اگر ان واقعات کے پیچھے واقعی اسلامی تنظیموں کا ہاتھ ہے جیسا کہ اب تک کی تحقیقات سے سامنے آیا ہے تو پھر دہشت گردی کی یہ ظالمانہ کارروائیاں دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے باعث ندامت ہیں۔'' (صفحہ نمبر 285)

مسلمان علمائے کرام کے بارے میں انتہائی گھٹیا اور بازاری زبان استعمال کرتے اور غلط بیانی کا طومار باندھتے ہوئے کتاب کا مصنف لکھتا ہے: ''انہوں نے اسلام کو تشدد کا مذہب' سزا و تعذیب کا مذہب' چار چار شادیاں جبراً کروانے اور بے شمار کنیزیں رکھنے کا اہتمام کرنے والا نظام بنا کر پیش کیا ہے۔ انہوں نے اسے ترقی کا دشمن بتایا اور یہ تصویر پیش کی کہ برسر اقتدار آتے ہی یہ نظام تمام جدید تہذیبی ادارے ڈھا دے گا اور ان کی جگہ قدیم طرز کے جرگے قائم کر دے گا۔ کالج یونیورسٹیاں گرا کر کھنڈر بنا دیئے جائیں گے اور وہاں لڑکوں کو ڈنڈے مار مار کر پائجامہ اونچا کرنے اور سر نیچا کرنے کے قواعد سکھائے جائیں گے۔ بینکوں کی عمارات گرا کر وہاں مسواکوں کی دکانیں بنا دی جائیں گی اور سینماؤں کی جگہ بیت الخلاء تعمیر کر دیئے جائیں گے۔

لوگوں کو ہوائی جہازوں' گاڑیوں اور دیگر جدید سواریوں سے روک کر جبراً اونٹوں پر سوار کرایا جائے گا اور جدید ملبوسات کو نذرِ آتش کر کے جبے قبے پہنائے جائیں گے۔ تبلیغ کے لیے ہنٹر باز اور کوڑے مار قسم کے مولویوں کا گروہ نکلے گا اور لوگوں کو مار مار کر زبردستی تلوار کے زور سے مسلمان بنایا جائے گا اور جو کوئی کلمہ پڑھنے سے انکار کرے گا اس کی گردن پر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر تلوار پھیر دی جائے گی۔ عورتوں کو حجروں میں بند کر دیا جائے گا۔ مذہبی جنگوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا اور دنیا میں جبر و تشدد اور خون خرابے کی انتہاء کر دی جائے گی۔'' (صفحہ نمبر 7-286)

شاید بش اور اس کے ٹولے نے ہر قیمت پر اور جلد از جلد اس صدی کی صلیبی جنگ جیتنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اسی لیے تو یہ جنگ بیک وقت کئی محاذوں پر لڑی جا رہی ہے۔ اگرچہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بھی یہ جنگ پوری قوت کے ساتھ لڑی جا رہی ہے لیکن مقابل کو نہ تو اس جنگ کی شدت کا صحیح اندازہ ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں بھرپور علم۔ کیا اپنی سرزمین پر ہونے والی اس صلیبی جارحیت کا ہم مقابلہ کر پائیں گے۔؟

مقبول احمد دہلوی

اسلام دشمن کو نوبل انعام

گزشتہ ہفتے اخبارات میں جب یہ خبر شائع ہوئی کہ اس برس کا ادب کے لیے نوبل انعام ایک بھارتی ادیب وی ایس نائے پال (ودیادھر سورج پرشاد نائے پال) کو دیا گیا ہے تو بھارت میں اس خبر کا زبردست خیر مقدم کیا گیا۔ بھارتی اخبارات میں یہ خبر شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کی گئی۔ بھارتی صدر، وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی اور وزیر اطلاعات ونشریات شریمتی سشما سوراج نے نائے پال کو دلی مبارکباد کے پیغامات ارسال کیے اور اس بات پر انتہائی خوشی کا اظہار کیا کہ رابندر ناتھ ٹیگور کے بعد ایک اور بھارتی کو نوبل انعام حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا لیکن وی ایس نائے پال کو جن حالات اور جس موقع پر اس انعام کے لیے منتخب کیا گیا' اس نے کم از کم امریکہ کے اس دعوے کی پول کھول دی ہے کہ امریکہ دہشت گردی کے خلاف جو جنگ لڑ رہا ہے وہ اسلام کے خلاف نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ 11 ستمبر کے بعد امریکہ نے جو حکمت عملی اختیار کی ہے اس میں اسلام دشمنی کو واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے اور بھارتی ادیب وی ایس نائے پال کو اس وقت ادب کا نوبل انعام دیا جانا امریکہ کی اس اسلام دشمنی کا ہی ایک حصہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ نوبل انعامات سویڈن کی ایک تنظیم دیتی ہے لیکن سابقہ نوبل انعامات کی تاریخ گواہ ہے کہ امریکی دانشور جن افراد کے نام منتخب کر کے تنظیم کو بھجواتے ہیں نوبل انعامات انہی شخصیات کو دے دیئے جاتے ہیں۔

اسلام دشمن بھارتی ادیب وی ایس نائے پال نے اب تک تقریباً نصف درجن کتابیں لکھی ہیں لیکن دو کتابیں تو واضح طور پر ایسی ہیں جنہیں اسلام مخالف کہا جاسکتا ہے۔ چند سال قبل نائے پال نے اسلامی ممالک مصر' انڈونیشیا' ملائیشیا' ایران اور پاکستان کے طویل سفر کے بعد اپنے مشاہدات اور تجزیات پر مبنی ایک کتاب ''خدا پر ایمان رکھنے والوں کے درمیان'' (AMONG THE BELIEVERS) کے عنوان سے لکھی۔ اس میں وی ایس نائے پال نے پوری دنیا خاص طور پر مغرب کو اسلام کے مبینہ خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے خبردار کیا کہ جس تیزی سے اسلام پھیل رہا ہے اگر اسے خاص ذرائع سے نہ روکا گیا تو ایک دن یہ پورے مغرب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اپنی اسی کتاب میں 1992ء میں

ایودھیا میں بابری مسجد کے انہدام (شہادت) پر وی ایس نائے پال اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ بھارت کے ہندوؤں کے لیے بڑی فخر کی بات ہے جنہوں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔

''دنیا میں انسانیت کے ساتھ جو بدترین زیادتی ہوئی ہے اس کا نام ہے...... اسلام! یہ (مذہب) اسلام ہی ہے جو کسی بھی علاقے کی تہذب وتمدن کو مٹا کر وہاں کی آبادی پر (اپنی) شریعت کو تھوپ دیتا ہے''۔

وی ایس نائے پال کی تحقیق کا یہ بنیادی نکتہ ہے جو اس نے اسلامی ممالک کی سیاحت کے بعد اپنی کتاب میں پیش کیا ہے۔

ودیادھر سورج پرشاد نائے پال کی تحریریں اسلام کو جس مخصوص عینک سے دیکھنے کی کوشش کرتی ہیں وہ امریکی نظریئے سے کافی قریب ہے۔ اسی لیے موجودہ سیاسی پس منظر اور حالات میں نائے پال کو نوبل انعام ملنا اس شک کو تقویت بخشتا ہے اور موصوف کو یہ انعام اسلام دشمنی میں ہی دیا گیا ہے۔ بھارت کے معروف سکھ ادیب اور دانشور ڈاکٹر نامور سنگھ نے بھارت کے ایک کثیر الاشاعت اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ وی ایس نائے پال کو یہ انعام اسلام دشمنی کے سبب ہی دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نامور سنگھ نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ نائے پال کو یہ انعام سیاسی وجوہ (اسلام دشمنی) کے باعث ہی دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نامور سنگھ نے انکشاف کیا کہ گزشتہ دس برسوں سے نائے پال کا نام نوبل انعام کے لیے زیرغور رہا ہے لیکن انعام انہیں اسلام دشمن کتب کی اشاعت کے فوری بعد اور ٹھیک ایسے موقع پر انعام سے نواز کر ایک خاص پیغام دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں ڈاکٹر نامور سنگھ نے کہا کہ میں قطعی طور پر اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ نائے پال کا ادب اس معیار کا ہے کہ اسے نوبل انعام سے نوازا جاتا۔ وہ نائے پال کی دو تین کتب کے مواد سے خاص برہم اور ناراض تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ نائے پال نے بھارت کی غربت' افلاس اور عوام کی بدحالی کا خوب خوب ڈھنڈورا پیٹ کر اس سے شہرت حاصل کرنے کی سعی کی ہے۔

خود نائے پال نے نوبل انعام ملنے کے بعد دیئے گئے اپنے ایک بیان میں کہا کہ چالیس سال پہلے بھارت کے لوگ اتنے ذہین نہیں تھے کہ دنیا بھر کے دانشور ان کی لکھی ہوئی کتب کا مطالعہ کرتے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کی لکھی ہوئی کتب کے باعث بھارت کو شہرت ملی اور ان کی کتب نے بھارتیوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ بھارت کے عوام اور لیڈر نوبل انعام ملنے پر جتنی چاہے خوشی کا اظہار کریں' بھارتی اخبار کا کہنا ہے کہ وی ایس نائے پال کی کتب ''اندھیری (تاریک) سرزمین بھارت'' "INDIA AN AREA OF DARKNESS" اور ''بھارت کی زخمی تہذیب (انڈیا اے ووُنڈیڈ سِوِلائزیشن) جیسی کتابیں اس بات کی گواہ ہیں کہ نائے پال نے بھارت کا منفی رخ دکھا کر مغرب کے عوام کی توجہ اور ہمدردیاں حاصل کیں اور ایسے شخص کو اسلام کی خلاف زہرفشانی کرنے پر نوبل انعام سے نوازنا کوئی اچھی روایت نہیں۔

۞......۞......۞

محمد عبدالمنتقم

سنت نبویؐ کی پیروی...... ایک روشن مثال

یہ بات اب پایۂ ثبوت تک پہنچ گئی ہے کہ پاک فضائیہ کی طرف سے ایئرمینوں کے لیے داڑھی نہ ہونے کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی سمیت دیگر علمائے کرام و رہنماؤں کے احتجاجی بیانات' منظر عام پر آنے کے باوجود تا حال ایئرفورس کی طرف سے اس سلسلے میں کوئی تشفی بخش وضاحت سامنے نہیں آئی جس کے نتیجے میں دینی اقدار و شعار کا یہ اہم معاملہ عام مسلمانوں کے لیے بجا طور پر تشویش کا باعث بنتا جا رہا ہے۔ چنانچہ فکرمند مسلمان اس ضمن میں علمائے کرام کے نام اپنے خطوط کے ذریعے مسلسل اپنی تشویش کا اظہار کر رہے ہیں اور سب کا پرزور مطالبہ ہے کہ اس شرمناک ضابطے کو فی الفور ختم کیا جائے۔ نیز متعلقہ افسران کے خلاف بلا تاخیر موثر تادیبی کارروائی کی جائے تاکہ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والا یہ خطہ اس خطرناک سازش سے بچ جائے جس نے بالآخر ترکی جیسے مرکز خلافت کے دینی تشخص کو پارہ پارہ اور روشن ماضی کو ظلمت کے دبیز پردے میں گمنام کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ مسلم دنیا میں سیکولر ذہنیت کو پروان چڑھانے کے لیے اسلام دشمن عناصر نے اس وقت سازشوں کا جو تانا بانا تیار کیا اس کی وجہ سے بھی داڑھی پر پابندی کا یہ ضابطہ گہری تشویش کے تناظر میں دیکھا جا رہا ہے۔ جس کا ایک ادنیٰ مظاہرہ اس شرمناک ضابطے کو قران و سنت کی خلاف ورزی کی بنیاد پر وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جانا ہے۔

پاک فضائیہ میں ایئرمنوں کے لیے داڑھی پر پابندی کے خلاف جو عوامی ردعمل پیدا ہوا اس کا اندازہ ان خطوط سے ہوتا ہے جو حال ہی میں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کے نام موصول ہوئے۔ یہ خطوط' انتہائی جگر خراش حقائق پر مشتمل ہیں اور ان سے مسلمانان پاکستان کے اس مضبوط اعتقاد کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ مملکت خداداد پاکستان کا مستقبل ''اسلام'' ہی سے وابستہ ہے اور جس طرح ماضی میں تمام تر معاندانہ سازشوں کے باوجود یہاں کے عوام کے دماغ سے دینی اقدار کی اہمیت' حلال و حرام کی تمیز اور جائز و ناجائز کا فرق مٹایا نہیں جا سکا اسی طرح آئندہ بھی ان شاء اللہ اس سرزمین

پر سیکولر ازم کا زہریلا پودا کبھی برگ و بار نہیں لا سکے گا۔ کیونکہ تحریک پاکستان میں حصہ لینے والے مسلمانوں نے اپنی نظریاتی ریاست کی تشکیل دین و ایمان کے مضبوط رشتے کی بنیاد پر کی ہے اور ناسازگار حالات میں بھی بحمداللہ اپنے دین کے ساتھ ان کا اٹوٹ رشتہ قائم ہے۔ اس لیے ارباب اقتدار کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ ملکی پالیسیاں وضع کرتے وقت حقیقت پسندی سے کام لیں اور محض مغرب کی آشیرباد حاصل کرنے کی غرض سے ملک کے مجموعی دینی مزاج کو نظر انداز کرنے کی غلطی نہ کریں۔ تاریخ گواہ ہے کہ دینی شعائر اور ملی اقدار کے بارے میں مسلمانوں کا مزاج بہت حساس واقع ہوا ہے۔ اس طرح کا اقدام بڑے اضطراب کا سبب بن سکتا ہے۔ اس لیے حکومت کے ذمہ دار افراد سے ہمدردانہ اپیل ہے کہ وہ ملکی و ملی حالات کے اس پس منظر میں مسلمانوں کے عقائد و جذبات کا خیال رکھیں اور شعائر دین کی حفاظت کے لیے وہ کردار ادا کریں جو ان کا منصبی فریضہ بھی ہے اور ان کے لیے نیک نامی کا بھی باعث ہے۔

ذیل میں داڑھی کے بارے میں ایئرفورس کے افسوس ناک رویہ سے متعلق ایک خط شائع کیا جارہا ہے جسے پڑھ کر ان مذموم ہتھکنڈوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو اسلام دشمن عناصر نے اس ملک کو سیکولرازم کی راہ پر ڈالنے کے لیے اختیار کیے۔ یہ خط ہارون آباد' ضلع بہاولنگر سے جناب عبدالجبار خالد صاحب نے لکھا ہے:

محترم رفیع عثمانی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روزنامہ جنگ میں داڑھی اور ایئرفورس کے حوالے سے آپ کا بیان پڑھا۔ خوشی ہوئی کہ ابھی تک ایسے لوگ زندہ ہیں جو اسلامی ثقافت وتہذیب پر ہونے والے حملوں کا دفاع کرتے ہیں۔ آپ کے اس بیان نے پرانی یادیں تازہ کردیں۔ جی چاہتا ہے کہ ایئرفورس کی داڑھی سے دیرینہ دشمنی کے بارے میں اپنی آپ بیتی بیان کروں۔ میں 1950ء میں میٹرک کرنے کے بعد ایئرفورس میں بھرتی ہوا۔ بھرتی ہونے کے بعد چند ماہ تک داڑھی منڈاتا رہا۔ اس دوران کراچی کے ایک جریدے "چراغ راہ" میں داڑھی کی اہمیت پر ایک مضمون پڑھنے کا موقع ملا اور داڑھی رکھنے کا فیصلہ کرلیا۔ مجھے میرے سینئر لوگوں نے سمجھایا کہ داڑھی رکھنا ایئرفورس میں ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔ اگر تم نے داڑھی رکھ لی تو سزا پاؤ گے۔ جبکہ اس سے پہلے اجازت تھی کہ جو کوئی داڑھی رکھنا چاہے ایک درخواست برائے اطلاع دے کر رکھ لے۔ بہرحال میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ جو ہو سو ہو' داڑھی نہیں منڈاؤں گا...... اس پر مقدمہ چلا۔ اس وقت میرا متعلقہ کمانڈر ایک عیسائی تھا۔ جب میرا کیس پیش ہوا تو اس نے مجھے سمجھایا کہ یہ درست ہے کہ بعض مسلمان مذہبی طور پر داڑھی رکھنا ضروری خیال کرتے ہیں' اس وجہ سے برطانوی حکومت کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ لیکن اب پاکستانی افسروں نے ضابطے میں ترمیم کردی ہے۔ لہٰذا داڑھی رکھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ میں نے اس کی بات نہ مانی' اس نے تین دن قید کی سزا سنادی۔ دوسری دفعہ چار دن کی سزا ہوئی۔ پھر ایک مسلمان کمانڈر آگیا جس کا نام عبدالرب تھا۔ اس کے سامنے کیس پیش

ہوا۔ اس نے نہ صرف تضحیک کی بلکہ قید کی سزا میں اضافہ کر دیا۔ پھر میرا رینک بدل دیا۔ میں نے اس کو بھی خوش دلی سے قبول کر لیا لیکن افسرانِ بالا کے دل میں خیال آیا کہ داڑھی کے ''بداثرات'' کہیں عام نہ ہو جائیں لہٰذا مجھے ایئر فورس سے فارغ کر دیا گیا۔ یہ معاملہ ہم نے بعض دینی گروپوں کو پہنچایا۔ اس وقت صرف جماعت اسلامی نے ساتھ دیا میاں طفیل محمد صاحب نے سردار عبدالرب نشتر مرحوم' جو اس وقت پنجاب کے گورنر تھے' کو لکھا۔ سردار صاحب نے خواجہ ناظم الدین کو آگاہ کیا اور انہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر اس ترمیم کو ایئرفوس سے منسوخ کروایا۔ میں بصد حسرت اگرچہ ایئرفورس سے نکل گیا تھا لیکن ہمارے بعد ایئرفورس کے جوانوں نے خوب داڑھیاں رکھیں۔ میں نے یہ رام کہانی مختصر طور پر اس لیے لکھی ہے کہ اگر آپ نے اس مسئلہ میں دلچسپی لی ہے تو اس کو چھوڑیں نہیں اور انجام تک پہنچائیں۔ اللہ آپ کو جزا دے۔ آخر میں کچھ اپنے متعلق عرض کروں۔ سنت رسول کے احیاء کی خاطر ایئر فورس سے اگرچہ میری نوکری ختم کر دی گئی لیکن الحمدللہ بعد میں' میں نے اپنی تعلیم کو آگے بڑھایا اور معلمی کا پیشہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اب مجھے معاش کی فکر سے بالکل آزاد کر رکھا ہے۔ یہ شاید اسی کا صلہ ہو' اللہ نے مجھے اِس دنیا میں بھی عزت عطا کی اور آخرت میں بھی اُس کی رحمت کا امیدوار ہوں۔ خاکسار۔

عبدالجبار خالد (بہاولنگر)

موجودہ دنیا میں یہ حقیقت کسی وضاحت کی طلبگار نہیں کہ کسی بھی ملک کے آئینی' نظریاتی اور سیاسی فیصلے اس کی فوج کی مجموعی ذہنیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ شاید اسی لیے شروع ہی سے دشمنانِ اسلام کی یہ سازش چلی آ رہی ہے کہ پاکستان میں بھی فوج جیسے اہم ترین قومی ادارے پر سیکولر ذہنیت کے حامل لوگوں کا قبضہ ہو' تاکہ اس ملک کے دینی تشخص کو ختم کرنے کے لیے ان کی راہ میں کوئی بڑی رکاوٹ حائل نہ رہے۔ موجودہ حکمران' جو اسلام اور ملک کے نظریاتی تشخص کے حوالے سے رائے عامہ کا تاثر اپنے بارے میں مثبت دیکھنا چاہتے ہیں' ان کا فرض منصبی ہے کہ وہ ایئرفورس میں ایئرمینوں کے لیے داڑھی پر پابندی کا ضابطہ فوری طور پر ختم کریں ورنہ دینی قوتوں اور عام مسلمانوں کا اعتماد حکومت کے بارے میں بری طرح مجروح ہوگا جو ان کے لیے کسی طور پر بھی نیک شگون نہیں ہے۔

سید محمد قاسم

اقلیتوں کی آڑ میں پاکستان پر امریکہ کی الزام تراشیاں

امریکی دفتر خارجہ نے ستمبر کے آغاز پر مذہبی آزادی کے حوالے سے پاکستان کے بارے میں ایک رپورٹ جاری کی ہے۔ اس رپورٹ میں دو اعترافات کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ پاکستان کے آئین میں اقلیتوں کو دبانے اور کچلنے کے لیے کوئی امتیازی قانون نہیں۔ ''پاکستان کا دستور مذہبی آزادی دیتا ہے''۔ دوسرے یہ کہ جنرل پرویز مشرف کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد مذہبی اقلیتوں سے سلوک بہتر ہوا ہے۔

THERE WERE SLIGHT IMPROVEMENTS IN THE GOVT'S TREATMENT OF THE RELIGIOUS MINORITIES......

امریکی حکومت نے جس بات پر سب سے زیادہ اطمینان کا اظہار کیا ہے' وہ فوجی حکومت کے قیام کے بعد نواز شریف کے نفاذ شریعت کے آئینی ترمیمی بل کا خاتمہ ہے۔ اس پر اقلیتوں کی جانب سے اطمینان کے اظہار کو دلیل بنایا گیا ہے۔ اس بات کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی کہ نواز شریف جو آئینی ترمیمی بل منظور کرانا چاہتے تھے اس سے اقلیتوں کے خدشات کی کیا نوعیت تھی اور شرعی قوانین سے ان کے حقوق کس طرح متاثر ہو سکتے تھے۔ رپورٹ کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امریکی حکام کو کسی قانون کے مقاصد سے غرض نہیں بلکہ کسی قانون کا اسلام اور شریعت سے منسوب ہونا ہی قابلِ اعتراض ہے۔ جنرل پرویز مشرف کو اس بات پر خراجِ تحسین پیش کیا گیا کہ انہوں نے فیصلے کرنے والے اداروں اور کابینہ میں اقلیتوں کو مناسب نمائندگی دی ہے۔ رپورٹ میں مذہبی اقلیتوں سے بدسلوکی کے واقعات بھی بڑی تلاشِ بسیار کے بعد شامل کیے گئے ہیں۔ رپورٹ میں تمام تر توجہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے اور تحفظ ناموسِ رسالتؐ کے قانون 295 سی اور 298 اے پی سی پر نکتہ چینی کرنے پر صرف کی گئی ہے۔ 1981ء کی مردم شماری کے حوالے سے پاکستان کو 95 فیصد مسلم آبادی والا ملک کہا گیا ہے۔ پانچ

فیصد غیر مسلم آبادی میں عیسائی آبادی 1.56 فیصد' ہندو آبادی 1.51 اور دیگر مذاہب اور قادیانی وغیرہ شامل ہیں۔ مسلمانوں میں سے 10 سے 15 فیصد شیعہ اور باقی سنی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسماعیلیوں کی تعداد ساڑھے پانچ لاکھ سے چھ لاکھ کے درمیان ہے جو شیعوں میں شامل سمجھے جاتے ہیں۔ اقلیتوں کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ وہ آبادی کے مذکورہ اعداد و شمار کو درست نہیں سمجھتے۔ وہ اپنی آبادی کا اس سے کہیں زیادہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن اُن کے اس دعوے کے حق میں کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی۔

امریکہ کی دیرینہ خواہش ہے کہ وہ دنیا پر اپنی سیاسی' سماجی' اقتصادی اور فوجی حکمرانی قائم کرے۔ اس نے اسے عملی شکل دینے کے لیے بہت سے منصوبے اور ڈھنگ اختیار کیے ہیں۔ وہ اقوام متحدہ کے عالمی ادارے کو بھی اپنے مخصوص مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ وہ انفارمیشن ٹیکنالوجی پر اجارہ داری کے ذریعے گلوبل کلچر کے نام پر امریکی تہذیب اور تمدن کو دنیا پر نافذ کرنا اور اپنے ہی مقرر کردہ معیار سے دنیا کو جانچنا اور پرکھنا چاہتا ہے۔

اس کے علاوہ امریکی پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قوانین کا دائرہ وسیع کر کے دوسرے ممالک اور اقوام کی آزادی بھی سلب کرنے پر تلا ہوا ہے۔ پاکستان اور بھارت پر عائد کی گئی اقتصادی پابندیاں امریکی قانون کی رُو سے نافذ ہیں۔ امریکی اثر و رسوخ کی وجہ سے تمام بڑے ممالک امریکی فیصلے کی پابندی کر رہے ہیں' حالانکہ ان ممالک میں سے اکثر ایسے ہیں جہاں ایسی پابندی عائد کرنے کا کوئی قانون ہی نہیں ہے۔ مذہبی آزادیوں کے حوالے سے مذکورہ رپورٹ بھی امریکی حکومت نے خودساختہ انٹرنیشنل ریلیجس فریڈم ایکٹ کے تحت جاری کی ہے۔ اس کے ذریعے وہ پاکستان کے حکمرانوں' افسران اور دانشوروں کو متاثر کر کے ایک ایسی لابی بنانا چاہتی ہے' جو رپورٹ میں دیئے گئے قوانین اور روایات کو تبدیل کر کے امریکی خواہشات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے کام کرے۔ ایسی کسی رپورٹ کو تکبیر کے ان صفحات میں زیر بحث لانے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی اگر ملک کے حکمران طبقہ کے لوگوں میں امریکی غلامی سرایت نہ کر چکی ہوتی اور وہ ایسی رپورٹ کو من و عن تسلیم کر کے ان کی روشنی میں ستر فیصد اور اسی فیصد عمل درآمد کے نمبر حاصل کرنے کی کوشش میں نہ لگ جاتے ہوں۔ ماضی میں بھی اس حوالے سے نہایت ذلت آمیز تجربات ہو چکے ہیں۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں اقلیتوں کے لیے جداگانہ انتخاب کا فیصلہ ہوا۔ قانون کے مطابق اقلیتوں کو بھی آبادی کی بنیاد پر حصہ ملنا تھا۔ ایک مخصوص اقلیت کو زیادہ نشستیں دلانے کے لیے بیرونی دباؤ تھا لیکن اس کی آبادی اس سے مطابقت نہیں رکھتی تھی۔

افسران نے اس کا حل یہ نکالا کہ اس اقلیت کے فرضی نام انتخابی فہرستوں میں شامل کر دیئے جائیں تا کہ باہر والے بھی خوش ہو جائیں اور اندر بھی کام چلتا رہے۔ اس کی بہترین مثال ضلع دیر کے قومی اسمبلی کے حلقے کی ہے۔ 1988ء میں اس حلقہ سے منتخب رکن قومی اسمبلی صاحبزادہ فتح اللہ نے قومی اسمبلی میں سوال اٹھایا کہ ہمارے پورے حلقے میں ایک بھی غیر مسلم نہیں ہے تو پھر انتخابی فہرست میں غیر مسلم خاندانوں کے نام کہاں سے آ گئے۔ اس پر سپیکر قومی اسمبلی' وزیر متعلقہ امور کوئی جواب دینے سے

قاصر رہے حتیٰ کہ الیکشن کمیشن بھی کوئی وضاحت نہ کر سکا۔ پھر یہی سوال 1990ء میں تشکیل پانے والی اسمبلی میں اٹھایا گیا اور آج بھی یہ سوال اسمبلی کے ریکارڈ پر موجود ہے اور الیکشن کمیشن بدستور مہر بہ لب ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکمران اور بیوروکریسی غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے کس حد تک جا سکتے ہیں۔ اس لیے وقتاً فوقتاً شائع ہونے والی ایسی رپورٹوں سے عوام کی آگاہی ضروری ہے تاکہ وہ حکمرانوں کو اپنا طرزِ عمل درست کرنے پر مجبور کر سکیں۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ رپورٹ میں پاکستان کے قانونی نظام اور عدالتی طریقۂ کار اور لوگوں کے طرزِ عمل پر جتنی نکتہ چینی کی گئی ہے' اس میں کسی اصول اور ضابطے کو بنیاد نہیں بنایا گیا بلکہ محض الزام تراشی پر مشتمل داستان رقم کر دی گئی ہے۔ جہاں تک انتظامیہ کی زیادتیوں اور عدالتوں کے طریقۂ کار کا تعلق ہے' اس بارے میں بات واضح ہے کہ یہ انتظامیہ اور موجودہ عدالتی طریقۂ کار اسلامی جمہوریہ پاکستان کی مجلس شوریٰ کے وضع کردہ نہیں ہیں۔ یہ آپ ہی کے آباء سے اہل پاکستان کو منتقل ہوئے ہیں۔ صرف مذہبی اقلیتیں ہی نہیں' اکثریت بھی اسی نظام کی چکی میں پس رہی ہیں۔ قوم کو اس سے نکلنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ 1861ء کے پولیس ایکٹ اور تعزیراتِ ہند ہی سے کام چلایا جا رہا ہے۔ اس بندوبست کو قائم رکھنے کے لیے بھی بیرونی عوامل ہی اثر انداز ہوتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ نکتہ چینی اس ملک کی جانب سے کی جا رہی ہے جو خود مذہبی اور نسلی تعصبات میں غرق ہے۔ مسلمانوں کی مساجد میں گورے کالے' غریب امیر سب ایک ساتھ اللہ کے حضور سربسجود ہوتے ہیں جبکہ عیسائی گرجا گھروں میں گوروں اور کالوں کی ریلیجس سروس کے اوقات بھی علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ گوروں کے مصلوب عیسیٰ کی شبیہ انگریزوں سے ملتی جلتی اور کالوں کے مصلوب عیسیٰ کی شبیہ تک حبشی اور سیاہ فام بنائی گئی ہے۔ امریکی جیلیں کالوں سے بھری ہوئی ہیں کیونکہ گورے امریکیوں کو نیک اور مہذب سمجھا جاتا ہے اور کالے بدمعاش اور گنوار قرار دیئے جاتے ہیں۔ امریکی صدارت اور اعلیٰ سیاسی عہدوں کے لیے کوئی امریکی سیاسی جماعت سیاہ فام امیدوار پیش نہیں کر سکی۔ کالی ماں یا کالے باپ سے پیدا ہونے والے سیاست دان گورے امریکیوں کی گولیوں کا نشانہ بنے۔ کالوں کو ووٹ ڈالنے کا حق دینا بھی جرم ٹھہرایا گیا۔ یہودیوں کو ناجائز طور پر سیاسی' اقتصادی اور فوجی بالادستی دینا' امریکہ کا قومی شعار بن چکا ہے۔ اس سوچ اور طریقۂ کار کے حامل ملک کی طرف سے پاکستان میں اقلیتوں پر مظالم کی داستان گھڑنا' اپنے مخصوص مقاصد کے لیے دباؤ ڈالنے کے سوا کچھ نہیں۔

پاکستان میں عیسائی' ہندو' سکھ اور پارسی' ذکری وغیرہ عرصہ سے پرامن اقلیتوں کے طور پر آباد ہیں۔ اندرون ملک ایسے کوئی عوامل نہیں' جو انہیں مشتعل کرنے کا باعث ہوں۔ مسلمان اور یہ سب لوگ ایک دوسرے سے کاروباری' تجارتی' زرعی' سماجی و سیاسی میل جول رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے مذہب اور عقائد کا احترام کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی غمی خوشی میں شریک ہوتے ہیں۔ اس لیے اقلیتوں کے

خلاف یا اقلیتوں کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف کوئی اجتماعی تحریک یا مخالفت نظر نہیں آتی۔ اگر کوئی اکا دکا واقعہ ہوا جس میں کسی نے ظلم یا زیادتی کی ہو وہ اس کا انفرادی فعل ہے اور وہی اس کا ذمہ دار بھی ہے۔ اسے پورے معاشرے پر یا پورے مذہبی گروہ پر پھیلا دینا نہ امر واقعہ ہے اور نہ ہی کوئی خدمت ہے۔ ایسی شکایات کے ازالے کے لیے ادارے اور قانون موجود ہیں۔اس رپورٹ میں اسماعیلیوں اور شیعہ مکتب فکر کے لوگوں کو بھی مذہبی اقلیت قرار دیا گیا۔ گویا ان کا ملک کے مجموعی اسلامی تشخص میں کوئی حصہ نہیں۔ اس کے برعکس قادیانی مذہب کے لوگ جنہیں غیر مسلم اور مرتدین قرار دینے میں نہ صرف پاکستان کے علماء بلکہ پوری ملت اسلامیہ متفق ہے' انہیں اسلامی تشخص دلانے اور مسلمان تصور کرنے پر زور دیا جارہا ہے۔ اس رپورٹ میں سب سے زیادہ جس اقلیت کا ذکر ہے' وہ قادیانی اقلیت ہی ہے۔ اس اقلیت کی جانب سے مسلمانوں کے عقائد کا احترام نہ کرنے' اسلامی تعلیمات میں تحریف کرنے کی کوششوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ معلومات کے عام ذرائع سے اعداد وشمار جمع کر کے پیش کرنے کی بجائے قادیانی ذرائع کی فراہم کردہ اطلاعات ومعلومات پر انحصار کیا گیا ہے۔ چنانچہ رپورٹ میں درج ہے کہ قادیانی ذرائع کے مطابق 80 قادیانی مذہبی تفریق کی بنا پر مقدمات میں ملوث کیے گئے ہیں۔ ان میں سے 16 کے خلاف توہین رسالتؐ کے الزامات کے تحت مقدمات درج ہیں۔ بلاشبہ اقلیتوں کا تحفظ ایک مہذب ریاست کی ذمہ داری ہے اور یہ اصول بھی دنیا کو اسلام ہی نے سکھایا ہے کہ کسی کو جبر کے ذریعے کوئی خاص عقیدہ اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی علیحدہ مذہب اور عقیدہ رکھتا ہے تو اسلامی ریاست اس کا یہ حق تسلیم کرتی ہے۔ اس کے برعکس کوئی شخص اپنے مخصوص عقائد کو جو اس نے خود وضع کر لیے یا ملت اسلامیہ کے عقائد سے ہٹ کر کسی اور راستے کو اختیار کر لیا' ملت اسلامیہ اس کی کج روی کو اپنے عقائد کا حصہ کیوں بنائے؟ آج اگر کوئی امریکی شہری امریکہ کے آئین میں تبدیلیوں اور ترامیم کا اعلان کردے یا اعلانِ آزادی کو منسوخ کر کے تمام اختیارات خود سنبھالنے کا دعویدار ہو جائے' ایسی صورت میں اگر وہ ایک بڑا ہم خیال گروہ بھی پیدا کر لے تو بھی دنیا اسے احمق ہی قرار دے گی۔ امریکہ میں تو بارہا ایسے تجربے ہو چکے ہیں جس پر ایف بی آئی نے سخت ایکشن لے کر ایسے گروہوں کو کچل ڈالا۔ چند سال قبل اوکلے ہاماشی کے درویش گروہ نے جوابی حملہ کر کے بم دھماکے کیے تو پوری دنیا میں تہلکہ مچ گیا۔ امریکہ کے طول وعرض میں ایسے خود ساختہ مذہبی اور سیاسی گروہ کثرت سے موجود ہیں اور ملکی سلامتی کے ادارے ان پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں۔ مگر یہاں ایسے کسی مذہبی اقلیتی گروہ کے خلاف ایسی کوئی کارروائی نہیں ہو رہی۔ ان سے صرف ایک مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے عقیدے اور خیالات کو اسلام سے منسوب نہ کریں۔ اپنے عقیدے کا مخصوص نام احمدی' قادیانی یا مرزائی اور جو کوئی نام پسند کریں' رکھیں اور اسی نام سے اپنی مذہبی تعلیمات کو پیش کریں۔ یہ ایک نہایت منصفانہ بات ہے۔ اگر اسلامی ریاست نے یہ بات اپنے آئین میں شامل کی ہے اور اسے قانونی تحفظ دیا ہے تو اس نے اپنے ریاستی باشندوں کے

عقائد اور ایمان کے تحفظ کا اقدام کیا ہے۔ یاد رہے کہ اسلام کے واضح نظریات ہی پاکستان کی نظریاتی بنیاد ہیں۔ لہٰذا اسلامی ریاست اگر اپنے شہریوں کے عقیدہ و ایمان کو تحفظ دیتی ہے تو وہ اپنی ریاستی بنیاد' آئین اور قانون کو مستحکم کرتی ہے۔ رہی یہ بات کہ عقائد کی بنیاد پر امتیازی سلوک کیا جا رہا ہے' تو یہ بات بطور پالیسی کبھی اختیار نہیں کی گئی۔ البتہ ملک کے اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز ہونے کے لیے مسلمان ہونے کی شرط نظریاتی ریاست کا اصول ہے۔ اسلام ایک وحی الٰہی پر مبنی مذہب ہے جبکہ دیگر کئی مذاہب بھی آسمانی کتابوں پر اپنے عقیدے اور ایمان کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اس وحی کا ذریعہ بننے والی شخصیات جو انبیائے کرام کی صورت میں انسانوں سے منتخب کی گئیں' ان کی توہین اور تنقیص کرنے کا حق کسی کو نہیں دیا جاسکتا۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے' تو وہ نہ صرف خود ایک گھناؤنے جرم کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ وہ آسمانی مذاہب کے پیروکاروں کے جذبات سے کھیلنے اور ان کی تذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر ریاست ایسی حرکات کو روکنے کے لیے قانون سازی کرتی ہے تو یہ نہ صرف ایک خاص جرم کو روکتی ہے بلکہ ملک میں امن و امان کو مستحکم کرنے اور فسادات کو روکنے کا اقدام بھی کرتی ہے۔ امریکی رپورٹ میں یہ کہنا کہ:

THIS PROVISION HAS BEEN USEDTO HARASS AND PROSECUTE AHMEDIES.

کہاں کی عقلمندی اور انصاف پسندی ہے۔

رپورٹ میں عیسائیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ایک مغربی دنیا کے مذہب کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ بعض عیسائی اپنے قدیم رشتے سینٹ تھامس کے دور سے جوڑتے ہیں۔ ان میں رومن کیتھولک' پروٹسٹنٹ' وغیرہ فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی معاشی زبوں حالی کا بھی ذکر ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ عالمی چرچ جب دنیا بھر کے غیر عیسائی ممالک میں علاج' تعلیم اور سماجی بہبود کی خدمات انجام دے رہا ہے تو پھر اسی چرچ کے ساتھ وابستہ پاکستان کے مقامی عیسائی کیوں ناخواندہ اور پسماندہ ہیں۔ اس کی دو وجوہ ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ عالمی چرچ کو اپنے ہم عقیدہ عیسائیوں کی فلاح و بہبود سے دلچسپی ہی نہیں ہے یا اس مقصد کے لیے مخصوص فنڈ خورد برد ہو جاتے ہیں۔ اگر وزارت مذہبی و اقلیتی امور 30 فیصد رقم عیسائیوں اور دیگر اقلیتوں پر خرچ کر رہی ہے تو اسے افسوس ناک سمجھا جا رہا ہے تو عالمی چرچ کی سو فیصد رقم کے اثرات کیا ہیں؟ آج عیسائی بچہ سکول جانے سے کیوں قاصر ہے اور وہ بہتر روزگار حاصل کرنے سے کیوں محروم رہتا ہے؟ اس کا جواب خود عیسائی چرچ کو دینا چاہیے۔ باقی رہے مسلمان بچے' ان کی حالت بھی ملک کے عام حالات سے مختلف نہیں ہے۔ ملک کی ایک کثیر تعداد غربت سے نچلی سطح کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ یہ صورتِ حال غیر منصفانہ عالمی اقتصادی پالیسیوں اور مقامی حماقتوں کا نتیجہ ہے۔ مسلمان بچوں کی اکثریت سکول دیکھنے سے بھی محروم اور روزگار کے مناسب مواقع پانے سے قاصر ہے۔ حدود ایکٹ کے تحت اقلیتوں کو نشانہ بنانے کے افسانے تراشے گئے ہیں۔

جہاں تک قانون کے غلط استعمال کا تعلق ہے' کوئی بھی قانون غلط استعمال ہوسکتا ہے۔ اس کی نگرانی ہی کے لیے عدالتیں قائم کی جاتی ہیں اور مروجہ طریقۂ کار کے مطابق وہاں پوری شنوائی ہوتی ہے۔ اس لیے انفرادی واقعات کو اقلیتوں سے بدسلوکی کی مہم قرار دینا افسوس ناک ہے۔

امریکی حکومت کے لیے مناسب ہوگا کہ وہ اقلیتوں کی آڑ میں اسلامی مملکت پر سیاسی الزام تراشی کرنے سے پہلے اپنے ملک کی نسلی اقلیتوں سے بدسلوکی کی خبر لے اور انہیں ملک کا اول درجے کا شہری قرار دینے کے لیے اقدامات کرے جس کے نتیجے میں گورے اور کالے شہریوں کے درمیان امتیاز ختم ہو جائے۔

تنویر شرافت

دجال کے سفیر

فری میسن کے سیاہ کارناموں کی ہولناک تفصیلات

گیارھویں صدی میں یورپ پر چرچ کی حکومت رہی اس طاقت نے Pope Emin II کو مسلمان خلافت پر حملے کے لیے اکسایا جسے اس نے صلیبی جنگ کا نام دیا۔ اس جنگ کا مقصد یروشلم کی سرزمین کو مسلمانوں سے آزاد کرانا تھا۔ یہ زمین 637ء سے مسلمانوں کے قبضے میں تھی مگر 1099ء میں انتہائی خونخوار انداز میں اس حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا۔

صلیب کے نام پر عورتوں سے زیادتی کی گئی۔ انہیں قتل کیا گیا' بچوں کو تہ تیغ کیا گیا اور اس قدر خون بہایا گیا کہ گھوڑوں کے سم اس میں ڈوب گئے۔

قتل و غارت کی اس سرزمین سے جنگجوؤں کا ایک گروہ اٹھا اور صرف بیس سال میں یروشلم پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ یہ لوگ خود کو ''ہیکل سلیمانی'' کے پیروکار کہتے تھے۔ آئندہ آنے والی گفتگو میں اس گروہ کو ''خدائی فوجدار'' کہا جائے گا۔

یروشلم میں فوجداروں نے عیسایت سے احتراز کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے یہود جادو ''کبالا'' کے سارے اسرار و رموز جان لیے۔ 1307ء میں فرانس کے King Philip نے عیسائیت سے احتراز' ہم جنس پرستی' بتوں کی پوجا اور کبالا سیکھنے کے الزامات میں انہیں گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ 1314ء میں Pope Clogmont v نے تمام فوجداروں کو عیسائیت کے لیے خطرہ قرار دے کر ان کی جائیدادوں کو ضبط کر لیا۔ ان کے رہنما Chehthemolay کو گرفتار کر کے زندہ جلا دیا گیا۔

یہاں سے خدائی فوجداروں کی اس جدوجہد کا آغاز ہوتا ہے جو انگریزوں (Britions) کے خلاف کی گئی۔ سکاٹش بادشاہ Robert the Bruce کے عہد میں فوجداروں کو سکاٹ لینڈ میں اہمیت حاصل ہوئی۔ فوجداروں کا مسلمانوں اور اسلامی افواج کے خلاف لڑنے کا 200 سالہ تجربہ ان کے کام آیا۔ 1314ء میں فوجداروں نے Robert the Bruce کی فوج کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ اس موقع پر

اتحادی فوج اور برطانوی فوجوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوئی جس میں Scottish فوج نے کم تعداد اور ساز وسامان کے باوجود اپنے سے کئی گنا بڑی برطانوی فوج کو شکست دی۔

''ایک آزاد وخودمختار سکاٹش ریاست کے قیام کا خواب پورا ہوا''۔ 1603ء میں Queen ElezabethI کے انتقال کے بعد برطانیہ کا کوئی حکمران باقی نہ بچا۔ لہٰذا سکاٹ لینڈ کے King James v نے برطانیہ کی کمان سنبھالی۔ یہاں سے فوجداروں کے سنہری دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی برطانیہ اور سکاٹ لینڈ کے مل جانے سے ایک نئی سلطنت وجود میں آئی اور خدائی فوجداروں کو جو اثر ورسوخ سکاٹ لینڈ میں حاصل تھا اب اس کا دائرہ United Kingdom تک پھیل گیا۔

تاہم قریب 100 سال تک فوجداروں نے اپنی سرگرمیاں سرد کر دیں لیکن انہوں نے برطانیہ پر اپنی گرفت کمزور نہیں ہونے دی۔ وہ بروقت اپنا اثر ورسوخ بڑھانے اور کلیدی اسامیوں کے حصول کے لیے کوشاں رہے۔ 1717ء میں فوجداروں نے اپنے آپ کو دوبارہ ظاہر کرنا شروع کیا۔ اس وقت تک وہ طاقت اور تعداد دونوں میں برطانویوں سے بڑھ چکے تھے۔ اس موقع پر سلطنت برطانیہ نے انہیں تسلیم کیا اور فوجداروں نے اپنے لیے "Freemasons" کا نام اختیار کیا۔

Free Masons کا پہلا ممبر edrick Prince of Wales تھا۔ تاہم Free Masons صرف Britians میں اپنے اثر ورسوخ پر قانع تھے۔ ان کے ارادے بہت بلند تھے۔

اٹھارہویں صدی میں فرانس کی اکثریت غربت کی زندگی گزار رہی تھی لیکن حکمران طبقہ نہایت پرآسائش اور مالدار تھا۔ دونوں کے درمیان ایک بہت بڑا فرق پایا جاتا تھا۔ Free Masons نے اس فرق کو بطور ہتھیار استعمال کیا اور اس پر مکمل کنٹرول حاصل کیا اور اسے عوام کے جذبات کے اظہار کے لیے استعمال کیا۔ اخبارات میں بادشاہت کے خاتمے اور عوامی حکومت کے قیام کو موضوع بنایا جانیل گا۔ اس مقصد کے لیے Free Masons کو ان کی بے پناہ دولت کی مدد حاصل تھی۔ ان کے خصوصی دفاتر فرانسیسی فوج کے افسران' جرنیل اور اونچے طبقے کے لوگوں کے لیے کھول دیئے گئے۔ جہاں فوج کا بیشتر حصہ اور عوام کی کافی تعداد Free Masons کے ساتھ ہوگئی۔

14 جولائی 1789ء کو Paris کے ایک مقام سے اس سرد جنگ کا آغاز ہوا جو آہستہ آہستہ پورے فرانس میں پھیلتی چلی گئی۔ لوگوں نے بادشاہت کے خلاف شدید ردعمل ظاہر کرنا شروع کر دیا۔

21 جنوری 1793ء کو فرانس کے بادشاہ King Louis XVI کو ایک مجمعے کے سامنے قتل کر دیا گیا اور یہاں فرانس کی بادشاہت کا اختتام ہوا۔

بادشاہت کے خاتمے کے بعد یوں معلوم ہوتا تھا کہ اب اقتدار اور Free Masons کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے' تاہم بعد میں آنے والے حالات نے انہیں شدید مشکل سے دوچار کر دیا۔

ایک نوجوان سپاہی نپولین بونا پارٹ نے خود کو فرانس کا بادشاہ قرار دے کر یورپ کے ساتھ ایک طویل جنگ کا عندیہ دے دیا۔ نپولین کو 1814ء میں Corsica کے جزیرے میں جلا وطن کر دیا

گیا۔ تاہم صرف ایک سال بعد 1815 میں نپولین دوبارہ فرانس پہنچا اور اس نے ایک تازہ دم فوج کے ساتھ یورپ سے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ Britain اور اس کے اتحادی Freemasons نپولین کے خلاف طویل جنگ لڑنے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔ انہیں مالی مجبوریاں تھیں۔

اسی دوران ایک یہودی Jonathon Rothshild (جس کا تعلق ایک نہایت امیر خاندان سے تھا' نے اس شرط پر کہ یہودیوں کو "دیگر یورپیوں جیسا" رتبہ دیا جائے تعاون کی پیشکش کر دی۔ Free Masons اور Britain نے اس شرط کو تسلیم کر لیا۔ 1815ء میں برطانوی' روسی اور Dutch سپاہی واٹرلو میں اترے جہاں ان کا مقابلہ نپولینی فوج سے ہوا۔ فرانسیسی فوج کو شکست ہوئی۔ نپولین کو گرفتار کر لیا گیا اور اسے دوبارہ کبھی فرانس دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ فرانس کے اقتدار پر مکمل طور پر Free Masons کا قبضہ ہوگیا۔

جب امریکہ کے نام نہاد دریافت کنندگان Playmoth پر آئے تو ان کے ساتھ مختلف اقوام کے لوگوں کے ساتھ ساتھ Masonic خیالات اور انداز فکر بھی تھا۔ وہ پریشانیاں جن سے Masons یورپ میں فکرمند تھے وہ اس نئی سرزمین میں بھی ان کا انتظار کر رہی تھیں اور وہ تھا ایک زبردست پرتشدد برطانوی نظام حکومت۔ مکمل اختیار حاصل کرنے کے لیے Masons نے یہاں بھی وہی طریقے اختیار کیے جو وہ فرانس میں اپنا چکے تھے۔ اگرچہ برطانوی بادشاہت میں ان کا بہت حد تک عمل دخل تھا' تاہم امریکہ کی جنگ آزادی ان کے لیے ایک اہم پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ لوگوں کے جذبات کو اُبھارا گیا اور یہ جذبات اس جنگ کا سبب بنے۔ تاہم اس دفعہ انہوں نے اپنی غلطیوں کو نہیں دُہرایا۔ Masons نپولین سے شکست کھا کر سبق سیکھ چکے تھے۔ America میں اس مشکل کا یہ حل نکالا گیا کہ مخالف فوج کا سربراہ مزاحمت نہ کرے' جس کے لیے ضروری تھا کہ وہ خود Masons میں سے ہو۔ چنانچہ جس شخص کا انتخاب کیا گیا' اس کا نام Geoge Washington تھا۔

4 جولائی 1776ء کو اعلان آزادی ہوا۔ 17 اکتوبر 1781ء کو آخرکار برطانیہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور اپنی Colonies کو امریکیوں کے حوالے کر دیا اور اس طرح دنیا کی پہلی باقاعدہ Masonic سلطنت کا قیام عمل میں آیا جس پہ مکمل طور پر Masons کا اختیار تھا۔ امریکہ میں ان کی موجودگی ڈالر بل پر جارج واشنگٹن کی تصویر سے ثابت ہے جو دنیا کا پہلا Mason صدر تھا۔ اس کے علاوہ ڈالر کے نوٹ پر ان کا امتیازی نشان (Pyramid and eye) بھی ثبت ہے۔

تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ سیاسی آزادی اور نظریہ فکر پہ تسلط دراصل Masons کا بنیادی ہتھیار رہا ہے۔ ایک دفعہ اگر سیاست دانوں اور حکمرانوں کا نظریہ فکر ان جیسا ہو جائے تو پھر قانون کو اپنی مرضی سے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

Masons کو یہ احساس شدت سے تھا کہ ان کے مقاصد کے حصول کا سارا دارومدار اس بات پہ ہے کہ اکثریت کو masonic انداز سے سوچنے پر مجبور کیا جائے تاکہ مخالفت کو آسانی سے دبایا جا

سکے۔ ان کے اس منصوبے کو سب سے زیادہ خطرہ ایک ''آزاد ذہن'' سے تھا۔ اس خطرے سے نپٹنے کے لیے انہوں نے ایک نہایت شاطرانہ منصوبہ بندی کی۔ اس منصوبے میں انہوں نے انسانی ذہن کے برابر حصے پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے کے لیے کوشش کی۔ اس تناظر میں انہوں نے جو ہتھیار استعمال کیے وہ آج ہماری روزمرہ زندگیوں میں نہایت عام ہیں۔ اس طرح ہمیں خبر ہوئے بغیر ہمارے ذہنوں کو ایک خاص انداز سے Train کیا جا رہا ہے۔

آج کل کے دور میں لوگ زیادہ سے زیادہ وقت میڈیا TV' سینما' کمپیوٹر' انٹرنیٹ اور موسیقی میں صرف کر رہے ہیں۔ ان تمام سہولیات کی وجہ سے چھوٹے بڑے تمام واقعات سے آگاہی رہتی ہے۔ ان کی وجہ سے کسی ایک شخص یا طبقہ کا پیغام نہایت موثر انداز میں دنیا تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ثابت یہ ہوا کہ اگر کسی کی media پر اجارہ داری ہو تو وہ تمام دنیا کو اپنے انداز سے سوچنے پر مجبور کرسکتا ہے۔ یہ وہ نکتہ تھا جس کا Masons نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

خاص طور پر تفریح و مزاح کو استعمال کرتے ہوئے انہوں نے لوگوں کو اپنے تصور اور نظریات سے آگاہ کیا۔ طریقے مختلف تھے مگر ان سب کا مقصد صرف ایک' اور وہ یہ کہ وہ اپنے عقیدوں اور نظریات کو اس انداز میں پیش کریں کہ تمام دنیا ان کے انداز سے سوچنا شروع کر دے۔ Mazoart (جو کہ خود ایک Mason تھا) نے ایک طرز کی موسیقی ترتیب دی جو کہ Masonry کا کھلا پرچار تھی۔ یہ موسیقی مصر کی ایک قدیم داستان Avysus and Cyrus سے لی گئی ہے۔ اس داستان میں لوگ Kabala کو سیکھ کر بادری (پجاری) کے درجے پر پہنچتے ہیں۔ یہی اس Pyramid کی بنیاد ہے جس پر آنکھ بنی ہوئی ہے۔

ہر دور کے جدید ترین Music میں Masons کی موجودگی ثابت ہے۔ مائیکل جیکسن جسے ساری دنیا بہترین موسیقار کی حیثیت سے جانتی ہے مگر یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس کا تعلق بھی Masons سے ہے۔ اس کی البم Dangerous کے ٹائٹل پہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن سے اس بات کا پتہ چلتا ہے Masons کا سب سے بڑا نشان ایک آنکھ اس البم پہ واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ کور پر ایک ندی اور اس کے نیچے بھڑکتے ہوئے شعلے دکھائے گئے ہیں گویا جو شخص پانی میں داخل ہوگا وہ یقیناً آگ میں پھنس جائے گا۔ اس کے علاوہ کور پر ایک گنجے شخص کو بھی دکھایا گیا ہے جس کا نام Alistair Crowley ہے۔ یہ شخص خود ایک Mason ہے اور اس نے ایک کتاب The New law of Man لکھی ہے جس میں اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ کتاب ایک دن قرآن کی جگہ لے لے گی۔ (معاذ اللہ)

لیکن معاملہ صرف یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ masons کے اثرات Music میں بہت گہرے ہیں۔ "Back Tracking" سے مراد کسی گانے میں اپنے پیغام کو اس طرح بھر دینا کہ پیغام صرف اسی وقت سمجھ میں آئے جب اس گانے کو الٹا چلایا جائے۔ تاہم سیدھا چلانے کی صورت میں

سننے والے کو اس بات کا قطعی احساس نہ ہوگا۔ یہ دماغ کی صفائی Brain Washing اور ہپناٹزم کا ایک موثر اور مہلک ذریعہ ہے۔ Back Tracking کی پہلی مثال مشہور زمانہ خاتون گلوکار Medonna کا گانا Like a Prayer ہے۔ اگر اس گانے کو دھیان سے سنا جائے تو اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دعا کا مخاطب اللہ نہیں بلکہ شیطان ہے۔ اگر اس گانے کو الٹا چلایا جائے تو "Oh hear us Satan" (ہماری فریاد سن اے شیطان) کے الفاظ بخوبی سنے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے گانے کی video میں ایک آنکھ کا تصور بھی موجود ہے۔ اس video میں Medonna کی پیشانی پہ صرف ایک آنکھ ہے۔

Back Tracking کی ایک اور مثال مشہور گروپ "The Eagles" کا گانا Hotel California ہے۔ اگر ان الفاظ کو الٹا چلایا جائے تو Yeah Satan (اے شیطان) کے الفاظ بخوبی سنے جا سکتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ اس گانے میں ایک مکمل کہانی دفن ہے۔ گانے میں جس California کا ذکر آیا ہے وہ کوئی ہوٹل نہیں بلکہ امریکہ میں ایک گلی ہے۔ یہ وہ گلی ہے جس میں Church کے مرکزی دفتر کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ مگر یہ Church بھی وہ نہیں جو آپ سوچ رہے ہیں یہ Church دراصل شیطان کا چرچ ہے۔ اس Church کا بانی اور سربراہ Antony Sans Ditivy تھا جس نے Satanic Bible (شیطانی بائبل) لکھی۔ اس چرچ کی تعلیمات صف اول کے بہت سے لوگوں کے عقائد کا حصہ بن گئیں۔ اس چرچ کے اعلیٰ ممبران میں ایک شخص Mich Jagger بھی ہے جس کا تعلق میوزیکل گروپ The Rolling stones سے ہے۔ اس نے ایک گانا "Sympathy for the Devil" (ہمدردی برائے شیطان) لکھا۔ بہرحال music میں ایسی مثالیں بہت زیادہ ہیں جن میں masons نے کھلے عام یا ڈھکے چھپے اپنا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔

Masons نے Hollywood کی بڑی سکرین کو بھی بھرپور استعمال کیا۔ "Matt Growning" جس نے مشہور کارٹون سیریز "The Simpsons" لکھی خود ایک anarchist ہے۔ اس نے کئی مرتبہ کھلے الفاظ میں یہ کہا ہے کہ وہ اپنے سیاسی خیالات کو لوگوں پر لاگو کرنا چاہتا ہے۔ تاہم اسے اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ لوگ ایسے کرتے ہوئے مشکل میں نہ پڑیں اس کے لیے اس نے اپنی کارٹون سیریز کا سہارا لیا۔ آیئے اب ذرا اس کارٹون پر ایک تکنیکی نگاہ ڈالیں۔ Simpsons کے نزدیک ہر قسم کی پابندیوں سے آزادی' برا اخلاق اور من مانی معاشرے میں اچھا مقام حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور علم حاصل کرنے کی بجائے جہالت پہ قائم رہنا زیادہ مناسب ہے۔ تاہم ایک قسط میں ڈھکے چھپے Masonic خیالات بھی پائے جاتے ہیں۔ اس قسط میں Simpson کا والد Homer Simpson سنگ تراشوں کے گروہ میں پہنچ جاتا ہے۔ لوگ اس کے جسم پہ ایک پیدائشی نشان دیکھ کر اس کو اپنا سربراہ چن لیتے ہیں مگر Simpson اس عزت کا فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو خدا تصور کرنا شروع کر دیتا ہے۔ بظاہر دیکھنے میں یہ ایک معمولی کارٹون ہوا مگر یہ اپنے دیکھنے والوں پر بہت دور رس اثرات

چھوڑتا ہے۔ اس کے بنانے والے یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اپنے سیاسی خیالات ایک خاص ڈھکے چھپے انداز میں لوگوں تک پہنچا رہے ہیں۔ بہرحال یہ تمام چیزیں استعمال کر کے ''دنیا کو ایک رہنما'' کا تصور دیا جا رہا ہے۔

"Rudyard Kippling' ایک مشہور ناول نگار ہے۔ یہ شخص بھی Mason ہے اور اس نے ایک کتاب The Man who would one day be King لکھی ہے۔ اس پر بعد میں ایک بڑے بجٹ کی فلم بھی بنی جس میں Sean Connery ‛Michel Kani اور Saeed Jafry نے کام کیا۔ یہ کہانی دو فوجیوں کی ہے جو ہندوستان کے نزدیک ایک ملک کا سفر کرتے ہیں۔ اس ملک کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں وہ نہایت امیر تھا اور وہاں سکندر اعظم کی حکومت ہوا کرتی تھی۔ اس ملک کو فلم میں ''کافرستان'' اور وہاں کی رہائشیوں کو کافر کہا گیا ہے۔ جب وہ لوگ کافرستان پہنچتے ہیں تو مقامی لوگ انہیں پکڑ لیتے ہیں۔ ان کی موت کے حکم پر عمل درآمد سے کچھ دیر قبل ایک سپاہی کی گردن میں ایک ہار برآمد ہوتا ہے جس پہ ایک آنکھ بنی ہوئی ہے۔ کافر اس کو اپنا خدا قرار دیتے ہیں۔ وہ پہلے اپنے آپ کو بادشاہ ٹھہراتا ہے اور پھر اس کی نئی طاقتیں اسے خدائی کے قریب تر لے آتی ہیں۔

مسلمانوں کے نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو اس کہانی سے جو حقائق نکالے جاسکتے ہیں وہ کافی دلچسپ ہیں۔ ان کے مقدس فرامین (حدیث) میں اس بات کا ذکر ہے کہ کافروں کے درمیان سے ایک شخص نمودار ہوگا جو اپنی ایک آنکھ سے پہچانا جائے گا اور پھر ایک دن وہ دنیا کا بادشاہ بن جائے گا اور پھر خدائی کا دعویدار ہوگا اور ایک مقررہ وقت تک وہ لافانی رہے گا۔

ایک اور فلم میں دنیا کے ایک حاکم اور ایک سلطنت کا خوبی سے پرچار کیا گیا ہے۔ 1996ء میں فلم Independence Day نے باکس آفس پر تمام ریکارڈ توڑ دیئے۔ یہ تمام وقتوں کی ساتویں سب سے زیادہ دیکھی جانے والی فلم بن گئی۔ اس فلم کی کہانی ایک آسمانی مخلوق کے زمین پر حملے سے متعلق ہے تاہم اس میں masons کی موجودگی کے اثرات نمایاں ہیں۔ فلم میں ایک فوجی چھاؤنی کو دکھایا گیا ہے جس کا نام Areasi ہے۔ اس جگہ سے آسمانی مخلوق کے خلاف کارروائی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس چھاؤنی میں داخلے کا دروازہ Pyramid شکل کا ہے جس کے اوپر مشہور زمانہ ایک آنکھ کندہ ہے۔ فلم میں USA کو اس جنگ کا سربراہ اور باقی تمام اقوام کو اس کا ماتحت دکھایا گیا ہے لیکن اس ساری کارروائی کی سربراہی ایک شخص کے ہاتھ میں ہے۔ اس فلم کے بعد آسمانی اور ان دیکھی مخلوقوں کے زمین پر حملوں کے بارے میں فلمیں اور ڈرامہ سیریل بننا شروع ہوگئے۔ ان تمام میں عوام کی بے چینی اور ایک مرکزی حکومت کی ضرورت کو موضوع بنایا جانے لگا۔ ان تمام ذریعوں سے Masons نے لوگوں کو یہ سوچنے پہ مجبور کیا کہ ان کی بقا اور مفادات ایک global حکومت اور ایک سربراہ کی موجودگی میں ممکن ہے۔

ان سب کے علاوہ masons نے لوگوں کے ذہنوں میں ایک حکومت' ایک سربراہ کا نظریہ اتارنے کے لیے جو حربہ استعمال کیا وہ جرائم کی شرح میں اضافہ تھا تاکہ افراد اور معاشرہ اپنے آپ کو غیر محفوظ محسوس کرنے لگے۔ ادویات کی صنعت مالی اعتبار سے دنیا کی بڑی صنعتوں میں سے ایک ہے۔ یہاں ادویات سے مراد ممنوعہ ادویات (drugs) ہیں۔ تمام ممالک اس مسئلے کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مثلاً خود امریکہ میں یہ مسئلہ سنجیدگی اختیار کرتا جا رہا ہے جس کا براہِ راست اثر جرائم کی شرح میں زبردست اضافہ ہے۔ عوام کی بھرپور خواہش پر حکومت اس کے خلاف چھوٹے بڑے اقدامات کرتی رہتی ہے۔ تاہم کچھ حقائق اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ادویات کے خلاف اس جنگ میں حکومت کی پالیسیاں مشکوک رہی ہیں۔ اس بات پر اتفاقِ رائے ہے کہ 1960ء میں J. Edger Hoover جو کہ اس وقت کے FBI کے چیئرمین تھے نے افریقی طرز کے امریکی علاقوں میں منشیات کے کاروبار کو فروغ دیا تاکہ ان علاقوں میں کالوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو کم کیا جاسکے۔

جب 1980ء میں وسطی امریکہ کو کمیونزم سے شدید خطرہ لاحق ہوگیا تو اس کے خلاف جدوجہد کے لیے کثیر سرمایہ کی ضرورت تھی۔ اس مقصد کے لیے CIA نے منشیات کے کاروبار کو فروغ دیا۔ امریکی سینیٹر Jack Bloom جو اس مسئلے کی تحقیقاتی کمیٹی کا ایک رکن تھا' نے اس بات کی تصدیق کی ہے۔

تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ Masons نے معاشرے میں بگاڑ اور خرابیاں پیدا کیں تاکہ حالات کو اپنے موافق بنایا جاسکے۔ ممنوعہ ادویات کے بڑھتے ہوئے مسئلے کی وجہ سے اس کے مجاز افراد کے خلاف سخت کارروائی کا جواز پیدا ہوگیا۔ اسی سلسلے میں American & Latin American آپریشن کیے گئے۔ تاہم حقائق کو بگاڑ کر پیش کر کے masons نے لوگوں کو غیر محفوظ قرار دیا اور اس صورتِ حال کے خاتمے کے لیے ایک سربراہ اور ایک حکومت کی ضروریات پر زور دیا۔

ٹیکنالوجی میں پیش رفت بھی ان کے لیے نہایت مفید ثابت ہوئی۔ انہوں نے جاسوسی کے نظام کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا۔ معلومات حاصل کرنا ان کا بنیادی مقصد ہے جس قدر زیادہ معلومات انہیں افراد کے بارے میں ہوتی ہیں اسی قدر ان افراد کو تبدیل کرنا ان کے لیے آسان ہوتا ہے۔ یہ لوگ عوامی رائے کو بھی زبردست اہمیت دیتے ہیں تاکہ انہیں اپنے مقاصد کے حصول میں آسانی ہو۔ ایک منصوبہ جس کا مقصد معاشرے کے تمام اہم افراد کا database تیار کرنا ہے' پہلے ہی سے جاری ہے۔ اس کے علاوہ اس منصوبے کا ایک حصہ cards پر ان افراد کی ساری تفصیلات' ڈرائیونگ لائسنس اور Insurance کی تفصیلات حاصل کرنا بھی ہے۔ اس سارے منصوبے کا مقصد خواص کے تمام مالی کاروباری اور انفرادی لین دین کا مکمل ریکارڈ رکھنا ہے۔

1992ء میں برطانوی سپریم کورٹ کے وائس چانسلر Nicholas Brown نے ہائی کورٹ کو کہا کہ اگر افراد کی تمام معلومات کو ایک فائل میں رکھا جائے تاکہ یہ پولیس اور دیگر اداروں کے کام آ

سکے تو اس سے ان افراد کا تحفظ مجروح ہوگا۔ بہرحال masons اپنے اس منصوبے پہ کاربند ہیں۔

Masons کے منصوبے میں ایک حکومت کے علاوہ ایک معاشی یونین ایک سیاست اور ایک فوج بھی شامل ہے۔ 25 مارچ 1957ء کو Europeon Economic Community کے قیام کے ساتھ ہی اس ایک سلطنت کے قیام کی کوششیں شروع ہوگئیں۔ (Europeon economic Community) EEC کا قیام masons کے لیے نہایت مفید ثابت ہوا۔ یہیں سے یورپ کے معاشی نظام میں انہوں نے اپنی جڑیں مضبوط کرنا شروع کیں۔ ان کا اولین مقصد EEC کو ایک کرنسی، ایک معیشت اور آخرکار ایک حکومت پر قائل کرنا تھا۔

EEC کے تین اعلیٰ ممبران برطانیہ، فرانس، اور جرمنی ہیں۔ اول الذکر دو ممالک پہ تو پہلے ہی سے masons کا اثر و رسوخ تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد قریباً پورے جرمنی پر اتحادیوں کا قبضہ ہوگیا۔ جرمنی کے وہ حصے جن پر برطانیہ فرانس اور امریکہ کا قبضہ تھا وہاں پر ایک free masonic ریاست کا قیام عمل میں آیا جس کا نام Westren Germany تھا اور عظیم دیوار برلن کے گرنے کے ساتھ ہی West Germany نے سابقہ East Germany پر بھی قبضہ کر لیا۔

اب جبکہ یورپ اور امریکہ دونوں میں masons کا کافی اثر و رسوخ تھا تو انہوں نے ایک global union کی ضرورت پر زور دیا۔ تاہم اس یونین کا سربراہ بننے میں ایک رکاوٹ حائل تھی۔ 1970ء میں یہ بات منظر عام پر آئی کہ یورپ اور سفید فام امریکہ کی آبادی کم ہونا شروع ہوگئی ہے اور ساتھ ہی تیسری دنیا کے سیاہ فام ممالک کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ آبادی میں یہ فرق masons کو اپنی اجارہ داری کے لیے خطرہ محسوس ہوا لہٰذا اب انہوں نے آبادی میں اس فرق کو مٹانے کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔

1970ء میں امریکی صدر Jimmy Carter نے ایک رپورٹ میں دنیا کے بیشتر مسائل کی وجہ سیاہ فام آبادی میں اضافے کو قرار دیا۔ اس رپورٹ پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ سال 2000ء تک تقریباً 2 بلین سیاہ فاموں کو ختم کر دیا جائے تاکہ سفید فام آبادی کا توازن بحال کیا جاسکے۔ نہایت دلچسپ امر ہے کہ 70 کی دہائی میں ہی Aids کا وبائی مرض پھوٹ پڑا اور نہایت حیرت کی بات یہ ہے کہ Aids صرف تیسری دنیا کے افریقی سیاہ فام ملکوں میں سرگرم رہی جبکہ سفید فام ملکوں پہ اس کا کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وائرس افریقہ کے بندروں سے پیدا ہوا جنہیں یا تو خوراک میں استعمال کیا گیا یا ان سے جنسی عمل کیا گیا۔ اس کے بعد Aids جنگل کی آگ کی طرح پھیلی اور پورے افریقہ میں بھونچال آ گیا۔

تاہم یہ کہانی صرف قصہ عجم ہے۔ 2 جون 1988ء کو The Los Angeles Times نے ایک مضمون میں اس بات کی تردید کی کہ ایڈز کا وائرس بندروں سے پھیلا۔ اس میں انکشاف کیا گیا کہ بندروں کی DNA Composition ایڈز کی DNA Composition سے بالکل مختلف ہے

حتیٰ کہ AIDS کا جرثومہ دنیا میں کسی بھی جاندار کے جسم میں نہیں پایا جاتا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ جرثومہ دنیا میں کہیں بھی نہیں پایا جاتا تو آخر یہ آیا کہاں سے؟ 4 جولائی 1984ء کو نئی دہلی کے ایک اخبار The Patriot نے ایک رپورٹ میں دعویٰ کیا کہ AIDS کا جرثومہ درحقیقت ایک حیاتیاتی ہتھیار ہے۔ ایک مشہور امریکی ماہر حیاتیات نے کہا ہے کہ AIDS پر تمام تر تحقیقات امریکی فوج کے شعبہ حیاتیات میں کی گئیں جو کہ Fedrik کے قریب واقع ہے۔

30 اکتوبر 1985ء کو ایک روسی اخبار نے The Patriot کی رپورٹ کی تصدیق کی اور ان حقائق کا اعادہ کیا تاہم اس بات کا امریکی میڈیا نے کوئی خاص نوٹس نہ لیا۔ تاہم 26 اکتوبر 1986ء کو The Sunday Express نے اپنے سرورق پر ایک خبر لگائی جس میں سوویتی اور ہندوستانی اخباروں کی رپورٹوں کو درست تسلیم کیا گیا۔ اس article میں Dr. John Seal اور Prof. Jacob Seagull جن کا تعلق برلن یونیورسٹی کے شعبۂ حیاتیات سے تھا' نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ AIDS کا وائرس انسان نے مصنوعی طریقے سے خود بنایا۔

ایک معاملہ یہ بھی اٹھایا گیا کہ AIDS کے جرثومے کا تعلق دنیا میں چلنے والے Vaccine Program سے ہے۔ 11 مئی 1987ء کو ایک معتبر اخبار London Times نے ایک رپورٹ میں چیچک کی ویکسین کو AIDS کا موجب قرار دیا۔ آرٹیکل میں واضح طور پر یہ کہا گیا کہ AIDS کا مرض صرف انہی علاقوں میں پھوٹا جہاں (.WHO (World Health Org کے زیر اہتمام چیچک کے خاتمے کے پروگرام چل رہے تھے۔ اس ویکسین سے وسطی افریقہ کے قریباً 70 ملین افراد مستفید ہوئے۔ WHO اقوام متحدہ کے طبی ادارے کا نام ہے۔ رپورٹ میں الزام لگایا گیا کہ ایڈز کا وائرس نہایت چالاکی کے ساتھ تیسری دنیا کے ممالک میں پھیلایا گیا جس کا مقصد صرف اور صرف ان ممالک کی آبادی میں خاطر خواہ کمی لانا تھا' تاکہ Masonic West اپنی برتری کو برقرار رکھ سکے۔ تاہم masonic کو پوری دنیا پہ حکومت کا خواب پورا کرنے کے لیے ایک زبردست فوجی طاقت کی بھی ضرورت تھی' جس کے لیے اقوام متحدہ کا انتخاب کیا گیا۔

اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل کے پانچ مستقل ممبران میں امریکہ' برطانیہ اور فرانس بھی شامل ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ masons کے پاس اتنی طاقت ہے کہ وہ کسی بھی فیصلے کو نہایت آسانی سے VITO کر سکتے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ اقوام متحدہ کے پاس اپنی فوج موجود ہے۔ ایک ایسی فوج جو اس وقت اپنی بیرکوں میں رہی جب ہزاروں مسلمانوں کو سربوں کے ہاتھوں بوسنیا میں ہلاک کروایا گیا اور پھر بوسنیا پر ہی ہتھیاروں کی فروخت کے سلسلے میں پابندی لگا دی تاکہ مسلمان اپنے دفاع کے لیے بھی کچھ نہ کر سکیں۔ جب جون 1993ء میں اقوام متحدہ کی فوج نے جنرل محمد فرح عدید کے خلاف آپریشن شروع کیا تو امریکی ہیلی کاپٹروں نے چن چن کر گھروں' ہسپتالوں اور عوامی جگہوں کو نشانہ بنایا۔ اس دوران 71 نہتے شہری ہلاک ہوئے۔ Admiral Howard جو کہ اس مشن کا سربراہ تھا' نے

کہا کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں' وہ پہلے سے طے شدہ ہے۔ یہ جنیوا کنونشن کی کھلم کھلا خلاف ورزی تھی۔ مگر جب ان حقائق کو امریکی فوج کی اٹارنی کے سامنے پیش کیا گیا تو ان کا جواب تھا کہ جنیوا کنونشن کے ضابطے اقوام متحدہ کی فوج پہ عائد نہیں ہوتے۔ گویا کہ اقوام متحدہ کی فوج کو کھلی اجازت ہے کہ وہ دنیا کے جس حصے میں چاہے قتل و غارت کرے۔

سوویت یونین کے خلاف سرد جنگ کے خاتمے کے ساتھ ہی جب دنیا سے کمیونزم کا قریباً صفایا ہوگیا تو یہ بات واضح ہوگئی کہ اب masons اقوام متحدہ کی مدد سے اپنے تمام منصوبوں میں مکمل کامیابی حاصل کر لیں گے۔ مگر اب بھی ان کو ایک پرانے دشمن سے خطرہ تھا۔ ان کے خیال میں یہ دشمن اب تباہ ہو چکا تھا مگر اس کی رہی سہی قوت کو کچلنے کے لیے انہوں نے اس کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ یہ دشمن اسلام تھا۔

تاہم مسلمانوں کو اس دشمن سے بہت پہلے ہی خبردار کیا جا چکا ہے۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جس کا مفہوم درج ذیل ہے:

> ''جب مسلمان روم کے شہر قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے تو زمین پر ایک شخص نمودار ہوگا وہ پہلے ایک ظالم بادشاہ کے طور پر ابھرے گا پھر اپنے آپ کو نبی کہلائے گا اور آخرکار خدائی کا دعویدار ہو جائے گا''۔

اس حدیث کے پہلے حصے کی تکمیل ہو چکی ہے۔ قسطنطنیہ پہ مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے اور اس کا نیا نام استنبول ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ یہ جھوٹا شخص دنیا کو فتح کرنا شروع کر دے گا۔ حتیٰ کہ مکہ اور مدینہ کے علاوہ تمام دنیا پر اس کا قبضہ ہو جائے گا۔ اس کے پاس یہ طاقت ہوگی کہ اگر آسمان کو حکم دے تو وہ بارش برسا دے اور زمین کو حکم دے تو وہ فصل اگا دے۔ وہ ایک جھوٹے مذہب کی طرف لوگوں کو بلائے گا اور ساتھ ہی جنت اور جہنم کا تصور بھی دے گا مگر درحقیقت جس کو وہ جنت کہے گا وہ جہنم ہوگا اور جس کو وہ جہنم کہے گا وہ جنت ہوگی۔ وہ دجال ہے۔ اور وہ ایک آنکھ کے ساتھ پیدا ہوگا اور یاد رکھو کہ تمہارا رب ایک آنکھ والا نہیں ہے''۔

یہ بھی خیال ہے کہ دجال کی آمد سے قبل دنیا میں کچھ لوگ شیطانی حالات پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کے (دجال کے) استقبال کنندہ کوئی اور نہیں بلکہ masons ہیں۔ ایک آنکھ دجال کا نشان اور ایک آنکھ ہی masons کا نشان۔ یہ آنکھ masons کے عقائد کا حصہ ہے اور ان کے خیال میں یہ اس عظیم ہستی کو ظاہر کرتی ہے جس کے قبضے میں ساری دنیا کی بادشاہت ہے۔

مسلمان علماء کے خیال میں دجال کا کردار بہت حد تک فرعون سے ملتا جلتا ہے۔ فرعون ایک ظالم حکمران تھا جس نے بہت جلد اپنے آپ کو خدا قرار دے لیا۔ اس نے جادوگروں کے ذریعے لوگوں کے ذہنوں میں عجیب و غریب وسوسے پیدا کیے اور ہر مخالف طاقت کو کچل دیا۔ آج masons بھی بالکل اسی طریقے پر چل رہے ہیں۔ انہوں نے لوگوں کے ذہنوں میں انتشار پیدا کرنے اور ان میں اپنے

نظریات داخل کرنے کے لیے media کا سہارا لیا۔ اور اس media کو اسلام میں بگاڑ پیدا کرنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

دجال ان سب کے لیے ظالم ہے جو اس پر ایمان نہیں لاتے وہ اس بات پر قادر ہوگا کہ زمین کو خوشحال بنا دے یا برباد کر دے۔ بالکل اسی طرح Masonic West نے تیسری دنیا کے غریب ملکوں کو اپنے قرضوں میں جکڑ رکھا ہے تاکہ ان سے اپنی خواہشات کے مطابق کام کرواسکیں۔ IMF کے بڑھتے ہوئے ترقیاتی پروگرام اسی منصوبے کا حصہ ہیں۔ اس طرح masons آج دنیا کی بیشتر معیشت پر قابض ہیں۔

ایک اور طریقہ جس سے دجال لوگوں کو قابو کرے گا وہ بیماریوں کا پھیلاؤ ہے۔ اس کے پاس یہ اختیار ہوگا کہ بیماریوں کو پھیلائے یا ان کی روک تھام کرے۔ اس طرح کی طاقتوں سے وہ بہت بڑی اکثریت کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ masons بھی آج بالکل اسی انداز سے لوگوں کی زندگیوں سے کھیل رہے ہیں۔ ایسی شہادتیں موجود ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ کئی virus امریکی تجربہ گاہوں میں بنائے گئے اور بعد ازاں انسانوں پہ ان کا تجربہ کیا گیا ان میں سے AIDS کے متعلق پہلے تفصیلاً گفتگو ہو چکی ہے۔

دجال اپنے میں تمام خدائی صفات ہونے کا دعویٰ کرے گا اور خدا کے تمام احکامات کو بدل ڈالے گا۔ اسی طرح آج masons ہر قانون اور ضابطے سے آزاد ایک ریاست کا قیام چاہتے ہیں جس میں صرف masonic قوانین ہوں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ پوری دنیا مسلمانوں کی تباہی کے لیے اس طرح جمع ہو جائے گی جس طرح کھانے میں ہر کوئی اپنا حصہ لینے کے لیے آ جاتا ہے۔ آج ساری دنیا جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل کی گول میزوں پر یہی کردار ادا کر رہی ہے۔ اس سارے نظام نے اس وقت تو کچھ نہ کیا جب سرب فوجی حاملہ مسلمان عورتوں کے پیٹ چیر کے انہیں شہید کر رہے تھے۔ یہ نظام اس وقت بھی خاموش ہے جب کشمیر میں مسلمان لڑکیوں سے زیادتی کی جا رہی ہے۔ یہ نظام آج بھی خاموش ہے جب اسرائیل ظلم و بربریت کا بازار گرم رکھے ہوئے ہے۔ صرف اس لیے کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ masonic امیدوں کے عین مطابق ہے۔

دجال کے سفیروں masons نے اسلام کو فوجی طاقت اور نظریاتی جنگ دونوں میں شکست دینے کے لیے منصوبہ بندی کی۔ انہوں نے قوم پرستی کا تصور پیش کیا' انہیں سب سے زیادہ خطرہ اتحاد بین المسلمین سے تھا لہٰذا انہوں نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے تمام حربے استعمال کیے۔ انہوں نے اپنی زبان رائج کی تاکہ عربی کی اہمیت کو کم کیا جاسکے۔ مگر جس ہتھیار کو انہوں نے سب سے زیادہ استعمال کیا وہ تیل تھا۔

جنگ عظیم اول کے خاتمے پر masons نے اسلامی خلافت عثمانیہ کو ختم کر دیا اور اس کے تمام

حصوں پر قبضہ کر لیا۔ موجودہ عراق اسی سلطنت کا حصہ تھا جس کی سرحدوں کا تعین بعد میں برطانیہ نے کیا۔ عراق کی آزادی کے بعد سے امریکہ نے اس علاقے میں اپنی دلچسپیاں بڑھا دیں انہیں یہاں سے ایک خالص دینی تحریک کے زور پکڑنے کا خوف تھا۔ CIA کی کوششوں سے صدام حسین کو ملک کا سربراہ بنا دیا گیا جو خالصتاً masons کے مفاد میں تھا۔

جب کویت نے اپنے تیل کی قیمتیں بڑھائیں تو اس کا براہِ راست اثر عراق کی معیشت پر ہوا جس سے دونوں ملکوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ معاملہ اس قدر بڑھا کہ آخرکار عراق نے کویت پر چڑھائی کر دی۔ امریکی اور مغربی میڈیا نے اس حملے کو ایک احمقانہ حرکت قرار دیا۔ تاہم کویت میں موجود امریکی سفیر کو اس حملے کا پیشگی علم تھا۔ خلیج کی جنگ کے باوجود صدام حسین آج بھی زندہ ہے جو ایک حیران کن بات ہے مگر ابھی تک اس جنگ کا اصل مقصد سامنے نہیں آیا۔ masons کو اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ تیل کی دولت حاصل کر کے وہ مسلمان ممالک کی معیشت کو مفلوج کر سکتے ہیں اور یہ سب صدام حسین جیسے سربراہان کی موجودگی میں ممکن تھا۔ خلیج کی جنگ نے نہ صرف دو مسلمان ممالک کو آپس میں لڑوایا بلکہ اس کے نتیجے کی تیل کی بہت بڑی مقدار مغرب کے ہاتھ لگی۔ مگر ان سب سے بڑھ کر جو کامیابی masons نے حاصل کی وہ مشرق وسطیٰ تک امریکی فوج کی رسائی تھی۔

مگر جب یہ لوگ منصوبہ بناتے ہیں تو اللہ بھی منصوبے بناتا ہے اور اللہ بہترین منصوبہ ساز ہے۔ حتمی فتح ان شاء اللہ مسلمانوں کی ہوگی۔

ابو اسامہ عابد

امت مسلمہ کا خاموش مجرم

مغرب زدہ میڈیا کی تباہ کاریوں کا تذکرہ

میڈیا یعنی ذرائع ابلاغ وہ ذرائع ہیں جن کے ذریعہ سے دنیا بھر کے لوگوں تک عالمی حالات کو پہنچایا جاتا ہے۔ آج کل جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے معلوماتی' سائنسی اور لوگوں کی ذہنی تسکین کے لیے مختلف قسم کے تفریحی پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔ یہ دور جدید ہے کہ جس میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر مہینوں کے فاصلے گھنٹوں میں سمٹ گئے ہیں اور دنیا ایک گلوبل ویلج کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ ذرائع ابلاغ دنیا بھر کے کونے کونے میں ہونے والی ہر سرگرمی کو لحہ بہ لحہ نشر کر رہے ہیں۔

بنیادی طور پر میڈیا کے دو بڑے ذرائع ہیں:

1- پرنٹ میڈیا (Print Media)

2- الیکٹرانک میڈیا (Electronic Media)

پرنٹ میڈیا میں اخبارات' کتب' رسائل و جرائد' لٹریچر' اشتہارات' سٹیکرز وغیرہ شامل ہیں جبکہ الیکٹرانک میڈیا میں ریڈیو' ٹیلی ویژن' ڈش انٹینا' کیبل نیٹ ورک' انٹرنیٹ' وی سی آر' ٹیپ ریکارڈر' آڈیو کیسٹس اور سی ڈیز وغیرہ شامل ہیں۔

میڈیا کا اسلام' مسلمانوں اور انبیائے کرام کے خلاف افسوسناک کردار

میڈیا کے ذرائع بذات خود اچھے یا برے نہیں بلکہ کسی بھی فرد' معاشرہ' قوم و ملک کا استعمال اس کو اچھے یا برے انداز سے ظاہر کرتا ہے۔ موجودہ دور میں عالم کفر نے میڈیا کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا۔ انبیائے کرام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اور دین اسلام کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرنے کے لیے اس کو استعمال کیا۔ اسلام پر عمل پیرا ملت اسلامیہ کے افراد کو میڈیا کے ذریعہ بنیاد پرست' راسخ العقیدہ اور دقیانوس ایسے ٹائٹل بھی میڈیا کے ذریعہ سے ہی دیئے۔ اسلام اور اہل اسلام

کے حقیقی محافظ اور عالم کفر کی ننگی جارحیت اور ان کے مظالم کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے والے مجاہدین کرام' صلاح الدین ایوبی اور یوسف بن تاشفین کے روحانی فرزندوں کے لیے ''دہشت گرد'' کا ''لقب'' عام کرنے اور جہاد جیسے عظیم عمل کو ''دہشت گردی'' کے طور پر باور کرانے کے لیے بھی میڈیا کا ہی استعمال کیا گیا۔ عالم کفر کے اسی جھوٹے اور بے بنیاد پروپیگنڈہ کی یلغار سے متاثر ہو کر کئی نام نہاد مسلم دانشور زرد صحافت کے علمبردار اور اکثر مسلم ممالک کے سربراہان اور بالخصوص پاکستان کے حکومتی زعماء یورپی نقطہ نظر کے ہمنوا ہو چکے ہیں۔

ذیل میں ہم عالمِ کفر کی میڈیا کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کے حوالہ سے ہرزہ سرائی پیش کریں گے۔

جرمن ٹیلی وژن نے 2000ء میں بائرن تھری (بڑا نشریاتی چینل) پر ایک رپورٹ سوڈان کے حوالے سے پیش کی جس میں جنوب کے پیچیدہ مسئلے کو عیسائی مسلمان ''صلیبی جنگ'' کے طور پر پیش کیا گیا اور رپورٹر نے پرزور انداز میں بتلایا کہ ''یہاں اسلامی بنیاد پرست نسل کشی کر رہے ہیں اور عیسائیوں کو غلام بنانے کے لیے زبردستی مسلمان کر رہے ہیں''۔ انہی دنوں R.T.L پر ایک پروگرام Im mamen Allah's Terror پیش کیا گیا۔ اس کا موضوع تھا ''دنیا کے تمام آزادی پسند لوگوں کے لیے ایک ایسے ''اسلامی بنیاد پرست گروہ'' کا خطرہ جو ساری دنیا کو فتح کرنا چاہتا ہے۔ ان ہی دنوں جرمن ٹی وی پر ''اسلام کی تلوار'' کے نام سے ایک سیریز چلائی گئی جس میں روس کی سابقہ مسلم ریاستوں پر ایک دستاویزی فلم پیش کی گئی۔ یہ دونوں پروگرام ایک نام نہاد ماہر اسلام پیٹر نے تیار کیے۔ دونوں میں بار بار یہ بات پیش کی گئی کہ ''اسلام امن عالم کے لیے خطرہ ہے'' اور اس کے جنونی پیروکار ''امن عالم'' آزادی' عدل' اور مساوات کے دشمن ہیں اور ''مغرب'' کو ''پانی سر سے اونچا ہو جانے سے پہلے'' اسلامی طاقتوں پر حملہ کر دینا چاہیے۔

اس طرح میڈیا مہم کو غذا پہنچانے والے وہ ماہرین ہیں جو کسی مسئلہ پر پروڈیوسر کی رائے کی تائید میں اپنے موقف کو بیان کرتے ہیں۔ معروف جرمن مسلمان سکالر ''امام ہابام'' کے مطابق ''اگر آپ کو کسی ایسے سکالر کی ضرورت ہے جو یہ بتائے کہ مسلمانوں کی کاٹنے والی جنونی کالی آنکھیں ہوتی ہیں۔ وہ ایک ہاتھ میں کلاشنکوف اور دوسرے ہاتھ میں قرآن لے کر چلتے ہیں تو فکر نہ کریں کوئی بھی رائے کتنی ہی بے بنیاد کیوں نہ ہو''۔ جرمن ٹی وی ایسے ماہر کو تلاش کر لیتا ہے جو معروضی رائے دینے کی لیے تیار ہو جاتا ہے''۔

جرمنی کی تمام یونیورسٹیوں میں ایسے سکالر اور محققین موجود ہیں جو ''اسلام کے خطرات'' سے آگاہ کرنے کے لیے اور ''بنیاد پرست چیلنج'' کے عنوان سے مقالے لکھ رہے ہیں۔

اسی نہج پر چلتے ہوئے B.B.C امریکن ٹیلی وژن' دیگر یورپی نشریاتی ادارے امریکی ریڈرز ڈائجسٹ اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سے دنیا بھر کی دوسری اقوام کے سامنے مسلمانوں کی ایسی

خوفناک تصویر کھینچتے ہیں کہ جیسے ''مسلمان تہذیب وتمدن' اخلاقیات' عدل وانصاف اور رواداری سے بالکل ناآشنا ہیں۔

اس ضمن میں امریکی ٹیلی وژن پر ایک صحافی ایمرسن کی تیار کردہ ویڈیو فلم دکھائی گئی جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ مشرق وسطیٰ میں جو لوگ مسلمانوں کے طرز فکر سے متفق نہیں' مسلمان ان کے خلاف دہشت گردی کرتے ہیں۔ فلم میں بہت زیادہ خون آلود لاشیں دکھائی گئیں اور انتہائی اشتعال انگیز تبصرہ کیا گیا۔ یہاں تک کہا گیا کہ ''امریکہ میں رہنے والے مسلمان بھی اسی قسم کی سوچ رکھتے ہیں۔ امریکہ میں یہودی لابی غالب ہے اور یہودیوں کی اسلام دشمنی واضح ہے۔ امت مسلمہ کے خلاف ہر ایکشن میں ان کی کرم فرمائیاں ہوتی ہیں۔ دنیا بھر میں ہالی وڈ کی فلموں کا غلبہ و چرچہ ہے اور ہالی وڈ پر یہودیوں کی اجارہ داری ہے۔ ہالی وڈ کی 50 اعلیٰ ترین فلمیں بنانے والے ڈائریکٹرز' پروڈیوسرز اور مصنفین میں سے 60 فیصد سے زیادہ یہودی ہیں۔ صحافت کے میدان میں رپورٹروں' ایڈیٹروں اور بڑے اخبارات کے چیف ایڈیٹرز و دیگر مناصب پر متمکن افراد میں سے 25 فیصد یہودی ہیں۔ (بحوالہ امپیکٹ مئی 1996 ص24)

مسلمانوں کے خلاف ویسے تو دنیا بھر میں کافر قوتیں سرگرم عمل ہیں مگر امریکہ ان کے ہیڈ کوارٹر کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں پر قوت و اقتدار پر درپردہ یہودی قابض ہیں اور مسلمانوں کے خلاف تعصب ونفرت پھیلانے اور نقصان دینے کا کوئی معمولی موقع بھی ہاتھ سے نکلنے نہیں دیتے۔ امریکہ میں یہودی لابی جہاں اس کے لیے پرنٹ میڈیا کو استعمال کر رہی ہے وہیں پر الیکٹرانک میڈیا کو بھی استعمال میں لایا جا رہا ہے۔

اس ضمن میں بہترین مثال ''صیہونی سٹیوایمرسن'' اور ''کارمون'' کی تیار کردہ فلم Jihad in America ہے۔ فلم کے پروڈیوسر کے سابق اسرائیلی وزیراعظم اسحاق شامیر کے مشیر کے ساتھ خصوصی تعلقات رہے ہیں۔

اس فلم میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں بم دھماکہ کے اصل ذمہ دارانہ مسلمانوں کو ظاہر کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ''مسلمان صرف دہشت گردی کرنا چاہتے ہیں''۔ فلم میں مسلمانوں کو کسی تربیتی مرکز میں بھاری ہتھیاروں کی مشق کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور دہشت گردی کی کارروائیوں کے لیے اسلحہ کی سپلائی بھی دکھلائی گئی ہے۔ اس فلم میں تیونس کے مسلم راہنما راشد الغنوی اور عزام کو ''دہشت گرد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے ایک اور فلم حال ہی میں ٹائم وارنر نے Executive Decision کے نام سے ریلیز کی ہے جو کہ امت مسلمہ کو بدنام کرنے کی اب تک کی بدترین کوشش ہے۔ اس میں چیچن مسلمانوں کو دہشت گردوں کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ فلم کے منظر میں ایک جہاز کے اغواء کو دکھایا گیا ہے' جس میں مہلک اعصابی گیس ہے جو واشنگٹن تباہی کے لیے لائی جا رہی ہے۔ اس

کے کچھ مناظر یوں ہیں:

1- ایک شخص قرآن ہاتھوں میں اٹھائے دہشت گردانہ کارروائی کر رہا ہے اور اس کا جواز قرآن سے بیان کر رہا ہے۔

2- دہشت گرد اللہ اکبر ان شاء اللہ کے الفاظ ادا کر رہے ہیں۔

3- دہشت گردوں کا سرغنہ نماز پڑھنے میں مصروف ہے۔

4- دہشت گرد اپنے آپ کو اللہ کی تلوار اور اللہ کے سپاہی کہتے ہیں۔

5- جہاز کے سہمے ہوئے ماحول میں دہشت گردوں کا کمانڈر قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

امریکہ میں ذرائع ابلاغ کے محاذ پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف فضا گرم ہے۔ 3 اپریل 1996ء کو Eye Witness میں پاٹ ڈاسن نے ایک گلی کا ذکر کیا جہاں فحش وعریاں پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔ نیوز کاسٹر نے اس گلی کا نام ''مکہ'' بیان کیا ہے۔ اسی طرح ڈزنی فلم زیادہ تر بچوں کے لیے فلمیں اور ڈرامے بنانے والا ادارہ ہے لیکن اسلام اور مسلم دشمنی کے جذبات و احساسات اس ادارے میں بھی موجود ہیں۔ دو سال قبل ادارہ ڈزنی فلمز نے KAZAAM کے نام سے فلم بنائی جس میں بدمعاشوں کا کردار عربوں کے حوالہ سے دکھایا گیا ہے۔ اس فلم میں بدمعاش کا نام شکیل ہے۔ جبکہ ایک اور فلم Father of the Bride کے حصہ دوم میں ایک بدمعاش پڑوسی کا کردار ایک شخص ادا کر رہا ہے جس کا نام حبیب ظاہر کیا گیا ہے اور فلم Kazzam میں بھی ایک بلیک مارکیٹیے کے کردار کے لیے بھی عرب کا انتخاب کیا گیا ہے جس کا نام ملک لیا جاتا ہے۔

اس طرح جہاں الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں بالخصوص عرب کے مسلمانوں کو بطور دہشت گردوں کے پیش کیا جا رہا ہے وہیں پر اللہ اور اس کے رسولوں اور مقامات مقدسہ کی توہین بھی انہی ذرائع سے کی جا رہی ہے۔

1996ء میں ہفت روزہ نیوز ویک نے انسان کی ابتدائی زندگی اور آرٹ کے نام پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکانے کی کوشش کی۔ نیوز ویک کے ایڈیٹر نے سرورق پر آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہ السلام کی برہنہ خیالی تصاویر چھاپ دیں۔ مضمون میں اسلام کے ابتدائی حصہ کو انتہائی برے انداز سے پیش کیا گیا۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اور یہ بھی دکھایا ہے کہ کس طرح فرشتہ ان کو قربانی سے روک رہا ہے۔ اسی طرح عیسائیوں نے اپنے زمانہ تسلط میں اسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بری طرح مسخ کر دیا۔ مثلاً انگریزی زبان میں محمد Muhammad کو Mahaund (ماہاؤنڈ) بنا دیا۔ ماہاؤنڈ کا اشتقاق Me-Hound ہے اور ہاؤنڈ کے معنی ہیں ''شکاری کتا''۔ (استغفراللہ) اور ماہاؤنڈ کا یہ لفظ بڑی بڑی انگریزی لغات میں موجود ہے۔ نبی ﷺ کے نام کو بگاڑ کر Mohad بھی لکھا جاتا ہے۔ 16 ویں صدی کے ڈرامہ نویس کرسٹوفر

مالووکا ڈرامہ ٹمرلین انگریزی ادب میں بڑا مقام رکھتا ہے۔ اس ڈرامے میں بھی نبی ﷺ کی شان میں انتہائی گستاخانہ کلمات موجود ہیں۔ اسی طرح والٹر سکاٹ کے ناول میں بھی گستاخی آمیز جملے شامل ہیں۔ نیویارک کے سب سے بڑے کتابوں کے سٹور Barness and Noble پر دنیا بھر میں شائع ہونے والی کتب کے نمائش ہوئی۔ اس نمائش میں مذہبی سیکشن پر تقابل ادیان کے موضوع پر دی السٹریٹڈ ورلڈز ریلیجنز اے گائیڈ ٹو آور وزڈم ٹریڈیشن نامی ایک کتاب بھی رکھی گئی جس کے مصنف کا نام ''ہوسٹن سمتھ'' ہے۔ اس کتاب میں نبی ﷺ کی 5 فرضی تصویریں بھی شائع کی گئی ہیں۔ ان تصاویر میں آپ ﷺ کو والدہ کی گود میں' غار حرا میں' جبرائیل علیہ السلام کے سامنے' خانہ کعبہ کے سامنے صحابہ کرام کو تبلیغ کرتے ہوئے اور معراج کی رات براق پر سوار دکھلایا گیا ہے۔ اس کتاب کا مصنف امریکہ میں مذہبی تاریخ کا نامور ''عالم'' گردانا جاتا ہے۔

ملعون سلمان رشدی نے بھی نبی ﷺ کی ذات اقدس پر انتہائی توہین آمیز کتاب لکھی اور اس کے بعد بریکن مکس نے ''انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن'' کے عنوان کے تحت ایک اور کتاب چھاپی۔ اس کتاب کا مصنف جی ٹی بٹیتی ہے جس نے مذکورہ کتاب میں قدسی نفوس کی گستاخی کی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ 509 پر رسول اکرم ﷺ اور صفحہ 541 پر عمر فاروقؓ کی خیالی تصاویر شائع کی گئی ہیں۔ کتاب میں جگہ جگہ رسول اکرم اور صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے اور اسلام کو ایک فرسودہ نظام بنا کر پیش کیا گیا۔ دیگر جرائد و کتب مثلاً لندن آبزرور میں نبی ﷺ کی خیالی تصویر کو شائع کیا گیا۔

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں نبی ﷺ کی خیالی تصویر شائع کر کے ایک شرمناک جسارت کی گئی۔ (یہ کتاب ملک کی ہر بڑی لائبریری میں موجود ہے) اسی نہج پر چلتے ہوئے کرونیکل نامی کمپیوٹر سافٹ ویئر کمپنی نے ''انسائیکلو پیڈیا آف ہسٹری'' کے نام سے ایک ڈسک جاری کی ہے جس میں نبی ﷺ کو بطور سیاست دان' فوجی سربراہ اور اسلام کے بانی کے طور پر متعارف کروایا گیا ہے۔ نبی ﷺ کو پرچم تھامے دکھایا گیا ہے اور علی رضی اللہ عنہ کو مسجد میں خطبہ دیتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

جو لوگ ''انٹرنیٹ'' کا باقاعدگی کے ساتھ مشاہدہ کرتے ہیں انہیں معلوم ہوگا کہ قرآن پاک کی چار جعلی سورتیں انٹرنیٹ پر پیش کی جا رہی ہیں۔ ان نام نہاد سورتوں کے نام یہ ہیں جو کہ عالم کفر نے اپنی طرف سے گھڑ کر پیش کی ہیں:

1- ''سورۃ التجسد'' یہ سورۃ 15 آیتوں پر مشتمل دکھائی گئی ہے۔ یہ سورت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے۔
2- ''سورۃ الایمان'' یہ سورۃ 10 آیتوں پر مشتمل دکھلائی گئی ہے۔ یہ سورت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے متعلق بیان ہے۔
3- ''سورۃ المسلمون'' اس میں گیارہ آیات گھڑ کر دی گئی ہیں اور ان میں نبی ﷺ کی توہین کی گئی ہے۔
4- ''سورۃ الوصایات'' اس میں 6 آیات گھڑی گئی ہیں اور اس میں بھی نبی ﷺ کی توہین کی گئی ہے۔

چند ماہ قبل یعنی 11 ستمبر 2001ء کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ کے بعد یورپین ممالک اور امریکہ نے ان تمام صورت حال کا سبب مسلمانوں اور قرآن کو ٹھہرایا اور بغیر کسی تحقیق کے مسلم ملک افغانستان پر چڑھائی کر دی اور اسے تہس نہس کرنے کے بعد قرآن مجید کے خلاف قدم اٹھایا۔ جہاد کی آیات سے خالی قرآن یعنی تحریف شدہ نسخہ قرآنی طبع کروا کر پورے امریکہ میں بالخصوص اور پوری دنیا میں بالعموم پھیلا دیا' تاکہ اسلام کی تعلیمات پورے انداز فکر و تدبر سے نئے مسلمانوں میں ترویج نہ پاسکیں اور نہ ہی وہ حکم جہاد سے آشنا ہوسکیں۔ امت مسلمہ کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے پہنچائے گئے نقصان کو اگر ضبط تحریر میں لایا جائے تو یہ کام کئی کتابوں پر مشتمل ہوگا۔ مقصد بیان کرنے کا صرف یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کس انداز سے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کے مقامات مقدسہ' قرآن مجید' انبیائے کرام' نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی توہین کر رہے ہیں۔ اگر مسلمان اس توہین پر احتجاج کریں تو شدت پسند ٹھہریں اور اگر اسلام پر عمل پیرا ہوں تو بنیاد پرستی کا لیبل چسپاں کر دیا جائے۔ اگر عالم کفر کی ہرزہ سرائیوں کا جواب جہاد کے ذریعہ سے دیں تو دہشت گرد قرار دیا جائے اور نام نہاد مسلم حکومتوں کے ذریعہ سے زندانوں میں دھکیل دیئے جاتے ہیں۔ پھر ان کال کوٹھڑیوں کے اندھیروں میں بنیاد پرست مسلمان اپنی زندگی کے آخری دن پورے کرتے ہیں۔

میڈیا بطور خوفناک ہتھیار

اس میں کوئی شک نہیں کہ جنگوں میں دشمن کو تباہ و برباد کرنے کے لیے لوہے اور بارود کا استعمال کیا جاتا ہے لیکن میڈیا بعض اوقات وہ کام کر دکھاتا ہے جو کام ٹنوں بارود برسا کر بھی نہیں ہوسکتا۔ آج دنیا بھر کے صیہونی و صلیبی و ہنود اپنے ذرائع ابلاغ کی ترویج و ترقی میں مصروف ہیں اور اس سے مسلم امہ کے خلاف وہ کام لے رہے ہیں کہ جس کے لیے ماضی بعید میں مسلمانوں کے خلاف جنگیں لڑا کرتے تھے۔ لیکن ان کو کبھی بھی ان کے مطلوبہ نتائج نہ مل سکے۔ اگر کبھی جنگ کے ذریعہ فتح یاب ہوئے بھی تو وہ فتح کبھی ان کا مستقل سہرا نہ بن سکی۔ بلکہ مسلمان پھر غالب آ جاتے۔ ذیل میں ہم تین نکات کے تحت جائزہ لیں گے کہ عالم کفر کس طرح ذرائع ابلاغ کو بطور ہتھیار استعمال کر رہے ہیں۔

1- غلط پروپیگنڈہ اور جھوٹی خبروں کا پھیلاؤ۔
2- میڈیا کے ذریعہ سے بھارتی خفیہ ایجنسیوں کے کوڈ پیغام۔
3- ثقافتی وتہذیبی یلغار۔
4- ہندوانہ رسم و رواج کے پھیلاؤ۔
5- فحاشی کا فروغ اور بے راہ روی۔
6- بے پردگی و عریانی اور یورپی تہذیب وتمدن کا فروغ۔
7- میڈیا کی یلغار اور دیوثیت ولادینیت۔

اگر ہم ذرائع ابلاغ کو اس نظر سے دیکھیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط پروپیگنڈہ اور جھوٹی خبریں کس انداز سے نشر کی جاتی ہیں تو یہ بات حالیہ افغان امریکہ جنگ سے واضح ہوتی ہے کہ جس میں یورپی نشریاتی اداروں اور اخبارات اور جرائد کے ذریعہ سے بھرپور میڈیا مہم مسلمانوں کے خلاف چلائی گئی۔ پاکستان میں موجود مدارس اور مذہبی جماعتوں کو اس کا اصل سبب قرار دیا جس کی بنا پر پورے ملک میں اسلام پسندوں کے خلاف کریک ڈاؤن ہوئے۔ بعض مدارس سیل بھی کیے گئے اور ان کی تعلیمی سلیبس کو تبدیل کرنے کے لیے پریشر بڑھایا گیا۔

اگر ہم امریکہ افغان جنگ میں جھوٹی خبروں کے حوالہ سے ذرائع ابلاغ کا کردار دیکھیں تو یہ بات بھی ہمیں بعض مصدقہ ذرائع سے موصول ہوئی کہ "جب دوران جنگ افغانستان میں تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کرنے کا واحد ذریعہ ابلاغ ریڈیو شریعت تباہ ہوا تو مجاہدین کے مابین رابطے کافی حد تک منقطع ہوئے اور مرکزی سطح سے کمانڈ اینڈ کنٹرول اور آرڈر کا شعبہ بہت متاثر ہوا۔ جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وائس آف امریکہ و جرمنی اور بی بی سی نے بہت سی غلط خبریں بھی نشر کیں جن کی وجہ سے مجاہدین کے مورال پر برا اثر پڑا۔

ان جھوٹی خبروں کی مثال اس طرح سے دی جاسکتی ہے کہ افغانستان میں واحد ریڈیو سٹیشن کے تباہ ہو جانے کے بعد کچھ خبریں اس انداز سے نشر کی گئی کہ فلاں صوبہ یا فلاں شہر اور فلاں اہم درہ و شاہراہ پر شمالی اتحاد کا قبضہ ہو چکا ہے۔ حالانکہ یہ اطلاع غلط ہوتی تھی۔ لیکن اس غلط اطلاع کا نقصان یہ ہوتا تھا کہ اگر یہ اطلاع کسی ایسے صوبے کے بارے میں ہوتی جو خط اول سے پیچھے ہوتا تو اس سے آگے موجود خط اول کے صوبہ والے مجاہدین اپنی پشت کو غیر محفوظ سمجھتے ہوئے کسی اور قریبی صوبے کی طرف نکل جاتے اور اپنے صوبے کو غیر محفوظ سمجھتے ہوئے خالی کر دیتے اور جونہی مجاہدین وہ صوبے چھوڑتے تو مخالف اتحادی فوجیں بغیر کسی جانی نقصان کے اس پر قبضہ کر لیتیں۔ کچھ عرصہ کے بعد تحقیق سے علم ہوا کہ ایسی اکثر اطلاعات غلط ہوتی تھیں۔ لیکن اس کی وجہ سے کئی ایک صوبے مخالف فوجوں کے قبضہ میں چلے گئے۔

میڈیا کے ذریعے جاسوسی کے پیغامات

عصر حاضر میں میڈیا کے ذریعہ جاسوسی اور کوڈ پیغامات کی آسانی ہو چکی ہے۔ انٹرنیٹ کی ایجاد اور استعمال نے حساس ایجنسیوں اور ان کے ایجنٹوں کے مابین رابطے کو انتہائی آسان اور محفوظ تر کر دیا ہے۔ انٹرنیٹ پر چیٹنگ کے ذریعہ اور دیگر فنکشنز کے ذریعہ سے خفیہ پیغامات کی رسائی اور وصولی کی جاتی ہے۔ اس طرح ریڈیو کی نشریات بھی اس معاملہ میں خصوصی معاون ثابت ہوئی ہیں۔ ریڈیو سٹیشن سے مخصوص گانے نشر کر کے جاسوسوں کو پیغامات بھی ارسال کیے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک مثال مارچ 1998ء میں پاکستان میں کیے گئے بم دھماکوں کی دی جاسکتی ہے۔ جن کی تحقیقی رپورٹ کے بعد یہ انکشاف ہوا کہ Raw "را" خفیہ بھارتی ایجنسی نے آل انڈیا ریڈیو پر فرمائشی گانوں کے ذریعہ اپنے

ایجنٹوں کو مخصوص کوڈ دے کر دھماکے کرانے کا سلسلہ شروع کیا۔ اس مقصد کے لیے ''را'' نے تقریباً 200 انڈین گانوں کو ترتیب دے کر سینکڑوں مرد جاسوسوں سمیت تربیت یافتہ حسین لڑکیوں کو گانوں کے کوڈ کے ذریعے اصل ٹارگٹ پر بم دھماکے کرنے کے لیے مخصوص گانے نشر کرنے شروع کر دیئے۔ را کے اس نئے طریقہ واردات کے تحت ''آل انڈیا ریڈیو کی اردو نشریات'' میں فرمائشی گانوں کی فرمائش کرنے والے افراد کا نام اگر ''محمد'' کے نام سے شروع کیا جاتا تو اس کا مقصد ''مساجد میں دہشت گردی'' اور اگر یکے بعد دیگرے چار ناموں سے قبل سیٹھ کا نام لیا جائے تو اس کا مقصد ہوتا کہ تجارتی مراکز میں بم دھماکے کیے جائیں۔ اگر گانے کی فرمائش کرنے والوں کے نام پھولوں کی مناسبت سے لیا جائے تو اس کا مقصد ''تفریحی مقام پر بم دھماکے'' کیے جائیں۔ بعض اہم پاکستانی شخصیات کے نام لے کر بھی مخصوص گانے نشر کر کے ان کو تخریب کاری کا نشانہ بنانے کے لیے کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ''را'' چند ایسے مخصوص قسم کے گانے جن کا علم صرف خاص ایجنٹوں کو ہوتا ہے وہ سن کر بڑی آسانی سے سمجھ کر اپنی کارروائیاں تیز تر کر دیتے ہیں۔ اسی طرح پنجاب کے سرائیکی بیلٹ کے علاقے جنوبی پنجاب تک پہنچ حاصل کرنے کے لیے اور اپنے مطلوبہ مقاصد کے لیے ریڈیو سٹیشن کی ٹرانسمشن میں مزید وسعت پیدا کی ہے۔ اس طرح ایجنٹ بعض لمبے پیغامات کو آڈیو کیسٹ میں ریکارڈ کر کے اپنے دیگر ساتھیوں کو دیتے ہیں جن میں آئندہ کئی ماہ کی پالیسی بیان کی گئی ہوتی ہے۔

میڈیا کے ذریعہ سے اغیار کی ثقافتی و تہذیبی یلغار

ذرائع ابلاغ جو دیکھنے میں بہت ہی بے ضرر معلوم ہوتے ہیں لیکن یہود و ہنود و نصاریٰ نے اس سے ایک خوفناک ہتھیار کا کام لیا ہے۔ جو مقاصد وہ سینکڑوں جنگیں لڑ کر بھی حاصل نہ کر سکتے تھے وہ مقاصد انہوں نے اس ''میٹھے زہر'' کے استعمال سے حاصل کر لیے ہیں۔ کفار کے وہ مقاصد فقط یہ تھے کہ ''مسلمان اپنے دین سے برگشتہ ہو جائیں'' میدان جہاد سے رخ موڑ کر دنیا کے دلدادہ ہو جائیں' مسلمانوں کے گھروں' بازاروں اور ملکوں کے اندر فحاشی' عریانی' بے پردگی' میلے ٹھیلے' جرائم' قتل و غارت' بدامنی' دیوثیت' بے غیرتی و بے حمیتی کے مناظر عام ہو جائیں۔ زنا و شراب' چوری و ڈاکہ زنی پھیل جائے اور مسلمانوں کی اسلامی تہذیب و شناخت کی جگہ مغربی تہذیب و ثقافت اس کی جگہ لے لے۔

یہودی و صلیبی اقوام کی یہ عادت ہے کہ وہ جو کام بھی کرتی ہیں اس کی منصوبہ بندی بہت پہلے سے کر لیتی ہیں۔ اس کے ہر زاویے کو چیک کر کے عمل درآمد شروع کر دیتی ہیں اور ایسا ہی انہوں نے اس ''محاذ'' پر مسلمانوں کے ساتھ کیا۔ ہر قدم پر انہوں نے نہایت سنبھل کر رکھا۔ زیادہ تر توجہ ہمارے نوجوانوں اور حکمرانوں کی طرف دی گئی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جب ''مسلم سپہ سالاروں'' طارق بن زیادہ اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے کفار کو ان کی سرکشی و جبر کا جواب شمشیر و سناں کی ضرب کاری سے دیا اور مسلمان کسی طرح بھی ان کے کنٹرول میں نہ آ پائے تو صلیبی حکمرانوں و پادریوں نے اپنے

جاسوس مجاہدین کے بھیس میں مسلم ممالک میں بھیجے تا کہ مسلمانوں کی جنگی حکمت عملی کا پتہ چلایا جائے کہ ''کیا وجہ ہے کہ مسلمان کم تعداد اور قلیل سامانی کے باوجود ان کی لاکھوں کی فوجوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیتے ہیں اور اپنی جانوں کی پروا کیے بغیر راتوں کو صلیبی لشکر میں گھس کر شبخون مارتے ہیں۔ صلیبی جاسوسوں نے جو رپورٹ مرتب کی وہ اس دور کے چیف پادری یعنی پوپ پال کو دی۔ اس کی سمری یہ ہے کہ ''مسلمانوں کے گلی محلوں میں بوڑھے جوان اور بچے آدھی رات کے بعد چلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ مسجدیں آباد ہو جاتی ہیں۔ یہ لوگ دن کے وقت بھوکے پیاسے میدان میں برسر پیکار رہتے ہیں اور جب رات ہوتی ہے تو ان کے خیموں سے ان کی سسکیاں بلند ہوتی ہیں۔ یہ لوگ دن کے شہسوار اور رات کے راہب ہیں۔ جبکہ ہمارے سپاہی اعلیٰ خوراک کھا کر بھی دشمن کے ساتھ لڑنے کی بجائے ہتھیار پھینک دیتے ہیں اور جو میدانوں میں رہ جاتے ہیں وہ رات کو شراب و شباب میں کھو جاتے ہیں۔

یہ رپورٹ جب صلیبیوں کے حکمرانوں اور پادریوں کے پاس گئی تو ائمۃ الکفر نے تمام تر ذہانتیں لڑا کر یہ منصوبہ ترتیب دیا کہ ''ایسے لوگوں سے جنگیں کر کے ہم میدان کبھی نہیں جیت سکتے لہٰذا کوئی منصوبہ ایسا ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کو ان کی دینی عبادات سے دُور کیا جائے اور نماز سے ترک تعلق کروا کر فحاشی' گمراہی' بے راہ روی اور عریانی کے گندے جوہڑ میں دھکیل دیا جائے۔ اس لیے کہ نماز ہی ہر برائی کے خلاف ڈھال ہے۔ اس طرح ان کے بچوں اور جوانوں کے وہ اسلامی کھیل (یعنی گھوڑ سواری' نیزہ بازی' نشانہ بازی' شمشیر زنی) جو یہ کھیلتے ہیں اور جن کھیلوں کے بل بوتے پر یہ میدان جہاد کی طرف لپک لپک کر جاتے ہیں ان کو ان مشاغل سے ہٹا کر ایسے مشاغل و مصروفیات دی جائیں تو ان مسلم نوجوانوں کے فکری و جسمانی اور عملی کردار کو مفلوج کر دے۔ اگر آج دیکھا جائے تو مسلمان خواہ وہ کسی بھی طبقہ فکر' عمر و معاش سے تعلق رکھتے ہوں کفار کی اس گھناؤنی سازش کا شکار ہو کر عملی اسلام سے کوسوں دور ہو چکے ہیں۔ (الا ماشاء اللہ) اب جہادی کھیلوں کی جگہ کرکٹ' ہاکی' فٹ بال' بلیئرڈ' کیرم' تاش و دیگر کھیلوں نے لے لی ہے۔ معیشت میں سودی زہر داخل ہو کر اقتصادیات کو برباد کر چکا ہے۔ امت مسلمہ کے ہر پیر و جوان خواتین و بچوں کے صبح و شام ٹیلی وژن' ڈش اور کیبل کے ذریعہ سے پروگرام دیکھتے ہوئے گزر رہے ہیں۔ نوجوان انٹرنیٹ پر چیٹنگ کر کے اپنے قیمتی وقت کو برباد کر رہے ہیں۔

کفر کی اس ساری سازش میں نوجوان ہی ٹارگٹ بنائے گئے۔ کیونکہ یہی امت مسلمہ کے کل تھے اور یہی نوجوان جب بیکار ہو جائیں تو پوری قوم کسی قابل نہیں رہتی۔

صرف انہیں چیزوں نے ہمارے نوجوانوں کو اتنا بے بس کر دیا کہ دوسرے ہتھیاروں کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ مغرب سے V.C.R کا ہتھیار آیا۔ اس کے جراثیم ہمارے معاشرہ میں پھیلا کر نوجوانوں کے اخلاق و کردار کو تباہ و برباد کیا گیا۔ آنکھوں سے شرم و حیا اور دل سے غیرت کے جذبات اور عقل و شعور سے اسلامی فکر کو نکال کر شہوت پرستی اور دیوثیت کو فروغ دیا۔ اس خطرناک ہتھیار نے ہمارے شاہین صفت بچوں کے بال و پر نکلنے ہی نہ دیئے۔ شاعر مشرق کی سوچوں کے محور وہ جوان جنہوں

نے غلبہ دین کے لیے برف پوش چٹانوں کے سینوں پر اپنے مسکن بنانا تھے اور ستاروں پر کمندیں ڈالنا تھیں اسلام کے یہ فرزند جنہوں نے محمد بن قاسم اور شہاب الدین غوری کا کردار ادا کرنا تھا عالم کفر کی ثقافتی یلغار کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو کر آج بستر مرگ پر پڑے ہیں۔

افسوس! ان غنچوں پر جو بن کھلے مرجھا گئے

آج یہود و ہنود و نصاریٰ کو اسلام اور اصل اسلام کو تباہ کرنے کے لیے 90 فیصد اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا کہ وہ اسلامی دنیا کے اندر فحش' مخرب اخلاق فلمیں بھیج کر مطمئن ہو جاتے ہیں اور رہی سہی کسر کیبل نیٹ ورک نے نکال دی ہے جس نے جس گھر میں قدم جمائے وہاں سے اسلام نکل گیا ہے۔ اس سے بچوں اور بچیوں کے عملی کردار' سوچ' لباس اور کھانے پینے کے انداز میں فرق آیا' بے پردگی عام ہوئی ہے۔

ہمارے وہ نوجوان جو کبھی اپنی صبح کا آغاز نماز و تلاوت قرآن سے کرتے تھے اب اپنی صبح و شام کا آغاز و اختتام فحش فلموں اور کیبل کے ذریعے کرتے ہیں۔ اب تو ہر گلی محلے میں فلم و مووی کیبل کلچر عام ہو چکا ہے۔ آج ہمارے نوجوان فلمی بدمعاشوں اور زانی مرد و عورتوں جن کو لوگ اداکار کہتے ہیں' سے تو خوب اچھی طرح واقف ہیں لیکن نبی ﷺ' صحابہ کرام اور مسلم سپہ سالاروں اور محدثین کے کارناموں اور دینی کاوشوں سے واقف نہیں ہیں کیونکہ آج کل کے مسلمان شمشیر و سناں کی بجائے طاؤس و رباب اور فلم انڈسٹری سے محبت کرتے ہیں۔ مسلم اُمہ پر زوال اسی وجہ سے آیا جس کی طرف شاعر مشرق نے بھی نشاندہی کی کہ

آ تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

آج کے مسلم نوجوان' مرد و خواتین مکمل طور پر مغربی تہذیب و تمدن و کلچر کے ہمنوا بننا چاہتے ہیں اور اپنا اسلامی لباس' پردہ' رسم و رواج' اسلامی اقدار سب کچھ ترک کر کے اپنے آپ کو ایڈوانسڈ' ترقی یافتہ اور امن پسند جتلانے کے زعم میں مبتلا ہیں۔ یہ لوگ لاعلم ہیں کہ کفار مختلف حربوں سے فحاشی پھیلا کر مسلم نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو اسلام سے دور کر کے گمراہ کرنا چاہتے ہیں اور جو لوگ اس کا شکار ہوئے ہیں وہ معاشرہ میں عزت کی علامت بن کر نہیں ابھرے۔ فلموں کی خود ساختہ عشقیہ داستانوں کا شکار ہو کر نوجوان لڑکیاں اور لڑکوں نے گھروں سے راہ فرار اختیار کی اور اپنے والدین کو سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہ چھوڑا۔ کچھ مرد و زن نے عشق و معشوقی دوسرے الفاظ میں ناجائز تعلقات کے قیام کی ناکامی پر خودکشی کر لی۔ ایسے درجنوں واقعات اخبارات اور میڈیا میں منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔ ایسے تمام واقعات کے پیچھے جہاں الیکٹرانک میڈیا کا کردار ہے' وہیں پر پرنٹ میڈیا یعنی اخبارات و رسائل صحافیوں و مصنفین کا کردار ہے۔ جنہوں نے معاشرہ میں زرد صحافت کو عام کر کے اپنے قلم کی عصمت کو سستے داموں بیچ دیا۔ فحش' گندی' بے کار کہانیوں کو اپنے رسالوں میں جگہ دے کر عالم کفر کے معاون ثابت ہوئے۔

میڈیا کے ذریعے مسلم معاشروں کی تباہی اپنی نہیں غیروں کی گواہی

9 مارچ 1996ء کو روزنامہ "پاکستان" میں بھارت کے سابق وزیراعظم راجیو گاندھی کی بیوی سونیا گاندھی کے یہ الفاظ شائع ہوئے "ہم نے پاکستان میں اپنی ثقافت متعارف کروا کر ایک ایسی جنگ جیتی ہے جو ہتھیاروں سے جیتنا ناممکن تھی۔ اب کی بار ہم نے پاکستان پر ثقافتی یلغار کی ہے جس نے پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ گزشتہ روز جنگ جدید اور ہم کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جدید جنگوں کی حکمت عملی میں بھی تبدیلی آ گئی ہے۔ اب سرحدوں پر لڑائی نہیں لڑی جاتی بلکہ اب "نظریاتی جنگوں" کا دور ہے۔ برصغیر پاک و ہند کو چند "مذہبی جنونیوں" نے اپنے مقاصد کے لیے دو حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ مگر آج حقائق گواہ ہیں کہ ہم نے اس اسلامی ملک پاکستان میں اپنی ثقافت متعارف کروا کر دو قومی نظریہ کو پاش پاش کر دیا ہے۔ آج پاکستان کا بچہ بچہ ہندوستانی ثقافت کا دلدادہ ہے اور پاکستان ٹیلی وژن بھی ہمارے مذہبی رقص بڑے فخر سے دکھا کر ہمارا کام آسان کر رہا ہے۔ اب ہمیں پاکستان کو ہتھیاروں سے نشانہ نہیں بنانا پڑے گا۔ مجھے یقین ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ایک دھکے سے پاکستان ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ (نعوذ باللہ)

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان جذبات میں آ کر اپنے مشن و مقصد کی ٹاپ سیکرٹ باتیں بیان کر دیتا ہے۔ ایسا ہی سونیا گاندھی سے ہوا ہے کہ اس نے اپنی قوم کا منصوبہ جو پاکستان میں رو بہ عمل ہے' اس سے آگاہ کر دیا اور اس منصوبے کی کامیابی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جب ایک ہندو عورت سشمیتا سین کے بارے میں جب یہ خبر چھپی کہ وہ کرکٹ میں حصہ لینے والے ملکوں کے جھنڈوں کو اپنے جسم سے اتارے گی اور ننگی ہو جائے گی تو اس کا جسم وہ بھی ٹی وی پر دیکھنے کے لیے صرف پاکستان میں ایک دن کے اندر 2 لاکھ سے زائد ڈش انٹینے فروخت ہوگئے۔ انہی ڈش انٹینوں کے ذریعہ سے پروگرام ڈرامے فلمز لوسٹوریز ہندوانہ رسم و رواج کو دیکھ کر ہمارے نوجوان دین سے دور ہوئے اور اسلامی رسم و رواج کو چھوڑ کر انہوں نے بسنت' ویلنٹائن ڈے جیسی خرافات کے علاوہ دیگر لغویات کو اپنا لیا۔

اے امت مسلمہ کے فرزندو! آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کافروں کے ان کے منصوبوں کو سمجھیں۔ ان کی ثقافتی یلغار کے سامنے سپر ہوں۔ مغربی تہذیب و تمدن اور ہندوانہ ثقافت کی جگہ اسلامی تہذیب و تمدن کو متعارف کروائیں۔ مغربیت سے متاثرہ ذہنوں کی اسلامی آبیاری کریں۔ کیا عجب کہ بھٹکے ہوئے راہی...... پھر سے اپنی منزلوں (غلبۂ اسلام) کو پانے کے لیے سیدھے راستے پہ چل نکلیں اور ائمۃ الکفر کے چہروں پر مسکراہٹوں کی بجائے موت کے خوف کی پرچھائیاں چھا جائیں۔ مایوسیوں میں گھرے ہوئے کفار کے پنجۂ ستم میں تڑپتے ہوئے...... مظلوم مسلمان...... مسرت و خوشی سے سرشار ہوں۔

پاکستان'' کے فقرے نے مرکزی اہمیت کی حیثیت حاصل کر رکھی ہے۔ نظریۂ پاکستان کا فقرہ ہر گفتگو میں نفوذ کر گیا ہے۔ ہر بحث میں حوالہ کا کام دیتا ہے اور تمام کتابوں میں آغاز ہی پر وہ نظر آ جاتا ہے۔ مثلاً لکھا جاتا ہے کہ ''ایک نظریاتی ملک کے شہری ہونے کی حیثیت سے پہلے اس اساس کا جاننا ضروری ہے جس پر پاکستان قائم ہوا تھا یعنی نظریۂ پاکستان''۔

ڈاکٹر پرویز ہود بھائی ''نصابی کتابوں میں اسلام کاری'' کے زیر عنوان مضمون میں تحریر کرتے ہیں:

''مطالعۂ پاکستان کی نصابی کتابوں کا مرکزی موضوع ''اسلامائزیشن'' ہے۔ تقسیم کے بعد کی صرف تین باتیں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ اولاً وہ 1949ء کی قراردادِ مقاصد کو پیش کرتی ہیں جس نے ریاست پاکستان کی حاکمیت اعلیٰ اللہ کو دی ہے اور جس نے مختلف شہری حقوق کی صورت میں مسلمانوں کو غیر مسلمانوں سے جدا کر دیا ہے''۔

اس مضمون میں وہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''نئی نصابی کتابوں میں سماجی انصاف پر زور دینے کے برعکس اسلام کے رسمی پہلوؤں پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ سائنس اور سیکولر تعلیم کو سخت مشکوک بنا دیا گیا ہے۔ ایک کتاب کے مطابق جدید تعلیم سے دور رہنا چاہیے' اس لیے کہ یہ الحاد اور مادیت کی طرف لے جاتی ہے''۔

ڈاکٹر پرویز ہود بھائی نے مذکورہ بات لکھتے ہوئے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ یہ محض اس کے ذہن کی افترا پردازی اور شرپسندی ہے۔ ورنہ کسی بھی نصابی کتاب میں جدید تعلیم سے دور رہنے کی تلقین نہیں کی گئی ہے...... پاکستان میں اقلیتوں کو تمام حقوق حاصل ہیں' مگر قادیانی ہمیشہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ان کے حقوق کی پامالی کی جا رہی ہے۔ پرویز ہود بھائی بھی اس قادیانی سوچ کے اظہار سے باز نہ رہ سکے۔ لکھتے ہیں:

''نئی نصابی کتابوں میں اسلام کو عباداتی رسوم کا مجموعہ بنانے پر زور دینے کے ساتھ بعض غیر مسلم فرقوں کے خلاف جذبات کو شعوری طور پر بھڑکایا گیا ہے۔ خاص طور پر ہندوؤں اور قادیانیوں کے خلاف''۔

اس بے ہودہ الزام تراشی کی تائید میں پرویز ہود بھائی نے نصابی کتب میں سے ایک بھی مثال پیش نہیں کی جس میں قادیانیوں کے خلاف جذبات کو شعوری طور پر بھڑکایا گیا ہو۔ اس مضمون کے آخر میں وہ سیکولر حکمرانوں کی کوتاہی کی نشاندہی اس انداز میں کرتے ہیں:

''مغربی طرز زندگی رکھنے والا آزاد خیال طبقہ جس نے سیاسی اقتدار برطانیہ سے جانشین کے طور پر لیا تھا' اگر اس نے تعلیم کو بنیادی طور پر جدید اور سیکولر کردار

محمد عطاء اللہ صدیقی

تعلیمی نصاب......قرآنی آیات کا اخراج

پاکستان کے آئین کے مطابق ملک میں اسلام کو تمام قوانین پر بالادستی حاصل ہے لیکن ہمارے ہاں سیکولر مزاج رکھنے والے حکمران طبقہ نے صدق دل سے اسلام اور شریعت کی اس بالادستی کو کبھی قبول نہیں کیا۔ امریکہ اور یورپ پاکستان کو ایک خالصتاً اسلامی ریاست کی حیثیت سے آگے بڑھتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے پاکستان میں ''اسلامائزیشن'' کے عمل کے خلاف ہمیشہ پرزور احتجاج کیا ہے۔ پاکستان میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش جاری ہے۔ حکومتی سطح پر سوائے صدر ضیاء الحق مرحوم کے ہر دور میں سیکولر ازم کے رجحانات کو غلبہ حاصل رہا ہے۔ چونکہ عوامی مزاج میں اسلامیت اب بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے' اسی لیے یہاں سیکولرازم کے قدم جمنے نہیں پائے۔ دینی جماعتوں نے ہمیشہ سیکولرائزیشن کے خلاف بھرپور مزاحمت کی ہے۔ مگر دینی جماعتیں ہمیشہ سیکولر طبقہ کے ''عمل'' کے خلاف ''ردِعمل'' کا اظہار کرتی رہی ہیں۔ دینی طبقہ کے ذرائع معلومات اتنے ناقص ہیں کہ انہیں حکومتی پالیسیوں کے بارے میں عام طور پر اس وقت پتا چلتا ہے' جب وہ تشکیل کے مراحل طے کر کے عمل درآمد کی منزل میں داخل ہوجاتی ہیں۔ حکومتی پالیسی وضع کرنے کا عمل ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے مترادف نہیں ہے۔ اس کے لیے متواتر اجلاس ہوتے ہیں۔ بحث وتمحیص ہوتی رہتی ہے جو بالآخر نتیجہ خیز ہوکر فیصلہ جات میں بدل جاتی ہے۔

ایک اخباری اطلاع کے مطابق پاکستان کی وفاقی حکومت کی جانب سے ملک بھر کے تعلیمی بورڈز کو میٹرک کے آئندہ امتحانات میں قرآن مجید کے ترجمہ کے سوال کو سلیبس سے خارج کرنے کی بنا پر دینی اور مذہبی جماعتوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے۔ دینی جماعتوں نے اس فیصلے کو سیکولر ازم کی جانب ایک پیش قدمی قرار دیا ہے۔ (نوائے وقت' 8 جنوری 2001ء)

روزنامہ نوائے وقت نے اپنی خبر میں یہ وضاحت بھی کی ہے کہ حکومت نے امریکی افسروں کو بتایا تھا کہ اس نے مارچ میں ہونے والے میٹرک کے امتحانات میں سے قرآن مجید کے ترجمے والا سوال

ختم کر دیا ہے اور اس کی جگہ قرآن مجید ناظرہ کو امتحان کا حصہ بنایا جائے گا۔ تاہم تمام تعلیمی بورڈوں نے حکومت کے فیصلے اور حکم نامے پر عمل درآمد کرنے سے معذوری کا اظہار کیا ہے۔

پاکستان میں تعلیمی نصاب کو وضع کرنے یا اس میں ترمیم لانے کا ایک مفصل طریق کار اور باقاعدہ قواعد وضوابط موجود ہیں۔ اس طرح کے فیصلے راتوں رات نہیں کیے جاسکتے۔ جب سے موجودہ حکومت برسر اقتدار آئی ہے اس نے مختلف شعبہ جات میں اصلاحات متعارف کرانے کے کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ تعلیمی شعبہ میں اصلاحات متعارف کرانے کے لیے باقاعدہ ایک ''تعلیمی مشاورتی بورڈ'' تشکیل دیا گیا جس کی چیئرپرسن وفاقی وزیر تعلیم ہیں۔ گزشتہ ایک سال کے دوران اس بورڈ کے متعدد اجلاس منعقد ہوئے۔ اس کا ایک اہم اجلاس جنرل پرویز مشرف کی زیر صدارت 31 اکتوبر 2000ء کو اسلام آباد میں منعقد ہوا جس میں صوبائی گورنروں اور صوبائی وزرائے تعلیم نے شرکت کی اور وفاقی وزیر تعلیم نے ''تعلیمی شعبہ میں اصلاحات'' کے عنوان سے ایک ایکشن پلان پیش کیا۔

مذکورہ تعلیمی مشاورتی بورڈ میں جن افراد کو بطور رکن نامزد کیا گیا' ان کی اکثریت سیکولر اور اشتراکی نظریات کی حامل ہونے کے علاوہ مغربی تہذیب کی علمبردار این جی اوز سے وابستگی کا پس منظر بھی رکھتی ہے۔ اس بورڈ میں ایک متحرک رکن ڈاکٹر پرویز ہود بھائی ہیں۔ پرویز ہود بھائی اگرچہ قائداعظم یونیورسٹی میں فزکس کے پروفیسر ہیں مگر فکری اعتبار سے متعصب قادیانی اور نظریہ پاکستان کے زبردست مخالف ہیں۔ اسلام آباد میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف گزشتہ چند برسوں میں جن لوگوں نے جلوس نکالے اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی قبر بنا کر ان کی توہین کی' ان کے فکری قائدین میں نمایاں ترین نام پرویز ہود بھائی کا ہے۔ اسی قادیانی پروفیسر نے ڈاکٹر مبشر حسن اور روزنامہ ''دی نیوز'' کے امتیاز عالم کے ساتھ مل کر پاک انڈیا پیپلز فورم تشکیل دیا ہے جو پاکستان مخالف سرگرمیوں میں بہت متحرک رہا ہے۔ ڈاکٹر پرویز ہود بھائی گزشتہ کئی برسوں سے قائداعظم یونیورسٹی میں نوجوانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی مذموم جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ان کے خلاف اسلام پسند طلبہ نے کئی بار احتجاجی جلوس بھی نکالے مگر چونکہ ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اور ان کا اثر ورسوخ امریکی سفارت خانے تک بھی ہے' اس لیے ابھی تک وہ تدریسی فرائض بدستور انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر پرویز ہود بھائی گزشتہ کئی برسوں سے پاکستان میں تعلیمی نصاب کی اصلاح کے بارے میں ''تحقیقی'' مقالہ جات تحریر کرتے رہے ہیں۔ وہ پاکستان میں تعلیمی نصاب کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کے زبردست ناقد رہے ہیں۔ وہ نہایت تواتر سے اپنی اس پریشانی کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ آخر نظریہ پاکستان اور اسلام کو نصابی کتب کا حصہ کیوں بنایا گیا ہے۔ ان کی ایک مقالہ کا عنوان ہے ''پاکستان کی تاریخ کو مسخ کرنے کا عمل''...... تمام قادیانی اور سیکولر دانشوروں کی طرح پرویز ہود بھائی بھی نظریۂ پاکستان کے فروغ کو صدر ضیاء الحق کی ''بدعت'' قرار دیتے ہیں۔ مذکورہ مضمون میں وہ لکھتے ہیں:

''1977ء کے بعد کی ''تاریخ پاکستان'' کی تمام نصابی کتابوں میں ''نظریۂ

میں ڈھال دیا ہوتا تو اس سے آخرکار ایک جدید اور سیکولر ذہن رکھنے والی شہریت جنم لیتی۔ لیکن اس طبقہ کی خودغرضانہ اور موقع پرستانہ ذہنیت نے سیاسی اور اقتصادی ہنگامی حالات کے پیش نظر اسے لبرل قدروں کو ترک کر دینے پر مجبور کر دیا"۔

پرویز ہود بھائی کا یہ مضمون "اسلام' جمہوریت اور پاکستان" نامی ایک کتاب میں شامل ہے جسے ایئر مارشل (ر) اصغر خان نے 1999ء میں ترتیب دے کر شائع کیا۔ اس وقت تک ابھی نواز شریف کی حکومت ہی تھی۔ اس کتاب میں شامل دیگر مضامین بھی سیکولر ازم کی فکر کے عکاس ہیں جن میں نہایت بے باکی سے نظریۂ پاکستان اور اسلام کے خلاف زہر اگلا گیا ہے۔ مگر ہمارے دینی طبقہ کی بے حسی ملاحظہ کیجئے کہ کسی طرف سے اس طرح کی شرانگیز کتب کا موثر محاکمہ نہیں کیا گیا۔

پرویز ہود بھائی جو تعلیمی مشاورتی بورڈ کے رکن ہیں' ان کے خیالات مندرجہ بالا سطور میں پیش کیئے گئے ہیں۔ یہ خیالات انہوں نے تعلیمی مشاورتی بورد کا رکن بننے سے پہلے پیش کیے تھے۔ گزشتہ چند ماہ میں بھی وہ انگریزی اخبارات میں تواتر کے ساتھ انہی خیالات کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ این جی اوز نے اپنے لٹریچر میں بھی بے حد وسیع پیمانے پر نظریۂ پاکستان کی مخالفت کی مہم برپا کیے رکھی۔ عاصمہ جہانگیر کا انسانی حقوق کمیشن ہو' اصغر خان کی سنگی فاؤنڈیشن ہو' عورت فاؤنڈیشن ہو یا یورپی ایجنٹوں کی کوئی قابل ذکر این جی اوز' آپ ان کا لٹریچر اٹھا لیجئے۔ اس میں وہی خیالات ملیں گے جس کی جھلک پرویز ہود کے مضامین سے دکھائی گئی ہے۔ ہماری دینی جماعتیں این جی اوز کے خلاف اخبارات میں جارحانہ بیان دیتی رہتی ہیں اور فی نفسہ یہ ایک قابل تعریف اقدام ہے۔ مگر ان کی جانب سے علمی سطح پر اس زہریلے پراپیگنڈہ کا توڑ بھی پیش کرنا چاہیے۔ انہیں اسلام دشمن سیکولر طبقہ کی خطرناک پیش قدمی پر گہری نگاہ رکھنی چاہیے۔ جہاں کہیں اصلاحات کے نام پر سیکولر ازم کے نفاذ کے لیے پالیسیاں بنائی جا رہی ہیں' ان کو قبل از وقت بے نقاب کر کے ان کے خلاف زبردست تحریک برپا کرنی چاہیے۔ مذکورہ قادیانی پروفیسر پرویز ہود بھائی کو گزشتہ سال 14 اگست کے موقع پر ستارۂ امتیاز سے بھی نوازا گیا۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ کسی بھی حلقے سے نظریہ پاکستان کے مخالف کی اس عزت افزائی پر احتجاج نہیں کیا گیا۔ اگر ہماری دینی اور وطنی حمیت کی یہ صورت ہے تو پھر ہمیں یہ شکایت زیب نہیں دیتی کہ امریکہ کے حکم پر ہمارے تعلیمی نصاب سے قرآن پاک کا ترجمہ خارج کر دیا گیا ہے۔

✿......✿......✿

متین فکری

امریکی غلامی کا ایک اور شرمناک مظاہرہ

وفاقی وزارتِ تعلیم نے گزشتہ سال 12 دسمبر کو ملک بھر کے تمام تعلیمی بورڈ کے نام ایک مراسلہ (E-1/2000-IE-4) جاری کیا ہے جس میں بورڈ کے سربراہوں سے کہا گیا ہے کہ وہ سال رواں کے میٹرک کے سالانہ امتحانات کے لیے اسلامیات کا پرچہ بناتے وقت سورۃ انفال' سورۃ توبہ اور سورۃ الاحزاب کا ترجمہ اور عربی صرف ونحو کے قواعد سے متعلق سوالات پرچے سے خارج کر دیں۔ جب اس مراسلے کی سن گن طلبہ' اساتذہ' والدین اور دینی حلقوں کو لگی تو انہوں نے اس پر شدید اعتراض اور احتجاج کیا۔ جواب میں وزارت تعلیم کے ایک ترجمان کی طرف سے یہ عذر تراشا گیا کہ یہ فیصلہ طلبہ اور ان کے والدین کی درخواست پر صرف ایک سال کے لیے کیا گیا ہے اور آئندہ سال سے پھر معمول کے مطابق امتحان لیا جائے گا۔ طلبہ اور ان کے والدین نے اس عذر پر بھی واویلا کیا اور کہا کہ والدین اور طلبہ نے ایسی کوئی درخواست وزارت تعلیم سے نہیں کی تھی۔ طلبہ کا کہنا تھا کہ وہ قرآنی آیات کے ترجمے کے ذریعے اچھے نمبر حاصل کر لیتے تھے اور انہیں وزارت تعلیم کے اس فیصلے سے شدید مایوسی ہوئی ہے۔ اسلامی جمعیت طالبات کی بچیاں گھر گھر جا کر والدین کی رائے معلوم کر رہی ہیں اور عوامی ریفرنڈم کے ذریعے صدائے احتجاج بلند کر رہی ہیں لیکن

کون سنتا ہے فغان درویش

یہ کوئی سیاسی حکومت تو ہے نہیں کہ احتجاج سے ڈر جائے گی اور اپنا فیصلہ بدل لے گی۔ وفاقی کابینہ نے عوامی احتجاج کے علی الرغم اسلامیات کے امتحانی نصاب میں اس تبدیلی کی منظوری دے دی ہے اور اس فیصلے کے مطابق میٹرک کے سالانہ امتحان سے قرآنی آیات کے تراجم خارج کر دیئے گئے ہیں۔ واقفانِ حال کا کہنا ہے کہ بے چاری وزارتِ تعلیم یہ جرأت کیسے کر سکتی تھی' اسے تو اوپر سے امریکہ بہادر کا حکم آیا ہے اور اس نے بے چون و چرا اس کی تعمیل کرتے ہوئے قرآنی آیات کو امتحانی نصاب سے نکالا ہے۔

واقفانِ حال بتاتے ہیں کہ امریکی سفیر نے اس سلسلے میں وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال سے ملاقات کی تھی اور انہیں امریکہ کی اس تشویش سے آگاہ کیا تھا کہ اسلامیات کے نصاب میں جہاد کے متعلق آیات کے شامل ہونے سے کچے ذہن کے طلبہ اس سے جذباتی اثر قبول کر رہے ہیں اور ان کے اندر جہاد کلچر پروان چڑھ رہا ہے جس سے امریکہ کی سالمیت اور اس کے مفادات کو شدید خطرات کا سامنا ہے اور پوری دنیا میں ''دہشت گردی'' پھیل رہی ہے۔ اس لیے قرآنی آیات نصاب سے خارج کر دی جائیں۔ اس طرح طلبہ نہ ان آیات کو پڑھیں گے اور ان سے کوئی اثر قبول کریں گے۔ چنانچہ امریکہ کی اس تشویش کو ختم کرنے کے لیے فوری قدم اٹھایا گیا اور میٹرک کے لیے اسلامیات کے امتحانی نصاب کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اب پوری قوم لاکھ شور مچائے یہ فیصلہ تبدیل نہیں ہوسکتا۔

جب ہم میٹرک کے نصاب میں شامل سورۃ انفال' سورۃ توبہ اور سورۃ الاحزاب کی آیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو امریکہ کی تشویش کچھ ایسی بے وزن نہیں معلوم ہوتی۔ سورۃ انفال کی آیات 1 تا 10 میں اللہ تعالیٰ نے میدان بدر میں کفار و مشرکین سے جہاد کرنے والے مومنین کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد کرنے کی فوری خوشخبری سنائی ہے اور فرمایا ہے کہ اس بشارت سے اہلِ ایمان کے دلوں نے اطمینان حاصل کیا اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک خدا غالب اور حکمت والا ہے۔ امریکہ جو خود کو پاکستانی قوم کا ان داتا اور اس کا والی وارث سمجھتا ہے اس کے لیے اس سے بڑھ کر تشویش کی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ پاکستانی قوم اسے چھوڑ کر اپنے رب سے لو لگا بیٹھے اور اللہ کی مدد پر بھروسہ کر کے اپنے سے کئی گنا دشمن کے خلاف صف آرا ہو جائے پھر اسی سورۃ کی آیت نمبر 39 میں کہا گیا ہے:

''اور ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے اور اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے''۔

یہ آیت تو جہاد کو ہر حال میں جاری رکھنے کے لیے قول فیصل کا درجہ رکھتی ہے اور جہاد کشمیر کا ہو یا فلسطین کا ہو' چیچنیا کا ہو یا بوسنیا کا اس وقت تک رک نہیں سکتا جب تک کہ حق غالب نہ آ جائے اور باطل مغلوب نہ ہو جائے۔ پھر اسی سورۃ انفال کی آیت نمبر 60 میں ارشاد ہوتا ہے کہ'' کافروں کے مقابلے کے لیے ہر وقت مستعد رہو اور اپنے گھوڑے تیار رکھو تاکہ اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں پر تمہاری ہیبت طاری رہے''۔ عصر حاضر کے مفسرین نے گھوڑے تیار رکھنے کے حکم کو فوجی تیاری کا حکم قرار دیا ہے...... یہ بات بھی امریکہ کے دل میں بری طرح کھٹکتی ہے۔ وہ تو چاہتا ہے کہ پاکستان اپنی فوجوں میں کمی کر کے اپنا ایٹمی پروگرام رول بیک کر دے اور اپنی سلامتی کے لیے امریکہ کا دست نگر بن جائے۔ سورۃ انفال کی یہ آیت امریکی ورلڈ آرڈر کو براہ راست چیلنج کر رہی ہے اور اہل پاکستان کو یہ درس دے رہی ہے کہ امریکی بالادستی کو قبول کرنے سے انکار کر دیں اور اپنی سلامتی کے لیے اپنے قوت بازو اور اللہ کی مدد پر بھروسہ کریں۔

سورۃ توبہ میں بھی مشرکین کو گھیرنے اور انہیں قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اہلِ ایمان سے کہا

گیا ہے کہ ابھی تو اللہ نے تمہاری آزمائش ہی نہیں کی اور جن لوگوں نے تم میں سے جہاد کیا انہیں تم سے الگ ہی نہیں کیا حالانکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہؑ اس کے رسولؐ اور مومنین کے سوا کسی کو اپنا دوست نہیں بناتے۔ اسی سورۃ توبہ میں مسلمانوں سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ وہ لوگ پیدا کر دے گا جو اس کے فرمانبردار ہوں گے اور تم اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ سورۃ الاحزاب میں بھی کچھ ایسے ہی مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ امریکہ کو ان مضامین پر لازماً تشویش ہونی چاہیے کہ ان کے مقابلے میں ان کی سپر یمیسی کاہ کے برابر حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ تف ہے تو ہم پر کہ ہم اللہ کی آیات کو بہت سستا بیچنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ بے چاری زبیدہ جلال کیا جانیں کہ علم کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے۔ وہ بلوچستان کے ایک دور افتادہ علاقے میں ایک چھوٹی سی این جی او چلا رہی تھیں کہ انہیں وہاں سے اٹھا کر یکا یک وفاقی وزیر تعلیم بنا دیا گیا۔

کار طفلاں تمام خواہد شد

شاید ان سے یہی کام لینا مقصود تھا۔

سیّد قاسم شاہ

اسلام کو فرسودہ مذہب قرار دینے والی کتابوں کی بھرمار

ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے اپنے ابتدائی دور میں نیشنل بک فاؤنڈیشن کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا تھا جس کا مقصد نادر علمی مواد کو اپنے ملک میں پڑھی اور سمجھی جانے والی زبانوں میں منتقل کرنا اور تعلیمی نصاب کے لیے ضروری کتابوں کی فراہمی تھا۔ اس ادارے کے تحت میڈیکل' زوآلوجی' علم نباتات' حیوانات جیسے سائنسی علوم کے علاوہ تجارت و کاروبار' حسابات' تاریخ' جغرافیہ' صحافت' نفسیات' تعلیم اور بعض درسی کتب شائع کی جاتی رہیں۔ اگرچہ ان کے معیار' ضرورت اور افادیت پر متعلقہ ماہرین اکثر عدم اطمینان کا اظہار کرتے رہے۔ تاہم اس کی جانب سے بعض اچھی کتابیں بھی شائع ہوئیں۔ ندوۃ العلماء اعظم گڑھ (بھارت) نے اپنے علمی مواد اور کتب کی اشاعت کے حقوق بھی نیشنل بک فاؤنڈیشن کو فروخت کیے لیکن زیادہ تر حکومتوں نے اس ادارے کی علمی حیثیت اور کارکردگی کے برعکس اپنے پسندیدہ کرپٹ عناصر کو نوازنے اور انہیں بے پناہ سرکاری وسائل فراہم کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ادارہ مالی بحران کا شکار ہوا۔ بجٹ کے تحت رکھی گئی رقوم بھی اس کے خسارے کو پورا نہ کرسکتی تھیں۔ ہمارے ہاں بہت نیک مقاصد کو پیش نظر رکھ کر قائم کیے گئے ادارے تھوڑے ہی عرصے میں سرکاری محکمے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جہاں مقاصد آگے بڑھانے کی بجائے بجٹ ٹھکانے لگانے کے لیے فائلیں آگے بڑھا دی جاتی ہیں۔ بعینہٖ یہ صورت حال نیشنل بک فاؤنڈیشن کے ساتھ پیش آئی۔ جب بجٹ بھی کم پڑ گیا تو حکومت نے اس ادارہ کو زندہ رکھنے کے لیے وزارت تعلیم کے ایک اور ادارے نیشنل بک کونسل کو اس پر قربان کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس کے پاس بہتر مالی وسائل تھے۔ بجائے اس کے کہ خسارے میں جانے والے ادارے کو بند کر کے اس کے وسائل بہتر کارکردگی والے ادارے کے سپرد کیے جاتے تا کہ وہ اپنی بہتر صلاحیت سے کام لے کر اس کی کارکردگی میں اضافہ کرتا الٹا نیشنل بک کونسل کو بند کر کے اس کے اثاثے اور مالی وسائل نیشنل بک فاؤنڈیشن کے سپرد کر دیئے گئے۔ دونوں اداروں کے بنیادی منشور اور مقاصد مختلف تھے۔ ایک کا مقصد کتابوں کی اشاعت اور

دوسرے کا مقصد لوگوں میں مطالعہ کا ذوق وشوق بڑھانا اور اس کے لیے وسائل مہیا کرنا تھا۔ یہ کام بھی اس بے ہنگم طریقے سے کیا گیا کہ اس سلسلے میں بجٹ کی منظوری کے سلسلے میں قومی اسمبلی کے آئینی اختیارات تک کو نظر انداز کر دیا گیا۔ بہرحال اب یہ دونوں ادارے مدغم ہو کر نیشنل بک فاؤنڈیشن کے نام سے کام کر رہے ہیں جس کے سربراہ کچھ عرصہ سے معروف شاعر احمد فراز ہیں۔ وہ اپنی دلچسپی اور افتاد طبع کے مطابق وہ تمام خدمات انجام دے رہے ہیں جس کی توقع ان سے کی جا سکتی ہے۔

اس ادارے کی جانب سے ایک ماہانہ جریدہ ''کتاب'' کے نام سے شائع کیا جاتا ہے۔ اس جریدے کا بنیادی مقصد ملک میں مختلف علمی اور تحقیقی کتابوں کو متعارف کرانا اور اہل علم کی کاوشوں سے آگاہ کرنا تھا۔ کرم نوازی کے تحت ادارے کے اعلیٰ عہدوں پر فائز حکام نے مزید کرم فرمائی کر کے ایک خاتون کو کنسلٹنٹ کے عہدے پر فائز کیا۔ جس کے لیے نہ تو سرکاری ملازمتوں پر پابندی کے احکام کو مدنظر رکھا گیا اور نہ ہی کسی دیگر سرکاری قاعدہ اور ضابطہ کی پابندی کی گئی۔ اگرچہ اس ملازمت کا مشاہرہ چھ ہزار سے زیادہ نہیں لیکن عنایت خسروانہ کرتے ہوئے ٹرانسپورٹ' فون اور الاؤنسز کی صورت میں اتنی سہولتیں ارزاں کر دی گئیں کہ ان پر ذاتی استعمال کی مد میں محکمے کو 30 ہزار روپے ماہانہ سے بھی زائد زیر بار ہونا پڑتا ہے۔ محکمانہ للے تللے اپنی جگہ لیکن جب اس روشنی میں ظاہر ہونے والے OUT PUT کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ جریدہ کتاب میں محمد اسلم راؤ غالباً جس کے بلحاظ عہدہ ایڈیٹر ہیں جن کا ذکر آئندہ سطور میں آئے گا' کسی نئی تصنیف و تالیف کا کم ہی ذکر ہوتا ہے۔ اکثر ایسی پرانی اور گم گشتہ تحریروں کو متعارف کرایا جاتا ہے شاید جن کے مصنف بھی اپنی ان تحریروں کو بھول چکے ہوں یا ان سے توبہ تائب ہو چکے ہوں گے۔ ان میں سے چن چن کر ایسا مواد شائع کیا جاتا ہے جو صریح فحاشی اور عریانی کے زمرے میں آتا ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے والی تحریروں کو متعارف کرایا جاتا ہے۔ جس میں اسلام' مذہبی اقدار اور علماء کرام کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ کبھی مسلمانوں کو جاہل قرار دیا جاتا ہے۔ بھارتی لٹریچر اور اس سے متاثرہ تحریروں کو اجاگر کیا جاتا ہے حتیٰ کہ بھارتی موسیقاروں اور ان کے فن کو موضوع سخن بنا کر ان کی فضیلت کے گن گائے جاتے ہیں۔ اس جریدے میں نومبر 98ء میں ارشد محمود نامی ایک مضمون نگار نے لکھا ہے کہ ''ہماری تاریخ میں انگریزوں کے آنے پر تو بڑی تکلیف کا اظہار کیا جاتا ہے لیکن غیر مہذب جنگجو مسلم قبائل سرداروں کے ہندوستان پر قبضہ کر کے بادشاہتیں چلانے پر کسی ملال کا اظہار نہیں کیا جاتا'' وہاں کئی سو سال پہلے جہالت کا کیا عالم ہوگا لیکن چونکہ وہاں وہ کلمہ پڑھنا سیکھ چکے تھے لہٰذا وہ مقدس قرار پا چکے ہیں''۔ جنوری 1999ء کے شمارے میں ایک غزل بشریٰ اعجاز کے نام سے شائع ہوئی جس کا صرف مقطع ملاحظہ ہو

مجھے معلوم ہے کن بستیوں میں
خدا تنہائی اوڑھے سو رہا ہے

قرآن کریم کی آیت الکرسی میں یہ الفاظ ہیں کہ خدا کی ذات کو نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ۔ اس

شعر میں بدنیتی سے یا لاعلمی سے خدا کی اس شان کو (نعوذ باللہ) جھٹلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی شمارے میں ''ایک گمشدہ عورت'' کے عنوان سے ساجد رشید کا ایک افسانہ ہے جو کسی بھارتی ادب کا چربہ محسوس ہوتا ہے اس کے تمام کردار ہندو ہیں جو ہندوانہ تہذیب وتمدن کا آئینہ دار ہے۔ اس کے ذریعے ہندوؤں کی مذہبی شخصیات اور طریقہ عبادت کو متعارف کرایا گیا ہے۔ ممکن ہے مذکورہ افسانہ نگار واقعی ہندو تہذیب وتمدن کے اس قدر دلدادہ ہوں کہ انہوں نے اپنی تحریر میں اسے سمونے کو ضروری سمجھا ہو۔ بلاشبہ ان کے اس استحقاق پر پابندی عائد نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ اسلامی مملکت کے وسائل کو ان خیالات اور مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ ملک کو انسانی حقوق اور خواتین کے حقوق کی پامالی کے نام پر غیر ملکی این جی اوز اپنے مخصوص مقاصد کے لیے جو کام کر رہی ہیں اس پر حکومت پریشانی کا اظہار کرتی رہتی ہے لیکن اب یہ سرکاری ادارہ بھی ان جھوٹی سچی رپورٹوں کے حوالے سے ملک کو بدنام کر رہا ہے''۔ عورت چھوٹے فریم میں۔ کے عنوان سے مارچ 99ء کے شمارے میں ملک میں عورت کے حقوق کی پامالی پر آنسو بہائے گئے ہیں اور ایک این جی او کے ماہنامہ رسالے سے اعداد وشمار پیش کیے گئے ہیں اور اس کے برعکس عورت کی شرم حیا' عصمت کے تصورات کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

اب پرچے کی ان خدمات کے اعتراف کے طور پر مزید 3 لاکھ روپے سالانہ بجٹ فراہم کرنے کی تجویز ہے۔ فاؤنڈیشن کے سیکرٹری محمد اسلم راؤ اکاؤنٹس اور فنانس کے شعبے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنی ''فنکارانہ'' صلاحیت کی وجہ سے اپنے کئی ہم پلہ ساتھیوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے ڈائریکٹر اکاؤنٹس' فنانس اور ایڈمنسٹریشن کے تین عہدوں پر بیک وقت فراز ہیں۔ عام طریقہ کار کے مطابق کسی بھی شخص کو کسی سرکاری ملازمت پر 3-سال سے زائد برقرار نہیں رکھا جاتا مگر یہاں سیکرٹری کی پوسٹ پر 10 سال سے زائد عرصے سے انہی صاحب کا قبضہ ہے۔ جس کی وجہ سے ادارہ بہت سی اندرونی انتظامی خرابیوں اور بدعنوانیوں کا شکار ہے۔ ایسے عیبوں کی پردہ پوشی کے لیے ادارے کے ملازمین کو خصوصی اور اضافی الاؤنس دے کر خاموش کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح سرکاری وسائل کے زیاں کا ایک در اور کھول دیا گیا ہے۔ بدعنوانی کے ایسے طریقوں میں سب سے زیادہ اختیار کیا جانے والا طریقہ کتابوں کی اشاعت کے لیے پیشکشیں طلب کرنا ہے۔ عام سرکاری ضابطے کے تحت کسی بھی بڑے کام کا ٹھیکہ دینے سے پہلے اس کا باضابطہ اشتہار دینا اور اس کے تحت پیشکشوں کی وصولی کے بعد اہلیت معیار اور لاگت کے حوالوں سے ٹھیکیدار کا تعین کرنا ضروری ہے۔ لیکن یہاں یہ سب کام بغیر اشتہار دیئے اپنے پسندیدہ اور جعلی ٹھیکیداروں سے کرایا جاتا ہے اور ان کے جعلی ٹینڈروں اور بلوں پر ادائیگیاں عمل میں لائی جاتی ہیں۔ جن کی مجموعی مالیت کروڑوں روپے سالانہ بنتی ہیں۔ ٹیکسٹ بکس اور دیگر کتابیں ہر سال بڑی تعداد میں بغیر کوئی باضابطہ طریقہ کار اختیار کیے شائع کی جاتی ہیں اور ان کی ادائیگی بھی ہوتی ہے۔ حیرت انگیز بات ہے کہ اعلیٰ حکام جن میں محکمہ تعلیم کے سیکرٹری ڈاکٹر صفدر محمود بھی شامل ہیں۔ ایسی باتوں کا نوٹس لینا بھی گوارا نہیں کرتے بعض لوگوں کے خیال میں یہ اوپر سے نیچے تک ملی بھگت کا نتیجہ ہے کہ افسران ایک دوسرے کی بدعنوانیوں

پر پردہ ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ باقی رہا محکمانہ مالی نقصان تو وہ کون سا ان کے اپنے پلے سے جاتا ہے۔ سابقہ ادارے نیشنل بک کونسل کی عمارت بھی ذاتی جائیداد کی طرح کوئی باضابطہ طریقہ اختیار کیے بغیر ایک نیم سرکاری ادارے فریکونسی بورڈ کو ایک لاکھ روپے سالانہ کرائے پر اٹھا دی گئی ہے۔

معروف شاعر اور ادیب احمد فراز جو اپنی تحریروں کے حوالے سے ہمیشہ متنازع شخصیت رہے ہیں۔ کمیونزم کے زوال کے بعد نئے حالات میں نئے حکمرانوں سے نئے رشتے استوار کر چکے ہیں۔ انہوں نے نئے رشتوں کی تجدید میں اتنی عجلت دکھائی کہ کمیونزم پر ایک نوحہ تک لکھنا گوارا نہ کیا۔ بہرحال اب انہیں پورے وسائل اور اختیارات کے ساتھ علم کے اہم سوتے پر فائز کیا گیا ہے۔ شاید انہوں نے کمیونزم کا لبادہ اتار کر اپنی وضع تو بدل لی ہے شاید "خو" چھوڑنے کے لیے ابھی تیار نہیں ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ادارے حکومتوں نے ایسے لوگوں کے ناز نخرے اٹھانے ہی کے لیے قائم کر رکھے ہیں جہاں حسابات' آڈٹ' احتساب اور ملازمت کے ضابطہ اخلاق کے تمام قواعد و ضوابط برطرف قرار پاتے ہیں۔

پیر بنیامین رضوی

انگلش میڈیم سکولوں کا اسلام دشمن نصاب

قیامِ پاکستان کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے مسلمان اسلامی تعلیمات کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کرسکیں۔ ہر قسم کی بے شمار قربانیوں کے بعد اس عظیم اور بابرکت نعرے پر خدا نے کامیابی دی اور مسلمانوں کا الگ وطن معرضِ وجود میں آ گیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ زندگی کے ہر شعبے میں ہم اپنے بنیادی مقصد اور مذہب کو اہمیت دیتے' نافذ کرتے مگر بدقسمتی سے مخلص لیڈرشپ مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ہم آج تک وہ عظیم تر مقاصد حاصل نہیں کر سکے۔ 1947ء سے لے کر آج تک بدقسمتی سے کسی بھی حکمران نے الگ مسلمان ریاست کے وسیع تر مقاصد حاصل کرنے کے لیے عملی طور پر کام نہ کیا اور اگر کسی نے کرنے کی کوشش کی تو اس کے راستے میں اتنی رکاوٹیں پیدا کی گئیں کہ یہ نیک مشن پورا نہ ہوسکا۔ سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی تھی کہ ہم اپنے نظامِ تعلیم کی طرف بھرپور توجہ دیتے' اس پر ماہرین کو بٹھاتے جو نظریۂ پاکستان اور اسلامی بنیادوں پر ہمارے نظامِ تعلم کو وضع کرتے تاکہ نئی نسل کا ہر فرد تعلیم حاصل کرنے کے بعد سچا پاکستانی اور پکا مسلمان بنتا مگر بدقسمتی سے ان بنیادی معاملات کو ہمیشہ پس پشت ڈالا جاتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فرنگی آقاؤں کا نظامِ تعلیم ایک منظم سازش کے تحت پھیلایا جانے لگا۔

یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان کے اندر انگلش میڈیم تعلیمی اداروں میں جو غیرملکی نصاب پڑھایا جارہا ہے اور جس طرح ان اداروں میں مغربی کلچر پیدا کیا جارہا ہے' اس سے نہ صرف ہمارا اسلامی تشخص مجروح ہورہا ہے بلکہ پاکستانی شناخت بھی مٹتی جارہی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں کی نئی نسل ایک منظم مگر مذموم منصوبہ بندی سے گمراہ کی جارہی ہے۔ اس ضمن میں پاکستان کے تمام بڑے اور چھوٹے شہروں میں انگلش میڈم سکولوں میں پڑھائی جانے والی تاریخ کی کتاب Oxford History for Pakistan (آکسفورڈ ہسٹری فار پاکستان) کا تذکرہ ضروری ہے۔ اگر صرف اسی کتاب کا جائزہ لے لیا جائے جو آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی شائع کردہ ہے تو عوام وخواص کو

سمجھ آ جائے گی کہ کس طرح مسلمانوں کی نئی نسل کے اذہان میں زہر گھولا جا رہا ہے۔ اس کتاب کے دو باب The Beginnings of Islam اور The Teachings of Islam میں واضح طور پر (استغفراللہ) حضورِ پرنور شافع محشر یوم نشور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں شک وشبہ پھیلانے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے۔ ماہ رمضان میں روزے کا دورانیہ اور نمازوں کے اوقات کار غلط دیئے گئے ہیں۔ پوری اسلامی تاریخ کے حقائق کو فرنگیوں نے مذموم منصوبہ بندی سے مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مسلم مشاہیر کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح انگلش میڈیم سکولوں میں پڑھائے جانے والے سلیبس میں اکثر قابل اعتراض اور قابل شرم موضوعات شامل ہیں۔ بڑے شہروں کے ''پاش'' علاقوں میں قائم بعض ادارے اخلاقی بگاڑ بھی پیدا کر رہے ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ جو قومیں اپنے بنیادی نظریے اور مذہب کی حفاظت نہیں کرتیں وہ برباد ہو جایا کرتی ہیں۔ سرکاری سطح پر ان پرائیویٹ سکولوں' انگلش میڈیم اداروں اور غیر مسلموں کے اداروں کے تعلیمی نصاب کو چیک کرنے یا جائزہ لینے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ جس کا جو جی چاہتا ہے وہ پڑھا رہا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مرکزی اور صوبائی سطح پر کوئی ایسے تعلیمی' نصابی بورڈ تشکیل دیئے جائیں جو چاروں صوبوں اور وفاق میں چلنے والے تمام ایسے اداروں کی مکمل چھان بین کریں۔ ان کی جانچ پڑتال کی جائے اور دیکھا جائے کہ یہ کون سا نصاب اسلامی جمہوریہ پاکستان کی نئی نسل کو پڑھا رہے ہیں اور کس کس ملک کی کون کون سی کتابیں ان تعلیمی اداروں کے سلیبس میں شامل ہیں۔ اگر ان کتابوں کے اندر ہمارے بنیادی نظریئے اور اسلام کے خلاف مواد ہے تو نہ صرف ان کتابوں کو پاکستان کے اندر فوری طور پر ضبط کی جائے بلکہ ایسے تعلیمی اداروں کی رجسٹریشن منسوخ کی جانی چاہیے یا ان اداروں کیا نتظامیہ کی خلاف کارروائی کرنے چاہیے۔ یہ ادارے اگر راسخ العقیدہ مسلمانوں کے بچوں کو اسلام سے دور کرنے' عیسائیوں اور یہودیوں کی لکھی ہوئی کتابوں کے خلاف اسلام تحریروں کو روشناس کروانے کے لیے کام کر رہے ہیں تو یہ بہت بڑے مجرم ہیں۔ علاوہ ازیں مرکزی اور صوبائی تعلیم کے محکموں میں ان اداروں کو چیک کرنے کا کوئی رجحان نہیں۔ اس قسم کے پرائیویٹ تعلیمی ادارے یا تو انتہائی بااثر لوگوں نے کاروباری نقطۂ نظر سے بنا رکھے ہیں یا مخصوص ایجنڈے پر کام کرنے والی این جی اوز چلا رہی ہیں اور کچھ محکمہ تعلیم کے افسر اور ملازمین نے بھی ایسے سکول قائم کر رکھے ہیں' منہ مانگی فیسیں طلب کی جاتی ہیں۔ ہوش ربا مہنگائی کے دور میں یہ پرائیویٹ ادارے سینکڑوں اور ہزاروں میں فیسیں لیتے ہیں اور ان تعلیمی اداروں کے اندر کاپیوں کتابوں کے دکانوں اور ریفریش منٹ کے نام پر چھوٹے چھوٹے بچوں سے الگ لوٹ مار ہوتی ہے۔ چیک اینڈ بیلنس کا کوئی نظام سرے سے موجود ہی نہیں۔ ان پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی حیرت انگیز ماہوار آمدنی ہے۔ جعلی اعداد وشمار کے ذریعے یہ اپنے خرچ ظاہر کرتے ہیں۔ ان میں پڑھانے والے اساتذہ چاہے وہ مرد ہوں یا خواتین ان کو ہزار پندرہ سو تنخواہ دے کر چار پانچ ہزار پر دستخط کروائے جاتے ہیں۔ تعلیم کے نام پر قوم کے بچوں سے گلی گلی میں یہ کھلے عام فراڈ ہو رہا ہے اور کوئی پوچھنے والا

نہیں۔ اکثر سکول پورا پورا خاندان چلا رہا ہے۔ اپنے گھر کے لیے رکھی ہوئی ذاتی گاڑیاں وین کے طور پر استعمال ہوتی ہیں اور ان کا بچوں سے فیس کے علاوہ سینکڑوں روپے فی کس ماہوار الگ معاوضہ لیا جاتا ہے۔

پاکستان میں تعلیم کی بہت ہی زیادہ ضرورت ہے جتنے بھی تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں وہ کم ہیں۔ ہم تعلیم کی کمی کے باعث دنیا بھر میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ سرکاری یا غیر سرکاری سطح پر تعلیمی اداروں کی حوصلہ افزائی کی اشد ضرورت ہے مگر ان اداروں کی نیت اور جذبہ نیک ہونا چاہیے۔ لوٹ مار، اقربا پروری کی بجائے مشن کے طور پر یہ خدمت کرنی چاہیے۔ کاروباری جذبہ کم اور اپنے پیارے وطن کی نئی نسل کی تعمیر و ترقی کا جذبہ زیادہ ہونا چاہیے۔ حکومتی سطح پر ایسے تمام تعلیمی اداروں کی ماہوار فیسوں کا جائزہ لینا بھی بہت ضروری ہے۔ ان کی آمدن اور خرچ کے آڈٹ ہونے چاہئیں اور جو لاکھوں کروڑوں روپیہ ماہوار کما رہے ہیں۔ ان سے باقاعدہ ٹیکس لینا چاہیے۔ حکومتی سطح پر تمام پرائیویٹ سیکٹر کے تعلیمی اداروں کے سلیبس کا فیصلہ ہونا چاہیے تاکہ ان میں کوئی بھی ایسی کتاب نہ ہو جو ہمارے بنیادی نظریے اور اسلام کے خلاف ہو۔ اگر ان کو بے لگام اسی طرح چھوڑا گیا تو مغرب والے اپنے لٹریچر کے ذریعے ہمارے بچوں کے دل اور دماغ بدلنے کی سازشوں میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ان اداروں کو مکمل طور پر حکومت نے اپنے قانون اور نصاب کا اگر پابند نہ بنایا تو اس کے خطرناک نتائج بھی سامنے آ سکتے ہیں اور پھر اس پاک سرزمین پر ناپاک عزائم کی تکمیل ہوگی، خدا نہ کرے۔

انوار حسین حقی

قرآنی آیات اور سورتوں میں تحریف

مملکت خداداد پاکستان کے سرکاری اداروں کی زبوں حالی اور زوال کا ہر روز ایک نیا منظر ہمارے سامنے ابھرتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم بحیثیت قوم اور ملت کے اپنا وجود اور شناخت مٹاتے جارہے ہیں۔ گزشتہ دنوں این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور کے زیر اہتمام شائع ہونے والی مختلف درسی کتب میں شامل قرآنی آیات اور سورتوں میں تحریف اور سنگین نوعیت کی غلطیاں سامنے آئیں۔ دلچسپ اور قابل غور امر یہ ہے کہ ایسی غلطیاں صرف اسلامیات کی کتابوں میں پائی گئی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کوئی منظم استعماری سازش ہے جسے این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور کے ارباب اختیار کی ملی بھگت یا دانستہ چشم پوشی کی وجہ سے عملی جامہ پہنایا گیا ہے۔ اسلامیات کی کتابوں میں غلطیوں اور قرآنی آیات میں تحریف کے خلاف صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں میں تعلیمی اور دینی حلقوں کی طرف سے محدود احتجاج سامنے آیا' لیکن اس قدر سنگین نوعیت کی غلطیوں اور تحریف پر نہ تو علماء اور عوام کے احتجاج میں کوئی شدت تھی اور نہ ہی ٹیکسٹ بک بورڈ نے اس سلسلہ میں اپنی غلطی پر خدا اور اس کے رسولؐ اور قوم سے معافی مانگی۔

سب سے سنگین نوعیت کی غلطی این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور کی طرف سے شائع کی گئی' جماعت نہم و دہم کی اسلامیات (لازمی) کی کتاب میں سامنے آئی ہے۔ سرحد کے سکولوں میں نویں اور دسویں جماعت کے اسلامیات کے سلیبس میں سورۃ التوبہ شامل ہے۔ مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر 51 پر آیت نمبر 68 سے آیت نمبر 70 تک مندرجہ ذیل آیات قرآنی کے حصے حذف پائے گئے ہیں۔

> ولھم عذاب مقیم o (69) کالذین من قبلکم کانوا اشد منکم قوۃ واکثر اموالا و اولادا ط فاستمتعوا بخلاقھم فاستمتعتم بخلاقکم کما استمتع الذین من قبلکم بخلاقھم و خضتم کالذی خاضوا ط اولٰئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ و اولٰئک ھم الخسرون o (70)

الم یاتھم نبا الذین من قبلھم قوم نوح و عادٍ و ثمود و قوم ابراھیم.

اسی طرح جماعت نہم و دہم کی مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر 61 پر سورۃ التوبہ کی مندرجہ ذیل قرآنی آیات حذف کر لی گئیں۔

> وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ علیم o (104) الم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہ ویاخذ الصدقت وان اللہ ھو التواب الرحیم o (105) و قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمؤمنون؎ وستردون الی علم الغیب والشھادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون o (106) واخرون مرجون لامر اللہ اما یعذبھم واما یتوب علیھم؎ واللہ علیم حکیمo (107)والذین اتخذوا مسجداً

این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور کی مذکورہ اسلامیات برائے نہم دہم پر تیارہ کردہ منظور کر دہ وفاقی وزارتِ تعلیم (کریکولم ونگ) حکومت پاکستان اسلام آباد کے الفاظ بھی درج ہیں جبکہ مصنفین و مولفین کی طویل فہرست میں ڈاکٹر احسان الحق' ڈاکٹر ظہور اظہر' پروفیسر افتخار احمد بھٹہ' پروفیسر شبیر احمد منصوری' عبدالستار غوری' پروفیسر محمد طاہر مصطفیٰ' ڈاکٹر سعید اللہ قاضی' ڈاکٹر ضیاء الحق یوسف زئی' ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی' پروفیسر امینہ ناصرہ' محمد ناظم علی خان ماتکوی قاری سید شریف الہاشمی کے نام شامل ہیں جبکہ مطبع کے طور پر القاضی پرنٹرز پشاور اور پبلشر الفتح بک ایجنسی لیاقت بازار پشاور صدر کے نام شائع ہوئے ہیں۔

اسی طرح این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور کی طرف سے تیسری جماعت کی کتاب ''میری نئی کتاب'' کے صفحہ آخر یعنی صفحہ 131 پر مشق شائع کی گئی ہے۔ اس مشق میں سورۃ الفاتحہ کی آیات میں تحریف کی گئی ہے۔ اس کتاب کو نظامت پرائمری تعلیم صوبہ سرحد اور این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ نے مشترکہ طور پر تیار کیا ہے۔ کتاب کے مصنفین میں سید احمد مومند' فرزانہ معروف' نیاز محمد عاجز' پروفیسر عارف علی خان غوری اور محمد عالم خان شامل ہیں جبکہ نظر ثانی و ترتیب کے فرائض بریندا چین روز ایڈوائزر میٹریل ڈویلپمنٹ' محمد زبیر منگلوری ماہر مضمون سرحد ٹیکسٹ بک بورڈ' وحیدہ ایاز اسسٹنٹ ڈائریکٹر نظامت تعلیم پرائمری سرحد اور نگہت لون کوآرڈینیٹر میٹریل ڈویلپمنٹ نے انجام دیئے۔ این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ کی نااہلی اور غفلت کا تیسرا شکار چوتھی جماعت کی اسلامیات کی کتاب ہے جس کے صفحہ نمبر 7 پر سورۃ الماعون درج ہے لیکن اس کی آخری آیت غائب کر دی گئی ہے۔ چوتھی جماعت کی یہ کتاب چوہدری منیر احمد جوائنٹ ایجوکیشنل ایڈوائزر (پی- این- ای اینڈ ونگ) وزارت تعلیم حکومت پاکستان اسلام آباد کی نگرانی میں تیار ہوئی اور اس کے مصنفین میں پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر' پروفیسر ڈاکٹر سعید اللہ قاضی' پروفیسر شبیر احمد منصوری' پروفیسر ڈاکٹر احسان الحق' عبدالستار غوری اور پروفیسر افتخار احمد بھٹہ شامل ہیں۔

جماعت سوم اور نہم و دہم کی اسلامیات کی کتاب میں مذکورہ تحریف پر صوبے میں بڑے پیمانے پر احتجاج ہوا۔ پشاور پولیس نے جمعیت العلماء اسلام کی تحریری رپورٹ پر جماعت سوم اور نہم و دہم کی اسلامیات کی کتب میں شامل قرآنی آیات کی تحریف پر ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئرمین سمیت دونوں کتابوں کے 18 مصنفین اور مولفین کے خلاف دفعہ 295 اے' 295 بی اور 295 سی کے تحت باقاعدہ ایف آئی آر بھی درج کی تھی۔ یاد رہے کہ مذکورہ دفعات کے تحت زیادہ سے زیادہ سزائے موت اور کم سے کم دس سال قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔عوامی احتجاج پر سرحد حکومت نے بھی جائزہ کمیٹی قائم کی اور مذکورہ جائزہ کمیٹی نے صوبائی حکومت سے سفارش کی ہے کہ این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ کی تیسری جماعت کی مربوط نصابی کتاب کے صفحہ نمبر 131 پر مشق میں سورۃ الفاتحہ صحیح کر کے مذکورہ کتاب کی مفت تقسیم کا بندوبست کرے۔ علاوہ ازیں جماعت نہم دہم کی اسلامیات میں سورۃ التوبہ کی رہ جانے والی آیات کو بھی شامل کر کے کتاب مفت تقسیم کرے۔صوبہ سرحد کی حکومت نے جائزہ کمیٹی کی سفارشات کو تسلیم کرلیا ہے۔علاوہ ازیں جائزہ کمیٹی نے یہ سفارشات بھی پیش کی ہیں کہ اسلامیات کے نصاب پر نظر ثانی کر کے اس کو مزید وسعت دے کر اس میں مندرجہ ذیل پہلو شامل کیے جائیں۔قرآن خوانی' ناظرہ' حفظ' تجوید' سیرت رسولؐ (جو ایک ترتیب میں جماعت تا جماعت مرحلہ وار ترتیب میں پڑھائی جائے) اخلاقیات' ایمانیات و عبادات نویں اور دسویں جماعت کی اسلامیات کی نصابی کتاب کے صفحہ نمبر 99 تا 124 عربی کا حصہ خلفائے راشدین سے متعلق مواد سے تبدیل کیا جائے۔معلوم ہوا ہے کہ این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ میں اسلامیات کے لیے سبجیکٹ سپیشلسٹ موجود نہیں ہے۔ یہ کام ایک لائبریرین اپنی ڈیوٹی کے علاوہ اضافی طور پر انجام دیتا ہے۔

اگرچہ عوامی احتجاج کے پیش نظر سرحد کی صوبائی حکومت نے اسلامیات کی کتابوں میں بڑے پیمانے پر سنگین غلطیوں والی کتابوں کی جگہ نئی اور درست کتابیں مہیا کرنے کا اعلان کیا ہے لیکن مذکورہ غلطیوں کے ذمہ دار افراد کے خلاف کارروائی کے بارے میں کوئی اعلان نہیں کیا گیا۔ مذکورہ سنگین نوعیت کی غلطیوں کے مرتکب ٹیکسٹ بک بورڈ کی انتظامیہ اور مذکورہ کتابوں کے مولفین اور مصنفین دوہری سزا کے حقدار ہیں کیونکہ وہ قرآنی آیات میں تحریف کے مرتکب ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی دل آزاری اور قومی خزانے کو نقصان پہنچانے کا باعث بھی بنے ہیں۔

ثروت جمال اصمعی

افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اگر کسی دن آپ کا بچہ سکول سے آ کر آپ کو یہ خبر دے کہ زمین و آسمان اللہ تعالیٰ نے نہیں بلکہ زیم' می بیئر اور نکوا نامی تین خداؤں نے بنائے ہیں اور یہ کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعوذ باللہ وہ تصویر بھی دیکھی ہے جب آپ بطن مادر میں تھے اور وہ بھی جب آپ حضرت جبرئیلؑ کو ان کی اصلی شکل میں دیکھ کر خوف کے مارے بے ہوش ہو گئے تھے تو ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے بچے کے اس انکشاف پر آپ یقیناً انتہائی تشویش زدہ ہو کر جاننا چاہیں گے کہ یہ خرافات اسے کون سکھا رہا ہے۔

اس کے بعد اگر وہ آپ کو بتائے کہ یہ سب کچھ اس کے سکول میں خصوصی اہتمام سے پڑھائی جانے والے انگریزی کی ایک خوبصورت کتاب میں لکھا ہوا ہے تو شاید آپ کو یقین نہ آئے لیکن ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ آپ کے بچے کے ذہن میں واقعی مذہبی عقائد کے نام پر کفر و شرک کی جہالت کا یہ زہر ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت انڈیلا جا رہا ہے تاکہ وہ مذہب کو خلاف عقل روایات اور دیو مالائی کہانیوں کا مجموعہ تصور کر کے اپنی عملی زندگی سے نکال پھینکے اور اگر پورا دہریہ نہ بن سکے تو مسلمان بھی صرف نام ہی کا رہ جائے۔

آف گاڈز اینڈ گاڈسز (Of Gods and Godesses) نامی یہ کتاب جو برطانیہ کی جن اینڈ کمپنی لمیٹڈ (Ginn and Company) کی تیار کردہ ہے اور ''دی جن ریڈنگ پروگرام'' کے تحت آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے شائع ہوئی ہے۔ ہمارے دارالحکومت اسلام آباد کے سب سے مہنگے اور اعلیٰ ترین معیار رکھنے والے فرابلز انٹرنیشنل سکول میں چند روز پہلے تک چھٹی جماعت میں اس اہتمام کے ساتھ پڑھائی جاتی رہی ہے کہ بچوں کو اسے گھر لے جانے کی اجازت نہ تھی بلکہ پڑھائے جانے کے وقت اس کے نسخے لائبریری سے نکال کر انہیں دیئے جاتے تھے اور پیریڈ ختم ہونے کے بعد واپس لے لیے جاتے تھے۔ مسلمان بچوں کے سرمایہ ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی یہ صریحاً مجرمانہ حرکت کم از کم گزشتہ چار سال سے جاری تھی اور نہ جانے کب تک یوں ہی جاری رہتی اگر گزشتہ دنوں ایک جرات مند مسلمان بچے کی

ایمانی فراست سے اس سازش کا پردہ چاک نہ ہوگیا ہوتا۔ اس واقعہ کی تفصیلات اسی شمارے میں شائع ہونے والی خصوصی رپورٹ میں شامل ہیں۔ ہمارا موضوع اس کتاب کے مندرجات کی روشنی میں ان مذموم مقاصد کی نشاندہی ہے جن کے لیے یہ کتاب لکھی گئی اور مسلمان بچوں کو پڑھائی جا رہی ہے۔

کتاب کے مندرجات سے جن کے حوالے ہم آگے چل کر دیں گے' واضح ہے کہ اس کا مقصد مسلمان بچوں کو خدا کے وجود' کائنات اور انسان کی تخلیق' محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت' عرشِ الٰہی' جنت' دوزخ' لوح وقلم' بزرگ فرشتوں اور ان کی ذمہ داریوں اور تقدیر وغیرہ سے متعلق اسلامی عقائد سے روشناس کرانا ہے۔ اسلام کے نام پر اس کتاب میں جو جاہلانہ مواد پیش کیا گیا ہے' وہ ایک الگ موضوع لیکن کتاب کے اسلامی عقائد پر مبنی ہونے کا تاثر دینے کے ساتھ اس کا نام ''آف گاڈز اینڈ گاڈسز'' یعنی ''دیوتاؤں اور دیویوں کے بارے میں'' رکھنا انتہائی قابل اعتراض ہے اور محض اس نام ہی سے وہ بدنیتی پوری طرح عیاں ہے جو اس کتاب کی تصنیف و اشاعت کا اصل محرک ہے۔ ہمارے نزدیک کتاب کا یہ نام رکھنے کا مقصد عقیدۂ توحید کے بارے میں بچوں کے ذہنوں کو الجھانے کے علاوہ یہ تاثر پیدا کرنا بھی ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی عقائد بھی خلاف عقل قسم کی دیومالائی کہانیوں پر مبنی ہیں۔

ہمارے اس خیال کی تصدیق کتاب کے تین انتہائی قابل اعتراض ابواب میں سے پہلے باب ''خدا کے خلاف بغاوت'' (The Revolt Against God) کے مندرجات سے بخوبی ہوتی ہے۔ تخلیق کائنات کے تذکرے پر مبنی اس باب کا آغاز یوں ہوتا ہے:

> ''ابتداء میں جب کچھ نہ تھا' نہ انسان' نہ حیوان' نہ پودے' نہ آسمان' نہ زمین کچھ بھی نہیں' اس وقت خدا تھا اور وہ زیم (Nzame) کہلاتا تھا۔ تین' جو زیم ہیں' انہیں ہم زیم' می بیئر اور نکوا کہتے ہیں۔ زیم نے پہلے آسمان بنایا پھر زمین بنائی۔ آسمان اس نے اپنے لیے مختص کیا۔ اس کے بعد وہ زمین پر اترا اور مٹی اور پانی بنائے...... زیم نے سب چیزیں بنائیں۔ آسمان' زمین' سورج' چاند' ستارے' جانور' پودے سب کچھ جب اس نے ہر وہ چیز مکمل کر لی جسے آج ہم دیکھتے ہیں تو اس نے می بیئر اور نکوا کو بلایا اور انہیں اپنا کام دکھایا۔ (اور کہا) ''یہ میرا کام ہے' کیا یہ اچھا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا ''ہاں بہت خوب''۔ (زیم نے پوچھا) ''کیا کچھ باقی رہ گیا ہے؟'' می بیئر اور نکوا نے جواب میں کہا ''ہم بہت سے جانور دیکھتے ہیں مگر ان کا سردار ہمیں نظر نہیں آتا۔ ہم بہت سے پودے دیکھتے ہیں مگر ان کا مالک دکھائی نہیں دیتا۔ ان سب چیزوں کے مالک کے طور پر انہوں نے ہاتھی کو مقرر کیا کیونکہ وہ عقل رکھتا تھا۔ چیتے کو مقرر کیا کیونکہ وہ طاقتور اور تیز تھا۔ بندر کو مقرر کیا کیونکہ وہ کینہ پرور اور چاپلوس تھا۔ لیکن زیم اس سے بہتر راستہ نکالنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے اور می بیئر اور نکوا نے تقریباً اپنے جیسی ایک

ہستی بنائی۔ ان میں سے ایک نے اسے طاقت دی' دوسرے نے اختیار دیا اور تیسرے نے حسن عطا کیا۔ پھر ان تینوں نے کہا ''زمین سنبھالو' تم اب اس سب کے مالک ہو جو اس پر موجود ہے۔ ہماری ہی طرح تم بھی زندگی والے ہو۔ تمام چیزیں تمہاری ہیں اور تم مالک ہو۔''

زیم' می بیئر اور نکوا اپنی بلندیوں پر واپس چلے گئے اور نئی مخلوق زمین پر تنہا رہ گئی۔ ہر چیز اس کی تابعدار تھی لیکن تمام جانوروں میں ہاتھی' چیتے اور بندر کی ترجیحی حیثیت برقرار رہی کیونکہ انہیں می بیئر اور نکوا نے پہلے منتخب کیا تھا۔

زیم' می بیئر اور نکوا نے پہلے آدمی کو فیم (Fam) کہا جس کے معنی ہیں ''طاقت''۔

بچوں کو اسلامی عقائد سے روشناس کرانے کے تاثر کے ساتھ لکھی جانے والی کتاب میں آخر اس خرافات کی کیا تک ہے۔ یہ ایسی بے بنیاد کہانی ہے جس کا قرآن و حدیث تو کجا بائبلوں میں بھی کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ مصنف نے خود بھی ایسا کوئی اشارہ دینے کی زحمت نہیں کی جس سے اس کے کسی ماخذ کا پتہ چل سکتا۔ پھر آخر اسے کتاب میں کیوں شامل کیا گیا۔ اس سوال کو بعد کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔ فی الحال اس کہانی کا اختتامی حصہ بھی مختصراً ملاحظہ کر لیجئے۔ جس کے مطابق فیم نامی انسان ہاتھی' چیتے اور بندر سے اختیارات' طاقت اور خوبصورتی میں آگے نکل جانے کی بنا پر مغرور ہوگیا۔ حتیٰ کہ خدا سے بغاوت پر مبنی نغمے الاپنے لگا۔ اس پر خدا نے غضب ناک ہو کر اس انسان سمیت پوری دنیا کو پھونک ڈالا لیکن چونکہ اس نے اس پہلے انسان کو تخلیق کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ تم کبھی نہیں مرو گے' اور خدا کسی کو کچھ دے دے وہ واپس نہیں لیتا اس لیے یہ پہلا انسان جل جانے کے باوجود زندہ ہے۔ لیکن کہاں ہے' یہ کوئی نہیں جانتا۔ پھر یہ ہوا کہ خدا نے زمین پر نگاہ ڈالی تو اسے خاکستر دیکھ کر شرمندہ ہوا اور اپنی ساتھی دیویوں سے مشورے کے بعد زمین پر مٹی کی ایک نئی تہ بچھا دی۔ چنانچہ اس پر ایک درخت اگ آیا۔ اس کے بیجوں سے نئے درخت اگتے چلے گئے جبکہ اس کے زمین پر گرنے والے پتوں سے جانور اور پانی میں گرنے والے پتوں سے مچھلیاں پیدا ہوگئیں اور زمین پھر پہلے کی طرح ہوگئی اور آج تک ویسی ہی ہے۔ کتاب میں بتایا گیا ہے کہ اس کہانی کے حقیقت ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ زمین کھودی جائے تو اس میں سخت اور سیاہ پتھر نکلتے ہیں جو ٹوٹ جاتے ہیں اور آگ میں ڈالنے پر جل اٹھتے ہیں۔ اس کے بعد تینوں خداؤں نے باہمی مشورے سے ایک اور انسان بنایا جو مرد تھا۔ پھر اسے درخت سے خود ہی اپنے لیے ایک عورت بنانے کا حکم دیا۔ مرد کا نام سکیوم Secume اور عورت کا نام بونگوے Mbongwe رکھا گیا۔ اس انسان کو جسم اور روح میں تقسیم کیا گیا۔ یہ روح آنکھ کی پتلی میں رہتی ہے۔

کہانی کا اختتام اس پر ہوتا ہے کہ یہ مرد اور عورت زمین پر پھلے پھولے۔ انسانی آبادی بڑھتی گئی جبکہ فیم کو خدا نے زمین کی تہوں میں قید کر دیا لیکن ایک مدت کی جدوجہد کے بعد وہ سرنگ بنا کر نکل

آنے میں کامیاب ہوگیا اور نئے انسانوں سے سخت ناراض ہونے کے سبب جنگلوں میں چھپ کر انہیں ہلاک کرتا اور پانی میں ان کی کشتیاں ڈبوتا ہے۔

''خدا کے خلاف بغاوت'' کے عنوان سے کائنات اور انسان کی تخلیق کے موضوع پر کتاب میں شامل اس صریحاً گمراہ کن اور قطعی بے بنیاد کہانی کے بعد ''روشنی اور روحیں'' (The Light and the Souls) کے عنوان سے نیا باب شروع ہوتا ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش' عرش' لوح وقلم' صور اسرافیل' جنت' دوزخ اور فرشتوں وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان تمام چیزوں کا بیان بھی قرآن و حدیث کی روح کے بالکل خلاف ہے اور ایسے تمسخر آمیز انداز میں کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کو سب کچھ قطعی خلاف عقل معلوم ہو۔ اس تاثر کو گہرا کرنے کے لیے نہایت مضحکہ خیز تصاویر بھی متن کے ساتھ شامل کر دی گئی ہیں۔

ان مذہبی تصورات سے پہلے خدا اور دیویوں کی بے بنیاد کہانی کے کتاب میں شامل کیے جانے کا اصل مقصد اس تناظر میں بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ کتاب کی اس ترتیب سے مصنف کی یہ نیت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ وہ تمام آسمانی مذاہب میں موجود مستند اور مسلمہ مذہبی عقائد کو بچوں کے سامنے اس طرح پیش کرنا چاہتا ہے کہ وہ انہیں بھی احمقانہ اور غیر حقیقی ہی تصور کریں۔

مصنف کی دانستہ شرارت اس سے بھی عیاں ہے کہ اس نے مذہبی عقائد کے طور پر تمام ایسی چیزوں کو منتخب کیا ہے جو قرآن کی اصطلاح کے مطابق متشابہات میں سے ہیں یعنی ایسی باتیں جو مابعد الطبعیات سے تعلق رکھتی ہیں اور جن کی ماہیت وحقیقت کو ہم اس دنیا میں پوری طرح جان ہی نہیں سکتے۔ ایسے لوگ انسانی تاریخ کے ہر دور میں رہے ہیں اور قرآن بڑی خوبصورتی سے ان کے دل کا چور یوں پکڑتا ہے:

> ''اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں۔ ایک محکمات' جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات۔ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بخلاف اس کے جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ان پر ایمان ہے۔ یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں اور سچ یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانش مند لوگ ہی حاصل کیا کرتے ہیں''۔ (آل عمران: 7)

محکمات کے مقابلے میں متشابہات کا تعلق ان امور سے ہے جو نہ صرف ہماری نظروں سے اوجھل ہیں بلکہ ہمارے پاس اس دنیا میں انہیں براہ راست جاننے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں۔ مثلاً ہم اللہ تعالیٰ کو اس کی تخلیقات کی بنیاد پر بالکل اسی طرح تسلیم کرتے ہیں جس طرح یہ مانتے ہیں کہ جس قلم سے ہم لکھ رہے ہیں اسے کسی کارخانے میں چند کاریگروں نے مختلف مشینوں کی مدد سے بنایا ہے۔ جس طرح

قلم کی موجودگی اس کے بنانے والوں کا یقینی ثبوت ہے بالکل اس طرح کائنات اور اس کی موجودات خالق کائنات کی موجودگی کی ناقابل تردید گواہی ہیں۔ یہاں تک تو معاملہ محکمات کے دائرے میں ہے اور عقل سلیم رکھنے والا ہر شخص اسی بنیاد پر خدا کے وجود کو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس سے آگے بڑھ کر اگر یہ سوالات اٹھائے جائیں کہ اس خدا کی ماہیت کیا ہے؟ اس کا عرش کیسا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے احکام فرشتے کس طرح پورے کرتے ہیں؟...... تو یہاں سے متشابہات کا دائرہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں ہمارے پاس وہ ذرائع نہیں جن سے ہم ان امور کی پوری تفصیلات سے آگاہ ہوسکیں۔ اس لیے وہ لوگ جو قرآن کی محکم آیات' سماجی' معاشی' سیاسی' خانگی زندگی کے لیے اس کی ان تعلیمات کی بنیاد پر جو یقینی طور پر ایک پرامن اور عادلانہ معاشرے کے قیام کی ضمانت ہیں' اسلام کی صداقت پر ایمان لے آتے ہیں' وہ متشابہات کے معاملے میں اس پر مطمئن رہتے ہیں کہ یہ باتیں بھی اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ لیکن اپنے حواس اور ذرائع سے بالاتر ہونے کی بنا پر ہم ان کی تفصیلات نہیں جان سکتے۔ البتہ قرآن کے مطابق جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش میں متشابہات ہی کو موضوع بحث بناتے ہیں۔ یہی روش ہمیں اس کتاب میں دکھائی دیتی ہے جس کا تجزیہ ہمارے پیش نظر ہے۔

''روشنی اور روحیں'' نامی باب کے آغاز میں بچوں کو بتایا گیا ہے کہ خدا جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے اور کائنات اس نے اسی طرح تخلیق کی ہے۔

بلاشبہ یہ قرآن میں بیان کردہ صداقت ہے لیکن یہاں اسے قرآن کی دوسری تصریحات سے کاٹ کر اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کو ایک غیر عقلی چیز محسوس ہو۔ قرآن سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طریق تخلیق تدریج پر مبنی ہے۔ قرآن میں بتایا گیا کہ کائنات چھ دنوں میں تیار ہوئی لیکن یہ وضاحت بھی قرآن ہی میں موجود ہے کہ وقت کے پیمانے اللہ کے ہاں ہم انسانوں کی دنیا سے مختلف ہیں۔ اس کے ہاں کا ایک دن ہمارے پچاس ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ یہ وضاحت سامنے رہے تو اللہ کے طریق تخلیق کے بارے میں بھی یہ پریشانی لاحق نہیں ہوسکتی کہ اس نے کہا ہو جا اور دوسرے ہی لمحے پوری کائنات وجود میں آ گئی۔ بلاشبہ اللہ چاہتا تو یوں بھی ہوسکتا تھا لیکن قرآن بتاتا ہے کہ اس نے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا۔ تاہم چونکہ کتاب کے مصنف کا مقصد تخلیق کائنات کے اسلامی تصور کے بارے میں بچوں کے ذہنوں کو پراگندہ کرنا ہے' اس لیے اس نے قرآن کی ان صراحتوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

اس کے بعد نبی اکرمؐ کی نور سے پیدائش کا ذکر ہے جس کے ساتھ ہی بطن مادر میں ایک بچے کی تصویر دے کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ گویا نعوذ باللہ یہ رسول اکرمؐ ہیں۔

چند سطروں کے بعد بتایا گیا ہے کہ اللہ کے تخت کے چار پایوں کو چار طاقتور درندوں نے سہارا دے رکھا ہے۔ پھر لوحِ محفوظ کا ذکر ہے کہ یہ اتنی بڑی تختی ہے جس پر ماضی اور حال کے تمام واقعات درج ہیں۔ یہ تختی ذی روح ہے اور ام الکتاب کہلاتی ہے۔ اس کے بعد کہا گیا ہے کہ لوح کے ساتھ اللہ نے قلم بھی بنایا جس کی لمبائی آسمان سے زمین تک ہے۔ اس کے اندر سوچنے کی صلاحیت ہے اور اس کی

اپنی ایک شخصیت ہے۔ اس کی تخلیق کے بعد خدا نے اسے تقدیر لکھنے کا حکم دیا جس کے بعد سے یہ مسلسل لوح پر انسانوں کی تقدیریں لکھے جا رہا ہے اور اللہ اگر اپنے کسی فیصلے کو تبدیل کرے تو اسے خود بخود علم ہو جاتا ہے اور یہ اسے بدل دیتا ہے۔ پھر صور کا ذکر یوں ہے کہ اسے حضرت اسرافیلؑ صدیوں سے اپنے منہ میں لیے انتہائی صبر کے ساتھ اللہ کے حکم کے منتظر ہیں اور جب انہیں اشارہ ملے گا تو وہ صور پھونکیں گے اور ہیبت ناک آواز سے پوری دنیا تباہ ہو جائے گی۔ اسی طرح جنت کی راحتوں اور دوزخ کے عذاب کا ذکر اس انداز میں ہے کہ مادی دنیا تک محدود اذہان ان باتوں کو خلافِ عقل قرار دے کر مسترد کر دیں۔

یہ تمام امور متشابہات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی حقیقت انسان پر دوسری دنیا میں پہنچنے کے بعد ہی کھلے گی لیکن فتنہ کی متلاشی اللہ کی واضح ہدایات اور احکام پر جو ان کی زندگیوں کو تعمیر کی راہ پر لگانے والے ہیں، توجہ دینے کے بجائے قرآن کے مطابق متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ یہ کتاب قرآن میں بیان کردہ اس صداقت کا زندہ ثبوت ہے۔

تاہم ایسا نہیں کہ ان امور کی کوئی عقلی توجیہ ممکن ہی نہ ہو۔ سائنس کی ترقی نے کئی ایسی باتوں کو جو کچھ عرصہ پہلے تک انسان کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں آج اس کے لیے بالکل قابل فہم بنا دیا ہے۔ مثلاً یہ بات کہ انسان کے تمام اقوال و اعمال اللہ کے ہاں ریکارڈ ہو رہے ہیں اور قیامت کے دن اسے اپنا پورا کارنامۂ زندگی دکھا دیا جائے گا۔ شاید سو سال پہلے کے انسان کے لیے بالکل قابل فہم نہ رہی ہو لیکن آج ٹیپ ریکارڈ، کیمرے، فلم اور کمپیوٹر کی ایجاد کے بعد اس بات کو سمجھنا نہایت آسان ہو گیا ہے۔

اس کے بعد فرشتوں کے بیان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنی اصل شکل میں ظاہر ہونے کی درخواست کی تو انہوں نے کہا کہ یہ خطرناک ہوگا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار کیا جس پر جبرئیلؑ اپنی اصل شکل میں اس طرح ظاہر ہوئے کہ پورا افق ان کے بازوؤں سے بھر گیا اور رسولِ خدا خوف سے بے ہوش ہو گئے اور گر پڑے۔ حضرت جبرئیلؑ نے انہیں اٹھایا اور کہا خوفزدہ نہ ہوں میں آپ کا بھائی ہوں۔ اس بیان کے ساتھ ہی حضرت جبرئیلؑ اور رسولِ پاکؐ کی خیالی تصویر بھی دی گئی ہے جو نہایت اشتعال انگیز ہے۔

قرآن و حدیث کی رو سے یہ پوری کہانی بالکل بے بنیاد ہے اور مصنف کی اگر نیت خراب نہ ہوتی تو وہ یقیناً اسلامی تعلیمات کے اصل ماخذوں سے درست معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

بخاری و مسلم کی متعدد روایات اور قرآن کی سورہ نجم کے مطابق نبی اکرمؐ نے سفرِ معراج کے دوران حضرت جبرئیلؑ کو ان کی حقیقی شکل میں دوبارہ دیکھا۔ اس کے علاوہ کبھی اصل صورت میں نہیں دیکھا۔ اس واقعے کا ذکر اس سورت کی ابتدائی آیات میں موجود ہے لیکن اس کے ساتھ یہ صراحت بھی ہے کہ ان تجلیات کا مشاہدہ آپؐ نے پورے تحمل اور سکون کے ساتھ کیا۔ متعلقہ آیات کا ترجمہ یہ ہے:

”وہ (جبرئیلؑ) سامنے آ کھڑا ہوا جبکہ وہ بالائی افق پر تھا اور اوپر معلق ہو گیا۔

یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔ تب اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی جو وحی بھی اسے پہنچانی تھی۔ نظر نے جو کچھ دیکھا' دل نے اس میں جھوٹ نہ ملایا۔ اب کیا تم اس چیز پر جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور ایک مرتبہ پھر اس نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کو دیکھا' جس کے قریب ہی جنت الماویٰ ہے۔ اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا۔ نگاہ نہ چندھیائی نہ حد سے متجاوز ہوئی' اور اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں"۔ (النجم: 6 تا 18)

قرآن اور مستند احادیث کے مطابق یہ ہے اس واقعہ کی اصل صورت جبکہ "جن ریڈنگ پروگرام" کے تحت ہمارے بچوں کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسے کمزور شخص کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے جو حضرت جبرئیلؑ کے جلوے کی تاب نہ لا سکا اور خوفزدہ ہو کر بے ہوش ہو گیا۔ قرآن و حدیث میں کہیں یہ بات بھی نہیں ملتی کہ حضرت جبرئیلؑ اپنی حقیقی شکل میں نبی اکرمؐ کے اصرار پر نمودار ہوئے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کتاب کے مصنف نے اس واقعہ کو یہ رنگ اس لیے دیا ہے تاکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں کمتر ثابت کیا جا سکے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی فرمائش کی تھی لیکن پھر تجلیاتِ الٰہی کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ مصنف غالباً مسلمان بچوں کے ذہن میں یہ بات ڈالنا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر تو ایک فرشتے کے دیدار کا تحمل بھی نہ کر سکے۔ اس حرکت سے کتاب لکھنے' چھاپنے' اسے پھیلانے اور پڑھانے والوں کی بدنیتی صاف عیاں ہے۔

اس کے بعد تقسیم رزق پر مامور فرشتے حضرت میکائیلؑ کے ذکر میں تصور تقدیر کو انتہائی مسخ شدہ شکل میں یوں پیش کیا گیا ہے کہ حضرت میکائیلؑ کی سربراہی میں ہزاروں فرشتے اللہ کے حکم کے مطابق اس کی مخلوق کو ضروریاتِ زندگی مہیا کرتے ہیں۔ چنانچہ کچھ بے پناہ پاتے ہیں اور کچھ فاقہ کشی پر مجبور رہتے ہیں اور اس کی وجہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔ کسی کو بھی اس خوف میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ اس کا حصہ اسے نہیں ملے گا۔ جو کچھ خدا نے اس کے لیے مقدر کر دیا ہے وہ اسے مل کر رہے گا۔ سانس لینے کے لیے ہوا' پینے کے لیے پانی' کھانے کے لیے غذا اور پرورش کے لیے والدین۔ ہمیں ان چیزوں کی تلاش میں سرگرداں نہیں ہونا چاہیے۔ وہ خود ہمارے پاس آئیں گی۔ ہم سب خدا کے دروازے پر بیٹھے ہوئے بھکاریوں کی طرح ہیں اور اس سے التجا کر رہے ہیں کہ ہر روز چند سکے ہماری طرف بھی پھینک دیا کرے۔

مصنف نے تقدیر کا یہ تصور جس زہریلے انداز میں پیش کیا ہے اسے پڑھنے کے بعد ایک بچے کے ذہن میں خدا کے خلاف بغاوت کے سوا اور کون سا جذبہ جنم لے سکتا ہے' جبکہ اسلام کا حقیقی تصور تقدیر قطعی معقول اور قابل فہم ہے۔

اسلام کے مطابق دنیا امتحان گاہ ہے۔ یہاں رزق کی کمی بیشی کا مقصد انسانوں کا امتحان

ہے۔ اس طرح اللہ ایک ایک شخص کو الگ الگ بھی آزماتا ہے اور امیر و غریب، خوشحال اور بدحال ایک دوسرے کے لیے بھی امتحان کا ذریعہ بنتے ہیں۔ لوگوں کی کارکردگی کے اصل نتائج آخرت کی دائمی زندگی میں ملیں گے اور اس مختصر اور عارضی زندگی کی تمام کلفتوں کا ازالہ وہاں ہو جائے گا، بشرطیکہ عسر اور یسر یعنی بدحالی و خوشحالی کے امتحانوں میں سے جس میں بھی اسے ڈالا گیا ہو، اس میں اس نے پورا اتر کر دکھا دیا ہو۔ خوشحالی میں اللہ کا شکر، اس کے ضرورت مند بندوں کی ہر ممکن اعانت اور تکبر کے بجائے انکساری کی روش پر قائم رہنا کامیابی کی ضمانت ہے جبکہ بدحالی میں صبر و قناعت کے ساتھ حالات کو بہتر بنانے کی جائز حدود میں جدوجہد کی تعلیم دی گئی ہے۔

مصنف نے رزق کے بارے میں یہ قطعی گمراہ کن تصور پیش کیا ہے کہ بھکاریوں کی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھر کر رزق کے خود بخود پہنچ جانے کا انتظار کرنا اسلام کی تعلیم ہے۔ قرآن و حدیث میں حصولِ معاش کی جدوجہد کی واضح طور پر انتہائی تاکید کی گئی ہے اور اسے عین عبادت اور جہاد قرار دیا گیا ہے۔

جمعہ جو خصوصی طور پر عبادت کا دن ہے، اس کے بارے میں بھی سورۂ جمعہ میں قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ "جب نماز جمعہ ادا کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو (یعنی حصولِ معاش کی جدوجہد کرو) سورۂ النباء کے مطابق اللہ تعالیٰ نے رات انسانوں کی پردہ پوشی کی خاطر اور دن معاشی جدوجہد کے لیے بنایا ہے۔ احادیث نبویؐ میں رزقِ حلال کے لیے محنت کرنے والے کو اللہ کا محبوب بندہ قرار دیا گیا ہے اور ایماندار تاجر کے لیے جنت میں اعلیٰ مدارج کا اعلان کیا گیا ہے۔

اگر اس کتاب کے لکھنے والے رزق اور تقدیر کے بارے میں اسلام کے اصل تصورات جاننا چاہتے تو قرآن اور مستند احادیث سے بہ آسانی جان سکتے اور پیش کر سکتے تھے لیکن چونکہ ان کا مقصد ہی بچوں کے ذہن میں یہ بٹھانا ہے کہ مذہب تضادات کا مجموعہ ہے اس لیے انہوں نے دانستہ گمراہ کن تصورات پیش کیے ہیں۔

اس کے بعد کے صفحات میں ہزاروں سر اور ہر سر میں ہزاروں منہ والے فرشتے کا ذکر ہے جو اپنے ہر منہ سے مختلف زبانوں میں اللہ کی حمد بیان کرتا رہتا ہے۔ ایک اور فرشتے کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ آدھا آگ سے اور آدھا برف سے بنا ہوا ہے لیکن اللہ کے حکم سے آگ اور برف ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ جنت میں ایک ایسا مرغ ہے جس کے پاؤں جنت کے سب سے نچلے درجے میں ہیں جبکہ اس کا سر ساتویں درجے سے بھی بلند ہے اور فجر کے وقت بانگ دینا اس کی ذمہ داری ہے۔ ہر صبح اس کی بانگ پر فرشتے جمع ہو کر نماز پڑھتے ہیں اور زمین کے سارے مرغ اس کی مسرت بھری آواز سنتے اور اسے دہراتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان بستر چھوڑ کر نماز کی تیاری کریں۔

اسلامی تعلیمات کے نام پر ان بے بنیاد باتوں کو، جن کا قرآن اور مستند احادیث میں کوئی ذکر نہیں، پیش کرنے کا مقصد آخر اس کے سوا کیا ہے کہ اسلام کو ایک مضحکہ خیز اور جاہلانہ خرافات پر مبنی مذہب

باور کرایا جاسکے۔

یہ جائزہ بہت طویل ہوگیا تاہم پیش نظر ابواب میں سے تیسرے اور آخری باب بعنوان ''آسمان و زمین'' پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لینا ضروری ہے۔ اس باب کو بھی شروع سے آخر تک اس طرح تحریر کیا گیا ہے کہ سب کچھ سراسر خلاف عقل معلوم ہو۔ مثلاً یہ کہ اللہ نے زمین کو قالین کی طرح پھیلا دیا۔ دن کے آسمان اور رات کے آسمان کو خیمے کی طرح کھول دیا۔ اس میں چاند ستارے ٹانک دیئے۔ حالانکہ قرآن میں تخلیق کائنات کے وہ سارے مراحل بیان ہوئے ہیں جن تک سائنس آج پہنچی ہے۔ فرانسیسی مصنف ڈاکٹر موریس بوکائے کی کتاب ''بائبل' قرآن اور سائنس'' اس موضوع پر انتہائی چشم کشا ہے۔

اس باب کے آخری صفحے پر بچوں کو خدا سے بغاوت پر اکسانے کے لیے بتایا گیا ہے کہ اللہ نے دنیا مین جو قانون تخلیق رائج کیا ہے وہ یہ ہے کہ چھوٹی مچھلیاں بڑی مچھلیوں کی غذا بنیں اور بڑی مچھلیاں اپنے سے بڑی مچھلیوں کا شکار ہو جائیں۔ گدھ آسمان سے مرنے والوں کی ہڈیاں سمیٹنے کے لیے اتریں اور سبز پتے بکریوں کا چارہ بن جائیں۔ وہ فاختہ کو شکرے کی گھات سے بے خبر رکھتا ہے اور لاشوں کو کیڑے مکوڑوں کے حوالے کر دیتا ہے۔

مخلوقات پر اللہ رب العالمین کی بے پایاں رحمتوں اور عنایات کے مقابلے میں ان کی زندگی کے صرف اس پہلو کو' جو ان کی دنیاوی زندگی کے خاتمے کا سبب بنتا ہے' اس انداز میں نمایاں کرنے کا مقصد کسی اشتباہ کے بغیر اللہ کو ایک ظالم اور سفاک ہستی کے طور پر پیش کرنا ہے جبکہ حقیقی صورت حال یہ ہے کہ اللہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ تمام مخلوقات اس کی رحمت کے سہارے ہی زندگی گزارتی ہیں لیکن چونکہ اس دنیا میں زندگی عارضی ہے اور اسے بہرحال ختم ہونا ہے لہٰذا موت کی کوئی نہ کوئی صورت ہر پیدا ہونے والے کے لیے مقرر کر دی گئی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو بہت تھوڑے عرصے میں مخلوقات کی کثرت کے سبب زمین پر زندگی ہی ختم ہو جائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے نظام کے تحت پیدائش اور موت کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور انسان و جن جنہیں اللہ نے امتحان کے لیے دنیا میں بھیجا ہے' اخروی زندگی میں اپنی کارکردگی کے مطابق صلہ کا حقدار قرار پائیں گے۔

ہمارے نزدیک اس جائزے میں جو باتیں واضح ہوئیں' وہ یہ ہیں:

1- اس کتاب کے لکھنے اور سکولوں میں پڑھائے جانے کا مقصد بچوں کو خدا سے بغاوت پر اکسانا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خوفزدہ اور کمزور ہستی کی حیثیت سے متعارف کرانا اور اسلام کو فرسودہ اور خلاف عقل روایات اور تضادات کا مجموعہ باور کرانا ہے۔

2- چھٹی جماعت میں اسے اس لیے پڑھایا جاتا ہے کہ اس عمر میں بچہ آغاز شعور کی منزل میں ہوتا ہے۔ اس وقت اس میں بالعموم یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ اس طرح کے معاملات میں خود کوئی تجزیہ کر کے صحیح اور غلط کا فیصلہ کر سکے لہٰذا اس کی فکر کو مطلوبہ راہ پر ڈالنے کے لیے

نفسیاتی اور ذہنی اعتبار سے یہ موزوں ترین وقت ثابت ہوسکتا ہے۔

3- سکول کی پرنسپل اور انتظامیہ کی طرف سے اس کتاب کو برسوں سے بچوں کو اس اہتمام کے ساتھ پڑھانے سے کہ وہ اسے گھر نہیں لے جاسکتے تھے بلکہ تدریس کے وقت کتاب کے نسخے لائبریری سے مہیا کیے جاتے تھے۔ ثابت ہوتا ہے کہ یہ پاکستان کے مقتدر حلقوں کے بچوں کو اسلام سے برگشتہ کر کے پاکستان کے اسلامی نظریاتی کردار کے خاتمے کے لیے تیار کی جانے والی ایک نہایت دُور رس سازش تھی اور جو لوگ یوں چوری چھپے اسے پڑھا رہے تھے وہ اس سازش سے نہ صرف باخبر تھے بلکہ اس میں شریک بھی تھے۔

ان نتائج تک پہنچنے کے بعد سوال یہ ہے کہ اب کیا کیا جانا چاہیے۔ ہمارے نزدیک اس سلسلے میں یہ اقدامات ضروری ہیں:

1- ''آف گاڈز اینڈ گاڈسز'' نامی یہ کتاب ملک کے اگر دیگر تعلیمی اداروں میں بھی پڑھائی جارہی ہے تو فی الفور اس پر پابندی لگائی جائے۔

2- ''جن ریڈنگ پروگرام'' کے پورے سلسلے کا علماء اور اسلامی ذہن کے حامل ماہرین تعلیم اپنے طور پر تفصیلی جائزہ لیں اور اگر یہ پورا سلسلہ ہی اسی طرح کے سازشی مواد پر مبنی ہو تو عوامی دباؤ سے سکولوں میں اس کو ممنوع قرار دلوایا جائے۔

3- جو والدین اپنے بچوں کے سرمایۂ دین و ایمان کو محفوظ رکھنے کے آرزومند ہیں وہ اپنے طور پر ان کو پڑھائی جانے والی کتابوں کا تفصیلی جائزہ لیں خصوصاً ایسے تعلیمی ادارے جن پر مغربی ممالک کے اثرات زیادہ ہیں خصوصی طور پر توجہ کا مرکز بنائے جائیں۔ بچوں سے معلوم کیا جاتا رہے کہ انہیں نصاب میں علانیہ شامل کتابوں کے علاوہ دوسری کتابیں خفیہ طور پر تو نہیں پڑھائی جاتیں۔ اس بات پر بھی نظر رکھی جائے کہ کتابوں کے علاوہ بچوں کو اساتذہ کیا کچھ بتاتے اور سکھاتے ہیں اور کوئی بھی توجہ طلب معاملہ ہو تو اس کا نوٹس لینے میں تاخیر نہ کی جائے۔

4- اسلامی نظریاتی کونسل کے زیر نگرانی علماء اور ماہرین تعلیم کی ایک کمیٹی تعلیمی اداروں کے نصاب کے تفصیلی جائزے کے لیے بنائی جائے اور پھر اس کی سفارش کے مطابق جہاں کہیں بھی بدنیتی یا غلط معلومات پر مبنی مواد پایا جائے، اس کی اصلاح کی جائے۔

5- اسلامی عقائد عقل اور سائنسی دریافتوں کے عین مطابق ہیں۔ ایسی متعدد تحقیقی تصانیف موجود ہیں جن میں اس حقیقت کو بڑی خوبی سے اور مدلل طور پر ثابت کیا گیا ہے۔ فرانسیسی مصنف ڈاکٹر موریس بوکائے کی ''بائبل، قرآن اور سائنس'' مولانا مودودیؒ کی دینیات جو انگریزی میں Towards Understanding Islam کے نام سے دستیاب ہے، اور شیخ علی طنطاوی کی ''اسلام کا عام فہم تعارف'' نامی کتابیں ان میں نمایاں ہیں۔ ایسی تمام کتابوں کی

مدد سے سکولوں کے طلباء کے لیے سلیس زبان اور آسان پیرائے میں اسلامی نظریاتی کونسل ہی کے زیر اہتمام کتابیں تیار کرائی جائیں۔

6- جہاں تک فرابلز اسکول کے ان ذمہ داروں کا معاملہ ہے جو کئی برس سے خفیہ طور پر مسلمان بچوں کے ذہن بگاڑنے کی اس سازش میں شریک تھے تو ان سے شریعت کے احکام کے مطابق سلوک کیا جائے اور عدالت میں مقدمہ چلا کر انہیں ان کے جرم کے مطابق سزائیں دی جائیں۔

امریکی دانشور کی بکواس

امریکہ میں چارلوس شہر کے صدر جیزلر نے ایک بار پھر اسلام اور نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ دنیا میں اسلام دوسرا بڑا مذہب ہے جو خلاف ورزیاں سکھاتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ (نعوذ باللہ) قاتل تھے۔ قرآن قتل و غارت سکھاتا ہے۔ یہ بکواسات اُس نے نیوجرسی کے معروف چرچ میں کیں۔ اس چرچ میں ملک کے مختلف کونوں سے عیسائی عبادت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ جیزلر نے کہا کہ میں اپنے موقف پر قائم ہوں کہ مسلمانوں کی کتاب دہشت گردی سکھاتی ہے اور ان کا نبی قاتل تھا۔ جیزلر نے کہا کہ مذہب کے اعتبار سے اسلام کو ماننے والوں کی تعداد دوسرے نمبر پر ہے لیکن یہ مذہب اپنے اندر خلاف ورزیوں کو لیے ہوئے ہے۔ جیزلر کے اس ہذیان کے بعد نیوجرسی میں مسلمانوں کے اندر شدید جذبات پائے جاتے ہیں اور انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر جیزلر اسلام کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ صرف صہیونیوں کے کہنے پر مسلمانوں کے جذبات مجروح کر رہے ہیں۔

(ہفت روزہ "ضرب مومن" کراچی 23 تا 31 جولائی 2003ء)

تحفظ ناموس رسالتؐ
اور قانون توہین رسالتؐ پر اہم کتب کی فہرست

ترتیب: پروفیسر ڈاکٹر خواجہ حامد بن جمیل ☆
ایم۔اے (علوم اسلامیہ)، ایم۔اے (عربی)
ایم۔فل (علوم اسلامیہ)
پی۔ایچ۔ڈی (علوم اسلامیہ)

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد سے ایم فل (علوم اسلامیہ) کے لیے ''تحفظ ناموس رسالتؐ اور توہین رسالتؐ ایکٹ...... ایک تنقیدی مطالعہ'' کے موضوع پر تحقیقی مقالہ تحریر کیا تو اس موضوع سے متعلق کافی کتب و رسائل اکٹھا کرنے اور پڑھنے کا موقع ملا اور پھر 1991ء سے اب تک اس موضوع پر کتب و رسائل کے مضامین کی صورت میں ایک وسیع ذخیرہ وجود میں آ چکا ہے، قدیم و جدید فقہی کتب میں شتم رسول کے مسئلہ پر جو ابواب یا فصول موجود ہیں، وہ اس کے علاوہ ایک مستقل مآخذ ہیں۔

فی الحال یہاں اس موضوع پر اہم کتب کی فہرست بغیر کسی سائنسی ترتیب کے پیش کی جا رہی ہے۔ ان شاء اللہ جلد اس موضوع پر رسائل کے اہم مضامین کی فہرست پیش کر دی جائے گی۔

1- مدائنی، ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی سیف مدائنی 135ھ...... 215ھ۔

<u>کتاب تسمیة الذین یؤذون النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تسمیة المستھزین الذین جعلوا القرآن عضین۔</u>

یہ شمس بن عبد مناف یا معمر بن اشعث کے غلام تھے، آخری عمر میں اسحٰق بن ابراہیم موصلی سے وابستگی اختیار کر لی تھی۔ ابن کوفی کی تحریر کے مطابق انہی کے ہاں 215ھ میں 93 برس کی عمر میں وفات پائی۔ اس موضوع پر تحریر کی جانے والی غالباً یہ سب سے پہلی کتاب ہے مگر معدوم ہے اور ابن ندیم کی فہرست میں محض اس کا ذکر ملتا ہے۔ ابن ندیم نے جن کتب کی تفصیلات دی ہیں، ان

☆ فہرست ہذا کے ترتیب کار کا اصل نام خواجہ محمد حامد رضا ولد خواجہ محمد جمیل ہے، البتہ وہ خواجہ حامد بن جمیل کے نام

سے معروف ہیں اور گورنمنٹ ملت ڈگری کالج' غلام محمد آباد' فیصل آباد میں علوم اسلامیہ کے استاذ ہیں۔

کا بڑا حصہ معدوم ہو چکا ہے اور اب صرف نام باقی رہ گئے ہیں کیونکہ عالم اسلام کئی بار انقلاب وتغیر کی زد میں آیا اور یہ کتب اس کی لپیٹ میں آ گئیں' بالخصوص فتنہ تا تار کے دور میں اہل علم کی کاوشیں فکر ونظر کا بہت بڑا ذخیرہ دجلہ وفرات کی بپھری لہروں کی نظر ہوگیا۔

محمد بن اسحٰق ابن ندیم وراق: الفہرست' ترجمہ محمد اسحٰق بھٹی' (ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور' 1990ء) ص 241۔ 240۔

2- ابن تیمیہ احمد تقی الدین ابو العباس بن الشیخ شہاب الدین ابی المحاسن عبدالحلیم بن الشیخ مجد الدین ابی البرکات عبدالسلام بن ابی محمد عبداللہ بن ابی القاسم الخضر بن محمد بن الخضر بن علی بن عبداللہ بن تیمیہ الحرانی:

ولادت: 661ھ/1263ء۔

وفات: 728ھ/1328ء۔

الصارم المسلول علی شاتم الرسول

(دارالفکر' دمشق' بدون تاریخ)

ابن تیمیہ کی تصانیف کی جو فہارس تیار ہوئی ہیں' انھیں دیکھ کے اندازہ ہوتا ہے کہ اکثر تصانیف کے اسماء ان کے بعد تجویز ہوئے ہیں۔ وہ ضرورت کے مطابق حافظے کی مدد سے لکھتے جاتے تھے اور کتاب کے نام کے معاملہ میں زیادہ توجہ نہیں فرماتے تھے' یہی وجہ ہے کہ بعض کتب اور رسائل کی طرح مذکورہ کتاب کے بھی متعدد نام لیے جاتے ہیں۔

محمد عزیز شمسی اور علی بن محمد العمران نے اپنی تصنیف الجامع لسیرۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ' (دار عالم الفوائد للنشر و التوزیع' مکہ مکرمہ' 1422ھ)' ص 318 پر اس کتاب کا نام ''الصارم المسلول علی منتقص الرسول'' بتایا ہے مگر کئی جگہوں پر ''الصارم المسلول لشاتم الرسول'' لکھا ہے' البتہ زیادہ معروف نام ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' ہی ہے۔

ابن تیمیہ نے یہ کتاب عساف نامی عیسائی کے گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ کے بعد 693ھ اور 694ھ کے درمیان تجویز کی۔ (ابو الفداء اسمٰعیل بن کثیر الدمشقی متوفی 774ھ: البدایۃ والنہایۃ (دارالریان' مصر' 1408ھ)' 13:355' 17:665-666' حاجی خلیفہ: کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون' (مکتبۃ الاسلامیہ والجعفری تبریزی' طہران' 1378ھ)' 2/1069۔

محمد محی الدین عبدالحمید کے حواشی سے مزین یہ کتاب دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن نے 1333ھ میں 600 صفحات کی ضخامت میں شائع کی۔ پھر اسی نسخہ کو نشر السنۃ' ملتان نے بھی شائع کیا ہے' مگر تاریخ اشاعت درج نہیں ہے۔

ترجمہ

عربی کتب کے معروف مترجم پروفیسر غلام احمد حریری مرحوم نے اس کتاب کو اردو میں منتقل کیا۔ یہ اردو ترجمہ ناشران قرآن' اردو بازار' لاہور نے 1991ء میں پہلی بار شائع کیا' اس کی ضخامت 840 صفحات ہے۔

3- تقی الدین ابوالحسن بن عبدالکافی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ بن تمام الانصاری الخزرجی السبکی الشافعی:

ولادت: 683ھ/1284ء۔

وفات 756ھ/1355ء۔

السیف المسلول علی من سب الرسول

اس کتاب کے چار ابواب ہیں۔ پہلا باب مسلمان شاتم کے احکام کے بارے میں ہے' دوسرا باب ذمی شاتم' تیسرا یہ کہ شاتم نے گستاخی کیسے کی ہے اور چوتھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف وفضیلت کے بارے میں ہے۔

حاجی خلیفہ کے بیان کے مطابق تقی الدین السبکی نے یہ کتاب 734ھ کے رمضان المبارک کے آخری دنوں میں مکمل کی (مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ: کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون' (مکتبہ الاسلامیہ والجعفری تبریزی' طہران' 1378ھ)' 1018/2)

یہ کتاب ابھی تک غیر مطبوع ہے اور مخطوطہ کی صورت میں ہے (خیر الدین الزرکلی: الاعلام' (دارالعلم للملایین' بیروت' 1979ء)' 302/4)

4- السیّد محمد امین افندی الشہیر بابن عابدین (متوفی: 1198ھ)

تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احد اصحابہ الکرام علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام۔

یہ کتاب مجموعہ رسائل ابن عابدین' (سہیل اکیڈمی' لاہور' الطبعۃ الثالث 1411ھ/1990ء)' ص 314-381 میں موجود ہے۔

5- عقیل السقاف' عقیل بن عمر العلوی المکی الحنفی المعروف بالسقاف (متوفی: 1240ھ/1825ء)

السیف المسلول علی من خالف الرسول

(عمر رضا کحالہ: معجم المؤلفین (داراحیاء التراث' بیروت' بدون تاریخ) 290/6۔

6- نوح بن مصطفیٰ الحنفی: السیف المجزم لقتال من ھتک حرمۃ الحرم

حاجی خلیفہ: (کشف الظنون 1018/2)

7- مولانا محی الدین محمد بن قاسم المعروف باخوین (متوفی 904ھ)

السیف المشہور (المسلول) علی الذندیق وشاتم۔
(حاجی خلیفہ: کشف الظنون 1019/2)
-8 مفتی محمد گل رحمٰن قادری: گستاخ رسول کی شرعی حیثیت۔
(مکتبہ قادریہ لاہور 1413ھ/1993ء)
-9 ظفر علی قریشی: شان رسالت میں گستاخی کی بحث کا تنقیدی جائزہ (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، سرگودھا، بدون تاریخ)
-10 محمد علی جانباز: توہین رسالت کی شرعی سزا (مکتبہ قدوسیہ لاہور 1998ء)
-11 مفتی جمیل احمد تھانوی: توہین رسالت اور اس کی سزا جمع وترتیب: مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی (ادارہ اسلامیات، لاہور 1415ھ/1995ء)
-12 رائے حسنین طاہر: داغ ندامت۔ مقدمہ توہین رسالت و پس منظر (قلم کارواں، لاہور 1995ء)
-13 محمد عثمان غنی: گستاخ رسول کی سزا (مدرسہ کاشف العلوم، جوہرآباد 1998ء)
-14 ابوعمر محمد فیصل نقشبندی: اللہ کی مانیں یا گستاخ کی (انجمن انوار القادریہ کراچی 1996ء)
-15 علامہ ابوٹیپو خالد الازہری: راجپال کے جانشین (انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف تحفظ ناموس رسالت، لاہور 2000ء)
-16 محمد متین خالد: شہیدان ناموس رسالت (فاتح پبلشرز لاہور 2000ء)
-17 ایضاً: ناموس رسالت کے خلاف بے نظیر فیصلہ (انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف تحفظ ناموس رسالت، لاہور 1999ء)
-18 ایضاً: قادیانیت ایک دہشت گرد تنظیم (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان 2001ء)
-19 ایضاً: کیا امریکہ جیت گیا؟ (علم وعرفان پبلشرز لاہور 1999ء)
-20 ایضاً: وحید الدین خاں اسلام دشمن شخصیت (علم وعرفان پبلشرز لاہور 1999ء)
-21 محمد اسلم رانا: اہانت رسول پر مولانا وحید الدین خاں کے افکار ونظریات کا تنقیدی جائزہ (اسلامی مشن لاہور 1999ء)
-22 ایضاً: عیسائی ذہنیت اور گستاخ رسول ایکٹ (اسلامی مشن لاہور 1995ء)
-23 سیف الاعظم خاں: ناپاک سازش..... توہین رسالت کی سزا کو ختم کرنے کا بے نظیر سرکاری منصوبہ (انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف تحفظ ختم نبوت، لاہور 1996ء)
-24 محمد صدیق شاہ بخاری: رواداری اور پاکستان (علم وعرفان پبلشرز لاہور 2000ء)
-25 ایضاً: رواداری اور مغرب (علم وعرفان پبلشرز لاہور 1999ء)

-26 طاہر القادری: احکام اسلام اور تحفظ ناموس رسالت' ترتیب نعیم انور نعمانی' (منہاج القرآن پبلیکیشنز' لاہور' 1995ء)

-27 محمد صدیق شاہ بخاری: رواداری اور دینی غیرت' (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' ننکانہ صاحب' شیخوپورہ' 1994ء)

-28 محمد اسمٰعیل قریشی: ناموس رسول اور قانون توہین رسالت' (الفیصل ناشران و تاجران کتب' لاہور' 1994ء)

-29 محمد اسرار مدنی: ڈاکٹر: اسلامی شریعت کی رو سے ارتداد اور توہین رسالت' ترجمہ: مقبول الٰہی' (ادارہ اسلامیات' لاہور' 1416ھ/1995ء)

یہ کتاب محمد اسرار مدنی صاحب کی کتاب کا ترجمہ ہے۔

Verdict of Islamic Law on Blasphemy and Apostasy

-30 افتخار الحسن زیدی' سیّد: گستاخ رسول کی سزا' (مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد' 1992ء)

اس کتاب کا انداز تقریر کا ہے اور کتاب کا مواد موضوع سے قطعی مطابقت نہیں رکھتا۔

-31 محمد اشرف قادری رضوی: تعظیم رسول اور گستاخ رسول کی سزا' (مکتبہ ضیائیہ' راولپنڈی' 1999ء)

-32 رضوان تحمید مسلم: توہین رسالت کی سزا اور قرآن و بائبل' (مرکز تحریک اظہار حق' لاہور' بدون تاریخ)

-33 ایچ۔ ساجد اعوان: تحفظ ناموس رسالت اور گستاخ رسول کی سزا' (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' ملتان' 1996ء)

-34 مفتی انعام الحق: اسلام میں شاتم رسول کی سزا' (صدیقی ٹرسٹ' کراچی' 1409ھ)

-35 احمد رضا خاں بریلویؒ، مولانا' احمد سعید کاظمیؒ، سیّد' مولانا: گستاخ رسول کی سزا' (مرکزی مجلس رضا' لاہور' بدون تاریخ)

اس کتابچہ میں مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلویؒ کا ایک فتوئ اور مولانا سیّد احمد سعید کاظمی کا مکتوب جو کہ انھوں نے وفاقی شرعی عدالت کو تحریر کیا تھا شامل ہے۔

-36 احمد رضا خاں بریلوی' مولانا: احمد سعید کاظمی' سیّد مولانا: گستاخ رسول کی سزا قرآن و حدیث و اجماع امت کی روشنی میں مع تذکرہ غازی علم الدین شہید' (مکتبہ ضیاء السنہ' ملتان' 1416ھ 1995ء)

-37 ابوالامتیاز ع' س مسلم: اہانت رسول اور آزادی اظہار مع بہائی کمیونٹی' (مجلس نشریات اسلام' کراچی' 2000ء)

38- ابوالاعلیٰ مودودی، سیّد، مولانا: آفتاب تازہ، (ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 1993ء)
39- غلام احمد حریری، پروفیسر: الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول ابن تیمیہ کا اردو ترجمہ و تفہیم، (ناشران قرآن لمیٹڈ، لاہور، 1991ء)
40- معز الدین اشرفی، سیّد، خواجہ: رسول اللہ کے گستاخوں کا عبرت ناک انجام، (مکتبہ ہدایت، حیدرآباد دکن، 1991ء)
41- تحفظ ناموس رسالت پر ایک مستند دستاویز ..... وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ اردو ترجمہ، (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان، 1992ء)
42- محمد محبّ اللہ نوری: گستاخ رسول کا شرعی حکم، (الکرم پبلشرز، لاہور، بدون تاریخ)
43- محمد ظہیر الدین قادری: تحفظ عقائد اہل سنت مع ایمانی آیات بجواب شیطانی خرافات، (فرید بک سٹال، لاہور، 2000ء)
44- امجد حیات ملک: نیو ورلڈ آڈر: شیطانی آیات کی تحریک حال اور ماضی کے آئینے میں، (ناشر امجد ملک، لاہور، 1996ء)
45- مسعود زاہدی: زندہ درگور: سلمان رشدی کی شیطانی کتاب سیٹنک ورسز کا جواب، (کلاسیک، لاہور، 1997ء)
46- ہارون الرشید، پروفیسر: اردو ادب اور اسلام، (اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور، 1968ء)
47- شمس الدین الناسی: شیطان رشدی اور اس کی خرافات کا تنقیدی جائزہ، ترجمہ: ڈاکٹر محمد مبارز ملک، (مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، 1990ء)
48- ابوالضیاء ممتاز احمد سدیدی: گستاخان رسول کا عبرت ناک انجام، (چشتی کتب خانہ، فیصل آباد، 1993ء)
49- منشی عبدالرحمٰن خاں: دور جدید کے عالمگیر فتنے، (جاوید اکیڈمی ملتان، 1980ء)
50- مولانا عتیق احمد قاسمی: فکر کی غلطی ..... وحید الدین خاں صاحب کے افکار کا تنقیدی جائزہ، (مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، 1991ء)
51- معاذ حسن: ایک اور راجپال، (حیدر پبلی کیشنز، لاہور، 2000ء)
52- ظفر علی قریشی: ازواج مطہرات اور مستشرقین، (ناشر ظفر علی قریشی، 1994ء)
53- ایضاً: مستشرقین کے گماشتوں کی کارگزاری ..... ڈاکٹر غزل کاشمیری کے اعتراضات کا جواب، (تاج بک ڈپو لاہور، بدون تاریخ)
54- رئیس احمد جعفری ندوی: اسلام اور رواداری، (ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 1955ء)
55- ارشد قریشی: فتنہ یوسف کذّاب، (المعارف، لاہور، 1997ء)

56- ابن لعل دین: قہرالٰہی برفتنہ گوہرشاہی' (مکتبہ انوار مدینہ' مانسہرہ' 1417ھ)

57- ایضاً: گوہرشاہی کی گوہر افشانیاں' (ادارہ مطبوعات مجلۃ الدعوۃ' لاہور' 1998ء)

58- محمد کاظم حبیب: ارتداد: ماضی اور حال کے آئینے میں' (المنصورہ' لاہور' 1397ھ)

59- ڈاکٹر محسن عثمان ندوی: اسلام میں اہانت رسول کی سزا' (اسلامک بک شاپ' اسلام آباد' 1996ء)

60- محمد منیر قریشی: با محمدؐ ہوشیار' (نذیر سنز پبلشرز' لاہور' 1993ء)

61- صوفی محمد اقبال: آداب النبیؐ (مکتبہ خانقاہ اقبالیہ' ٹیکسلا' بدون تاریخ)

62- مولانا زاہد الحسینی: با محمدؐ باوقار' (دارالارشاد' اٹک' 1986ء)

63- رائے محمد کمال: غازی مُرید حسین شہید' (شہیدان ناموس رسالت پبلیکیشنز' لاہور' 1999ء)

64- ایضاً: غازی علم الدین شہید (ادارہ فکر و نطق' گوجرانوالہ' 1983ء)

65- ایضاً: غازی میاں محمد شہید' (ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' 1986ء)

66- درویش' جلد نمبر 6' شمارہ نمبر 5' عاشقان پاک طینت نمبر' (خواجگان پبلیکیشنز' لاہور' مئی 1994ء)

67- پروفیسر افضل علوی: ناقابل فراموش...... سبق آموز و ایمان افروز حقیقتانے' (پنجاب بک سنٹر' لاہور' 1993ء)

68- بشیر احمد: فری میسنری...... اسلام دشمن خفیہ یہودی تنظیم' (راولپنڈی' اسلامک سٹڈی فورم' 2001ء)

69- موسیٰ خاں جلال زئی: این جی اوز اور قومی سلامتی کے تقاضے' (فیروز سنز' لاہور' 2000ء)

70- محمد رحیم حقانی: انسانی حقوق' (جمیعۃ پبلیکیشنز' لاہور' 2000ء)

71- روبینہ سہگل: انسانی حقوق کی تحریک ایک تنقیدی جائزہ' (فکشن ہاؤس' لاہور' 1998ء)

72- محمد زبیر و حامد قزلباش: ہمارے انسانی حقوق' (سوسائٹی برائے فروغ تعلیم' لاہور' 1993ء)

73- حافظ محمد ثانی: رسول اکرمؐ اور رواداری' (فضلی سنز' کراچی')

74- عرفان خالد ڈھلوں' پروفیسر: توہین رسالت کی سزا موت...... تاریخ مذاہب اور قوانین اقوام کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ۔ منہاج (سہ ماہی)' جلد 15' شمارہ 3' (دیال سنگھ ٹرسٹ' لاہور' جولائی تا ستمبر 1997ء)

75- Dr Mahmood Ahmad Ghagi: The Law of

غیر مطبوعہ مقالہ۔
-76 پروفیسر حبیب اللہ چشتی: مسئلہ اہانت رسول (زاویہ لاہور بدون تاریخ)
-77 نور بخش توکلی: حقوق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (مسلم کتابوی لاہور 1419ھ/1998ء)
-78 مفتی جلال الدین احمد امجدی: تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم (شبیر برادرز لاہور 1412ھ/1991ء)
-79 عرفات (ماہنامہ) تحفظ ناموس رسالت نمبر جلد 36 شمارہ 8 (جامعہ نعیمیہ لاہور اگست 1994ء)
-80 خواجہ حامد بن جمیل پروفیسر ڈاکٹر: تحفظ ناموس رسالت اور توہین رسالت ایکٹ...... ایک تنقیدی جائزہ
نگران مقالہ: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی (یہ مقالہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں ایم فل (علوم اسلامیہ) کی سطح پر تحریر کیا گیا۔)

ناموسِ رسالت ﷺ کے خلاف
امریکی سازشیں

عزیزم متین خالد کی قلمی عمر کچھ زیادہ نہیں۔ وہ قلم اور کتاب کی دنیا میں ہوا کے جھونکے کی طرح آئے اور آندھی کی طرح چھا گئے۔ اِن کی کتابوں کا یکے بعد دیگرے منظر عام پر آنا بلاشبہ ان کی ذہنی، دماغی صلاحیتوں کا زندہ ثبوت ہے۔ متین خالد کا فطینی اور مشینی دماغ سال میں ہزاروں صفحات کی الٹ پلٹ، سینکڑوں کتابوں کی چھان پھٹک اور بیسیوں نسخوں کی ورق گردانی کے بعد ایک ایسی اہم اور مفید دستاویز تیار کرتا ہے جو نہ صرف وقت کے جدید تقاضوں کی ضرورت پوری کرتی ہے بلکہ نئی نسل کو ماضی کی عظمت رفتہ کی یاد اور ان کے تابناک مستقبل کا احساس بھی دلاتی ہے۔ متین خالد دماغ سے سوچتے ہیں اور دینی جذبہ کی بنیاد پر ضمیر کی آواز سے لکھتے ہیں۔ ان کا یہی جذبہ انہیں لائبریریوں کے دامن، کتابوں کے جھرمٹ، اہل علم کی صحبت اور صاحبانِ درد سے رابطوں میں سرگرداں رکھتا ہے۔ ''پادریوں کے کرتوت'' کے فوری بعد متین خالد کی حالیہ تالیف ''ناموس رسالت ؐ کے خلاف امریکی سازشیں'' اس لحاظ سے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے کہ وہ ان مخصوص حالات میں منظر عام پر آئی ہے جب امریکہ عالمی بالادستی کے خواب کی عملی تعبیر چاہنے کے علاوہ عالم اسلام کو صلیبی شکنجہ میں رکھ کر ان کے قدرتی وسائل کو سمیٹنے کے جنون میں بھی مبتلا ہے۔ ہمارے دینی، مذہبی معاملات میں امریکی مداخلت تشویشناک حد تک بڑھ چکی ہے۔ امریکہ کو مسلمانوں سے خطرہ نہیں۔ بلکہ اصل خطرہ مسلمانوں کے ایمان کی راکھ میں چھپی ایک ایسی چنگاری سے ہے جو کسی وقت بھی شعلہ جوالہ بن سکتی ہے۔ اس چنگاری کا نام ناموس رسالت (ﷺ) ہے۔ جناب رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ اقدس سے مسلمانوں کا والہانہ عشق امت مسلمہ کے باہمی اتحاد، یگانگت، اخوت اور جذبہ جہاد کا ذریعہ ہے۔ اس میں ان کی روحانی قوت کا راز پوشیدہ ہے۔ اور اسی میں ان کے نام کی بقا ہے۔ ناموس رسالت کا قانون ہمارے فوجداری نظام کا حصہ ہے۔ مذہبی ہم آہنگی اور معاشرتی توازن کے لیے اس کی اشد ضرورت ہے۔ اسلام دشمن، باطل قوتیں خود جانتی ہیں کہ ناموس رسالت ﷺ کے حوالہ سے مسلمان کسی قانون کا محتاج نہیں۔ ماضی اس کا گواہ ہے۔ خالد متین نے ''ناموس رسالت ﷺ کے خلاف امریکی سازشیں'' مرتب کر کے قوم، ملت اسلامیہ کے علاوہ بیرونی دنیا کو حقیقت کا ایک صاف اور شفاف آئینہ دکھایا ہے۔ حقائق، شواہد، دلائل اور براہین کی روشنی میں متین خالد کی مرتب کردہ ''دستاویز'' کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔

صاحبزادہ طارق محمود